م۔الف صدیقی
روگی
1

محترم م الف صدیقی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں! ڈائجسٹوں میں منفرد اور طویل کہانیاں لکھنے والوں میں م الف صدیقی ایک مقبول نام ہے۔

"روگی" ان کی دیگر مقبول کہانیوں میں سے ایک شاہکار کہانی ہے۔

ادارہ اس سے پہلے بھی کئی شاہکار کہانیوں کو شائع کر کے قارئین سے داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔

"روگی" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

"روگی" ایک نوجوان امجد علی کی پراسرار اور عبرت انگیز داستان ہے۔

جس نے پراسرار علوم اور نادیدہ قوتوں کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔

غرور اور تکبر کے نشے میں سرشار' وہ خود کو سب سے زیادہ قد آور اور حرف آخر سمجھنے لگا۔ بڑائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون ہر دور میں پیدا ہوتے رہیں ہیں۔ لیکن رحمانی قوتوں کے سامنے ان کی فرعونیت پانی کے بلبلے سے زیادہ ناپائیدار ثابت ہوئی ہے۔

نیکی اور بدی کا خوفناک ٹکراؤ اور سنسنی خیز واقعات کا سنگم آپ کو اس وقت تک گرفت میں رکھے گا' جب تک آپ آخری صفحہ ختم نہ کرلیں۔

محمد علی قریشی

مغرور

دسمبر کی وہ یخ بستہ رات میری اس داستان کی بنیادی حیثیت سے میرے لئے ہمیشہ ایک یادگار رہے گی۔ سرِ شام ہی رُوپ نگر کا سارا حسن گہری دبیز تہوں میں چھپ کر ماند پڑ گیا تھا۔ بدن میں یخ بستہ ہواؤں کے تیز و تند جھونکے نشتر بن کر چبھ رہے تھے۔ اس لئے بازاروں کے درمیان بل کھاتی شاہراہ پر واقع مرکزی بازار کی رونقیں بھی کسی جوان بیوہ کی طرح اداس اور مغموم نظر آ رہی تھیں۔ ورنہ عام حالات میں رات گئے تک وہاں سیر و تفریح کے متوالوں کی بڑی تعداد چہل قدمی کرتی نظر آتی رہتی تھی اور دکانوں میں قمقمے جگمگاتے رہتے تھے۔

مجھے رُوپ نگر آئے گیارہ دن گزر چکے تھے، میں یہاں سیر و تفریح کی غرض سے نہیں آیا تھا۔ میری آمد کا مقصد میرا عزیز ترین دوست تھا جو گزشتہ تین ماہ سے رُوپ نگر میں ڈاکٹروں کے مشورے سے تبدیلیِ آب و ہوا کی غرض سے مقیم تھا۔ ہمارے درمیان خط و کتابت کے ذریعے عارضی ملاقاتیں قائم تھیں۔ اچانک شہباز کی جانب سے خطوں کا سلسلہ بند ہو گیا... پھر ایک روز مجھے شہباز کی ماں کا ایک مختصر مگر پریشان کن خط ملا۔

اس خط میں شہباز کی ماں نے لکھا تھا کہ میرے دوست کی حالت سنبھلتے سنبھلتے اچانک خراب ہو گئی تھی۔ مرض کے حملے نے اس کے ذہن کو اس حد تک متاثر کیا تھا کہ وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا تھا۔ جس روز شہباز کی ذہنی حالت خراب ہوئی تھی، اس سے ایک روز پہلے اس نے اپنی ماں سے درخواست کی تھی کہ مجھے فوری طور پر رُوپ نگر بلا لیا جائے۔

شہباز کی اسی خواہش کے احترام میں اس کی ماں نے پہلی بار مجھے براہِ راست خط لکھا تھا ورنہ انہیں میری اور شہباز کی دوستی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ غالباً اس لئے کہ میرا خاندان اور میری مالی حیثیت اُن کے خاندان اور اُن کی مالی حیثیت کے مقابلے میں حد درجہ کمزور تھی۔ خود مجھے بھی اس کا احساس ہمیشہ سے تھا لیکن شہباز کی دوستی، اس کی محبت اور پُرخلوص باتوں نے اس درمیانی خلیج کو پاٹ دیا تھا۔

ہماری دوستی کا آغاز اس مکتب سے ہوا تھا جہاں ہم دونوں حصولِ تعلیم کے لئے گئے تھے۔ کمزور مالی حیثیت کی وجہ سے میں جماعت کے دوسرے لڑکوں سے الگ تھلگ رہا کرتا تھا۔ میری جماعت کے لڑکے مجھے طرح طرح کے نام سے پکارتے تھے۔ کوئی مجھے غربت کا طعنہ دیتا تو کوئی مجھے مغرور گردانتا لیکن میں کبھی اُن کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔

مجھے اپنے اس بوڑھے باپ کی غربت کا بھرم قائم رکھنا تھا۔ میری تعلیم کے اخراجات میں میرے بوڑھے باپ کے پسینے کی کمائی شامل تھی۔ میں جانتا تھا کہ اگر میرا ایک سال بھی ضائع ہوا تو میرے باپ کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ اس کی امیدوں کا واحد مرکز صرف میں تھا۔ اس کا ایک اکلوتا بیٹا جسے وہ ہر قیمت پر پروان چڑھتا دیکھنا چاہتا تھا اور اسی وجہ سے اس نے مجھے کینٹ کے اس انگلش اسکول میں داخل کرایا تھا جہاں کی فیس عام اسکولوں کے مقابلے میں چار گنا زیادہ تھی۔

ماں نے کینٹ اسکول میں میرے داخلے کی مخالفت کی تھی لیکن والد صاحب کا خیال تھا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ کینٹ جیسے اسکول کا ماحول بھی میرے لئے ضروری ہے جو مجھے سوسائٹی کے اطوار اور بڑے لوگوں میں اُٹھنے بیٹھنے کے آداب سے بھی رُوشناس

کراسکتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر میں نے کینٹ اسکول سے میٹرک پاس کیا تو نہ صرف یہ کہ مجھے کالج میں داخلہ بھی بہ آسانی مل جائے گا بلکہ وہاں کا سرٹیفکیٹ میرے لئے کسی اچھی ملازمت کے حصول میں بھی معاون ثابت ہوگا۔

اسکول میں ششماہی امتحان تک میری حیثیت میرے ہم جماعتوں کے لئے قطعی غیر اہم تھی۔ اس عرصے میں صرف شہباز ہی ایک واحد لڑکا تھا جو اکثر میری حمایت میں دوسروں کو مجھے تنگ کرنے سے منع کیا کرتا تھا لیکن جب ششماہی امتحان کا نتیجہ بورڈ پر آویزاں کیا گیا تو میری جماعت کے بیشتر لڑکے میرے قریب آگئے۔ میں نے اپنی جماعت کے تمام لڑکوں پر سبقت حاصل کی تھی۔

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ میں نے نویں جماعت کا امتحان بھی اوّل درجے میں پاس کرلیا۔ پھر جب میٹرک کا امتحان سر پر آیا تو میں نے پڑھائی پر اپنی توجہ دوچند کردی۔ اس عرصے میں شہباز سے میری دوستی بڑی مستحکم ہوگئی تھی۔ اس کا باپ پولیس کے محکمے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔

شروع شروع میں جب میں شہباز کے اصرار پر اس کے ساتھ مل کر پڑھنے کے لئے اس کی کوٹھی پر جاتا تو اس کے ملازم بھی میری ظاہری حالت دیکھ کر ناک بھوں چڑھالیا کرتے تھے۔ شہباز کی ماں جسے اپنی امارت اور حیثیت کا زیادہ ہی احساس تھا، میری اور شہباز کی دوستی کو سخت ناپسند کرتی تھی لیکن شہباز ان کا لاڈلا بیٹا تھا، اسے باپ کی ہمدردیاں بھی حاصل تھیں، اس لئے اس کی ضد کے پیش نظر اس کے باپ نے وقتی طور پر ہماری دوستی کو قبول کرلیا تھا۔

میٹرک کا نتیجہ آیا تو میرے بوڑھے باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے اپنے صوبے کے تمام لڑکوں پر سبقت حاصل کی تھی۔ میری کوششوں سے شہباز بھی جو ہمیشہ مشکلوں سے ہی کامیاب ہوا کرتا تھا، دوسرے درجے میں کامیاب ہوگیا۔ میرے والد نے میری ماں کی مخالفت کے باوجود میرا داخلہ ایک مقامی کالج میں کرادیا۔

شہباز کے باپ نے اسے اعلیٰ تعلیم دلانے کی خاطر ولایت روانہ کردیا۔ یوں میری اور شہباز کی دوستی وقتی دُوری کی وجہ سے ختم ہوگئی لیکن وہ ولایت سے بھی برابر خطوط کے ذریعے مجھے یاد کرلیا کرتا تھا۔ ایک سال تک اس کے خطوط بڑی پابندی سے مجھے ملتے رہے۔ پھر اچانک یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ میں نے اسے متعدد بار کئی طویل خطوط لکھے تھے لیکن جب اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو میں نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔

وقت یونہی گزرتا رہا۔ میں ایف اے کے فائنل امتحان کی تیاریوں میں بڑے انہماک سے مصروف تھا کہ فلک کج رفتار کی گردشوں نے میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنا شروع کردیا۔ میرے والد جو کچھ دنوں سے علیل تھے، اچانک ایک روز خدا کو پیارے ہوگئے پھر ماں اس صدمے کو برداشت نہ کرسکی اور اس نے بستر پکڑ لیا۔ حالات کی ستم ظریفی نے تابڑ توڑ حملے کئے تو میں بوکھلا گیا۔

ماں نے جو پیسے جوڑ توڑ کر رکھے تھے وہ والد صاحب کی تجہیز و تکفین میں اُٹھ گئے۔ امتحان کی فیس داخل کرنے کی تاریخ آئی اور گزر گئی۔ میں کس منہ سے ماں سے کچھ کہتا اور کہتا بھی کیسے جبکہ والد صاحب کے انتقال کے بعد ان لوگوں نے ہاتھ پھیلانے شروع کر دیئے تھے جن سے والد صاحب مرحوم میری پڑھائی کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً قرض لیا کرتے تھے۔ میں ان قرضداروں کو کچھ دنوں تک ٹالتا رہا لیکن ایک دن اس کی بھنک ماں کے کانوں تک پہنچ گئی۔ انہوں نے اپنے سہاگ کی نشانی، چوڑیاں اور بچے کھچے زیورات فروخت کرکے قرض داروں کا منہ بند کردیا... میں شب و روز ماں کی دلجوئی میں لگا رہتا تھا۔ کتابیں اِدھر اُدھر بند پڑی تھیں۔

ان حالات میں پڑھائی کا ہوش بھی بھلا کسے رہ سکتا تھا گھر میں ماں کی دیکھ بھال اور تیمارداری کرنے کے لئے میرے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ قریب کے جو دو ایک عزیز تھے۔ وہ رسمی طور پر والد صاحب کی موت پر مگرمچھ کے دو آنسو بہا کر اور پُرسہ دے کر کنّی کاٹنے لگے۔ قدرت نے اُن کے حالات بہت اچھے کر رکھے تھے، اس لئے وہ ڈرتے تھے کہ کہیں میں یا میری ماں ان سے اس آڑے وقت میں کسی مدد کی فرمائش نہ کردیں۔ میں نے اپنی طرف سے طے کر رکھا تھا کہ فاقے کرلوں گا، کسی غیر کے سامنے بھکاری بن کر ہاتھ پھیلا دوں گا لیکن ان رشتہ داروں کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کروں گا۔

والد صاحب کا چالیسواں کرنے کے بعد میں نے ملازمت کے لئے بھاگ دوڑ شروع کردی لیکن ابھی قسمت نے شاید ہمارے حق میں اپنا فیصلہ تبدیل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ میں صبح سے دوپہر تک دفتروں کی خاک چھانتا پھرتا لیکن کوئی مجھے چپراسی کی آسامی بھی دینے پر تیار نہ ہوتا تھا۔ میری ماں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ میرے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ ان کے لئے کسی ڈاکٹر یا دوا کا ہی بندوبست کرسکتا۔

والد صاحب کا غم میری ماں کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہا تھا۔ اسی دوران ایک دن میری ماں نے مجھ سے دریافت کیا۔

"بیٹا کب تک تو اس طرح میری پٹی سے لگا بیٹھا رہے گا، کچھ پڑھائی کی طرف بھی دھیان دے۔ تیرے امتحان میں اب کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟"

"میں اپنی پڑھائی سے غافل نہیں ہوں امی جان۔" میں نے پیار سے ماں کو جھوٹی تسلی دی۔ "امتحان میں ابھی پورا ایک ماہ باقی ہے، آپ مطمئن رہیں۔ میں انشاءاللہ ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"خدا تجھے کامیاب کرے میرے لعل۔" ماں نے دل کی گہرائیوں سے میرے حق میں دُعا کی پھر چونک کر پوچھا۔ "کیا تیری فیس جمع ہوگئی ہے؟"

"امی جان۔" میں ضبط نہ کرسکا۔ بے اختیار ماں کے سینے پر سر رکھ کر سسکتے ہوئے کہا۔ "آپ صرف اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ مجھے آپ کی زندگی کے سوا اور کچھ نہیں چاہیئے۔"

"بیٹا۔" ماں نے اپنے نحیف ہاتھوں سے میرا چہرہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "سچ سچ بتا، کیا تیری فیس داخل ہوگئی ہے؟"

ماں کے لہجے میں کچھ ایسا درد، کچھ ایسی کسک تھی کہ میں جواب تو نہ دے سکا لیکن بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میری ماں نے میرے آنسوؤں سے اپنے سوال کا جواب پالیا تھا، ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "میں اب حشر کے میدان میں تیرے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔"

میرے امتحان میں شریک نہ ہونے کے غم نے میری ماں کی صحت کو اور متاثر کیا۔ اُن کی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی، اس روز پہلی بار میرے پڑوسی کو میری حالت پر ترس آیا۔ انہوں نے فوراً ڈاکٹر کو بلوایا لیکن شاید میری ماں کو آخری وقت میں بھی کسی کا احسان مند ہونا گوارا نہیں تھا۔

اس سے پیشتر کہ ڈاکٹر آتا اور ان کی مسیحائی کرتا، میری ماں نے آخری ہچکی لی اور مجھے بھری دنیا میں تنہا چھوڑ کر اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملیں۔ موت کے بے رحم ہاتھوں نے ماں اور بیٹے کے درمیان ہمیشہ فاصلے اس قدر طویل کر دیئے تھے جن کو عبور کرنا انسان کی طاقت میں نہیں، میں ماں کی لاش سے لپٹ کر بین کرنے کے سوا اور کربھی کیا سکتا تھا۔

ماں کی موت کو دو ماہ گزر گئے۔ قدرت کی کاریگری نرالی ہوتی ہے۔ وقت ہر زخم کا مرہم ہے، وقت کے ساتھ ساتھ میرے غموں کی شدت میں بھی کمی آتی گئی۔ میں نے خود کو سہارا دینے کی خاطر گھر سے باہر قدم نکالا۔ میرے پڑوسی ماں کی موت کے بعد سے برابر میری دلجوئی میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی سفارشوں اور کوششوں سے مجھے ایک دفتر میں کلرکی مل گئی۔ وقت کا چکر اپنے محور کے گرد گردش کرتا رہا۔ ماں باپ کی موت کا زخم آہستہ آہستہ مندمل ہوتا گیا۔

دن بھر میں دفتر میں رہتا اور رات گئے اپنے مختصر سے مکان میں آکر پڑ رہتا تھا۔ مجھے روپے پیسوں سے کوئی محبت نہ تھی۔ پہلی تاریخ کو تنخواہ لاکر میں اپنے پڑوسی رحمت علی جو وکیل تھے۔ ان کے ہاتھوں پر رکھ دیا کرتا تھا۔ وہ ہر ماہ میری تنخواہ لینے سے گریز کرتے پھر میرے اصرار پر تمام روپے اپنی بیوی کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ میرا کھانا اور ناشتہ شروع میں وہ خود یا ان کا ملازم لایا کرتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ پردے کی قید ختم ہوگئی اور رحمت علی کی بیوی کے علاوہ ان کی لڑکی راحیلہ بھی میرے سامنے آنے لگی۔

وہ میٹرک کی طالبہ تھی۔ میں نے رحمت علی کے احسانوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے راحیلہ کو پڑھانا شروع کیا تو ہمارے درمیان تعلقات مستحکم ہوگئے۔ رحمت علی کی بیگم مجھ پر پہلے سے زیادہ مہربان ہوگئیں۔ پہلے وہ صرف میرے کھانے اور ناشتے کی فکر رکھتی تھیں۔ اب انہیں میرے کپڑوں اور گھر بار کی فکر بھی لاحق ہوگئی۔ میں اُن کو خالہ جان کہا کرتا اور ان کی موجودگی ہی میں راحیلہ کو پڑھایا کرتا تھا۔

والدین کی موت اور عزیزداروں کی کنارہ کشی کے بعد رحمت علی اور ان کی بیگم کا سہارا میرے لئے بڑا تقویت بخش تھا۔ بیگم رحمت علی نے بارہا اصرار کیا کہ میں از سرِ نو کالج میں داخلہ لوں اور پڑھائی مکمل کروں لیکن میں ہر بار اُن کو ٹال گیا۔ ایک تنہا شخص کے لئے دو وقت کی روٹی اور سر چھپانے کے لئے ایک چھوٹا مکان موجود تھا۔ اسے

اس سے زیادہ کی طمع نہیں تھی۔

میں اپنی موجودہ حالت سے مطمئن تھا لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ انسان اگر اپنے ماضی سے حال اور حال سے مستقبل میں جھانک لینے کی قوت رکھتا تو قدرت کی کاری گری کو بھلا کون یاد کرتا۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں اپنے حال سے مطمئن تھا اور مجھے اپنے مستقبل کی کوئی فکر نہیں تھی۔ والدین کی موت نے میرے اندر کے انسان کو گلا گھونٹ کر مار دیا تھا۔ میری تمام اُمنگیں اور آرزوئیں سینے کی گہرائی میں ہی کہیں دفن ہو گئی تھیں۔ میں نے خود کو محض حال کے سانچے میں ڈھالنا چاہا تھا۔

دنیا کا چکر بڑا طویل تھا مگر میں نے خود کو محض دفتر سے گھر تک کے فاصلوں کے درمیان محدود کر لیا تھا اور ان ہی فاصلوں کے درمیان ایک روز میں دفتر سے گھر لوٹ رہا تھا کہ اچانک ایک جانی پہچانی اور مانوس سی صورت مجھے نظر آئی... وہ میرا ہم جماعت شہباز تھا جس نے اپنے والدین کی مخالفت کے باوجود میری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ دو سال کی طویل مدت کے بعد شہباز اچانک نظر آ گیا تو میرا دل چاہا کہ تیزی سے لپک کر اسے گلے سے لگا لوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں ایک بار پھر شہباز اور اس کے والدین کے درمیان نفرت کی دیوار بن کر حائل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ میں نے خود پر جبر کیا اور راستہ موڑنے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ شہباز نے مجھے دیکھ لیا۔

ایک لمحے کر اس نے کچھ سوچا، پھر بے اختیار میرا نام لے کر آگے بڑھا اور بڑی گرمجوشی سے مجھے لپٹا لیا... یوں جیسے وہ دو سال کی طویل مدت گزر جانے کے باوجود ایک پل کو بھی مجھے بھولا نہیں تھا۔ میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب محبت سے دیا۔ وہ مجھے زبردستی ایک ہوٹل میں پکڑ کر لے گیا۔ لندن کے ہنگاموں کے قصے سناتا رہا۔ وہاں کی رنگینیوں کا ذکر کرتا رہا۔ مغربی معاشرے کے بارے میں دلچسپ حقائق اور اپنے ذاتی تجربوں سے مجھے نوازتا رہا۔ میں خاموشی سے بیٹھا اس کی باتوں کو سنتا رہا۔ وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"کیا تم ان مصروفیات کا ذکر نہیں کرو گے جنہوں نے تمہیں میرے خطوط کا جواب دینے سے بھی روک دیا تھا؟"

"تمہارے خطوط؟" شہباز نے ایک ثانیے کو میرا چہرہ بغور دیکھا، پھر معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتا ہوا بولا "یہی شکایت مجھ سے ڈیڈی اور ممی کو بھی ہے لیکن انہوں نے بڑی کشادہ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے معاف کر دیا ہے۔"

"بڑے آدمیوں کے دل بھی بڑے اور کشادہ ہوتے ہیں لیکن میں..."

"پلیز امجد" شہباز نے تیزی سے کہا "اگر تم کو واقعی مجھ سے شکایت ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔"

"جاؤ، معاف کیا" میں ہنس کر بولا "تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی غریب سے واسطہ پڑا ہے۔"

"کچھ اپنے بارے میں بھی بتاؤ" شہباز نے پوچھا "انکل اور آنٹی کیسے ہیں۔ پڑھائی کے میدان میں تم نے اور کیا کیا تیر مارے ہیں؟"

"پڑھائی کا سلسلہ ختم ہی سمجھو" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر والدین کی موت کا ذکر کیا تو شہباز کی آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں۔ خاصی دیر تک ماحول سوگوار رہا پھر میں نے اس کی یوریت کو دور کرنے کی خاطر اس سے لندن کی تعلیم کے بارے میں دریافت کیا تو شہباز نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے یوں ہی خلا میں گھورتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔

"امجد کیا تم بتا سکتے ہو کہ انسان اعلیٰ تعلیم کس مقصد سے حاصل کرتا ہے؟"

"بڑا آدمی بننے کے لئے، معاشرے میں عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لئے... اپنے خاندان کا نام اور بڑا کرنے کے لئے۔"

"اور اگر کسی انسان کو یہ تمام چیزیں تعلیم کے بغیر ہی حاصل ہو جائیں تو تم کیا کہو گے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے شہباز کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا تو اس کا لہجہ اور معنی خیز ہو گیا۔

"لندن میں میرے قیام کی کہانی خاصی طویل ہے، پھر کسی وقت فرصت سے سناؤں گا۔"

"میں صرف تمہاری تعلیم کے بارے میں پوچھ رہا ہوں" میں نے اسے ٹٹولنا چاہا۔ نہ جانے کیوں شہباز کا جواب میرے اندر کے تجسس کو ہوا دے رہا تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں شبہ تھا کہ وہ مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"ابھی میری تعلیم نامکمل ہی سمجھو" اس نے گول مول انداز میں جواب دیا "ایک ماہ یہاں قیام کر کے دوبارہ واپس چلا جاؤں گا اور پھر..."

"پھر...؟" شہباز کے نامکمل جملے نے ایک بار پھر میرے تجسس کو ہوا دی۔

"مجھے افسوس ہے مائی ڈیئر امجد" وہ یک لخت سنجیدہ ہو گیا "میں فی الحال اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں تم سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ اس وقت میں نے تم سے جو باتیں کی ہیں ان کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا، کسی اور سے کوئی تذکرہ نہ کرنا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں تمہارے دل کا چور پکڑنے میں کامیاب

ہو گیا ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "غالباً تم نے لندن میں اپنی پسند کی شادی کر لی ہے۔ یقیناً کوئی بڑی آسامی پھانسی ہو گی جو تعلیم کے بغیر ہی تمہیں بڑا آدمی بنا سکتی ہے۔"

"تمہارا اندازہ غلط ہے میرے دوست" اس نے مسکراتے ہوئے میری بات رد کی... اور بے حد معنی خیز سنجیدگی سے بولا۔ "مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری باتوں کا ذکر کسی اور سے نہیں کرو گے۔"

"ڈونٹ بی سلی شہباز" میں اُلجھ کر بولا "جب تم نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں، تو کسی سے تذکرہ کیا کروں گا؟"

"پھر بھی" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا "جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں تم اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔"

میں نے شہباز کو غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر جھلاہٹ اور اُلجھن کے ملے جُلے تاثرات موجود تھے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے مجھے اپنا کون سا ایسا راز بتایا ہے جو مجھ سے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کر رہا ہے کہ اچانک وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتا ہوا اٹھا اور کاؤنٹر پر بل ادا کرنے کے بعد تیزی سے ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ شاید یہ بھی بڑے آدمیوں کی کوئی ادا ہو۔

میں نے خود کو سمجھایا اور شہباز کے بدلے ہوئے رویّے پر غور کرتا ہوا اُٹھ کر گھر کی جانب چل دیا۔ رات کو بستر پر لیٹنے کے بعد بھی میرا ذہن بڑی دیر تک شہباز کی شخصیت اور اس کی باتوں کے تانے بانے میں اُلجھا رہا۔ بظاہر اس کی باتیں مجھے بے سروپا محسوس ہو رہی تھیں۔ اس لئے میں نے ذہنی ورزش ترک کی اور کروٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

دوسری صبح میں حسبِ معمول وقت پر دفتر گیا۔ شام کو دفتر سے لوٹتے ہوئے غیر اختیاری طور پر میری نگاہیں بھری پڑی سڑکوں پر شہباز کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس کی مبہم باتیں رہ رہ کر میرے ذہن میں اُبھر آتی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی مجھ سے دوبارہ ملاقات کر کے ان باتوں کی نقاب کشائی کرے گا جو میرے لئے ناقابلِ فہم تھیں لیکن اس کے باوجود شہباز نے سختی سے مجھے زبان بند رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

راستے بھر میں نے سست رفتاری کا مظاہرہ کیا لیکن شہباز مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ دوسرے روز بھی یہی ہوا۔ تیسرا روز گزرا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ شہباز کے گھر فون کر کے اس کی خیریت دریافت کروں۔ مجھے دراصل اس کی بے سروپا باتوں سے زیادہ اس کا وہ رویّہ کھٹک رہا تھا جو اس نے مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے ظاہر کیا تھا۔

دفتر میں میں نے دو تین بار فون کا ریسیور اٹھایا لیکن مجھے شہباز کے گھر کے نمبر گھمانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ شاید اس لئے کہ میں احساسِ کمتری کا شکار تھا یا پھر اس لئے کہ میں شہباز کے والدین سے حد درجہ خائف تھا۔ دو روز اسی ششں و پنج میں گزر گئے۔

شہباز نے کہا تھا کہ وہ ایک ماہ بعد دوبارہ لندن جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اپنی تعلیم کے بارے میں اس نے جو باتیں کی تھیں، وہ مجھے اُلجھا رہی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ بعض حالات میں انسان تعلیم حاصل کئے بغیر بھی دولت، شہرت اور اونچا مقام پیدا کر سکتا ہے۔ اس نے ان حالات سے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔

ذاتی طور پر میں نے پہلے ہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ میرے دوست نے لندن میں کسی مالدار گھرانے کی لڑکی سے شادی رچالی ہو گی اور بیوی کی دولت پر فخر کر رہا ہو گا لیکن شہباز نے میرے خیال کی تردید کی تھی۔ بہرحال اس کا رویّہ میرے لئے پریشان کن ہی تھا۔ پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں جس قدر شہباز اور اس کی گول مول باتوں کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتا اتنا ہی میرا ذہن اس کے معنے کو سلجھانے میں اور اُلجھتا جاتا تھا۔ اسی اُلجھن سے نجات پانے کی خاطر میں ایک بار اس کے گھر کا چکر بھی دور دور سے لگا آیا لیکن شہباز سے ملاقات نہ ہو سکی۔

میری اُلجھن روز بروز نہ جانے کیوں بڑھتی جا رہی تھی۔ شہباز سے خط و کتابت بند ہوئے ایک سال سے زیادہ مدت گزر چکی تھی۔ مجھ پر حالات نے جو ظلم توڑے تھے انہوں نے مجھے خود اپنی ذات سے بھی بے خبر رہنے کا عادی بنا دیا تھا۔ میں نے والدین کی موت کے بعد خود کو ایک ویران اور مختصر سے خول میں بند کر لیا تھا۔ میں نے اپنی ذات کو محدود کر لیا تھا لیکن پھر اچانک شہباز نے مجھ سے دوبارہ مل کر میرے سکون کو برباد کر دیا تھا۔ میں اس جذبے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں۔ اس انجانی خلش کو آپ جو چاہیں نام دے لیں۔ جو مجھے بار بار شہباز کی شخصیت سے اُلجھنے پر مجبور کرتی رہتی تھی۔

اسی ادھیڑبن میں پندرہ روز گزر گئے۔ آہستہ آہستہ میرے ذہن کا کھنچاؤ کم ہو رہا تھا۔ شہباز کی شخصیت کے نقوش میرے ذہن میں گرد آلود ہونے لگے تھے کہ ایک روز جب میں دفتر سے تھکا ہارا گھر واپس آیا تو خالہ جان (رحمت علی خاں کی بیوی) نے پہلے مجھے کھانا کھلایا پھر میں چائے سے فارغ ہو کر واپسی کے لئے اٹھنے لگا تو خالہ جان نے دبی زبان میں کہا۔

"کیا بات ہے امجد میاں... تم کچھ دنوں سے پریشان نظر

آسے ہو؟"

"جی۔" میں نے ستائشی نظروں سے خالہ جان کو دیکھا۔ ایک لمحے کو میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ مجھے حیرت تھی کہ خالہ جان نے میرے اندر کے چور کو آخر کس طرح تاڑ لیا تھا۔ ان کے سامنے تو میں ہمیشہ ہی خود کو محتاط اور لئے دیئے رکھتا تھا۔ اس لئے کہ وہ میری محسنہ تھیں اور اس لئے بھی کہ وہاں ان کی جوان لڑکی راحیلہ بھی رہتی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس گھر کی حدود میں میری بے تکلفی کو کوئی نیا نام دیا جا سکے۔ چنانچہ میں جتنی دیر بھی وہاں رہتا چپ چاپ اور گم سم ہی رہتا تھا۔ پھر آج خالہ جان نے میری پریشانی کو کس طرح بھانپ لیا تھا۔

میں نے بس ایک ثانیہ خود کو منتشر محسوس کیا۔ پھر خود کو اپنے وجود میں سمیٹ کر بڑی سنجیدگی سے بولا: "مجھے بھلا اب کیا پریشانی لاحق ہو سکتی ہے جب قدرت نے آپ لوگوں جیسا سرپرست اور..."

"اس کے باوجود میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم کچھ پریشان ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں خالہ جان۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا: "دفتر میں کام کی زیادتی کے سبب چہرے پر کچھ تھکن کے آثار ہوں گے۔"

"اتنا میں بھی سمجھتی ہوں امجد میاں۔" بیگم رحمت علی نے معنی خیز لہجے میں کہا: "میں نے یہ سر کے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں۔ بہرحال تم چونکہ میرے پیٹ کی اولاد نہیں ہو اس لئے تم پر زور نہیں دے سکتی لیکن خدا گواہ ہے امجد کہ میں تم کو بھی راحیلہ سے کم نہیں چاہتی۔"

"خالہ جان۔" میں نے جلدی سے کہا: "اگر میری کسی بات سے آپ کو صدمہ پہنچا ہے تو میں دست بستہ معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ آپ مجھے اپنی اولاد سے بڑھ کر پیار کرتی ہیں۔ اگر مجھے اپنائیت کے احساس پر شبہ ہوتا تو یقین جانیئے اب تک میں بھی مر گیا ہوتا۔ پھر میں آپ لوگوں کے ساتھ کسی احسان فراموشی کے مظاہرے کی جرأت کس طرح کر سکتا ہوں۔"

"یہ تمہاری شرافت ہے کہ تم ہم لوگوں کو کسی قابل سمجھتے ہو، ورنہ ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟"

"آپ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے، وہ میرا دل جانتا ہے یا میرا خدا جانتا ہے۔" میں نے قدرے رُندھی آواز میں کہا۔

"ایک بات کہوں امجد میاں، بُرا تو نہیں مانو گے۔" کچھ دیر مجھے دلاسہ دینے کے بعد خالہ نے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"آپ حکم دیں خالہ جان، میں سرتابی کی جرأت نہیں کر دوں گا۔" میں نے خلوص دل سے کہا۔

"بچے جوان ہو جائیں تو ان کو حکم دینے کے بجائے پیار سے سمجھانا چاہیئے۔" بیگم رحمت علی بڑے پیار سے بولیں۔ پھر میرے چہرے پر نظر جماتے ہوئے پوچھا: "کیا اس شہر میں تمہارا کوئی دوست بھی ہے؟"

"جی ۔۔۔ جی ہاں۔" میں نے چونکتے ہوئے کہا: "شہباز۔ میٹرک میں ہم دونوں ایک ہی درس گاہ میں پڑھتے تھے، پھر وہ ولایت چلا گیا لیکن آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟"

"شہباز کو واپس آئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟" انہوں نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"مجھے اس کا صحیح اندازہ نہیں، دو سال کے بعد کوئی پندرہ روز پیشتر وہ اچانک مجھے ملا تھا۔" میں نے محتاط لہجہ اختیار کیا: "ایک ماہ بعد وہ دوبارہ لندن جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"کیا پندرہ روز میں وہ تمہیں صرف ایک بار ملا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"تم غالباً شہباز ہی کے سلسلے میں کسی اُلجھن کا شکار ہو۔"

"میں اس سے شاکی ہوں خالہ جان۔" میں نے اصل بات کو چھپانے کی خاطر جھوٹ کا سہارا لیا: "اس نے لندن میں قیام کے دوران ایک سال سے میرے خطوط کے جواب دینے بند کر دیئے تھے اور واپسی کے بعد بھی صرف ایک بار سرِ راہ سرسری ملاقات پر اکتفا کی۔"

"شہباز کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اسے کیسا سمجھتے ہو؟"

"بظاہر تو اس میں کوئی خرابی یا برائی نظر نہیں آتی۔" میں نے خالہ جان کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا: "کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کو شہباز کے بارے میں کس طرح معلوم ہوا؟"

"آج دوپہر دس گیارہ سال کا کوئی لڑکا ایک پرچہ تمہارے دروازے کے اندر ڈال گیا تھا۔" خالہ جان نے کہا: "اتفاق ہی سمجھو جو راحیلہ نے اس لڑکے کو پرچہ دروازے کی جھری سے اندر پھینکتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے مجھ سے تذکرہ کیا تو مجھے یہ خیال گزرا کہ نہ جانے وہ لڑکا کون سا ہو اور تمہارے گھر میں کیا چیز ڈال گیا ہو لہٰذا میں نے خود جا کر وہ پرچہ دیکھا۔ اسی خط کے ذریعے مجھے شہباز اور تمہاری دوستی کا علم ہوا ہے۔"

خالہ جان نے اپنا جملہ مکمل کر کے بتے نیلے رنگ کا ایک مڑا ہوا کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ میرے گھر کی صفائی وغیرہ رحمت علی کا ملازم کیا کرتا تھا۔ اس لئے میں دفتر جاتے وقت مکان کی چابیاں وہاں چھوڑ جایا کرتا تھا۔ بہرحال میں نے دھڑکتے دل سے نیلے رنگ کا وہ کاغذ خالہ جان سے لے لیا۔

مجھے خود بھی تعجب تھا کہ شہباز نے مجھ تک کوئی پیغام یا خط بھیجنے کا ایسا پُراسرار طریقہ آخر کس مقصد کے لئے اختیار کیا۔ میں نے اسے اپنے دفتر کا پتہ اور فون نمبر بھی بتا دیا تھا۔ سو وہ چاہتا تو فون پر مجھ سے رابطہ قائم کر سکتا تھا یا دفتر کے باہر مل سکتا تھا۔ کسی لڑکے کے ہاتھ پرچہ میرے گھر میں پھینکوانے کی کیا ضرورت تھی؟

میں جلد از جلد اس خط کا مضمون پڑھنا چاہتا تھا جس نے خالہ جان کو بھی میرے دوست کے سلسلے میں مجھ سے باز پرس کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خط میں یقیناً کوئی بات رہی ہوگی جس نے خالہ جان کو بھی شہباز کی شخصیت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔

میں عجیب مخمصے میں پھنسا ہوا تھا اور خالہ جان برابر اپنی تجربہ کار نگاہوں سے میرے چہرے کے تاثرات سے... میرے دل کا حال پڑھنے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔ کچھ دیر میں سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر جانے کے ارادے سے اٹھا تو خالہ جان نے دبی زبان میں کہا۔

"امجد میاں، آج سے پہلے میں شہباز کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ تم ماشاء اللہ سمجھ دار ہو۔ اپنے بُرے اور بھلے کی تمیز کر سکتے ہو لیکن ایک بزرگ کی حیثیت سے میں تمہیں صرف یہ مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ ایسے دوستوں سے انسان کو دور ہی رہنا چاہیئے جو کھل کر ملنے کے بجائے رازداری کا سہارا لینے کے عادی ہوں۔ ایسے لوگ اپنے علاوہ دوسروں کے لئے بھی پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں۔"

میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور اٹھ کر اپنے مکان میں آ گیا۔ خالہ جان کی باتوں نے شہباز کی شخصیت کو میرے لئے کچھ اور زیادہ پُراسرار بنا دیا تھا۔ میں نے گھر پہنچ کر شہباز کا پرچہ پڑھنا شروع کیا۔ لکھا ہوا تھا...

مائی ڈیئر امجد!

مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے پندرہ روز گزر جانے کے باوجود دوبارہ ملاقات نہیں کر سکا۔ کچھ ایسی ہی مجبوریاں لاحق تھیں جو تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں۔ مجھے اس بات کا احساس بھی ہے کہ پہلی ملاقات میں میں نے تم سے کچھ ناروا رویہ اختیار کیا تھا لیکن میں اس کے لئے بھی مجبور تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا اور تم میری باتوں کا تذکرہ کسی اور کے سامنے کر دیتے تو نہ صرف یہ کہ میرا سارا کھیل بگڑ جاتا بلکہ ہو سکتا تھا کہ ہولناک تباہیاں میرا مقدر بن جاتیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے میری درخواست پر اپنی زبان بند ہی رکھی ہوگی۔ بہرحال تم میرے دوست ہو۔ میں تمہیں قابلِ اعتماد سمجھتا ہوں، اس لئے چاہتا ہوں کہ وہ راز جو صرف میرے سینے میں دفن تھا، تمہیں بھی اس سے آگاہ کر دوں۔ دوسری ملاقات کے لئے میں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے ممکن ہے تم اسے بھی بیہودہ سمجھو لیکن حالات کے پیش نظر میرا خود اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ضروری ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں ملاقات کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

کل رات گیارہ بجے میں انگریزوں کے پُرانے قبرستان کے عقبی پھاٹک پر تمہارا منتظر رہوں گا۔

میرا یہ خط پڑھنے کے فوراً بعد نذرِ آتش کر ڈالنا اور خبردار! اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا۔ باقی تفصیلی باتیں ملاقات ہونے پر ہوں گی، جب تک کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔

تمہارا دوست

شہباز

شہباز کے خط نے مجھے نئی اُلجھنوں سے دوچار کر دیا۔ خالہ جان نے ایک بزرگ کی حیثیت سے جو مشورہ مجھے دیا تھا وہ بھی اپنی جگہ درست تھا۔ شہباز کی وہ تحریر کسی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والے کو اُلجھن میں مبتلا کر سکتی تھی۔ پہلی ملاقات میں اس کے بدلے ہوئے تیور اور پریشان کن رویئے کی وجہ اب کچھ کچھ میرے ذہن میں آ رہی تھی۔ غالباً وہ لندن جا کر کسی غلط گروہ کے جال میں اُلجھ گیا تھا۔ اسی لئے شاید اس کی تعلیم کا سلسلہ بھی ترک ہو گیا ہوگا اور اپنی پُراسرار مصروفیات کی بنا پر اس نے مجھے اور اپنے گھر والوں کو بھی خطوط کے جواب نہیں دیئے تھے۔

حالات کی نوعیت اس کے خط سے ظاہر تھی۔ وہ جس چکر میں ملوث تھا، اس کے تحت اس کا خود اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔ یقیناً کوئی انتہائی اہم بات رہی ہوگی جس نے شہباز کو اس درجہ رازداری پر مجبور کر دیا ہوگا کہ وہ فون پر بھی مجھ سے گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجھے قابلِ اعتماد سمجھ کر اپنا ہم راز بنانا چاہتا تھا۔ اس نے یہی کہا تھا کہ وہ تعلیم حاصل کئے بغیر ہی بڑا مقام اور دولت حاصل کر سکتا تھا۔

میرے ذہن میں اس کے الفاظ اور خط کی تحریر آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھی۔ معمہ جو بھی تھا فی الحال میری سمجھ سے بالاتر تھا لیکن ایک بات رہ رہ کر میرے ذہن میں چبھ رہی تھی۔ اگر شہباز لندن میں رُونما ہونے والے کچھ واقعات یا حادثات سے خائف تھا تو پھر وہ دوبارہ وہاں کیوں جانا چاہتا تھا؟ کیا ان واقعات میں اس کی ذاتی دلچسپی کو بھی دخل ہے یا وہ مجبور ہو گیا ہے؟ وہ اسے اپنے شہر میں تنہا

اس کا باپ قانون کا نگہبان تھا آخر کن لوگوں سے اُسے کس قسم کا خطرہ لاحق تھا جو مجھ سے ملاقات کرنے میں بھی اتنی رازداری سے کام لے رہا تھا؟

رات کو رحمت علی کا ملازم کھانے کے لئے بلانے آیا تو میرے خیالات کا شیرازہ وقتی طور پر منتشر ہو گیا۔ میں نے منہ ہاتھ دھو کر بال دُرست کئے اور رحمت علی کے گھر آ گیا۔ کھانے کی میز پر خالہ جان اور راحیلہ میری راہ دیکھ رہی تھیں۔ میں نے رحمت علی کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی مقدمے کی پیشی کے لئے شہر سے دو روز تک باہر رہیں گے۔

مجھے یہ خبر سن کر خوشی ہوئی ورنہ رحمت علی کی موجودگی میں ہو سکتا تھا کہ خالہ جان سے حالات معلوم ہو جانے کے بعد مجھے ان کی جرح سے بھی دوچار ہونا پڑتا۔ کھانے کی میز پر خاموشی ہی رہی۔

مجھے خالہ جان کے سامنے اس وقت بلاوجہ چوروں کی طرح نظریں چُرانا پڑ رہا تھا۔ شہباز کے خط نے میری شخصیت کو بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک کر دیا تھا۔ نہ جانے انہوں نے میرے بارے میں کیا رائے قائم کی ہو۔ بظاہر میری پوزیشن بالکل صاف تھی۔ میں چاہتا تو خالہ جان کو پوری بات تفصیل سے سنا کر گلو خلاصی حاصل کر سکتا تھا لیکن شہباز نے مجھے سختی سے زبان بند رکھنے کی تاکید کی تھی۔

کھانے کے بعد میں راحیلہ کو پڑھانے بیٹھ گیا۔ راحیلہ کی عمر اٹھارہ انیس کے درمیان تھی۔ بے حد شوخ اور ذہین تھی۔ قدرت نے اسے حسن کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا... میں ہمیشہ اس کا احترام کرتا تھا، وہ اکثر بے تکلفی سے پیش آتی مگر میں نے کبھی اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی خالہ جان اسی کمرے میں موجود تھیں جہاں میں راحیلہ کو پڑھا رہا تھا۔ شہباز کے مسئلے نے مجھے یونہی پریشان کر رکھا تھا پھر نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس بار بار اُبھار رہا تھا کہ خالہ جان کی نظریں رہ رہ کر میری جانب اُٹھ رہی ہوں گی۔ میں نے ایک دو بار نظر اٹھا کر دیکھا بھی، خالہ جان اپنے کام میں مصروف تھیں۔ پھر بھی نہ جانے کون کون سی اندرونی خلش مجھے بار بار چونکنے پر مجبور کر رہی تھی۔ راحیلہ نے بھی میری اس کیفیت کو محسوس کر لیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ ضبط کرتی رہی پھر دبی زبان میں بولی۔

"کہاں تلاش کیا جائے جناب کو؟"

"جی ---" میں نے چونک کر راحیلہ کو دیکھا تو وہ بے اختیار ہنس کر بولی۔

"یہاں بیٹھے، کہاں کھو جاتے ہیں امجد بھائی؟"

"سر میں کچھ درد سا محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے جھوٹ بولا تو راحیلہ کا لہجہ اور معنی خیز ہو گیا۔

"یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ درد محض سر تک محدود ہے۔ اگر نیچے اترے گا تو بات تشویشناک بھی بن سکتی ہے۔"

"فی الحال ایسے تردد کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے مدھم آواز میں کہا۔ پھر اونچے لہجے میں بولا۔ "تم ماشاءاللہ ذہین لڑکی ہو۔ جو کچھ پڑھ چکی ہو، اگر اسی کو دُہرا لو تو اوّل درجے میں کامیاب ہو سکتی ہو۔"

"تمہاری ان ہی باتوں نے اس کا دماغ اور خراب کر دیا ہے۔" خالہ جان درمیان میں بولیں۔ "یہ جتنی قابل اور ذہین ہے، میرا دل ہی جانتا ہے۔"

"میں ابّو کی بیٹی ہوں امجد بھائی، اس لئے امی میری تعریف کبھی کر ہی نہیں سکتیں۔" راحیلہ اور شوخ ہو گئی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں خالہ جان کی طرف ہوں۔" میں نے ماحول کو زیادہ خوشگوار بنانے کی خاطر کہا۔ "باپ کے مقابلے میں ماں اولاد کے لئے زیادہ مہربان اور مشفق ثابت ہوتی ہے۔"

باتوں کا سلسلہ چل نکلا تو راحیلہ نے کتابیں سمیٹ لیں وہ سمجھ رہی تھی کہ اس وقت میں پڑھانے کے موڈ میں نہیں ہوں کچھ دیر بعد میں جانے کے ارادے سے اٹھا تو خالہ جان نے اجازت دینے سے پہلے علیحدگی میں اپنے کمرے میں بلا کر کہا۔

"امجد میاں! تم نے اپنے دوست کا خط پڑھنے کے بعد کیا ارادہ کیا ہے؟"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں خالہ جان کہ شہباز نے جن باتوں کا ڈھکے چھپے الفاظ میں اظہار کیا ہے، میں اُن سے قطعی ناواقف ہوں۔ مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ کن اُلجھنوں کا تذکرہ مجھ سے کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا تم نے اس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"اس نے مجھے قابلِ اعتماد سمجھا ہے۔" میں نے کہا۔ "صرف ملاقات کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے تو میں تمہیں نہیں روکوں گی لیکن ایک بات کا وعدہ کرو، تم آئندہ کوئی بات مجھ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔" خالہ جان نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "میں بھی تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ جو کچھ بتاؤ گے، اس کا ذکر میں کسی اور سے نہیں کروں گی، تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں خالہ جان۔" میں نے انکساری سے کہا۔

"میں یہی دعا کروں گی امجد میاں کہ خدا تمہیں فساد و شر سے محفوظ رکھے۔"

میں خالہ جان کی دعائیں لے کر واپس گھر آ گیا۔ رات بھر میرا ذہن شہباز اور اس کے خط کی تحریر میں اُلجھا رہا۔ صبح دفتر میں بھی

میرا دل نہ جانے کیوں بار بار دھڑکتا رہا۔ رہ رہ کر میرے دل میں یہی خیال آتا تھا کہ میں شہباز کو فون کروں اور صاف طور پر اس سے ملاقات کرنے سے انکار کر دوں لیکن دوستی کا احساس ہر بار مجھے میرے ارادے سے باز رکھتا۔ شام کو ذرا جلدی میں دفتر سے اٹھ کر گھر واپس آ گیا۔

بنیادی طور پر میں خود کو بزدل نہیں کہہ سکتا۔ قسمت کی ستم ظریفیوں نے مجھے جو چرکے لگائے تھے اور حالات کی گردش نے جس انداز میں جھنجھوڑا تھا، اس نے زندگی سے بیزار کر دیا تھا اور جو لوگ اپنی زندگی سے بیزار ہو جائیں پھر اُن کے لئے خوف اور خطرہ کوئی معنی نہیں رکھتے۔ وہ نڈر اور بے خوف ہو جاتے ہیں... لیکن بلاوجہ دیدہ و دانستہ خطرات میں چھلانگ لگانا بھی تو ایک حماقت ہوتی ہے۔

میں شہباز کو اپنا دوست سمجھتا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے والدین مجھے ایک نظر بھی پسند نہیں کرتے۔ شہباز پر کوئی آڑا وقت آنے کی صورت میں وہ اپنی جان و مال، سب کچھ داؤ پر لگانے پر آمادہ ہو سکتے تھے لیکن میرا اس دنیا میں کون تھا، کون تھا جو مصیبت میں میری مدد کرنے پر آمادہ ہوتا۔

دس بجے رات تک میں انہی متضاد خیالات میں اُلجھا رہا۔ پھر میں نے شہباز سے ملاقات کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ اگر میں اپنے دوست کے کسی کام آ سکوں تو اس میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے۔ کاش میں اس وقت یہ فیصلہ نہ کرتا... لیکن قسمت کے لکھے کو بھلا کون مٹا سکتا ہے۔ تقدیر کا لکھا ہر صورت میں پورا ہو کر رہتا ہے۔ میں بھی قدرت کے آگے مجبور اور بے بس تھا...!

انگریزوں کا پرانا قبرستان میرے گھر سے دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ میں بڑے بازار کا چکر لگاتا ہوا وقت مقررہ سے دس منٹ پہلے ہی قبرستان کے عقبی پھاٹک پر پہنچ گیا جہاں ہر طرف تاریکی اور ہُو کا عالم تھا۔ دُور دُور تک کسی ذی روح کا نام و نشان نہیں تھا۔ صرف میرے دل کی دھڑکنوں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

میں نے وقت گزارنے کی خاطر چہل قدمی شروع کر دی، کہیں کوئی پتہ بھی کھڑکتا تو میں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ وقت کی رفتار نہ جانے کیوں سست ہو گئی تھی۔ شہباز کے انتظار میں ایک ایک لمحہ میرے لیے اذیت ناک تھا۔ مجھے اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ اگر اس وقت انگریز سپاہیوں کی کوئی ٹولی ادھر آ نکلی تو میں اتنی رات گئے اُن کے قبرستان میں اپنی موجودگی

کا کیا جواز پیش کروں گا؟

بار بار میری نگاہیں اپنی دستی گھڑی کے ریڈیم ڈائیل پر پڑتی تھیں گیارہ بج چکے تھے لیکن ابھی تک شہباز کا دُور دُور تک کوئی نشان نہیں تھا۔

مجھے اس پر غصہ آ رہا تھا اور یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ نہ جانے وہ کون سے حالات ہیں، جو شہباز کے پاؤں کی بیڑیاں بن گئے تھے۔ سوا گیارہ بجے تو میں نے وہاں مزید ٹھہرنا فضول سمجھا اور واپسی کے راستے پر ہو لیا۔

قبرستان کی چہار دیواری کے ساتھ ساتھ قدم اٹھاتا ہوا میں سڑک پر آ گیا اور اپنی رفتار تیز کر دی یہ علاقہ چونکہ شہر سے ہٹ کر اور آبادی کی دوسری سمت واقع تھا اس لئے اتنی رات گئے وہاں کسی سواری کا ملنا مشکل تھا۔ میں شہباز کی شخصیت میں اُلجھا آگے بڑھتا رہا۔ ابھی دو فرلانگ کا بھی راستہ طے نہیں کیا تھا کہ پشت سے کسی گاڑی کی روشنی اُبھری۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دُور سے ایک تیز رفتار کار آتی دکھائی دی۔ میں رُکنے کے بجائے قدم بڑھاتا رہا۔ چند لمحوں میں سیاہ رنگ کی ایک بڑی کار میرے قریب آ کر رک گئی۔

میں نے کار کے اندر نظر ڈالی۔ اسٹیئرنگ پر ایک اُدھیڑ عمر کا انگریز موجود تھا، اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے چہرے

کو بغور دیکھنے سے قاصر تھا۔ گاڑی روکنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ مجھے لفٹ دینا چاہتا تھا۔ اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے مقامی لوگوں کا دل جیتنے میں انگریزوں کو طرۂ امتیاز حاصل تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔

"کہاں جاؤ گے؟" اسٹیئرنگ پر بیٹھے ہوئے انگریز نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"شہر، بڑے بازار تک" میں نے بھی شستہ انگریزی میں جواب دیا پھر اس کے اشارے پر دروازہ کھول کر اس کے ساتھ ہی اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔ گاڑی دوبارہ حرکت میں آکر کھلی سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ ہمارے درمیان مزید کوئی بات نہیں ہوئی۔ انگریز اپنے ظاہری اخلاق کا مظاہرہ اپنی بڑائی سمجھتے ہیں لیکن بلاوجہ ہر کس و ناکس سے بے تکلف ہونا مناسب نہیں سمجھتے میرا ذہن بدستور شہباز میں الجھا ہوا تھا اس لئے میں نے بھی از خود اُسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میری نظریں بظاہر تاریکی میں سامنے سڑک پر مرکوز تھیں لیکن میرا ذہن شہباز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھ سے ملاقات کرنے کی خاطر اس نے بڑی رازداری سے ایک پُراسرار طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ مجھے اپنے کسی اہم راز میں شریک کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس نے مجھے وقت پر پہنچنے کی تاکید کی تھی لیکن خود نہیں آیا تھا۔ ممکن ہے جو خطرات اسے درپیش تھے ان ہی خطرات کے پیشِ نظر وہ مجھ سے نہ ملنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

گاڑی کے اندر ایک عجیب سی تیز خوشبو موجود تھی ... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے انگریز نے شاید کوئی تیز مہک والا سینٹ اپنے لباس پر خاصی مقدار میں لگا رکھا تھا۔ مجھے اس کی ذاتی پسند یا ناپسند سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وقتی طور پر اس نے مجھے لفٹ دے کر مجھ پر احسان کیا تھا۔ مجھے اس کا شکرگزار ہونا چاہیئے تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے وہ مہک بہت عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ شاید اس لئے کہ اس کی تیز خوشبو میرے ذہن کو بوجھل بنا رہی تھی۔

میں نے دُزدیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس کی عمر چالیس اور پینتالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ چہرے کے خدوخال سے پُروقار نظر آرہا تھا۔ سر کے تمام بال سفید تھے جنہوں نے اس کی شخصیت کو کچھ زیادہ ہی نمایاں کر دیا تھا۔

میں نے نظریں اس کی جانب سے ہٹا کر دوبارہ سڑک پر جما دیں۔ تیز ہوا کے خنک جھونکے اور اسٹیئرنگ پر بیٹھے ہوئے انگریز کے لباس سے پھوٹتی ہوئی خوشبو میرے ذہن کو بوجھل کر رہی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ تھکن کی شدت سے میرا ذہن بوجھل ہو رہا ہو بہرحال مجھ پر ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہو رہی تھی ... پھر میں اسی وقت پوری طرح ہوش میں آکر چونکا جب گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی تھی۔

میں نے چونک کر اپنے محسن کی جانب دیکھا۔ وہ میری ہی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں چمک تھی۔ شاید وہ مجھے اپنی نگاہوں سے اس بات کا احساس دلا رہا تھا کہ اب مجھے اس کی گاڑی سے اتر جانا چاہیئے، میری منزل آگئی ہے۔

میں ہڑبڑا کر گاڑی سے نیچے اترا اور دروازہ بند کرتے ہوئے میں نے ایک بار پھر بڑے مہذب انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ جواب میں اس نے آہستہ سے سر کی جنبش سے میرا شکریہ قبول کیا پھر تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

میں نے سکون کی سانس لی لیکن دوسرے ہی لمحے میری نظر اپنے مکان کے دروازے پر پڑی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں اس وقت اپنی گلی میں اپنے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے انگریز سے بڑے بازار کا حوالہ دیا تھا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی گفتگو بھی نہیں ہوئی تھی پھر اُسے میرے گھر کا پتہ کس طرح معلوم ہوا تھا؟ کیا وہ مجھے پہلے سے جانتا تھا۔ مگر کیسے؟ میں نے اس روز سے بیشتر اس کی صورت بھی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی پھر یہ سب کیا تھا؟

میرے چہرے پر پسینے کے قطرے ابھر رہے تھے، میں نے جیب سے رومال نکال کر چہرے کا پسینہ خشک کیا اور دھڑکتے ہوئے دل سے قفل کھول کر اپنے مکان میں داخل ہو گیا۔ اجنبی انگریز کی پُراسرار شخصیت نے مجھے ایک نئی الجھن سے دوچار کر دیا تھا۔ میں کپڑے تبدیل کئے بغیر ہی بستر پر لیٹ گیا۔

♛

دوسری صبح سب سے پہلے موقع پا کر بیگم رحمت علی نے مجھ سے شہباز کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے بڑی صاف گوئی سے انہیں بتا دیا کہ شہباز ملنے نہیں آیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر پہنچا تو وہاں بھی سارا دن مجھے شہباز کے فون کا انتظار رہا۔ جب بھی فون کی گھنٹی بجتی میں چونک کر اس کی سمت متوجہ ہو جاتا۔ دفتر سے واپسی پر میری نظریں اسے سڑکوں پر تلاش کرتی رہیں لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔

دوسرے اور تیسرے روز بھی شہباز کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تو میری وحشت نے جنون کی شکل اختیار کر لی۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے مجھے ہر وقت اس کا خیال

ستانے لگا۔ میرے دل میں اس کے متعلق بُرے بُرے اور ہولناک خیالات اُبھرتے رہتے تھے۔ شہر میں کوئی دوسرا ایسا واقف کار بھی نہیں تھا جس سے شہباز کے بارے میں دریافت کر سکتا۔ شہباز کے علاوہ میری وحشتوں اور جنونی کیفیتوں کا سبب وہ اجنبی انگریز بھی تھا جس نے مجھے قبرستان سے واپسی پر لفٹ دی تھی۔ اس رات وہ مجھے پہلی بار نظر آیا تھا اس کے بعد سے وہ بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔

چوتھے روز میں نے دفتر جاتے وقت مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آج شہباز کو فون ضرور کروں گا اور اگر فون پر بھی اس سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تو اس کے گھر جا کر اس سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ دفتر پہنچ کر میں گیارہ بجے تک اپنے دل پر یہ سوچ کر جبر کر گیا کہ ممکن ہے ابھی تک شہباز کے والد صاحب گھر پر موجود ہوں پھر میں نے ہیڈ کلرک سے فون کرنے کی اجازت چاہی تو اس نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"امجد صاحب کیا آپ واقعی کسی کو فون کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں سر، مجھے اپنے ایک دوست کی خیریت دریافت کرنی ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ کا کوئی دوست تو پیدا ہوا۔" ہیڈ کلرک نے فون میری جانب کرتے ہوئے کہا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے شہباز کے نمبر گھمانے شروع کئے۔ ڈائل کی رفتار خاصی تیز تھی لیکن آپ یقین کریں کہ اس وقت میرا دل اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ دھڑک رہا تھا یوں جیسے میں کسی کو فون کرنے کے بجائے کسی تجوری کا تالا توڑ رہا ہوں۔ غرضیکہ میں نے کسی نہ کسی طرح شہباز کے نمبر ڈائل کئے پھر ریسیور کان سے لگا لیا۔

دوسری جانب کچھ دیر گھنٹی بجتی رہی۔ پھر ریسیور اٹھا لیا گیا اور ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ہیلو"

"جی... جی، کیا میں شہباز سے بات کر سکتا ہوں؟" میں نے ہکلاتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کوئی خاص کام ہے شہباز سے؟" دوسری طرف سے سوال کیا گیا تو میں گڑبڑا گیا۔

"جی... جی نہیں" میں نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا "مجھے صرف اس کی خیریت دریافت کرنی تھی۔"

"کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں؟"

"مم... میرا نام" میں نہ جانے کیوں ساری جان سے کانپ رہا تھا۔ میں نے اپنا نام بتانے سے گریز کرتے ہوئے کہا "میں شہباز کا ایک پرانا دوست بول رہا ہوں۔ اسکول میں ہم دونوں ہم جماعت رہ چکے ہیں۔"

"میں نے تمہارا نام دریافت کیا تھا بیٹے" اس بار دوسری طرف سے بولنے والی خاتون نے قدرے نرمی سے پوچھا۔

"میرا نام امجد علی ہے" میں نے ماؤتھ پیس میں اپنا نام ڈرتے ڈرتے لے دیا۔

"امجد علی" خاتون نے جو غالباً شہباز کی امی تھیں، میرا نام دہراتے ہوئے لیا پھر کچھ توقف سے بولیں "امجد بیٹے، میں شہباز کی ماں بول رہی ہوں۔"

"میں تسلیم عرض کرتا ہوں" خلافِ توقع شہباز کی ماں کی نرم آواز نے میری ہمت بڑھا دی۔ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "کیا شہباز گھر پر موجود ہے؟ میں صرف اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"شہباز گزشتہ چار پانچ روز سے شدید بخار میں مبتلا ہے، اس وقت سو رہا ہے۔"

"خدا اسے زود صحت کرے" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "اٹھے تو میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔"

اس سے بیشتر کہ دوسری طرف سے شہباز کی ماں کوئی جواب دیتیں میں نے فون کا رابطہ ختم کرنے کی خاطر ریسیور واپس رکھ دیا اور اپنی میز پر آکر بیٹھ گیا۔ کم از کم اس رات شہباز کے پرانے قبرستان نہ پہنچنے کی وجہ مجھے معلوم ہو گئی۔ رہا اس انگریز کا مسئلہ تو میں نے اس کو بھی جھٹک کر ذہن سے نکال دیا۔

انگریز کے سلسلے میں میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا تھا کہ اس روز میں ذہنی طور پر صد درجہ پریشان تھا۔ ممکن ہے راستے میں خود میں نے ہی اسے اپنے گھر کا پتہ بتایا ہو اور بعد میں مجھے اس کا خیال نہ رہا ہو۔

شام کو میں دفتر سے گھر پہنچا تو میرے چہرے کی تھکن برہی

حد تک دُور ہو چکی تھی۔ افسوس اگر تھا تو صرف اس بات کا کہ شہباز چار روز سے بستر پر پڑا ہوا تھا لیکن اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اس رات میری اور اس کی ملاقات نہ ہو سکی۔ نہ جانے وہ مجھے اپنے کس راز میں شریک کرنا چاہتا تھا۔

میں نے طے کر لیا کہ دوبارہ جب بھی شہباز سے میری ملاقات ہوئی، میں اس سے صاف طور پر کہہ دوں گا کہ وہ مجھے کسی راز سے آگاہ نہ کرے، میں ایسے تمام بکھیڑوں سے دُور ہی رہنا چاہتا تھا۔ میرے چہرے کی آسودگی دیکھ کر خالہ جان نے بھی اطمینان کا سانس لیا تھا۔ میں نے موقع پا کر انہیں بھی شہباز کے بارے میں بتا دیا تھا۔

میری زندگی ایک بار پھر اپنے معمول پر آ گئی تھی۔ جس روز میں نے شہباز کو فون کیا تھا اس کو گزرے پندرہ دن سے بھی زیادہ ہو چکے تھے۔ اس کے بعد نہ میں نے اسے فون کیا نہ اس نے پلٹ کر میری خیر دریافت کی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ شہباز رُو بصحت ہونے کے بعد واپس لندن چلا گیا ہو۔ میں نے بہرحال ان تمام باتوں کو بھلانے کی پوری پوری کوشش کی تھی جن کا تذکرہ شہباز نے اپنے خط میں کیا تھا۔

اسی طرح دو ماہ گزر گئے۔ شہباز کے بارے میں میرا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا کہ وہ لندن چلا گیا ہو گا۔ ایک شام میں گھر واپس آیا تو شہباز کا خط میرا منتظر تھا۔ یہ خط بذریعہ ڈاک آیا تھا۔ میں نے خط کھول کر دیکھا، شہباز نے وہ خط مجھے رُوپ نگر کے پہاڑی ڈاکخانے سے پوسٹ کیا تھا۔ مضمون بے حد مختصر تھا۔ شہباز نے صرف اتنا لکھا تھا کہ وہ رُوپ نگر میں ڈیڑھ ماہ سے ڈاکٹروں کے مشورے پر مقیم ہے۔ وہاں اس کی ماں اور دو ملازم بھی اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اس بات کی معذرت چاہی تھی کہ بیماری کے سبب وہ مجھ سے ملاقات بھی نہ کر سکا آخر میں اس نے اس خط کا جواب دینے کی تاکید کی تھی۔

مجھے یہ جان کر صدمہ ہوا کہ شہباز دو ڈھائی ماہ سے مستقل بیمار ہے اور اس کی بیماری نے کوئی ایسا رُخ اختیار کر لیا ہے کہ اسے ڈاکٹروں کے مشورے سے پہاڑ پر جانا پڑا۔ میں نے دوسرے ہی دن پہلی فرصت میں اس کے خط کا جواب پوسٹ کر دیا۔ میں نے بھی دیدہ و دانستہ اپنے خط میں پرانی باتوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کے بعد میرے اور شہباز کے درمیان تین چار خطوط کا تبادلہ ہوا پھر اس کی جانب سے یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے شہباز کی حالت زیادہ خراب ہو گئی ہو میں نے اخلاقی طور پر ایک دو خطوط اس کی خیریت دریافت کرنے کی خاطر تحریر کئے۔ ان کا جواب نہیں آیا تو میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

خالہ جان میری ہمدرد تھیں اس لئے ان کو بھی ساری باتوں کا علم تھا۔ میری فرمائش کے بغیر ہی وہ ہر نماز میں شہباز کی صحت مندی کے لئے دعائیں کرتی تھیں۔ داخلہ کا امتحان ہو چکا تھا اس لئے اب مجھے وقتی طور پر اسے پڑھانے سے فرصت مل گئی تھی۔

ایک روز مجھے پھر رُوپ نگر سے ایک لفافہ موصول ہوا۔ یہ خط شہباز کی ماں نے مجھے لکھا تھا کہ شہباز کی حالت سنبھلتے سنبھلتے دوبارہ خراب ہو گئی تھی۔ مرض کے شدید حملوں نے اس کے ذہن کو اس حد تک متاثر کیا تھا کہ وہ بہکی بہکی باتیں کرنے اور واہی تباہی بکنے لگا تھا۔

جس روز اس کی ذہنی رَو بہکی تھی اس سے ایک روز قبل اس نے اپنی ماں سے درخواست کی تھی کہ مجھے فوری طور پر رُوپ نگر بلا لیا جائے۔ چنانچہ بیٹے کی اس خواہش کے احترام میں اس کی ماں نے مجھے پہلی بار براہ راست خط تحریر کیا تھا اور رُوپ نگر پہنچنے کی فرمائش کی تھی۔ میں وہ خط پڑھ کر پریشان ہو گیا۔

شہباز بہرحال میرا دوست تھا۔ اس نے بطور خاص مجھے یاد کیا تھا اور اس کی ماں نے جو مجھ سے نفرت کرتی تھی بیٹے کی خاطر مجھے رُوپ نگر آنے کی دعوت دی تھی۔

میں نے دوسری صبح ناشتے کے بعد وہ خط خالہ جان کو دکھایا انہوں نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا کہ ایسی حالت میں اگر میں کچھ دنوں کے لئے رُوپ نگر شہباز کے پاس چلا جاؤں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں دوسرے ہی دن رُوپ نگر کے لئے روانہ ہو گیا۔ خالہ جان نے چلتے وقت مجھے پانچ سو روپے زبردستی تھما دیئے تھے۔

روپ نگر پہنچ کر میں نے ادنیٰ درجے کے ایک ہوٹل میں کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ سفر کی تھکن دور کرنے کی خاطر نہا دھو کر کپڑے تبدیل کئے اور اس ہوٹل کی طرف چل دیا جہاں شہباز مقیم تھا۔ پہاڑی مقامات پر سیر و تفریح کی غرض سے آنے والوں کے لئے جو ہوٹل موجود تھے ان کی تلاش کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لہٰذا مجھے بھی شہباز کا ہوٹل تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

میں نے وہاں پہنچ کر ملازم سے اپنے آنے کی اطلاع اندر بھجوائی اور باہر لان پر آ کر ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر بعد شہباز کی ماں باہر آئی۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں، چہرے پر زردی طاری تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ خود بھی بیمار ہوں۔ میں نے جھک کر ادب سے

سلام کیا اور شہباز کی خیریت دریافت کی تو وہ آبدیدہ لہجے میں بولیں۔

"امجد بیٹے، اب تو دُعا کے سوا مجھے اس کے بچنے کی کوئی اور صورت نظر نہیں آتی۔"

"ایسی بات زبان پر نہ لائیے آنٹی۔" میں نے جلدی سے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "خدا نے چاہا تو شہباز ضرور صحت مند ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کا کیا خیال ہے، آخر بیماری کیا ہے؟"

"ڈاکٹروں کی عقل بھی خبط ہو گئی ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے درد بھرے لہجے میں بولیں۔ "تم بھی اپنے دوست کے لئے دعا کرو بیٹے۔ آؤ، اندر آ جاؤ۔"

اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ میں شہباز کی ماں کی رہبری میں قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا تو شہباز سامنے ہی مسہری پر لیٹا تھا۔ کمرے میں ایک ڈاکٹر اور ایک نرس کے علاوہ ایک ملازم بھی موجود تھا۔

شہباز کی حالت دیکھ کر مجھے دُکھ ہوا۔ اگر اس کی ماں نے اشارے سے میرے دوست کی نشاندہی نہ کی ہوتی تو شاید میں پہلی نظر میں شہباز کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتا۔ اس کے بدن کا سارا خون جیسے اندر ہی خشک ہو گیا تھا۔ چہرے پر شدید کرب کے تاثرات موجود تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر تھے جن کی جنبش اس کے دل کی غیر یقینی اور غیر متوازن دھڑکن کی ترجمانی کر رہی تھی۔

کمرے میں موجود ڈاکٹر اس کے سرہانے کھڑا بڑی توجہ سے اس پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ شہباز کی آنکھیں بند تھیں، غالباً وہ گہری نیند سو رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں کے پپوٹے تھوڑے تھوڑے وقفے سے یوں پھڑپھڑا رہے تھے جیسے نیند میں بھی وہ کسی ہولناک تصور سے خوفزدہ ہو رہا ہو۔ شہباز کی ماں کے اشارے پر میں مسہری کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر نے ایک بار نظر اٹھا کر مجھے دیکھا پھر دوبارہ شہباز کے چہرے پر اپنی نظریں جما دیں۔

شہباز کی سوگوار ماں مسہری کے قریب کھڑی اپنے جوان بیٹے کی کیفیت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ تقریباً نصف گھنٹے تک کمرے میں گہری خاموشی رہی پھر اچانک شہباز نے ایک چیخ ماری اور یوں ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں جیسے کسی بھیانک خواب نے اس کے سکون کو منتشر کر دیا ہو۔

نرس اور ڈاکٹر تیزی سے قدم بڑھا کر شہباز کے سامنے آ گئے۔ میں بھی کرسی سے اُٹھ کر قریب آ گیا۔ شہباز کی ماں نے اپنے ہونٹ دانتوں تلے سختی سے بھینچ لئے۔ میں دیکھ رہا تھا وہ اپنے آنسو بڑی مشکل سے ضبط کر رہی ہے۔ شہباز چند ثانیے تک خلا میں گھورتا رہا پھر یک لخت اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لئے اور گڑگڑانے کے انداز میں بولنے لگا۔

"نہیں، نہیں، خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو، مجھ پر رحم کرو، میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔" پھر وہ پوری قوت سے پاگلوں جیسے انداز میں چیخنے لگا۔ "میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ۔ میں تمہارے چہروں پر تھوکتا ہوں، لعنت بھیجتا ہوں۔ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر تم نے مجھے زیادہ پریشان کرنے کی کوشش کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ آئی سے، گٹ آؤٹ آف مائی سائٹ۔"

"میرے بچے، میرے لعل۔" شہباز کی ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے رُندھی آواز میں کہا۔ "خدا کے لئے ہوش میں آ جا میرے شہباز۔ اپنی ماں کو پہچان بیٹے ورنہ اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میں مر جاؤں گی۔"

"خود کو قابو میں رکھئے بیگم صاحبہ۔" ڈاکٹر نے جلدی سے کہا۔ "آپ کی پریشانی مریض کے سامنے مناسب نہیں ہے۔"

"شہباز، میرے بچے، دیکھ تو کون آیا ہے۔" شہباز کی ماں نے ڈاکٹر کی بات کو یکسر نظر انداز کر کے شہباز کی توجہ میری جانب مبذول کرانے کی کوشش کی۔ "امجد علی آیا ہے تیرا دوست، تو نے اسے بلایا تھا نا، دیکھ وہ آ گیا۔"

شہباز نے بڑی غضیلی نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے خون ابل رہا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں شہباز دیوانگی کی حالت میں ماں کے ساتھ کوئی گستاخی نہ کر بیٹھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چند لمحوں تک وہ ماں کو گھورتا رہا پھر معاً اس نے ایک جھٹکے سے مشینی انداز میں چہرہ گھما کر میری طرف دیکھا۔

"ہاں شہباز۔" میں نے بڑی نرمی سے کہا۔ "میں تمہارا دوست ہوں امجد۔ تم نے مجھے بلایا تھا۔"

"کون ہو تم...؟" شہباز نے مٹھیاں بھینچ کر انتہائی درشت لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"میں امجد علی ہوں، تمہارا دوست۔" میں نے دوبارہ اپنا تعارف کرایا۔

"امجد...؟" اچانک شہباز نے بدلے ہوئے تیور سے کہا۔ پھر بڑی رازداری سے بولا۔ "تم نے اچھا کیا جو آ گئے لیکن اس وقت میں تم سے کوئی راز کی بات نہیں کروں گا۔ سنو، تم مجھ سے رات کے پچھلے پہر انگریزوں کے پرانے قبرستان کے عقبی حصے تک

ملنا، وہاں جولیا کی بے چین روح بھی ہمارے ساتھ ہوگی۔ ہم اپنا مثلث بنا لیں گے اور پھر... پھر اس سرزمین پہ ہمارا راج ہوگا۔ جولیا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے پرستان کا گورنر مقرر کر دے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے یونہی شہباز کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں آگیا ہوں اب تم جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گا۔"

"خبردار! کسی اور کو ان باتوں کا علم نہ ہونے پائے ورنہ جولیا ناراض ہو جائے گی۔" اس نے سرگوشی کی۔ "اور وہ روٹھ گئی تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ پوری دنیا جل کر راکھ کا ڈھیر بن جائے گی۔"

"مسٹر شہباز!" نرس نے دوا کی پیالی اس کے سامنے کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "یہ دوا پی لیجئے۔"

"تم کون ہو؟" معاً شہباز نے پلٹ کر نرس کی جانب دیکھا پھر ہذیانی انداز میں چیخنے لگا۔ "نہیں، نہیں، تم جولیا نہیں ہو سکتیں۔ تم اس کی دشمن ہو، تم چڑیل ہو، بدروح، میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

پھر اگر ڈاکٹر نے تیزی سے لپک کر شہباز کا ہاتھ تھام نہ لیا ہوتا تو شاید وہ نرس کا گلا گھونٹ دیتا۔ قریب کھڑے ملازم نے بھی ڈاکٹر کا ہاتھ بٹایا تھا۔ شہباز پوری قوت سے خود کو ملازم اور ڈاکٹر کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دیوانوں کی طرح واہی تباہی بھی بکے جا رہا تھا۔

ڈاکٹر نے جلدی سے سرنج اٹھا کر ایک انجکشن تیار کیا پھر اسے زبردستی شہباز کے کولہے میں انجکٹ کر دیا۔ دوا زود اثر تھی۔ شہباز کے جسم کا تناؤ کم ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں پھر وہ جلد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

اس کی ماں بدستور مسہری کے قریب کھڑی اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے ملازم اور نرس کے علاوہ ہمیں باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ میں شہباز کو دیکھتا ہوا باہر آگیا۔ اس کی ماں بھی میرے ساتھ تھی۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر بھی باہر آگیا۔

"ڈاکٹر...!" شہباز کی ماں نے رو دینے والے انداز میں اس سے کہا۔ "خدا کے لئے میرے بچے کو بچا لو، اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں بھی پاگل ہو جاؤں گی۔"

"آپ ہمت سے کام لیں بیگم صاحبہ! میں پوری توجہ سے علاج کر رہا ہوں۔"

"آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے ڈاکٹر؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا شہباز کی ذہنی حالت ٹھیک ہو جائے گی؟"

"یقیناً!" ڈاکٹر نے بڑے وثوق سے کہا پھر پائپ جلا کر دو چار کش لیتے ہوئے بولا۔ "بخار کی شدت اکثر مریضوں کے ذہنوں پر اسی طرح اثر انداز ہوتی ہے لیکن اس میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ البتہ احتیاط شرط ہے۔"

"جولیا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے دوسرا سوال کیا تو ڈاکٹر مسکرانے لگا۔

"ہو سکتا ہے کہ لندن میں تعلیم کے دوران مسٹر شہباز کی دوستی کسی جولیا نامی لڑکی سے ہو گئی ہو اور وہ اس حالت میں بھی اسے یاد کر لیتے ہیں۔ یہ کوئی تشویشناک بات نہیں ہے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ مریض شدید بحرانی حالت میں اسی کو زیادہ یاد کرتا ہے جو اس کے لاشعور میں موجود ہو۔"

"لیکن شہباز تو بدروحوں کا حوالہ بھی دیتا ہے۔" شہباز کی ماں نے بوجھل آواز میں کہا۔ "جانے میرے لعل کو کیا ہو گیا ہے؟"

"ڈاکٹر!" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ شہباز کے ذہن پر کسی اور چیز کا اثر ہو؟"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں مسٹر امجد!" ڈاکٹر نے پائپ کا دھواں اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے نزدیک جن بھوت اور آسیب کا تصور محض خیالی ہے۔ کم از کم میں ان باتوں کو نہیں مانتا کہ ایک روح اپنا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں حلول کر جائے، یہ سب افسانوی باتیں ہیں۔"

ہمارے درمیان خاصی دیر تک شہباز کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر کا خیال تھا کہ اس کے ذہن کو بخار کی شدت نے متاثر کیا ہے۔ شہباز کی ماں کو صرف اپنے بیٹے کی صحت مندی کی فکر لاحق تھی لیکن میں ڈاکٹر کی رائے سے متفق نہیں تھا۔

مجھے یقین تھا کہ شہباز کی جنونی کیفیت کی پشت پر ضرور کوئی پراسرار ہاتھ کارفرما ہے۔ میرے یقین کی وجہ شہباز کی اور میری وہ ملاقات تھی جو شہباز کی لندن سے واپسی پر ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ خط بھی تھا جو اس نے مجھے تحریر کیا تھا۔ اس خط میں بھی شہباز نے مجھ سے ملاقات کے لئے انگریزوں کے پرانے قبرستان کے عقبی پھاٹک کا حوالہ دیا تھا۔ ان ہی باتوں کو وہ جنونی حالت میں بھی دہرا رہا تھا۔

میں نے دیدہ و دانستہ ان باتوں کا ذکر ڈاکٹر سے نہیں کیا۔ رات گئے تک میں شہباز کے پاس رہا پھر واپس اپنے ہوٹل آگیا جو شہباز کے ہوٹل سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

مجھے روپ نگر آئے آج گیارہواں دن تھا۔ اس عرصے میں شہباز کی جنونی کیفیت میں خاصا فرق آگیا تھا۔ وہ اب زیادہ تر

ہوش مندی کی باتیں کرنے لگا تھا۔ کسی وقت اگر اس کی ذہنی رو بہکنے لگتی تو ڈاکٹر فوراً اسے نیند کا انجکشن لگا کر سلا دیا کرتا تھا۔

شہباز کی ماں ڈاکٹر کے علاج سے مطمئن تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اب شہباز بہت جلد رو بصحت ہو جائے گا لیکن نہ جانے کیوں میرا دل نہیں مانتا تھا۔ کوئی نادیدہ طاقت یقیناً میرے دوست کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ میں اس اسرار کو جاننے کے لئے مضطرب تھا۔ مجھے یہ بھی خدشہ لاحق تھا کہ اگر واقعی شہباز کسی پراسرار قوت کے زیر اثر تھا تو اس کی ذہنی حالت کسی بھی وقت اچانک خراب ہو سکتی تھی۔ بہرحال میرا زیادہ تر وقت اسی ہوٹل میں گزرتا تھا، جہاں شہباز زیر علاج تھا۔

صبح سویرے میں ناشتہ کر کے اس کی طرف آجاتا پھر رات گئے تک وہیں رہتا تھا۔ اس عرصے میں شہباز کی ذہنی حالت اس حد تک اعتدال پر آگئی تھی کہ ڈاکٹر اسے اپنے ساتھ باہر لان میں لے آتا تھا جہاں ہمارے درمیان ہلکی پھلکی اور صرف خوشگوار باتیں ہوتی تھیں۔

ڈاکٹر نے ہمیں سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ مریض کے سامنے کسی پرانی بات کو تازہ نہ کیا جائے۔ میرے قیام کے دوران دو بار شہباز کے والد بھی آئے اور بیٹے کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ میری موجودگی پر انہوں نے بظاہر کوئی اعتراض نہیں کیا مگر جن نگاہوں سے انہوں نے مجھے دیکھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ ان کو اپنے بیٹے کے پاس میری موجودگی پسند نہیں آئی۔ میں نے ان کی ناراضی کو محسوس کیا لیکن شہباز کی خاطر خاموش رہ گیا۔ بارہویں روز صبح شہباز خاصا ہشاش بشاش نظر آرہا تھا۔ میں ہوٹل پہنچا تو وہ لان میں اپنی ماں اور ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ میرا دوست تھا، مجھے خوشی تھی کہ وہ تیزی سے صحت مند ہو رہا تھا۔ گفتگو کے دوران شہباز نے خود ہی ڈاکٹر سے سوال کیا۔

"ڈاکٹر صاحب! کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ ہم یہاں کیوں آئے تھے؟"

"برائے تفریح۔" ڈاکٹر نے بڑی خوبصورتی سے کہا۔ "تم روپ نگر جیسے پرفضا مقام پر آنا چاہتے تھے۔"

"آپ کی جانب سے واپسی کی اجازت کب تک ملے گی؟" شہباز نے پوچھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔ ابھی تو تم نے یہاں دل بھر کر سیر و تفریح بھی نہیں کی۔"

"آپ کو شاید علم نہیں ڈاکٹر کہ مجھے واپس لندن بھی جانا ہے۔" شہباز نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا مقصد ہے حصول تعلیم کے لئے۔"

"بھاڑ میں گیا لندن اور چولہے میں گئی اعلیٰ تعلیم۔" شہباز کی ماں بولی۔ "اب میں تمہیں ایک دن کے لئے بھی خود سے دور نہیں کروں گی۔ تعلیم لندن جائے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔"

"آج کا موسم بڑا خوشگوار ہے۔" میں نے باتوں کا رخ بدلنا چاہا۔ میں نے محسوس کیا کہ اپنی ماں کا آخری فیصلہ سننے کے بعد شہباز کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر کا مشورہ تھا کہ اسے پرانی باتیں یاد نہیں آنی چاہئیں چنانچہ میں نے آسمان پر منڈلاتے بادلوں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ "بارش کے آثار نظر آرہے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ڈاکٹر نے میری تائید کرتے ہوئے کہا۔ "بارش کا لطف پہاڑی علاقوں پر ہی آتا ہے۔"

"لیکن مجھے اب روپ نگر سے الجھن ہونے لگی ہے۔" شہباز نے سنجیدگی سے کہا پھر ڈاکٹر سے پوچھا۔ "ہماری واپسی کب تک ممکن ہو سکے گی؟"

"اگر تمہاری طبیعت روپ نگر سے اکتا گئی ہے تو واپسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔" ڈاکٹر نے نرمی سے کہا۔ "دو چار روز میں ہم واپس لوٹ چلیں گے۔"

شہباز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر خاموش بیٹھا خلا میں گھورتا رہا پھر میرے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ اس روز دوپہر کا کھانا پہلی بار اس نے میرے ساتھ کھایا پھر دوپہر کو سونے کے ارادے سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ شام کی چائے بھی ہم نے اکٹھی پی۔ خنکی بڑھنے لگی تو ہم لان سے اٹھ کر اندر آگئے۔

رات کو میں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو شہباز نے اچانک میری شخصیت کو اپنے مسئلے میں الجھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارا بھی یہی مشورہ ہے کہ میں لندن جانے کے بجائے تعلیم یہیں حاصل کروں؟"

"تمہیں کسی کا مشورہ طلب کرنے کی بجائے ماں کے حکم کا احترام کرنا چاہیے۔" میری بجائے شہباز کی ماں نے تیزی سے کہا۔ "اور میں نے طے کر لیا ہے کہ اب کسی قیمت پر تمہیں لندن جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

شہباز کے چہرے پر ماں کا حتمی فیصلہ سن کر دوبا

الجھن کے تاثرات ابھر آئے، میں ماں بیٹے کے درمیان ثالث نہیں بننا چاہتا تھا، اس لئے اجازت لے کر باہر نکل آیا اور اپنے ہوٹل کی جانب چل دیا۔

اس روز ہوا میں خنکی بہت زیادہ تھی، میں نے کوئی گرم کپڑا نہیں پہنا تھا، اس لئے سرد ہوا کے جھونکے مجھے اپنے بدن میں نشتر کی طرح چبھتے محسوس ہو رہے تھے، چنانچہ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ نشیبی شاہراہوں کو عبور کر کے میں بڑے بازار میں پہنچا تو وہاں اس وقت بھی خاصی چہل پہل تھی۔ ملکی اور غیر ملکی سیاح اور تفریح کی غرض سے ژوپ نگر آنے والوں کا اچھا خاصا ہجوم وہاں موجود تھا۔

میرا ہوٹل، بازار کے عقب میں نصف فرلانگ کے فاصلے پر واقع تھا۔ میں سردی سے بچنے کی خاطر جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا لیکن اچانک میرے قدم رک گئے اور میری نظر اس انگریز پر جم کر رہ گئی جو اچانک ہی مجھے نظر آیا تھا۔ یہ وہی انگریز تھا جس نے مجھے ایک بار پہلے قبرستان سے واپسی پر لفٹ دی تھی۔ نہ جانے کیوں میرے قدم تیزی سے اس کی طرف اٹھنے لگے، وہ ایک شوکیس کے قریب کھڑا اندر رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

میں اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ میں نے اسے شناخت کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ اس کے لباس سے وہی مانوس تیز مہک اس وقت بھی پھوٹ رہی تھی جو مجھے اس کے ساتھ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے سخت ناگوار گزر رہی تھی، میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے شوکیس کی طرف سے توجہ ہٹائی تو میری اور اس کی نگاہیں چار ہو گئیں مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پیدا ہوئی تھی۔ یقیناً اس نے بھی مجھے پہچان لیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم پہلے بھی ایک دوسرے سے مل چکے ہیں۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ ہم آئندہ بھی ملیں۔" اس نے بڑے شستہ لہجے میں جواب دیا پھر ایک وزٹنگ کارڈ جیب سے نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "اسے سنبھال کر رکھو مسٹر امجد، ممکن ہے کہ یہ کارڈ کسی وقت تمہارے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔"

"اوہ!" میں نے تعجب سے اسے گھورا۔ "گویا تمہیں میرے گھر کے پتے کی طرح میرا نام بھی معلوم ہے۔"

"مجھے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ معلوم ہے" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "مجھے یہ معلوم ہے کہ اس رات تمہارے دوست نے تمہیں ہمارے قبرستان کے عقبی پھاٹک پر کس لئے بلایا تھا۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ تمہارا عزیز دوست آج کل یہیں مقیم ہے۔ چند دن پیشتر اس کی حالت پاگلوں جیسی تھی لیکن اب ڈاکٹر کا خیال ہے کہ وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اس کے آخری جملے کو بطور خاص محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا شہباز پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت سردی محسوس کر رہے ہو۔ میرے ساتھ آؤ، ہم اپنے ہوٹل میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بازار سے گزر کر "بلیو مون" کی طرف چل دیا جو صرف انگریزوں اور غیر ملکیوں کے لئے وقف تھا۔ میں غیر اختیاری طور پر اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس کا قیام بلیو مون کی پہلی منزل پر نمبر اکیس میں تھا۔ کمرے میں پہنچتے ہی اس نے کافی طلب کی۔ جب تک کافی نہیں آئی وہ کھڑکی کے قریب کھڑا باہر تاریکی میں دیکھتا رہا پھر اس نے خود اپنے ہاتھوں سے کافی بنائی اور مجھے پیش کرتے ہوئے بولا۔

"کیا میرا یہ اندازہ غلط ہے مسٹر امجد کہ تمہیں وہ خوشبو ناپسند ہے جو مجھے بے حد مرغوب ہے؟"

میں اس کے اس سوال پر چونک اٹھا۔ اس وقت بھی جب میں اس کے کمرے میں تھا اس کے لباس سے پھوٹنے والی تیز خوشبو میرے ذہن میں چبھ رہی تھی لیکن میں نے از خود اس پر اپنی نفرت کا اظہار نہیں کیا تھا، بہرحال اس کا سوال میرے لئے حیرت انگیز تھا۔ غالباً اس نے میرے دل کا حال بھانپ کر وہ سوال کیا تھا۔ میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا اور کافی کے کپ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ تم یہاں کسی اور مقصد کے لیے آئے تھے۔"

"تمہارا اشارہ غالباً اپنے دوست کی طرف ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ شاید وہ مجھے اپنی عجیب و غریب حرکتوں اور سوالوں سے مرعوب کرنے کا خواہشمند تھا۔ میں خاموشی سے اس کے چہرے کو تکتا رہا۔ چند ثانیے وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا پھر اس نے آنکھیں کھول دیں، مجھے سپاٹ نگاہوں سے گھورتا ہوا بولا۔ "اگر تم شہباز کو بچانا چاہتے ہو تو اس کی ماں سے کہہ کر اسے لندن واپس جانے کی اجازت

دلوا دو۔"

"کیوں؟" میں نے اسے مزید کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا لندن میں جولیا اس کی منتظر ہو گی؟"

"جولیا!" اس نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ "یہ نام میں پہلی بار سن رہا ہوں۔ کیا تم مجھے جولیا کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"میں تمہاری مہمان نوازی کا بے حد ممنون ہوں۔" میں نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا پھر واپسی کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسے حقارت سے گھورتے ہوئے بولا۔ "میں اب تم سے یہ بھی دریافت نہیں کروں گا کہ تم کو شہباز کے لندن واپس جانے سے کیا دلچسپی ہے۔"

"مجھے غلط مت سمجھو مسٹر امجد، میں تمہارے دوست کی بھلائی کے لئے ایک نیک مشورہ دے رہا تھا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اس کی ماں اسے لندن جانے کی اجازت نہیں دے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آج کی رات تمہارے دوست پر بھاری ہے لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔" وہ بدستور میرے چہرے پر نظر جمائے ہوئے بولا۔ "مجھے صرف تمہاری شخصیت سے دلچسپی ہے۔ تم چاہو تو مجھے اپنا دوست سمجھ سکتے ہو۔"

"شکریہ۔" میں نے بدستور نفرت کا مظاہرہ کیا۔ "باہر سردی بڑھ رہی ہے اس لئے میں اجازت چاہتا ہوں، کبھی فرصت ہوئی تو تم سے دوستی کے امکانات پر بھی ضرور غور کروں گا۔۔۔" میں نے کہا اور اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ میرا آخری جملہ سن کر وہ ناراض ہونے کے بجائے بڑے معنی خیز انداز میں مسکرایا تھا۔ اس کی شخصیت میرے لئے خاصی دلچسپ اور پراسرار ثابت ہو رہی تھی۔ میں بلیو مون سے باہر نکل کر اپنے ہوٹل کی جانب چل دیا۔ اس کے جسم یا لباس سے اٹھنے والی تیز مہک خاصی دور تک میرا تعاقب کرتی رہی۔

اپنے ہوٹل پہنچ کر میں نے لباس تبدیل کیا پھر لیٹنے کے ارادے سے بستر کی جانب بڑھا ہی تھا کہ دروازے پر کسی نے زور سے دستک دی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ باہر شہباز کا ملازم کھڑا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ "صاحب! آپ کو بیگم صاحبہ نے فوراً بلایا ہے۔ چھوٹے سرکار کی حالت بہت خراب ہے، بار بار خون کی قے ہو رہی ہے۔"

میں نے ملازم کو رکنے کے لئے کہا۔ جلدی جلدی لباس دوبارہ تبدیل کیا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ میرے کانوں میں اجنبی انگریز کے جملے گونج رہے تھے۔ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی کہا تھا کہ آج کی رات شہباز پر بھاری ہے۔ غالباً اس نے غلط نہیں کہا تھا اس لئے کہ جب میں شہباز کے ہوٹل کے قریب پہنچا تو دور ہی سے اس کی ماں کے رونے کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میں دوڑتا ہوا کمرے کے اندر داخل ہوا۔ شہباز کی ماں اپنے بیٹے کی لاش سے لپٹی دھاڑیں مار رہی تھی اور ڈاکٹر کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔

فرش پر خون کی قے کے دھبے ابھی تک موجود تھے۔ اپنے دوست کی جوان اور پراسرار موت پر میں بھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ وہ رات میں نے اپنے دوست کی لاش کے ساتھ گزاری، دوسری صبح شہباز کی سوگوار ماں اس کی لاش لے کر ژوپ نگر سے واپس چلی گئی تو مجھے اس پراسرار انگریز کا خیال آیا جس نے شہباز کے لئے گزشتہ رات بھاری ہونے کی پیش گوئی کی تھی۔

غصے سے میرا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ شہباز کی پراسرار موت کے بارے میں پہلے ہی سے واقف تھا۔ ممکن ہے شہباز کی موت میں اس کے کسی خطرناک ارادے کو بھی دخل رہا ہو۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر شہباز کی ماں اسے لندن جانے کی اجازت دے دے تو وہ موت کے منہ سے بچ سکتا تھا۔ اسے یقیناً شہباز کی ذات سے دلچسپی تھی۔ اسے یقینی طور پر بہت کچھ معلوم تھا۔ میرے دل میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ اور شدید ہو گیا۔ اپنے ہوٹل جاتے جاتے میں نے ایک خطرناک ارادے سے اپنا رخ بلیو مون کی جانب موڑ دیا لیکن وہاں پہنچ کر جو کچھ ہوا وہ میرے لئے زیادہ حیرت انگیز اور پراسرار تھا۔

پہلی منزل پر اکیس نمبر کا کمرہ خالی تھا۔ ہوٹل کے مینجر کے بیان کے مطابق اکیس نمبر میں گزشتہ ایک ہفتے سے کوئی نہیں ٹھہرا تھا۔ مینجر کے بیان کی تصدیق پہلی منزل پر مقیم دوسرے آدمیوں نے بھی کی تھی۔ مجھے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ اپنے ہوٹل واپس ہوتے وقت میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ کیا کل رات میں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا؟؟

شہباز کی پُراسرار اور دردناک موت کا میرے ذہن پر گہرا اثر ہوا تھا۔ مجھے رُوپ نگر سے واپس آئے دس دن گزر چکے تھے اور میں نے دفتر جانا شروع کر دیا تھا۔ راحیلہ کے امتحان سر پر تھے۔ مجھے اس کی پڑھائی پر زیادہ توجہ دینی پڑی خالہ جان (راحیلہ کی ماں) نے رُوپ نگر سے واپسی پر محض ایک بار مجھ سے شہباز کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میرے دوست کی موت کی خبر سن کر ان کو بھی دُکھ ہوا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اس سلسلے میں کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ میں بھی اپنی مصروفیات کی بناء پر شہباز کی پُراسرار موت پر زیادہ توجہ نہ دے سکا۔

دن بھر دفتر میں فائلوں سے سر کھپاتا رہتا۔ شام کی چائے سے فارغ ہو کر کچھ آرام کرتا پھر راحیلہ کو امتحان کی تیاری کرانے میں مصروف ہو جاتا تھا لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود شہباز کی موت کا نقش میرے دل پر موجود تھا۔

میں نے اپنے دوست کو فراموش نہیں کیا تھا۔ حالات کے پیش نظر مجھے اپنی بے بسی کا احساس بھی تھا کہ شہباز کے گھر میرا آنا جانا پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد میرا وہاں جانا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ شہباز کی موت کی پُراسرار کڑیوں کا پہلا سرا لندن میں کہیں موجود تھا جسے تلاش کرنا بھی میرے امکان کی بات نہیں تھی۔

وقت گزرتا رہا، راحیلہ کے امتحان میں چند روز باقی تھے۔ اس لئے میں نے دفتر سے ایک ہفتے کی رخصت حاصل کر لی۔ راحیلہ میرے محسن کی بیٹی تھی، میں پوری توجہ سے اسے پڑھانا چاہتا تھا۔ ہر چند کہ مجھے اس کی ذہانت کا یقین تھا اور اعتماد بھی تھا کہ وہ امتحان میں ضرور کامیاب ہو جائے گی لیکن میری خواہش تھی کہ وہ اچھے نمبروں اور بہترین ڈویژن سے کامیاب ہو۔

میرا زیادہ تر وقت اب رحمت علی کے گھر پر گزرتا تھا۔ ایک روز میں دوپہر کے کوئی گیارہ بجے راحیلہ کو پڑھانے میں مصروف تھا کہ پولیس کی ایک جیپ رحمت علی کے دروازے پر آ کر رُکی۔ راحیلہ کا کمرہ سڑک کی طرف تھا اس لئے میں نے بھی جیپ کو دیکھ لیا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ رحمت علی کے گھر پولیس کے افسران عدالتی چکروں میں اکثر آیا جایا کرتے تھے مگر جب ملازم نے آ کر بتایا کہ مجھے دریافت کیا جا رہا ہے تو میرا ماتھا ٹھنکا۔

میں جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح اُٹھ کر باہر آ گیا۔ جیپ میں ڈرائیور کے علاوہ ایک پولیس انسپکٹر بھی موجود تھا۔ میں قریب گیا تو انسپکٹر نے سر سے پاؤں تک مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"امجد علی تمہارا ہی نام ہے؟"

"جی ہاں، میرا ہی نام ہے۔"

"تمہیں میرے ساتھ کوتوالی چلنا ہو گا۔" انسپکٹر نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔ "ڈپٹی خان ایاز صاحب نے تمہیں یاد کیا ہے۔"

"بہتر ہے، میں ابھی لباس تبدیل کر کے آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" میں نے شہباز کے والد کا نام سن کر اطمینان کی سانس لی پھر اپنے مکان میں آ کر جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے۔ گھر کی چابی خالہ جان کے حوالے کی تو انہوں نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"امجد میاں، خیریت تو ہے، یہ پولیس والے تمہیں کیوں اپنے ہمراہ لئے جا رہے ہیں؟"

"فکر کی کوئی بات نہیں خالہ جان۔ مجھے شہباز کے والد نے یاد کیا ہے۔"

"خدا خیر ہی کرے۔" خالہ جان بولیں۔ "شہباز کو انتقال کئے ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا اور ڈپٹی صاحب کو اب تمہارا خیال آیا ہے۔"

"ممکن ہے کوئی ضروری کام ہو۔" میں نے سرسری طور پر خالہ جان کو مطمئن کیا... اور باہر آ کر جیپ میں بیٹھ گیا۔

راستے میں نہ تو انسپکٹر نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اسے بلاوجہ مخاطب کیا۔ ویسے نہ جانے کیوں میرا دل اندر سے مطمئن نہیں تھا۔ خالہ جان کے کہنے کے مطابق خان ایاز کا اپنے بیٹے کی موت کے ایک ماہ بعد مجھے طلب کرنا کچھ عجیب سی بات تھی اور ایسی صورت میں جبکہ وہ شہباز کی زندگی میں بھی میری صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مجھ سے ملنے کی خواہش واقعی اُلجھن آمیز تھی۔

جیپ کچھ دیر بعد کوتوالی کے احاطے میں پہنچ کر رُکی۔ انسپکٹر مجھے ساتھ لے کر اندر داخل ہوا پھر چند لمحے بعد مجھے ڈپٹی خان ایاز صاحب کے رُوبرو پیش کیا گیا۔ میں ان کو ادب سے سلام کر کے خاموشی سے کھڑا رہا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دینے کے بجائے مجھے حقارت سے گھورا۔ پھر انتہائی نفرت سے بولے۔

"شہباز سے تمہاری دوستی کب سے تھی؟"

"وہ میرا ہم جماعت تھا۔" میں نے دبی زبان سے جواب دیا۔

"اس کی لندن سے واپسی کے بعد تم اس سے ملے تھے؟"

"جی ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہماری ملاقات صرف ایک بار ہوئی تھی۔ دوسری بار مجھے شہباز کے اصرار پر رُوپ نگر جانا پڑا تھا۔"

"بیماری کے دوران شہباز نے جو پُراسرار باتیں کی تھیں، ان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"مجھے خود بھی ان باتوں پر حیرت ہوئی تھی۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" وہ کرخت لہجے میں بولے۔ "تم میرے مرحوم بیٹے کے واحد دوست ہو۔ اس نے تمہیں ضرور اپنے راز میں شامل کیا

ہو گا۔ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ ان باتوں کا مقصد کیا تھا؟"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ باتیں میں نے اس کے منہ سے پہلی بار سنی تھیں۔"

"حرامزادے۔" خان ایاز نے میرے منہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔ "جو کچھ تجھے معلوم ہے سیدھی طرح بتا دے نہیں تو میں تیری کھال اُدھڑوا ڈالوں گا۔ خان ایاز کو تم جیسے لوگوں کی زبان کھلوانے کے اور بھی بہت سے طریقے معلوم ہیں۔"

"آپ کو اختیار ہے۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "آپ جو طریقہ چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔"

"گویا تم شرافت سے زبان سے نہیں کھولو گے، کیوں؟"

"میں عرض کر چکا ہوں جناب کہ وہ باتیں میں نے بھی اپنے مرحوم دوست..."

"دوست کا بچہ۔" خان ایاز میری بات مکمل ہونے سے پہلے دوبارہ میز پر مُکہ مارتے ہوئے حقارت سے بولا پھر کمرے میں موجود انسپکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر رحمان۔ اسے میری نظروں کے سامنے سے لے جاؤ اور جب تک یہ اپنی زبان نہ کھولے، اس کی کھوپڑی پر جوتوں کی بارش کرواتے رہو۔"

انسپکٹر رحمان نے خان ایاز کے حکم کی پیروی میں آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھاما اور گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا۔ پھر مجھے کوتوالی کے ایک دوسرے کمرے میں لایا گیا جہاں میری زبان کا قفل توڑنے کی خاطر پولیس کے منجھے ہوئے سپاہی پہلے ہی سے موجود تھے۔ مجھے ان کے حوالے کرنے سے پہلے پولیس انسپکٹر نے ایک آخری موقع دیتے ہوئے کہا کہ میری بہتری اسی میں ہے کہ میں اپنی زبان کھول دوں لیکن میں نے اسے بھی وہی جواب دیا کہ جب مجھے ان باتوں کے بارے میں سرے سے کوئی علم ہی نہیں ہے تو میں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔

میرے جواب نے انسپکٹر رحمان کو بھی غصہ دلا دیا تھا۔ اس لئے وہ مجھے اپنے سپاہیوں کے حوالے کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد میرے اُوپر جو گزری اس کی تفصیل بڑی طویل اور کربناک ہے۔ میں اختصار سے کام لوں گا۔

مجھے بغیر کسی جرم کے تین روز تک پولیس کی تحویل میں رکھا گیا۔ خان ایاز کے حکم پر اس کے ماتحت شب و روز مجھ پر نت نئے ظلم توڑتے رہے۔ پہلے مجھے صرف لاتوں، جوتوں، گھونسوں سے نوازا گیا پھر مجھے سر تا پا برہنہ کر کے میرے جسم پر ہنٹروں کی بارش کی گئی اس کے بعد مجھے اُلٹا لٹکایا گیا اور بالوں سے کھینچا گیا۔ پھر میرے ساتھ کچھ ایسے انسانیت سوز اور ناروا سلوک بھی کئے گئے جنہیں میں تحریر میں لانا پسند نہیں کرتا۔

مجھ سے ہر روز بتا۔

کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا ...ری طرح صحت یاب ہو گیا اور دوبارہ

کر مجھ سے اپنے پیروں پر ...مانی عارضی طور پر ختم ہو چکی تھی اس لئے

اتنے زخم اُبھر آئے تھے کہ ا... نے مکان پر گزارنا شروع کر دیا تھا۔ یوں

میرے لئے رات او... غلط بیانی پر شاکی تھے اس لئے میں نے

جب نڈھال ہو کر سونے لگتا تو ... تھا البتہ خالہ جان، مجھ سے پہلی

مرچ چھڑکی جاتی تھی۔ رطوس...

اُوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جاتا تھا بھو... کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تھا۔ وہ

ادھ مرا کر دیا تھا۔ بھوک سے مجبور ہو... تھی۔ یہ سوال میرا۔ تو میں

میرے منہ میں غلاظت ڈال جاتی تھی۔ پیاس ...کی فکر میں غرق رہتا

کانٹے پڑنے لگتے اور میں زندگی برقرار ر... سفید فام انگریز یار

سے پانی طلب کرتا تو میرے چہرے پر پیشاب ... آ چکا تھا۔

جاتی تھیں۔ اور ایسے عبرتناک ظلم کئے جاتے جن کو سوچ کر میں وہی بھی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تین روز تک شب و روز مظالم کا یہ سلسلہ جاری رہا پھر چوتھے روز میری توقع کے خلاف مجھے رہائی مل گئی۔ نصف رات گئے دو بھنگیوں نے آ کر مجھے کپڑے پہنائے پھر مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لائے جہاں جانور ڈھونے والی گاڑی موجود تھی۔ مجھے اُٹھا کر انہوں نے گاڑی کے عقبی حصے میں ڈال دیا اور خود بھی میری نگرانی کے لئے اُوپر چڑھ آئے۔ اس وقت میرا اندازہ یہی تھا کہ شاید مجھے ایک زنداں سے دوسرے زنداں میں منتقل کیا جا رہا ہے جہاں مجھے نئے مظالم کا سامنا ہو گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

ایک گھنٹے تک گاڑی کا سفر جاری رہا پھر ایک ویران میدانی علاقے میں گاڑی کو روکا گیا۔ ایک بھنگی نے کھڑے ہو دروازہ کھولا اور دوسرے نے دھکیل کر مجھے کنارے پر کیا پھر لات مار کر نیچے گرا دیا۔ بعد ازاں گاڑی واپس لوٹ گئی۔

مجھے اپنی آزادی کا احساس ہوا تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ غالباً پولیس نے مجھ سے جان چھڑانے کیلئے ہی اتنی رازداری سے کام لیا تھا۔ مجھے شہر سے دُور دراز کسی میدانی علاقے میں اس لئے پھینکا گیا تھا کہ میری بازیابی پولیس کے علاقے سے دُور ہو اور پولیس پر کوئی الزام عاید نہ ہو سکے لیکن اس وقت... مجھ میں اتنی سکت کہاں تھی جو میں آئندہ پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کر سکتا۔

میرے جسم کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا۔ زخموں سے ٹیسیں اُٹھ رہی تھی میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے لوٹتے ہوئے وجود کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔

میری بیہوشی کتنی طویل تھی مجھے اس کا احساس نہیں البتہ

شہباز

کی پُراسرار اور ... پنے پڑوسی رحمت علی
میرے ذہن پر ... رداری میں مصروف تھے۔
مجھے ... بے شہر سے تیس میل دُور
... یا تھا۔

دس دن گزر چکے تھے اور میں نے دفتر جانا ... کسی نامعلوم شخص نے بذریعہ
کے امتحان سر پر تھے۔ مجھے اس کی پڑھائی ... کے بعد مجھے فوری طور پر بازیاب
خالہ جان (راحیلہ کی ماں) نے رُوپ نگر ... میں میری گمشدگی اور بازیابی کی
بار مجھ سے شہباز کے بارے میں در... میں یہ بھی درج کرایا گیا تھا کہ گمشدگی
کی موت کی خبر سن کر ان کو بھی دُکھ ... انسپکٹر رحمان مجھے گھر سے لے گیا تھا۔
مجھے اس سلسلے میں کریدنے کی کوشش ... ٹ خان ایاز کا حوالہ بھی موجود تھا۔
کی بناء پر شہباز کی پُراسرار ... میرے علاج معالجے میں کوئی کسر نہیں
دن بھر دفتر میں ... شام دونوں وقت ڈاکٹر آتا تھا خالہ جان
سے فارغ ہو کر کچھ ... پھر میری دیکھ بھال میں لگی رہتی تھیں۔ پندرہ روز
مصروف ہو ... قابل بھی نہیں تھا کہ بستر پر لیٹے لیٹے کروٹ بھی لے
کی موت کا ... سکوں لیکن اب اس قابل ہو گیا تھا کہ بستر پر اُٹھ بیٹھ سکتا تھا۔

راحیلہ اب مستقل میرے قریب رہتی تھی۔ اس کا امتحان ہو چکا تھا۔ وہ اپنی معصوم باتوں سے میری دلجوئی میں ہمہ تن مصروف رہتی۔ اس دوران پولیس کے کارندے متعدد بار رحمت علی کی رپورٹ کے سلسلے میں میرا بیان لینے آ چکے تھے لیکن رحمت علی کے قانونی ہتھکنڈوں اور ڈاکٹر کی مداخلت پر ابھی تک انہیں میرے قریب آنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

اصل واقعات جاننے کے لئے خود رحمت علی اور خالہ جان نے بھی مجھ سے کئی بار گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی ... میں نے ابھی تک ان کو بھی حالات سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ وہ میرے محسن تھے۔ میں ان کو اپنی وجہ سے کسی پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر میں بیہوشی کے عالم میں نہ ہوتا اور بروقت مجھے خبر ہو جاتی تو میں رحمت علی کو اپنے سلسلے میں رپورٹ درج کرانے سے بھی روک دیتا۔

مجھے علم تھا کہ پولیس والوں کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں۔ خان ایاز بے حد سخت گیر طبیعت کا مالک تھا۔ اس بات کا یقین آ جانے کے بعد کہ مجھے شہباز کے کسی راز سے واقفیت نہیں ہے اس نے بڑی چالاکی سے میری آزادی کا حکم صادر کر دیا تھا لیکن رحمت علی کی رپٹ کے بعد اس کی پیشانی یقیناً شکن آلود ہو گئی ہوگی۔

مجھے خدشہ تھا کہ اگر بات آگے بڑھی اور میں نے اصل واقعات کی نقاب کشائی کر دی تو حالات اور خراب ہو سکتے ہیں۔ خان ایاز میرے علاوہ رحمت علی اور اس کے گھر والوں کا بھی دشمن ہو جائے گا۔ اور یہ بات مجھے کسی قیمت پر منظور نہیں تھی۔ چنانچہ ایک روز تنہائی میں خالہ جان سے میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میری جو حالت ہوئی ہے اس کی ذمے داری خان ایاز یا پولیس والوں پر عاید نہیں ہوتی بلکہ میرے کچھ پرانے دشمنوں نے مجھے راستے میں روک کر زدوکوب کیا تھا۔

خالہ جان عقلمند تھیں۔ جان گئیں کہ میں کس لئے زبان بند کئے ہوئے ہوں۔ انہوں نے اپنے شوہر کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ رحمت علی نے بھی مجھے کریدنے کی کوشش کی لیکن میں نے ان کو بھی وہی من گھڑت کہانی سنائی جو خالہ جان کو سنا چکا تھا۔ رحمت علی وکیل تھے۔ انہوں نے مجھے ہر چند اس بات کا یقین دلایا کہ قانون سب کے لئے یکساں ہوتا ہے اور میرے بیان کی روشنی میں خان ایاز کو اس کے کئے کی سزا ضرور دلوائے گا لیکن میں نے ہر حال میں اپنی زبان بند رکھنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

قانون نے میرے ساتھ جو سنگین مذاق کیا تھا، اس کے نقش ابھی تک میرے جسم پر موجود تھے۔ میں ان زخموں کو صرف اپنے وجود تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔ بہر حال میں نے رحمت علی کی کوئی بات نہ مانی۔ بعد ازاں میں نے ان کی موجودگی میں پولیس کو بھی اپنے ایک فرضی دشمن کی کہانی سنا دی اور رحمت علی خاموش بیٹھے ہاتھ ملتے رہے۔

پولیس کا ایک ذمے دار افسر میرے بیان کا ایک ایک لفظ قلم بند کر رہا تھا۔ جب میں اپنا بیان دے چکا تو اس نے سوالات کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر امجد، رحمت علی صاحب نے اپنی رپورٹ میں درج کرایا ہے کہ آپ کو آخری بار ڈی ایس پی خان ایاز نے پولیس انسپکٹر کے ذریعے کوتوالی میں طلب کیا تھا اور اس کے بعد ہی سے آپ غائب ہو گئے تھے کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ ڈی ایس پی نے آپ کو کس مقصد سے طلب کیا تھا؟"

"خان ایاز صاحب میرے مرحوم دوست کے والد ہیں۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے جواب دیا۔ "انہوں نے مجھے کسی خاص مقصد کے تحت نہیں بلکہ یونہی ملاقات کی غرض سے بلوایا تھا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کسی خوف یا آیندہ پیش آنے والے کسی نادیدہ خطرے کی بنا پر غلط بیانی کر رہے ہوں۔" پولیس افسر نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "قانون عوام اور پولیس دونوں کے لئے برابر ہے۔ اگر آپ حقیقت کا انکشاف کر دیں تو ہم ان پولیس افسران کے خلاف بھی قانونی چارہ جوئی کرنے کے لئے تیار ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

"جی نہیں۔" میں حقارت سے بولا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے جناب۔ میں خان ایاز کو اپنا انکل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے میرے

ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔"

"انسپکٹر رحمان کے بارے میں آپ کا کیا بیان ہے؟" پولیس افسر نے معنی خیز لہجہ اختیار کیا۔ "کیا انہوں نے تو آپ کو پریشان نہیں کیا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں اکتا کر بولا۔

"بہر حال۔" پولیس افسر نے میرا جواب لکھنے کے بعد کہا۔ "کیا آپ ان لوگوں کے بارے میں بتا سکتے ہیں جنہوں نے آپ کو اغوا کیا اور آپ کی یہ درگت بنائی؟"

"وہ میرے لئے اجنبی تھے۔ میں انہیں بھی نہیں پہچانتا۔"

"آپ نے کسی پرانی دشمنی کا حوالہ دیا ہے۔" پولیس افسر نے کہا۔ "کیا آپ بتائیں گے کہ آپ کی دشمنی کن لوگوں سے ہے اور دشمنی کی وجہ کیا ہے؟"

"کچھ پرانا خاندانی جھگڑا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے قطعی طور پر یقین نہیں ہے کہ مجھے اسی دیرینہ دشمنی کی وجہ سے زدوکوب کیا گیا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہو، وہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار رہے ہوں۔"

"پھر بھی آپ کو کسی نہ کسی پر تو ضرور شبہ ہوگا؟"

"فی الحال مجھے کسی پر کوئی شبہ نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"گویا مسٹر رحمت علی نے آپ کے بارے میں جو رپورٹ درج کرائی ہے، آپ کو اس سلسلے میں کسی پر کوئی شبہ نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔"

میرا جواب مختصر تھا۔ پولیس افسر نے کاغذات مکمل کر کے اس پر میرے اور رحمت علی کے دستخط لئے اور مجھے مسکراتی ہوئی نظروں سے گھورتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایک بار پھر رحمت علی نے مجھے کریدنے کی کوشش کی اور یقین دلایا کہ خواہ میرے دشمن کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں، وہ ان سے ٹکرانے کی ہمت رکھتے ہیں لیکن میں نے ان کی یقین دہانی کے باوجود اپنے بیان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جو کچھ میرے اوپر بیتی تھی اس کا تعلق صرف میری ذات سے تھا۔ میں اس معاملے میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اپنی کمزوری اور اپنے مقابلے میں خان ایاز کی طاقت کا اندازہ تھا۔ اس لئے میں نے وقتی طور پر اپنی زبان سی لی اور دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ حالات نے موقع دیا تو خان ایاز سے ضرور انتقام لوں گا۔

میرے سینے میں شہباز کے باپ کے خلاف نفرت کے جو شعلے بلند ہوئے تھے۔ میں نے ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو وقتی طور پر دبا لیا تھا۔ یوں کا رُوپ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہیں بجھنے یا سرد نہیں ہونے دیا تھا۔ ان شعلوں کو ہوا دینے کی خاطر مجھے آنے والے وقت کا انتظار تھا۔

❦

دو روز بعد میں پوری طرح صحت یاب ہو گیا اور دوبارہ دفتر جانے لگا۔ راحیلہ کی پڑھائی عارضی طور پر ختم ہو چکی تھی اس لئے میں نے اپنا زیادہ وقت اپنے مکان پر گزارنا شروع کر دیا تھا۔ یوں بھی رحمت علی مجھ سے میری غلط بیانی پر شاکی تھے اس لئے میں نے ان کے گھر زیادہ آنا جانا کم کر دیا تھا البتہ خالہ جان، مجھ سے پہلی جیسی ہی محبت کرتی تھیں۔

راحیلہ کے التفات میں بھی کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تھا۔ وہ بھی مجھ سے اسی بے تکلفی سے پیش آتی تھی۔ رہا سوال میرا، تو میں ہر وقت خان ایاز سے اپنا حساب چکانے کی فکر میں غرق رہتا تھا اور اسی فکر میں ایک روز مجھے وہ پُراسرار سفید فام انگریز یاد آگیا جو کسی چھلاوے کی طرح دوبار میرے راستے میں آ چکا تھا۔

اس روز میں تھکا ماندہ گھر واپس آیا تو میرے کمرے میں وہی تیز اور پُراسرار خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو میرے لئے بیحد پُراسرار ثابت ہوتی رہی تھی۔ مجھے اسی خوشبو نے اس انگریز کی یاد دلائی جو وقتی طور پر میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ اس نے رُوپ نگر میں اپنا کارڈ بھی مجھے دیا تھا۔

میں نے اپنا مختصر سا سامان ٹٹولا تو وہ کارڈ مجھے مل گیا جس پر پُراسرار انگریز کا نام اور اس کا پتہ بھی موجود تھا۔ معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کیوں نہ میں اس سے ملاقات کروں۔ اس نے رُوپ نگر میں مجھ سے اپنی آخری ملاقات میں کہا بھی تھا کہ ہو سکتا ہے کبھی مجھے اس کی ضرورت پیش آ جائے اور اسی غرض سے اس نے اپنا وزیٹنگ کارڈ میرے حوالے کیا تھا جسے میں وقتی طور پر فراموش کر چکا تھا۔

میں نے کارڈ پر ایک بار پھر غور کیا۔ اس پر جلی حروف میں رابرٹ جم کا نام درج تھا اور نام کے نیچے اس کا پتہ بھی درج تھا۔ میں کچھ دیر تک کارڈ کو بغور گھورتا رہا۔ پھر میں نے طے کر لیا کہ اسی وقت رابرٹ جم سے ملاقات کرنی چاہئے۔ میں نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے اور سول لائنز کی طرف روانہ ہو گیا۔

وزیٹنگ کارڈ پر درج پتے کے مطابق رابرٹ جم سول لائنز کی کوٹھی نمبر ایک سو سات میں رہتا تھا۔ مجھے اس کا پتہ تلاش کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی البتہ ایک بات جو میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ ان لوگوں کی حیرت اور ان کے چہرے پر ابھرنے والا تجسس تھا جن سے میں نے رابرٹ جم کا پتہ دریافت کرنے کے سلسلے میں پوچھ گچھ کی تھی۔

ایک ڈیڑھ گھنٹے کی جدوجہد کے بعد میں مطلوبہ کوٹھی

تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ رابرٹ جم کی رہائش گاہ سول لائنز کے آخری سرے پر واقع تھی۔ باہر پیتل کی ایک بڑی پلیٹ موجود تھی۔ جس پر اس کا نام بھی کندہ تھا۔ رابرٹ جم کی رہائش گاہ قرب جوار کی رہائش گاہوں سے مختلف تھی۔ بیرونی پھاٹک کے بعد وسیع لان تھا اور پھاٹک سے تقریباً تیس، چالیس گز کے فاصلے پر اس کی کاٹیج نما عمارت موجود تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے اس عمارت سے بھی ویرانی کا احساس ہو رہا تھا۔

میں نے کچھ لمحے توقف کیا پھر پھاٹک پر لگی ہوئی کال بیل کا بٹن دبا دیا... اور دھڑکتے ہوئے دل سے رابرٹ جم کا انتظار کرنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ کوٹھی سے کوئی ملازم برآمد ہو کر میری پذیرائی کرے گا مگر دیر تک جب کال بیل دبانے کا کوئی ردِعمل نہیں ہوا تو میں نے دوبارہ اطلاعی گھنٹی کو آزمایا۔

اس بار میں نے بٹن وقفے وقفے سے تین چار بار دبایا تھا۔ میری نگاہیں بدستور سامنے عمارت پر مرکوز تھیں، دوسری کوشش کے بعد مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کوٹھی کے اندر سے ایک سفید فام انتہائی خوبصورت ادھیڑ عمر کی عورت برآمد ہو کر میری طرف آ رہی تھی۔ اس کے جسم پر راہباؤں جیسا ڈھیلا ڈھالا سفید لباس موجود تھا لیکن چہرے کے نقوش نہایت جاذب نظر تھے اور بڑی بڑی آنکھوں میں ایک خاص چمک اور کشش تھی۔ لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی وہ پھاٹک کے دوسری جانب آ کر رکی اور مجھے سوالیہ نظروں سے گھورنے لگی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ اس نے خود سے گفتگو کی ابتدا ابھی نہیں کی۔

"میں مسٹر رابرٹ جم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے عورت کی پرکشش شخصیت کو محسوس کرتے ہوئے بڑے شگفتہ لہجے میں مخاطب کیا۔

"رابرٹ جم۔" اس نے سپاٹ آواز میں اس کا نام دہرایا پھر میرے چہرے کا یوں جائزہ لینے لگی جیسے میں اس کے لئے کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں۔ میں نے چند ثانیے مزید اس کے جواب کا انتظار کیا پھر جیب سے وزیٹنگ کارڈ نکال کر اسے دکھاتے ہوئے بولا۔

"مسٹر رابرٹ جم نے یہ کارڈ مجھے تقریباً دو ماہ قبل دیا تھا۔ میں چند مصروفیات کی بنا پر پہلے نہیں آ سکا۔ آج یہ کارڈ نظر آیا تو مجھے خیال آیا کہ نہ جانے مسٹر رابرٹ میری غیر حاضری کے بارے میں کیا خیال کر رہے ہوں۔ دراصل میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی ان سے ملاقات کے لئے حاضر ہوں گا۔ کیا وہ تشریف رکھتے ہیں؟"

"آپ کا نام؟"

"مجھے امجد علی کہتے ہیں۔"

"اندر تشریف لے آئیں۔" عورت نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر پھاٹک کھول دیا گیا۔

میں اس کے ساتھ قدم ملاتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلی گئی۔ میں صوفے پر بیٹھ کر ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگا۔

میری نگاہیں بار بار دروازے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ روپ نگر میں ہوٹل بلیو مون کا واقعہ ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ رابرٹ جم کی شخصیت اب تک میرے لئے خاصی پُراسرار ثابت ہو چکی تھی۔

میرا خیال تھا کہ شہباز کی موت میں بھی کسی نہ کسی زاویے سے رابرٹ کا ہاتھ ضرور شامل رہا ہوگا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر شہباز کی ماں اسے لندن واپس جانے کی اجازت دے تو شہباز کی زندگی بچ سکتی تھی لیکن شہباز کو اس کی اجازت نہیں مل سکی تھی اور اسی رات جس رات میری رابرٹ جم سے ملاقات ہوئی، شہباز خون کی قے کرتا ہوا مر گیا تھا۔

مجھے رابرٹ سے مل کر بہت ساری باتوں کا سراغ نکالنا تھا۔ مجھے جولیا نامی اس لڑکی کے بارے میں بھی تجسس تھا جس کا نام ذہنی خلفشار کے دوران بار بار شہباز کے ہونٹوں پر آیا تھا لیکن رابرٹ نے جولیا کے بارے میں میرے استفسار پر اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ باہر سے قدموں کی آہٹ ابھری اور میں اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ میری نگاہیں رابرٹ جم کے پُراسرار وجود کو ایک بار پھر دیکھنے کی منتظر تھیں لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہونے والی شخصیت رابرٹ کے بجائے اسی عورت کی تھی جس نے دروازے پر میرا استقبال کیا تھا۔ میں اخلاقاً اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔

عورت جو پہلے راہباؤں کے لباس میں ملبوس تھی۔ اب اس نے سفید رنگ کی جین اور جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس لباس میں اس کے جسمانی ابھار بھی خاصے واضح اور دلکش نظر آ رہے تھے۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ اس میں جنس مخالف کے لئے بے پناہ کشش موجود تھی۔

"مسٹر امجد۔" اس نے میرے قریب ہی دوسرے صوفے پر نہایت پُروقار انداز میں بیٹھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے گفتگو کا آغاز کیا۔ "رابرٹ سے آپ کی آخری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"روپ نگر میں۔" میں نے جواب دیا۔ "وہاں میں اپنے ایک دوست کی عیادت کے لئے گیا تھا۔"

"کیا اس سے پہلے بھی آپ رابرٹ سے مل چکے تھے یا وہیں پہلی ملاقات ہوئی تھی؟"

"روپ نگر میں ہم ایک دوسرے سے دوسری بار ملے تھے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مسٹر رابرٹ اس وقت گھر پر نہیں ہیں؟"

"رابرٹ سے آپ کو غالباً کوئی اشد ضروری کام درپیش ہے؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دریافت کیا پھر یک لخت اٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے؟ کافی، اسکواش یا کوئی ڈرنک؟"

"میں نے ابھی تک ڈرنکس کا شوق شروع نہیں کیا۔ اس کے علاوہ آپ جو چاہیں پلا دیں۔" میں نے اس کی آنکھوں کی چمک سے محظوظ ہوتے ہوئے پہلی بار قدرے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ جواب میں پہلی بار اس کے ہونٹوں پر تبسم ابھرا اور پھر وہ بل کھاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

مجھے عورت کے رویے پر بھی حیرت تھی وہ مجھے رابرٹ جم کے نام سے اپنے مکان میں لائی تھی لیکن میرے بار بار کے استفسار کے باوجود ابھی تک اس نے رابرٹ کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

دوسری بار اس کے آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اس کے ہاتھ میں پیتل کی تھالی تھی جس میں دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ قریب آ کر اس نے اسکواش کا گلاس میری طرف بڑھایا اور دوسرا گلاس جس میں غالباً شراب تھی خود لے کر دوبارہ اسی صوفے پر بیٹھ گئی جس پر پہلے بیٹھی ہوئی تھی۔

میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے صوفے پر بیٹھ کر گلاس سے دو گھونٹ لئے...... اور پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "مسٹر امجد، میرا خیال ہے کہ آپ اس بارے میں الجھ رہے ہوں گے کہ میں نے آپ کے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"جی۔" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ پھر بات بنا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ بھی میرے بارے میں ابھی تک کوئی آخری فیصلہ نہ کر سکی ہوں کہ میں کون ہوں، کیا ہوں اور مسٹر رابرٹ سے کیوں اور کس لئے ملنا چاہتا ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ مسٹر رابرٹ اس وقت گھر پر موجود نہیں ہیں اور آپ...؟"

"میں رابرٹ کی پہلی اور آخری بیوی ہوں۔ میرا نام مونا ہے۔" عورت نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "رہا یہ مسئلہ کہ آپ رابرٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں تو اس سلسلے میں مجھے کوئی تشویش لاحق نہیں ہو سکتی۔ اوّل اس لئے کہ میں مغربی تہذیب کی پروردہ ہوں اور آزاد خیال ہوں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میں جانتی ہوں کہ آپ رابرٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کس طرح جانتی ہیں؟" میں نے ایک لمحے کو چونکتے ہوئے اُسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مسٹر رابرٹ نے آپ کو میرے بارے میں بتا دیا ہوگا۔"

مونا نے فوری طور پر میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا... گلاس اٹھا کر اس نے ایک لمبا گھونٹ لیا پھر اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ "مسٹر امجد، آپ پہلے شخص نہیں ہیں۔ جو اس انداز میں رابرٹ سے ملاقات کی تمنا لے کر آئے ہیں... آپ سے پہلے بھی کچھ لوگ رابرٹ سے ملاقات کے اشتیاق میں یہاں آ چکے ہیں لیکن آپ پہلے فرد ہیں جسے میں نے اس عمارت کے اندر آنے کی دعوت دی ہے۔"

"میں آپ کا مقصد نہیں سمجھا۔" میں نے مونا کی بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"مسٹر امجد، کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم بیجا تکلفات کو ختم کر کے دوستانہ فضا میں گفتگو کریں، میرا مطلب ہے کہ اگر آپ رابرٹ سے اپنی ملاقاتوں کی تفصیل بیان کریں تو میں بھی آپ کو کچھ کارآمد باتیں بتا سکتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے زیادہ کارآمد اور فائدہ مند ثابت ہو سکیں گے۔"

مونا کی باتیں ہر چند کہ میرے لئے عجیب تھیں لیکن بہرحال وہ رابرٹ جم کی بیوی تھی۔ ممکن ہے کہ رابرٹ جم نے اسے میرے بارے میں پہلے ہی کچھ بتا رکھا ہو۔ اس لئے میرا اس کے سامنے کھل کر بات کرنا دوراندیشی کے منافی بھی نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے کچھ توقف کے بعد رابرٹ جم سے اپنی ملاقات کی مکمل تفصیل اسے سُنا دی۔ اس میں شہباز کی موت کے علاوہ ان باتوں کا ذکر بھی شامل تھا جو شہباز اور میرے درمیان اس کی لندن سے واپسی کے بعد ہوئی تھیں۔

مونا شراب کا گلاس ختم کر کے پوری توجہ سے میری باتیں سُن رہی تھی۔

میری رُوداد ختم ہوئی تو اس نے بڑے خلوص کے ساتھ مجھ سے ان مظالم کے سلسلے میں ہمدردی کا اظہار کیا جو پولیس نے مجھ پر توڑے تھے۔ پھر اس نے اپنی دوستی کا یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر امجد، میرا خیال ہے کہ آپ رابرٹ کی پُراسرار شخصیت کی امداد حاصل کر کے خان ایاز سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں... اس کے علاوہ میں مسٹر رابرٹ سے اپنے دوست کی پُراسرار موت کا راز بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں دبی زبان میں بولا۔ "مسٹر رابرٹ کا خیال تھا کہ اگر شہباز کو واپس لندن جانے کی اجازت مل جاتی تو خطرات ٹل بھی سکتے تھے۔"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ رُوپ نگر میں ہوٹل بلیومون کے منیجر اور وہاں کے مقیم افراد نے رابرٹ کے بارے میں آپ کو کیا بیان دیا تھا؟"

"مجھے خوب یاد ہے لیکن میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"ہم نے چونکہ ایک دوسرے سے دوستی کا عہد کیا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ایک دوسرے کا رازدار بھی بن جانا چاہیئے۔" مونا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور پھر بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "مسٹر امجد، مجھے یقین ہے کہ یہ انکشاف آپ کے لئے بہت زیادہ حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین ہوگا کہ میرے شوہر رابرٹ جم کا انتقال ہوئے دو سال بیت چکے ہیں۔"

"کیا۔؟" میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ مونا کا انکشاف میرے ذہن پر کسی آتش گیر مادے کے دھماکے سے کم نہیں ثابت ہوا تھا۔

"دو سال پہلے کی بات ہے مسٹر امجد، جب رابرٹ رشی پور سے ایک رات واپسی پر کار کے حادثے میں زخمی ہوا تھا تو ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہ بچ جائے گا لیکن خود رابرٹ نے بڑے وثوق کے ساتھ مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک ہفتے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اس وقت مجھے یہ شبہ ہوا تھا کہ حادثے کا اثر رابرٹ کے ذہن پر بھی شاید ہوا ہے لیکن رابرٹ کا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ حادثے کے ٹھیک ایک ہفتے بعد وہ مرگیا تھا۔" مونا نے ایک لمحے توقف کیا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات کا علم رابرٹ کی موت کے بعد ہوا کہ وہ ہفتے میں کم از کم ایک بار بڑی پابندی سے رشی پور کیوں جاتا تھا۔ رابرٹ نے اپنی زندگی میں وہ راز مجھ سے بھی پوشیدہ رکھا تھا لیکن اس کی موت کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ رابرٹ کو پُراسرار قوتیں حاصل کرنے کا جنون ہوگیا تھا۔ رشی پور میں اس کی آمد و رفت اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ رابرٹ رشی پور کے ایک مہان پجاری منوہر داس سے پُراسرار قوتوں کو تابع کرنے کا عمل سیکھ رہا تھا اور ہفتے میں ایک بار نہایت پابندی سے اس کے پاس جایا کرتا تھا۔ رابرٹ کے اس جنون کی اطلاع مجھے ایک پجاری کے ذریعے ہوئی تھی جو رابرٹ کی موت کے تیسرے دن یہاں آیا تھا۔ اس پجاری نے منوہر داس کے حوالے سے مجھے ایک عجیب و غریب حکم بھی دیا تھا۔"

"وہ کیا؟" میں نے مونا کی خاموشی پر دریافت کیا۔ اس کی باتیں میرے لئے نہ صرف حیرت انگیز بلکہ دلچسپ بھی تھیں۔

"مسٹر امجد!" مونا نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "یہ باتیں میرے سینے میں دو سال سے دفن ہیں۔ آج تک میں نے کسی کے سامنے زبان نہیں کھولی۔ آپ پہلے فرد ہیں جس پر میں نے اعتماد کیا ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں آپ کو کچھ اور بتاؤں، آپ کو سچے دل سے قسم کھا کر اس بات کا وعدہ کرنا ہوگا کہ یہ باتیں ہمارے علاوہ کسی تیسرے کو معلوم نہیں ہوں گی۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کرسکتی ہیں مس مونا۔" میں نے نہ جانے کیوں خلوص دل سے اسے اپنی دوستی کا یقین دلا دیا اور رازداری کے سلسلے میں قسم بھی کھالی۔ جواب میں مونا نے مجھے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھا پھر اٹھ کر میرے صوفے پر آتی ہوئی بولی۔

"پجاری نے جو رشی پور سے آیا تھا منوہر داس کے حوالے سے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں رابرٹ کے تابوت کو قبرستان سے نکال کر اپنے مکان کے زمین دوز تہہ خانے میں محفوظ کرلوں اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کروں۔"

"تو کیا آپ نے وہ تابوت... ؟"

"ہاں، مسٹر امجد۔" مونا تیزی سے بولی۔ "میں نے رابرٹ کا تابوت بڑی رازداری سے قبرستان سے نکلوا کر تیسرے ہی روز اس عمارت کے تہہ خانے میں محفوظ کردیا تھا جو آج بھی یقیناً وہاں موجود ہوگا۔ دراصل منوہر داس کی طرف سے آنے والے پجاری نے مجھے اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ منوہر داس کی لامحدود پُراسرار قوت رابرٹ کے جسم میں اس کی رُوح کو ایک بار پھر داخل ہونے پر مجبور کرسکتی ہے۔ پجاری نے یہ بھی کہا تھا کہ منوہر داس رابرٹ کی رُوح اور اس کے جسم کے تعلق کو تین سال کے اندر اندر برقرار رکھنے میں ضرور کامیاب ہوجائے گا۔"

"اور آپ نے پجاری کی باتوں کا یقین کرلیا۔" میں نے مونا سے سوال کیا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ کے عقیدے میں مُردوں کا زندہ ہونا ناممکن ہے لیکن ہندوؤں کے ہاں آواگون پر یقین کیا جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے پجاری کی بات مان لی تھی۔ یوں بھی ایک بار ہوا خواری ہر ممکن داؤ آزمانے کی کوشش کرتا ہے۔" مونا کی آواز رندھ گئی۔

"آواگون کے عقیدے کے بارے میں میں نے زیادہ نہیں پڑھا البتہ سنا ضرور ہے کہ رُوح کسی دوسرے قالب میں حلول کر سکتی ہے۔" میں نے مونا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں اگر منوہر داس نے مسٹر رابرٹ کے جسم میں کوئی رُوح ڈالی تو وہ مسٹر رابرٹ کی نہیں بلکہ کسی اور کی ہوگی۔"

"ہوسکتا ہے یہی ہوا ہو۔" مونا یک لخت پریشان ہوگئی۔ "آپ کی بات میری سمجھ میں آرہی ہے مسٹر امجد، ہوسکتا ہے کہ آپ نے جس شخص سے رُوپ نگر میں ملاقات کی ہو، وہ رابرٹ ہی کا جسم رہا ہو لیکن اس میں کسی اور کی رُوح ہو... میرے خدا... اگر ایسا ہوگیا تو میں کیا کروں گی؟"

"مس مونا، آپ نے رابرٹ کے تابوت کو جس تہہ خانے میں محفوظ کیا ہے کیا اس کا داخلی دروازہ مقفل نہیں ہے؟" میں نے تیزی سے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"داخلی دروازہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے مقفل کیا تھا۔" مونا نے بدستور گھبرائے ہوئے انداز میں جواب دیا پھر چونک کر بولی۔ "میں آپ کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ اگر رابرٹ کے جسم میں کوئی دوسری رُوح حلول کرگئی ہے تو اس نے تہہ خانے سے باہر نکلنے کی کوشش بھی ضرور کی ہوگی، ہوسکتا ہے اس نے تالا توڑ دیا ہو۔"

"آپ نے کتنے دنوں سے تہہ خانے کا رُخ نہیں کیا؟"

"کوئی چار ماہ ہوگئے، جب میں نے آخری بار قفل چیک کیا تھا لیکن جب سے تابوت وہاں رکھا گیا ہے میں نے تہہ خانے میں جانے کی ہمت نہیں کی ہے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اسے ایک بار پھر دیکھ لینا چاہیئے۔" میں نے مونا کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں لرزتے دیکھ کر کہا۔ "اگر رابرٹ کا جسم اب بھی تابوت میں موجود ہے تو اسے قبرستان میں لے جا کر دوبارہ دفن کردینا مناسب ہوگا۔"

"نہیں، مسٹر امجد نہیں۔" مونا نے سہمے ہوئے انداز میں میرے اور قریب کھسک کر میرا ہاتھ پوری شدت سے جکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تنہا اس تہہ خانے میں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور اب۔ اب تو میرا اس گھر میں رہنا بھی دشوار ہوگا۔ میں یہاں بالکل تنہا رہتی ہوں۔ پجاری کی اس ہدایت پر کہ رابرٹ کے تابوت کا علم کسی اور کو نہ ہونے پائے، میں نے گھر کے تمام ملازموں کو بھی اسی روز رخصت کردیا تھا جب تابوت کو تہہ خانے میں منتقل کیا گیا تھا۔"

"لیکن جن افراد نے تابوت کو تہہ خانے میں محفوظ کیا تھا۔ وہ تو اس راز سے ضرور واقف ہوں گے۔" میں نے مونا کو پہلی بار مشکوک لہجے میں مخاطب کیا۔

"ہاں، صرف وہی چار آدمی اس راز سے واقف ہیں لیکن وہ چاروں ہی پجاری تھے جنہیں منوہر داس نے خاص طور پر اسی کام کی غرض سے بھیجا تھا۔" مونا نے اسی سہمے ہوئے انداز میں کہا پھر مجھ سے لپٹ کر ساری جان سے کپکپاتے ہوئے بولی۔ "نہیں مسٹر امجد، اب میں اس گھر میں ایک پل کے لئے بھی تنہا نہیں رہ سکتی، مجھے فوری طور پر مکان کو تالا لگا کر کسی ہوٹل میں منتقل ہونا پڑے گا۔ آج اور اسی وقت۔"

مونا کا چہرہ خوف و دہشت سے زرد ہورہا تھا۔ وہ جنونی انداز میں مجھ سے لپٹی ہوئی تھی اور اس کا جسم بید مجنوں کی مانند کانپ رہا تھا۔ اس نے کچھ ایسے انداز میں مجھ سے گفتگو کا آغاز کیا تھا جیسے ہم ایک دوسرے سے برسوں سے واقف رہے ہوں۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو شاید میں اس کے پُرکشش اور حسین وجود کو پوری شدت کے ساتھ اپنی آغوش میں سمیٹ لیتا لیکن اس وقت اسے ہمدردی اور میرے سہارے کی ضرورت تھی۔ میں نے نہایت بے تکلفی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"آپ قطعی پریشان نہ ہوں مس مونا، میں آپ کے ساتھ ہوں اور میرے ہوتے ہوئے آپ پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔" میں چند لمحے اسے ہمت دلاتا رہا پھر خود بھی ہمت کرکے بولا۔ "آیئے ہم دونوں تہہ خانے میں چل کر تابوت کو دیکھتے ہیں۔"

میرے جواب میں مونا تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ یوں جیسے وہ مجھ سے اسی بات کی متوقع تھی۔ اس نے میرا سیدھا ہاتھ بدستور تھام رکھا تھا۔

بنیادی طور پر میں اتنا نڈر اور بے خوف بھی نہیں ہوں کہ چراغ جلنے کے بعد کسی اندھیرے تہہ خانے میں جاکر کسی دو سالہ پرانی لاش کا معائنہ کرسکتا لیکن مونا کی موجودگی میں میں نے اپنی کم ہمتی کا مظاہرہ مناسب نہیں سمجھا اور پھر ایسی صورت میں کہ جب وہ دو سال سے تنہا اسی مکان میں مقیم تھی، جس میں رابرٹ کا تابوت بھی موجود تھا۔ ویسے بھی میں رابرٹ کو چونکہ دو ماہ پہلے زندہ دیکھ چکا تھا... اسلئے میں مونا کی زبانی صورت حال سے آگاہ ہونے کے بعد اس کے تابوت کو ایک نظر دیکھ لینا چاہتا تھا۔

ڈرائینگ رُوم سے نکل کر مونا راہداری میں آگئی جہاں دونوں اطراف کمرے موجود تھے لیکن اس کے دروازوں پر تالے جھول رہے تھے۔ وہ میرا ہاتھ تھامے آگے بڑھ رہی تھی۔

وقتی طور پر میں نے طے کرلیا تھا کہ مونا کو اس کے شوہر کے مُردے سے نجات دلانے کے بعد ہی اس کا ہاتھ چھوڑوں گا۔ راہداری کے اختتام پر بائیں جانب مونا کی خواب گاہ تھی۔ خواب گاہ میں داخل ہوکر مونا نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ پھر وہ خواب گاہ سے گزر کر ملحق کمرے میں آئی جو بطور ایک چھوٹے سے اسٹور رُوم کے استعمال کیا جاتا تھا۔

یہاں پرانے سامان کا ذخیرہ موجود تھا۔ اسٹور رُوم میں داہنی جانب والے کونے میں ایک لکڑی کی الماری موجود تھی۔ مونا نے میری مدد سے اس الماری کو اس کی جگہ سے ہٹایا تو دیوار میں ایک کھڑکی نما دروازہ نمایاں ہوگیا جس پر بھاری قفل موجود تھا۔

مونا نے قفل کھولنے سے پیشتر دروازے کے قریب لگے ہوئے سوئچ کو آن کردیا اور پھر دروازہ کھولا۔ دوسری جانب ایک آہنی زینہ موجود تھا جو گھومتا ہوا نیچے تہہ خانے تک چلا گیا تھا۔ زینے سے

اُوپر وہ بلب روشن تھا جس کا سوئچ آن کیا گیا تھا۔

زینے میں اتنی کشادگی تھی کہ ہم دونوں ایک ساتھ نیچے اتر سکتے تھے۔ مُونا نے بدستور میرا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ شاید اسے اس بات کا خطرہ لاحق تھا کہ اگر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تو میں بھاگ جاؤں گا۔ مونا کے جسم کی تپش اس کے ہاتھوں کے ذریعے میرے اندر منتقل ہو رہی تھی۔ اس لئے میں نے دیدہ و دانستہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ زینے کو طے کر کے ہم نیچے اترے تو وہاں فرش پر ایک جانب ایک آبنوسی تابوت موجود تھا۔

تہہ خانے میں تابوت کے علاوہ کچھ اور ضروری سامان اور لکڑی کی دو الماریاں بھی موجود تھیں۔ زینے کے بلب کی روشنی ہر چند کہ بہت زیادہ نہیں تھی لیکن تہہ خانے کی تمام چیزیں صاف طور پر دیکھی جا سکتی تھیں۔ مونا اور ہم دونوں قدم بڑھاتے ہوئے بند تابوت کے قریب پہنچ گئے۔

"مسٹر امجد" اس نے آہستہ سے سرگوشی کی "یہی ہے وہ تابوت جس میں رابرٹ کا مُردہ موجود ہے"

مُونا کی سرگوشی سُن کر پہلی بار مجھے خوف کا احساس ہوا۔ مجھے اپنی پیشانی پر پسینے کے قطرے اُبھرتے محسوس ہو رہے تھے۔ مُونا نے تابوت کی نشاندہی غالباً اس لئے کی تھی کہ میں اسے کھولنے کی جسارت کروں۔ میرے دل کی دھڑکن بتدریج تیز سے تیز تر ہو رہی تھی۔ تہہ خانے میں سیلن کی گھٹی آمیز بدبُو موجود تھی۔ میں نے ہمت کر کے تابوت کے ڈھکنے پر ہاتھ رکھا۔

دوسرے ہی لمحے تہہ خانے میں وہی تیز مہک پھیل گئی جو میرے لئے بہت مانوس تھی۔ تابوت کے ڈھکنے پر میرے ہاتھوں کی گرفت ایک لمحے کو کمزور ہو گئی۔ کوئی اندرُونی اور نادیدہ آواز مجھے اکسا رہی تھی کہ میں تابوت سے ہاتھ کھینچ لوں، مُونا کے حسین وجود کو دھکا مار کر ایک طرف گرا دُوں اور بھاگتا ہوا اس عمارت کی حدُود سے باہر نکل جاؤں۔

میں نے پلٹ کر مونا کی جانب دیکھا۔ وہ میرے قریب ہی موجود تھی۔ اس کی آنکھوں میں بھی خوف کی جھلکیاں موجود تھیں۔ ہماری نگاہوں کا تصادم ہوا تو غالباً اس نے میری آنکھوں سے میرے دل کا ارادہ بھانپ لیا تھا۔ آہستہ سے بولی:

"مسٹر امجد، اگر آپ کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہوں تو ہمارا اس تابُوت کو ہاتھ لگانا مناسب نہ ہوگا۔ ہم اسے یہیں چھوڑ کر بھی واپس چل سکتے ہیں"

"آپ کا اندازہ غلط ہے مس مُونا" میں نے ہمت کر کے جواب دیا پھر دوبارہ تابوت کے ڈھکنے کو تھاما اور ایک جھٹکے سے اسے اُوپر اٹھا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میرے اور مُونا کے حلق سے ایک ساتھ بڑی خوفناک چیخیں بلند ہوئی تھیں۔ جو کچھ میں نے دیکھا اسے یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

رابرٹ جم کا مُردہ تابوت کے اندر بہترین سُوٹ میں ملبُوس یُوں لیٹا ہوا تھا جیسے ابھی ابھی سویا ہو اور تابُوت سے تیز خوشبُو کے بھبکے اُٹھ رہے تھے۔ مُونا مجھ سے لپٹی ہوئی چیخ رہی تھی اور میں پھٹی پھٹی نظروں سے رابرٹ کی لاش کو دیکھ رہا تھا جو بالکل تر و تازہ حالت میں میرے سامنے موجود تھی۔

"مس مُونا" میں نے کپکپاتی ہوئی آواز میں ہمت کر کے پوچھا۔ "کیا رابرٹ کو مرنے کے بعد کفن میں نہیں لپیٹا گیا تھا؟"

"لپیٹا گیا تھا۔ ل... یے... لیکن یہ سُوٹ کہاں سے آگیا؟"

مُونا نے خوف سے کہا "اوپر چلو امجد..." مُونا نے میرا ہاتھ پکڑ کر زینے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا لیکن قبل اس کے کہ ہم واپسی کے ارادے سے پلٹتے، میرے حلق سے ایک اور خوفناک چیخ بلند ہو کر تہہ خانے میں گونج اٹھی تھی۔

رابرٹ کا مُردہ جسم آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھول رہا تھا بالکل زندہ انسانوں کی طرح، میری ہذیانی چیخ سُن کر مُونا نے بھی تابُوت کی طرف دیکھا۔ اس کے حلق سے بھی ایک کربناک چیخ بلند ہوئی پھر وہ بیہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔

مُونا کی بیہوشی نے میرے ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے کر دیئے۔ اسے تنہا چھوڑ کر وہاں سے بھاگنا میری مردانگی کے خلاف تھا۔ میں اسے اٹھانے کے ارادے سے نیچے کی طرف جُھکا لیکن ٹھیک اسی وقت اُوپر زینے پر روشن بلب ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ تہہ خانے میں اب گھُپ اندھیرا تھا۔ میری ہمت بھی جواب دے چکی تھی۔ خوف اور دہشت کے مارے میرے ہاتھ پیر برف کی مانند ہو رہے تھے۔

میں نے مُونا کا خیال چھوڑ کر اندھیرے میں زینے کی جانب قدم بڑھائے مگر دوسرے ہی لمحے کوئی وزنی شے پشت سے میرے سر سے ٹکرائی اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے بس اتنا یاد ہے کہ جس وقت میں اپنا توازن کھو کر نیچے گر رہا تھا اس وقت تہہ خانے میں کسی مَرد کے بھیانک قہقہے کی گونج سنائی دی تھی۔ اس کے بعد میرے اُوپر کیا گزری اور مُونا کا کیا حشر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری بار ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک آرام دہ بستر پر پڑا پایا۔ میرے ذہن میں اُلجھی ہوئی کڑیاں میرے حواس بحال ہونے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ اپنا بل کھول رہی تھیں۔ میری یادداشت رفتہ رفتہ تازہ ہو رہی تھی۔ کچھ دیر تک میں یونہی چت پڑا حالات کے تانے بانے جوڑتا رہا پھر میں نے نظریں گھما پھرا کر ماحول کا جائزہ لیا۔

میں اس وقت ایک مختصر مگر صاف ستھرے کمرے میں تھا جہاں انسانی ضرورت کی چھوٹی موٹی تمام چیزیں موجود تھیں۔ یہ نہ میرا اپنا مکان

تھا اور نہ مُونا کا کاٹیج۔ میں نے ذہن پر زور دیا تو مجھے یاد آگیا کہ بیہوش ہونے سے پہلے میں مُونا کے ساتھ تہہ خانے میں موجود تھا، جہاں ہم رابرٹ کا تابوت دیکھنے کی غرض سے گئے تھے۔ رابرٹ کے مُردے نے اپنی آنکھیں کھولنی شروع کی تھیں۔ پھر اندھیرا ہونے پر پُشت سے کسی نے میرے سر پر ضرب لگائی تھی اور...

میرا ہاتھ انتیاری طور پر اپنے سر پر گیا لیکن وہاں میں نے کوئی ایسی علامت محسوس نہیں کی جو کسی شدید ضرب کی نشاندہی کر سکتی۔ میں ہڑبڑا کر بستر سے اٹھا۔ کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا۔ میں باہر نکل کر دیکھنا چاہتا تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟ مجھے یہاں کون لایا تھا اور مُونا کے کاٹیج کے تہہ خانے میں بیہوشی سے دوچار ہونے کے بعد میرے اُوپر کیا گزری تھی؟ کمرے کا دروازہ کھُلا دیکھ کر کم از کم مجھے اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ میں جہاں بھی تھا وہاں میری حیثیت قیدیوں جیسی نہیں تھی۔

میرے قدم کھُلے دروازے کی طرف اٹھے لیکن میں درمیان ہی میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ کمرے میں موجود آہنی الماری کے شیشے میں اپنا حُلیہ دیکھ کر ایک ثانیے کو مجھے خود اپنے وجود پر شُبہ ہوا تھا۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے خود اپنے حُلیے اور ہیئت کا جائزہ لینا شروع کیا۔

میرے جسم پر اس وقت کھدر کا کُرتہ اور پاجامہ موجُود تھا۔ میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے اور چہرے پر بھری ہوئی داڑھی کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اپنی کیفیت کی اس تبدیلی پر میری حالت غیر ہونے لگی، میں نے ہاتھ اٹھا کر اپنی داڑھی کے سیاہ اور گھنیرے بالوں کو آزمایا۔ وہ نقلی نہیں تھے۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ مجھے حیرت تھی کہ اتنی جلدی میرے حُلیے میں اس قدر تبدیلیاں کیسے رُونما ہو گئیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں کوئی بھیانک اور ہولناک خواب دیکھ رہا ہوں!

میں نے اس شُبہے کو دُور کرنے کے لئے اپنے بازُو میں چٹکی لی اور چونک اٹھا۔ میں جو کچھ دیکھ رہا تھا، وہ خواب نہیں حقیقت تھا اور اس حقیقت کا انکشاف میری دہشت میں اضافہ کر رہا تھا۔ میں نے دل کی حرکتوں کو ٹٹولا۔ اپنے ذہن کو آزمایا۔ اپنے وجُود کو تمام زاویوں سے پرکھا۔ اپنے ماضی کے اوراق اُلٹ پلٹ کر دیکھے۔ مجھے کہیں بھی کوئی جھول نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں امجد علی ہی تھا لیکن میری ہیئت بدل چکی تھی۔ یہ سب کیسے ہوا؟ کیوں کر ہوا؟

مجھے ان تبدیلیوں کا بالکل احساس نہیں تھا لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ میرے اندر جو تبدیلیاں رُونما ہوئی ہیں، وقت کی طوالت کو ان تبدیلیوں میں خاصا دخل ہے مگر وقت کی اس میعاد کو میرے وجود نے کیونکر طے کیا۔ یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ میں آئینے کے سامنے کھڑا ابھی اپنی شکل پر حیرت کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دروازے کی سمت نگاہ ڈالی۔

میری نگاہوں کے سامنے ایک انتہائی شوخ، چنچل، حسین اور کمسن لڑکی آسمانی رنگ کی ساڑھی میں ملبُوس کھڑی مجھے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ہرنیوں جیسی چمک موجُود تھی اور کشادہ پیشانی پر بندیا چمک رہی تھی۔ میں بندیا دیکھ کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ یقیناً کوئی ہندو لڑکی تھی۔ خود مجھے اپنے پہناوے پر بھی شک ہوا تھا۔ میرا موجودہ رنگ و رُوپ بھی ہندوؤں جیسا ہی تھا۔ قبل اس کے کہ اس لڑکی سے مخاطب ہوتا، اس کے گلابی اور گداز ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی۔

"نمستے" اس کی آواز کی نغمگی میرے کانوں میں رس گھول گئی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ لڑکی کا تعلق میرے خیال کے مطابق ہندو دھرم ہی سے تھا۔

"تم کون ہو؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"میں سریتا ہوں، مہاراج" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا "تمہاری داسی"

"مجھے یہاں کون لایا ہے، یہ جگہ کونسی ہے اور تم نے مجھے مہاراج کہہ کر کیوں مخاطب کیا؟" میں نے سریتا کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یہ رشی پور ہے مہاراج" سریتا نے میرے لہجے کی سختی کو محسوس کرتے ہوئے قدرے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا "تمہیں یہاں کون لایا تھا، اس کی خبر منوہر داس مہاراج کو ہوگی۔ مجھے تو اتنا معلوم ہے کہ جب پُجاری تمہیں یہاں لائے تھے تو تمہاری جان جوکھم میں نظر آتی تھی۔ منوہر داس نے خود اپنے پوتر ہاتھوں سے تمہارے لئے دوا دارُو کیا تھا۔ پھر مجھے تمہاری سیوا پر لگا دیا اور آج... آج پورے تین ماہ بعد تم نے آنکھیں کھولیں۔ میں ابھی جا کر منوہر داس کو خبر کرتی ہوں"

سریتا جانے کے ارادے سے پلٹی تو میں نے اسے آواز دے کر روک لیا۔ اس کی باتوں نے میری اُلجھنوں میں مزید اضافہ کر دیا تھا... رشی پور اور منوہر داس مہاراج کا نام میں مُونا کی زبانی پہلے ہی سن چکا تھا۔ سریتا کے بیان کے مطابق میں تین ماہ تک بیہوش رہا تھا۔ یہ تمام باتیں میرے ذہن کو اُلجھا رہی تھیں۔ میں منوہر داس کے سامنے جانے یا اس سے مُلاقات کرنے سے پیشتر سریتا سے کچھ اور باتیں بھی دریافت کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے موقع کے اعتبار سے اپنا لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں سریتا کہ تم نے میری تیمارداری کی میں تم سے اپنے بارے میں کچھ اور باتیں بھی پوچھنا چاہتا ہوں"

"پوچھو مہاراج" اس نے شوخی سے کہا "میں سیوک ہوں، تم جو آگیا دو گے اس کا پالن کرنا میں اپنا دھرم سمجھوں گی"

"کیا رشی پور کے پُجاری مجھے تنہا اٹھا کر یہاں لائے تھے؟"

"میں تمہارے من کا بھید سمجھ گئی مہاراج" اس بار سریتا بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے شوخی سے بولی "تم شاید اس سُندر ناری

کے لیے بیاکل ہو جو تمہارے ساتھ یہاں لائی گئی تھی۔ کیا لگتی ہے وہ تمہاری ؟" آخری جملہ سریتا نے بڑی رازداری سے ادا کیا تھا۔

"وہ... وہ میری دوست ہے" میں نے تیزی سے کہا "کیا وہ بھی یہیں رشی پور میں موجود ہے ؟"

"ہاں مہاراج" سریتا نے اثبات میں گردن کو جنبش دیتے ہوئے کہا "وہ بھی زخمی تھی پر تو اس کے زخم زیادہ نہیں تھے۔ پندرہ دن میں بھلی چنگی ہو گئی تھی۔ بابا منوہر داس نے اس سے کہا بھی تھا کہ وہ واپس شہر چلی جائے لیکن جانتے ہو اس نے کیا کہا... ؟ اس نے تمہیں چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا۔ تمہارے کارن اس نے بلیدان بھی دیا ہے۔ اپنا دھرم چھوڑ کر پجاریوں میں شامل ہو گئی ہے... سچی پجارن ہے تمہاری"

"تمہارا منوہر داس سے کیا رشتہ ہے ؟"

"وہ میرا بابا لگتا ہے" سریتا شوخی سے بولی "اسی وجہ سے تیری وہ سفید چمڑی والی پجارن مجھ سے بھی پیار کرتی ہے۔ میری جگہ اگر کسی اور کو تمہاری سیوا کرنے کا ادھیکار دیا جاتا تو وہ اسے جان سے مار دیتی"

"شاید اسی لئے وہ میرے ہوش میں آنے کے بعد بھی پجاریوں کے ساتھ بیٹھی کہیں رنگ رلیاں منا رہی ہو گی" میں نے جلے کٹے لہجے میں جواب دیا۔

"ایسا مت سوچو مہاراج" سریتا نے تیزی سے مونا کی حمایت کی۔ "وہ تمہاری سچی بھگت ہے۔ سارا سارا دن اور ساری ساری رات تمہارے چرنوں سے لگی بیٹھی تمہاری موہنی صورت تکتی رہتی ہے۔ تمہارے رنگ نے اسے بہت بھاتی ہے... جب اس کا دل بھر آتا تھا تو مندر میں جا کر دیوی کے چرنوں میں بیٹھی تمہارے جیون کی پرارتھنا میں لگ جاتی تھی۔ اس کا پریم سچا ہے مہاراج، ورنہ وہ اپنا دھرم کبھی نہ بدلتی"

سریتا کی باتیں میرے لئے عجیب تھیں۔ اس کے بیان کے مطابق میں پورے تین ماہ بعد ہوش میں آیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی چند لمحے گزرے ہیں۔ اگر میرے چہرے پر داڑھی نہ ہوتی تو شاید میں اس کی بات کا یقین کبھی نہ کرتا۔ مونا کے رویے بھی میری حیرت بے جا نہ تھی۔

میں اس روز پہلی بار اس سے ملا تھا۔ صرف ایک ملاقات میں کسی عورت کا اس قدر آگے بڑھ جانا کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ مذہب بدل دیتی۔ ممکن ہے حالات کے پیش نظر اس نے ایسا کیا ہو۔ وہ بھی رابرٹ کی طرح طاقت کے حصول کی غرض سے منوہر داس کے جتھے میں شامل ہوئی ہو۔

سریتا نے کہا تھا کہ مونا بھی زخمی حالت میں ہی یہاں لائی گئی تھی۔ مجھے مونا کا زخمی ہونا یاد نہیں تھا۔ وہ رابرٹ کو آتے دیکھ کر ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔ بے ہوشی کے عالم میں کسی کو اسے زخمی کرنے کی کیا ضرورت تھی... میں نے ذہن پر زور دے کر حالات کا جائزہ لینا چاہا تو میرے دماغ کی رگوں میں کھنچاؤ سا ہونے لگا۔ سر میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی خاطر قریب رکھی ہوئی کرسی پر گرا دیا۔ سریتا میرے قریب آ کر نہایت معصومیت سے بولی۔

"کیا بات ہے مہاراج۔ تم بیٹھ کیوں گئے۔ کیا ہمارے گاؤں کی سیر کرنے کا ارادہ نہیں ہے ؟"

"یہ بات نہیں ہے سریتا" میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کو جگائے رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "مجھے چکر سا آ رہا ہے، اس لئے بیٹھ گیا"

"بابا نے یہ بھی کہا تھا کہ تمہیں ہوش آ جائے تو فوراً چلنے پھرنے نہ دیا جائے۔ میں تو بھول ہی گئی تھی مہاراج" سریتا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہتا، وہ ہرنی کی طرح اچھل کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

میں غالباً واقعی تین مہینے کے بعد ہوش میں آیا تھا جو میرے سر کا درد اچانک اتنی شدت اختیار کر گیا تھا۔ میں نے کھلے دروازے سے باہر دیکھا۔ شام کا اندھیرا آہستہ آہستہ اپنا دامن پھیلا رہا تھا۔ سریتا شاید منوہر داس کو خبر کرنے گئی تھی۔ میں اپنی ذہنی قوتوں کو یکجا کرنے کی خاطر ہاتھ اٹھا کر دونوں کنپٹیوں کو سہلانے لگا۔

واقعات کی کڑیاں پھر الجھنے لگی تھیں۔

مجھے شاید بیتی باتوں کو یاد کرنے کے لئے ذہن پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔ سر میں اٹھنے والے درد کی ٹیسوں نے مجھے آبدیدہ کر دیا تھا........ میں نے کنپٹیوں کو اور شدت سے سہلانا شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد سریتا دوبارہ کمرے میں آئی۔ وہ تنہا تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں مٹی کا ایک بڑا پیالہ اٹھا رکھا تھا۔ جلدی سے میرے قریب آ کر بولی "لو مہاراج، اسے پی لو۔ بھگوان نے چاہا تو تم ٹھیک ہو جاؤ گے"

میں نے سریتا کو ایک نظر دیکھا پھر پیالہ اس کے ہاتھ سے لے کر اس میں جو کچھ بھی تھا، ایک ہی سانس میں حلق کے نیچے اتار لیا۔ میرے دماغ کی رگیں پھٹی جا رہی تھیں۔ اس وقت امرت کے نام پر اگر کوئی مجھے زہر بھی دیتا تو شاید میں اسے بھی پی جاتا۔ سریتا نے خالی پیالہ میرے ہاتھ سے لے کر زمین پر رکھ دیا پھر میرے بالوں میں اپنی خوشنما انگلیاں پھیرنے لگی۔

پیالے کا محلول میرے لئے اکسیر ثابت ہوا۔ سر درد کی شدت بتدریج کم ہونے لگی۔ مجھے اپنے جسم میں ایک نئی توانائی ابھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو سوچ سے آزاد کر دیا اور سریتا کو ستائش آمیز نظروں سے گھورنے لگا۔ اس نے فوری طور پر مجھے جو کچھ پلایا تھا، وہ میرے لئے تریاق ثابت ہوا۔ میں نے بند رگوں سے

سن بھی رکھا تھا کہ سادھو اور پجاریوں کو جڑی بوٹیوں کا استعمال معلوم ہوتا ہے۔ چند لمحے پہلے میں کسی ٹوٹتے ہوئے درخت کی مانند گرنے کے لئے مجبور رہا تھا لیکن اب میرے جسم کے اندر جیسے بجلیاں کوندنے لگی تھیں۔ میرے دل اور دماغ پر گویا برف کی تہیں جم گئی تھیں لیکن برف کی ان تہوں نے مجھے منجمد نہیں کیا تھا بلکہ میرے خون کی گردش کو اور تیز کر دیا اور اس عالم میں سریتا کا حسین وجود میرے اندر سوئے ہوئے جذبات کو ابھار رہا تھا۔

میرے ذہن پر نشہ سا طاری ہو رہا تھا۔ میں نے دیوانوں کی طرح اس کے پرکشش وجود کو گھسیٹ کر اپنی آغوش میں گرا لیا۔

"مہاراج" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی "تمہیں آرام کی ضرورت ہے"

"آرام کی نہیں سریتا، مجھے تیری ضرورت ہے" میں نے جنونی انداز میں اس کے سر کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا سہما ہوا وجود میری آغوش میں تھا۔ وہ جال میں پھنسی ہوئی ہرنی کی طرح بار بار تڑپ کر خود کو آزاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور میں بار بار اپنے بازوؤں کا حصار اس کے گرد تنگ کر دیتا تھا۔ مجھے اس کھیل میں بے حد لطف آ رہا تھا لیکن یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

دروازے پر اچانک کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی تو میں نے غیر اختیاری طور پر سریتا کو آزاد کر دیا۔

وہ تیزی سے اچھل کر مجھ سے دور ہو گئی اور اپنی اکھڑی اکھڑی سانسوں پر قابو پانے لگی۔ دروازے سے میں نے مونا کو اندر آتے دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ ہندوانے لباس نے اس کے حسن کو اور نکھار دیا تھا۔ سریتا کی طرح مونا کے ماتھے پر بھی سرخ بندیا چمک رہی تھی۔

"مونا" میں نے اس کے استقبال کے لئے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مونا نہیں، منورما کہو مہاراج" سریتا نے شوخی سے کہا اور مجھے گہری نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔

"تم... تم ہوش میں آ گئے مسٹر امجد" مونا نے جس کا نیا نام منورما تھا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا پھر ہاتھ جوڑ کر اور آنکھیں بند کر کے بولی۔ "دیوی، یہ سب تیری کرپا ہے۔ تو نے اپنی پجارن کی بنتی کی لاج رکھ لی"

مجھے مونا، منورما کے منہ سے یہ باتیں عجیب لگ رہی تھیں لیکن میرے دل میں اس کی محبت کا اور عقیدت کا ایک نیا جذبہ ابھرے بغیر نہ رہ سکا۔

سریتا کے بیان کے مطابق منورما اگر چاہتی تو واپس شہر جا سکتی تھی لیکن اس نے مجھے بیماری کی حالت میں تنہا چھوڑ کر واپس جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ وہ میری تیمارداری میں شب و روز مصروف رہی تھی۔ سریتا نے یہی کہا تھا۔ منورما نے میرے لئے اپنا مذہب بھی بدل دیا تھا۔ میری خاطر اس نے مندر میں دیوی کے قدموں میں بیٹھ کر دعائیں مانگی تھیں اور اب... اب مجھے اپنے قدموں پر کھڑا دیکھ کر وہ اپنی دیوی کا بڑی عقیدت سے شکریہ ادا کر رہی تھی۔

مجھے اس کے خلوص پر پیار آ گیا۔ میرے ذہن پر اب بھی نشہ سا طاری تھا۔ میں آہستہ سے آگے بڑھا۔ منورما آنکھیں بند کئے کھڑی دیوی سے مخاطب تھی۔ میں نے بازو پھیلائے اور منورما کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

"امجد" اس نے میرے کشادہ سینے پر اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے کہا۔ "منوہر داس مہاراج نے کہا تھا اگر میں دیوی کی داسی بن جاؤں اور دیوی کے چرنوں میں سر جھکا کر تمہاری صحت کے لئے بنتی کروں تو تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ مہاراج نے سچ ہی کہا تھا امجد، تمہارے بچنے کی امید نہیں تھی لیکن دیوی نے میری بنتی کی لاج رکھ لی"

"تم نے میری خاطر اپنے مذہب سے بھی منہ موڑ لیا" میں نے اس کا خوبصورت چہرہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم بہت عظیم ہو منورما"

"تم میرے گھر میں زخمی ہوئے تھے امجد، تم نے میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا پھر میں تمہارا ساتھ کس طرح چھوڑ دیتی" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "اگر دیوی میری پکار نہ سنتی اور تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں بھی اس دنیا سے منہ موڑ لیتی"

"تم خود بھی کسی دیوی سے کم نہیں ہو منورما" میں نے جسارت کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں کی کچھ سرخی چرا لی۔ منورما نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ میرا ذہن نشے سے بھاری ہوتا جا رہا تھا پھر مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ منورما نے مجھے سہارا دے کر دوبارہ بستر پر لٹا دیا اور خود بھی میرے قریب نیم دراز ہو کر میری پیشانی پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

میں نے اس سے باتیں کرنا چاہیں لیکن اس نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ میرے پپوٹے غنودگی کی شدت سے بوجھل ہو رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں، پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو منورما میرے قریب ہی موجود تھی۔ اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے میرا استقبال کیا۔ میرے ذہن پر گزشتہ روز کے واقعات ابھرنے لگے لیکن میں نے ان واقعات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ذہن پر زور ڈالنے سے میرے دماغ کی نسیں پھٹنے نہ لگیں۔

منورما میرے لئے پانی کا لوٹا اور تسلہ لے آئی۔ میں نے کمرے کے اندر ہی منہ ہاتھ دھویا پھر منورما کے ساتھ ناشتہ کیا۔ ناشتے کے بعد میں نے منورما سے آئندہ پروگرام کے بارے میں دریافت کیا تو وہ نہایت معصومیت سے بولی۔

"تم دیوی کی کرپا سے اب ٹھیک ہو گئے ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں جو تمہارا پروگرام ہو، میں بھی وہی کروں گی۔"

"کیا تمہارا ارادہ رشی پور میں قیام کرنے کا ہے؟" میں نے پوچھا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا "میرا اندازہ ہے کہ یہاں تمہارا دل شاید لگ گیا ہے۔ تم نے یہاں کی زبان بھی سیکھ لی ہے اور یہاں کے ماحول سے بھی مطمئن نظر آتی ہو۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ اپنی مرضی سے کیا ہے۔ مجھے اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے بھی کسی نے زور نہیں دیا تھا۔" منورما نے سنجیدگی سے کہا "منوہر داس کے بارے میں پہلے میری رائے اچھی نہیں تھی۔ لیکن جب میں نے اسے قریب سے دیکھا تو مجھے اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔ اس کے پاس بے شمار قوتیں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ بہت باتیں کرنے کا عادی ہے۔ مجھے ایسے لوگ پسند ہیں جو صاف گوئی سے اور کھل کر باتیں کرتے ہیں۔"

"میرے بارے میں منوہر داس کا کیا خیال ہے؟" میں نے منورما کی باتوں سے متاثر ہوتے ہوئے پوچھا "کیا وہ میری یہاں موجودگی سے خوش ہیں؟"

"اس کے من میں کیا ہے، یہ وہی بہتر جانتا ہو گا لیکن میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اس نے تمہاری زندگی بچانے کے لئے وہ جتن کئے ہیں جو ایک انسان کو دوسرے کے لئے کرنے چاہئیں۔"

"لیکن تم یہ بھول رہی ہو کہ میں ایک مہمان ہوں اور یہاں کا ماحول میری طبیعت سے مطابقت نہیں رکھتا۔"

"تم پوری طرح صحت مند ہو کر یہاں سے واپس بھی جا سکتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ منوہر داس بھی جانتا ہے کہ تمہارا تعلق کس مذہب سے ہے لیکن اس نے تمہاری دیکھ بھال مذہب کے اعتبار کو بھول کر انسانیت کے رشتے سے کی تھی۔ اس نے اس بات کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ ہم دونوں نے دانستہ ہی سہی لیکن اس کے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب۔ ہم" میں نے چونک کر کہا "ہم نے اس کے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کب کی تھی؟"

"منوہر داس کا کہنا ہے کہ ہم دونوں نے تہہ خانے میں جا کر رابرٹ کے تابوت کو کھولنے کی حماقت کی تھی۔"

"اور میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے ہمیں تہہ خانے میں زخمی کیا اور یہاں اٹھا کر لائے وہ بھی تمہارے منوہر داس کے پجاری ہی رہے ہوں گے۔" میں نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا۔

منورما کو میری باتیں سن کر تعجب ہوا لیکن قبل اس کے کہ وہ میری باتوں کا جواب دیتی، سریتا بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے ہمیں بتایا کہ منوہر داس کو میرے ہوش میں آنے کی اطلاع ہو گئی ہے لہٰذا وہ میری مزاج پرسی کے لئے آ رہے ہیں۔

منورما منوہر داس کی آمد کی اطلاع سن کر احتراماً میرے پاس سے ہٹ کر دور جا بیٹھی اور میں نے اپنی توجہ کھلے ہوئے دروازے کی جانب مبذول کر دی۔ اس وقت میں پوری طرح ہوش و حواس میں تھا۔ میرا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ مونا کو رابرٹ کی لاش قبرستان سے نکلوا کر تہہ خانے میں رکھنے کا مشورہ بھی منوہر داس نے دیا تھا۔ منوہر داس کے پجاری یقیناً رابرٹ کی رہائش گاہ اور وہاں آنے جانے والوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کرنے پر مامور ہوں گے۔

مونا نے مجھ سے کہا تھا کہ میری طرح کچھ اور افراد بھی اسی انداز میں رابرٹ سے ملنے آ چکے تھے لیکن میں پہلا شخص تھا جسے مونا نے اپنی عمارت میں داخل ہونے کی اجازت دی تھی پھر شاید گفتگو کے دوران ہی مونا نے مجھ پر اعتماد کر کے اس راز کا انکشاف کر دیا جس کے اظہار کی اسے اجازت نہیں ہو گی۔ وہ ایک تنہا عورت تھی۔ اسے کسی مرد کے اعتماد اور سہارے کی ضرورت تھی جو اسے رابرٹ کے تابوت کے سلسلے میں کوئی مفید مشورہ دے سکتا۔ اس نے مجھے قابل اعتماد سمجھا تھا اور اپنا راز مجھ پر آشکار کر دیا تھا پھر میرے مشورے پر ہی وہ تہہ خانے میں جا کر رابرٹ کے تابوت کو دیکھنے پر آمادہ ہوئی تھی۔ منوہر داس کے پجاریوں نے یقیناً ہماری گفتگو سنی ہو گی۔ تہہ خانے تک ہمارا تعاقب کیا ہو گا پھر اس خیال کے پیش نظر کہ میں رابرٹ کے تابوت کو دوبارہ قبرستان میں لے جا کر دفن نہ کر دوں۔ انہوں نے زینے کے روشن بلب کو توڑا اور تاریکی میں مجھے اور مونا کو زخمی کر کے رشی پور اٹھا لائے اور اب منوہر داس میری مزاج پرسی کے لئے آ رہا تھا۔

میرے ذہن کی الجھی ہوئی گرہیں آپ ہی آپ کھل رہی تھیں۔ مجھے منوہر داس کی شخصیت کی پشت پر کسی گہری اور پراسرار سازش کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ منوہر داس سے دو ٹوک گفتگو کروں گا۔ مونا کی بات اور تھی۔ وہ عورت تھی اس لئے حالات کے پیش نظر اس نے منوہر داس کی شخصیت سے مرعوب ہو کر اپنی شخصیت کو مونا کے بجائے منورما کے روپ میں ڈھال لیا تھا۔

میری نگاہیں بدستور دروازے پر مرکوز تھیں کہ اچانک ایک تنومند سادھو نما شخص نمودار ہوا۔ اس کے دراز بال زلفوں کی صورت میں اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ڈاڑھی کے بال سینے پر جھول رہے تھے۔ اس کے جسم پر گہرے زرد رنگ کی ایک دھوتی کے سوا اور کوئی لباس نہیں تھا۔ سیدھے ہاتھ میں اس نے بڑے دانوں کی مالا تھام رکھی تھی۔ کشادہ پیشانی پر سفید رنگ کی آڑی ترچھی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ کشادہ چھاتی پر گھنے سیاہ بالوں نے اس کی شخصیت کو کچھ زیادہ ہی پرکشش اور بارعب بنا رکھا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا۔ میں نے ایک نظر میں اس کا جائزہ لینے

کے بعد اس کی آنکھوں میں دیکھا تو مجھے جھرجھری سی آ گئی۔

اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں کچھ ایسی ہی عجیب و غریب چمک اور کشش تھی کہ میں زیادہ دیر تک اس سے آنکھیں نہ ملا سکا۔ منورما اور سریتا نے بڑھ کر اس کے قدموں کو ہاتھ لگایا پھر دائیں بائیں ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔ وہ یقیناً منوہر داس ہی تھا جو دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا مجھے ٹکٹکی باندھے گھور رہا تھا۔

میں نے دو تین بار اس کی نظروں سے نظریں چار کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار گھبرا کر نگاہیں نیچی کر لیں..... اس کی نگاہوں میں کوئی ایسا سحر تھا، جادو تھا کہ میں اس کی نظروں کی تاب لانے سے قاصر ہو رہا تھا۔ کچھ دیر وہ دروازے پر خاموش کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا میرے قریب آیا تو اس کے قرب کی وجہ سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ چند ثانیے پہلے میں منوہر داس سے دو ٹوک گفتگو کرنے کا فیصلہ کر رہا تھا اور اب جب کہ وہ میرے کمرے میں موجود تھا، میں اس سے کترانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بالک، امجد علی" منوہر داس نے میرے سر پر اپنا کھردرا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہے کہ دیوی کی کرپا سے تم ٹھیک ہو گئے۔ پرنتو ابھی تمہیں کچھ دن اور آرام کرنا پڑے گا۔"

"منوہر داس" میں نے ہمت کر کے کہا "میں تمہارا شکر گزار ہوں، جو تم نے میرے علاج معالجے اور تیمارداری کی زحمت گوارا کی۔ منورما کے بیان کے مطابق میں زخمی حالت میں یہاں لایا گیا تھا اور اگر تم نے میری خبر گیری نہ کی ہوتی تو شاید میں مر گیا ہوتا۔"

"منش ہی منش کے کام آتا ہے بالک" وہ ٹھوس آواز میں بولا۔ "میں نے کسی لالچ یا بدلے کے کارن تیرا علاج نہیں کیا تھا۔"

"میرے بارے میں اب تمہارا کیا حکم ہے، میرا مطلب ہے کہ کیا مجھے رشی پور میں ابھی کچھ دن اور قیام کرنا ہو گا؟" میں نے منوہر داس سے نظریں ملائے بغیر پوچھا "کیا تمہارا خیال ہے کہ ابھی میں مکمل طور پر صحت مند نہیں ہوا؟"

"بالک، امجد علی" منوہر داس نے اس بار قدرے درشت لہجے میں کہا "تو اگر رشی پور سے جانا چاہتا ہے تو میں تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ پرنتو یہاں سے سدھارنے سے پہلے تجھے من کا میل دور کرنا ہو گا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکا منوہر داس" میں نے بھی سنجیدگی اختیار کر لی۔

"میرا مطلب جاننا چاہتا ہے مورکھ، اپنے من کو ٹٹول" وہ بدستور ٹھوس لہجے میں بولا "منوہر داس بھی تیری طرح ایک منش ہے۔ پرنتو دیوی اور دیوتاؤں کی سیوا اور گیان دھیان نے اسے اتنی شکتی بھی دان کر دی ہے کہ وہ دلوں کا بھید بھی جان سکتا ہے۔ تیرے من میں کیا ہے، وہ بھی مجھے معلوم ہے۔"

"منوہر داس" میں نے اس کی باتوں سے مرعوب ہونے کے بجائے دل کڑا کر کے پوچھا "کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تمہاری پجارن منورما کے تہہ خانے میں مجھے کس نے زخمی کیا تھا اور مجھے رشی پور لانے والے کون لوگ تھے؟"

"میں تجھے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ بتا سکتا ہوں بالک" اس نے کہنا شروع کیا "میرے آنے سے پہلے تیرے من میں میرے خلاف کیا تھا، میں وہ بھی جانتا ہوں اور مجھے یہ بھی خبر ہے کہ تو داسی منورما کے دوارے کیوں گیا تھا۔ تیرے جنم دن سے آج تک کی تمام باتیں مجھے معلوم ہیں۔ جن کے من اجلے ہوتے ہیں مورکھ وہ اندھیروں میں بھی دور تک دیکھنے کی شکتی پراپت کر لیتے ہیں۔ جو مرد ہوتے ہیں وہ مردوں سے نگاہیں ملا کر باتیں کرتے ہیں۔ پرنتو جن کے من میں گند ہوتا ہے، کھوٹ ہوتا ہے وہ بلوانوں سے نظریں نہیں ملا سکتے ـــ تو جاننا چاہتا ہے کہ داسی منورما کے تہہ خانے سے تجھے یہاں کون لایا ہے۔ میں چاہوں تو اپنی شکتی کے زور سے تیرا دھیان بھی پلٹ سکتا ہوں۔ جنتر منتر دکھاؤں تو کسی پالتو طوطے کی طرح میرے گن گانے لگو۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تجھے بتاؤں گا مورکھ کہ تو نے میرا راستہ کاٹنے کی حماقت کی تھی۔ تو نے میری اس آس کو توڑ دیا جو میں نے داسی منورما کے پتی کی آتما کو اپنے قابو میں کر کے اس کے شریر میں قید کرنے کی کارن جگایا تھا۔ تم نے میری ڈیڑھ سال کی بیٹھک خراب کر دی۔ میرے جاپ میں خلل پیدا کیا اور میں نے اسی کارن اپنے پجاریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ تجھے زخمی کر کے یہاں لائیں۔ میں نے سوچا تھا کہ تجھے رشی پور بلا کر ناگ پنچمی کے موقع پر ششیش ناگ کے نام پر تیرا بلیدان دوں گا پرنتو تجھے دیکھ کر مجھے یاد آ گیا... کہ تجھ پر اسی دنیا میں کچھ لوگوں نے ظلم کیا ہے۔ میں نے تیرے من میں انتقام کی اگنی دیکھ کر اپنا ارادہ بدل دیا۔ داسی منورما نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے تیرے جیون کی بھکشا مانگی تھی۔ میں نے تجھے شما کر کے تیرا علاج کیا اور آج جب تیری آنکھ کھل گئی تو مجھ سے اپنے خون کا حساب مانگ رہا ہے۔"

منوہر داس جلال کی کیفیت سے دوچار تھا۔ وہ ایک ہی سانس میں بولے جا رہا تھا۔ اس نے میرے ماضی کے اوراق کو ایک ایک کر کے پلٹنا شروع کیا۔ وہ واقعی دلوں کے بھید جاننے کی طاقت رکھتا تھا۔ اس نے کچھ ایسی باتیں بھی دہرائیں جن کا تعلق صرف میری ذات سے تھا۔ ان باتوں کا علم میرے سوا کسی اور کو نہیں تھا۔

میں خاموش بیٹھا اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس نے مجھے یاد کرایا کہ اگر میں تہہ خانے میں نہ گیا ہوتا اور رابرٹ کے تابوت کو نہ چھیڑا ہوتا تو وہ رابرٹ کی روح کو دوبارہ مستقل طور پر اس کے مردہ جسم میں کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ منوہر داس نے رابرٹ سے میری دونوں ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ وہ اسی کی قوت کا کرشمہ تھا جو اس نے

رابرٹ کی آتما کو عارضی طور پر اس کے شریر میں داخل کیا تھا لیکن رابرٹ کی بے چین رُوح کچھ مدت کے بعد اس کے جسم سے پھر علیحدہ ہو جاتی تھی۔ منوہر داس نے رُوح کو مستقل طور پر قابو کرنے کے لئے پاروتی کے شبھ نام پر جاپ شروع کیا تھا لیکن میرے درمیان میں آجانے سے وہ اپنا جاپ پورا نہ کر سکا اور اس نے مجھے سزا دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن منورما آڑے آگئی اور اس نے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے میرا علاج شروع کر دیا۔

منوہر داس کی باتیں مجھے متاثر کر رہی تھیں۔ اس کے لہجے کا سحر مجھے مرعوب کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا: "بالک، میں تجھے جیون دان کر چکا ہوں، تو آزاد ہے۔ جب تیرا من چاہے تو رشی پور سے سدھار سکتا ہے پرنتو ایک اپدیش (نصیحت) گرہ سے باندھ لے جب تک تو شریر اور آتما کی شکتی پراپت نہ کرلے اس سمے تک کسی بلوان سے مقابلہ کرنے کی حماقت بھی نہ کرنا۔"

"منوہر داس:" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا: "کیا میں ایک مہمان کی حیثیت سے بھی تمہارے درمیان قیام کر سکتا ہوں؟"

"دھرم کی باتیں مت کر مورکھ، دھرم کی باتیں کیول دھرماتماؤں کو شوبھ دیتی ہیں اور دھرم تو من کے اندر پروان چڑھتا ہے۔ منش کے من میں کیا ہے یہ ہر کوئی تو نہیں سمجھ سکتا۔" منوہر داس نے بڑی نرمی سے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا: "تو جب تک تیرا من چاہے یہاں رہ سکتا ہے۔ جن کے من اُجلے ہوتے ہیں وہ دھرم کی اونچ نیچ پر دھیان نہیں دیتے ہیں۔"

منوہر داس بدستور میرے قریب کھڑا رہا۔ میرے دل میں اس کے خلاف جو جذبہ تھا وہ کم ہونے لگا۔ میں نے نظریں اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے چار ہوئیں۔ مجھے ایک بار پھر اپنے جسم میں جھرجھری محسوس ہوئی۔ اس کی نگاہوں کی گرمی مجھے اپنے دل کی گہرائی میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے سحر سے بچنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھیں بدستور میری آنکھوں میں جمی ہوئی تھیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میرا وجود اس کی شخصیت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔ جیسے میرا جسم اپنے بوجھ کو اتار کر بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ مجھے اپنے اطراف نرم و لطیف بادلوں کے گالے اڑتے محسوس ہوئے۔ میں بالکل خالی الذہن ہو رہا تھا۔

منوہر داس کی آنکھوں کی کشش نے مجھے کسی معمول کی طرح سحر زدہ کر دیا تھا، پھر میرے کانوں میں کچھ آوازیں گونجیں جو آہستہ آہستہ صاف اور واضح ہوتی گئیں۔ کوئی غیر مانوس لیکن ملائم لہجے میں مجھ سے کہہ رہا تھا۔

"امجد علی، اپنے ماضی کے ان تاریک پہلوؤں پر غور کرو جنہوں نے تمہیں دوسروں کے مقابلے میں احساسِ کمتری کا شکار کر دیا ہے۔ یاد رکھو انسان اگر دوسروں کو زیر کرنا چاہے تو اسے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خان ایاز نے تم جیسے بے قصور پر جو مظالم کئے ہیں انہیں فراموش مت کرو، خود کو اس بات کے لئے آمادہ کرو کہ تمہیں خان ایاز سے انتقام لینا ہے اور اس انتقام کے لئے تمہیں اپنی جسمانی اور رُوحانی قوتوں کو بڑھانا ہے۔ تمہیں انتقام لینا ہے اور طاقت حاصل کرنا ہے۔"

میرے ذہن میں ان آخری جملوں کی تکرار ہوتی رہی۔

میں اس نادیدہ آواز کو بغور سن رہا تھا۔ پھر یہ تکرار بتدریج کم ہوتی گئی۔ میں جیسے سحر کی بندشوں سے آزاد ہو رہا تھا۔ میری نگاہیں بدستور منوہر داس کی آنکھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر منوہر داس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی: "بالک، کن خیالوں میں ڈوبا ہوا ہے؟"

اور منوہر داس کی آواز سن کر میں یوں چونکا جیسے سوتے ہوئے بیدار ہوا ہوں۔ منورما اور سرتیا بدستور ہاتھ باندھے کھڑی تھیں۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ منوہر داس جیسے عظیم شخص کی موجودگی میں میرا بستر پر بیٹھے رہنا احترام کے اصولوں کے منافی ہے اور پھر غیر اختیاری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔

منوہر داس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آشیرواد دیتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کے ساتھ منورما بھی چلی گئی۔ باہر سے گھنٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ شاید منوہر داس کے پجاری اس کے ساتھ تھے۔ میں اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا خلا میں گھورتا رہا کہ سرتیا تیزی سے میرے قریب آئی اور میرے قدموں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بڑی عقیدت سے بولی۔

"تم بڑے بھاگوان ہو جو بابا خود چل کر تمہارے دوارے تک آگئے ورنہ وہ اپنی کٹی سے باہر نہیں نکلتے۔ رشی پور کے بڑے بڑے پجاری بھی بابا کے چرن چھونے کی آس لے کر ان کی کٹی پر جاتے ہیں لیکن بابا کو جاپ کرتے دیکھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔" سرتیا بار بار میرے ہاتھ چوم رہی تھی۔ "تم منش نہیں بلکہ کوئی اوتار ہو جو بابا نے خود ہی تم سے بات کی۔ ورنہ وہ تو پجاریوں سے بھی بات نہیں کرتے۔"

"تیرا کیا خیال ہے میرے بارے میں؟" میں نے سرتیا کی معصومیت پر دل ہی دل میں مسکرا کر پوچھا۔

"پہلے میں تمہاری سیوک تھی لیکن اب تمہاری پجارن بھی بن گئی ہوں۔" وہ نہایت عقیدت سے بولی۔

"جانتی ہو پجارن کسے کہتے ہیں؟" میں نے شوخی سے کہا۔

"جانتی ہوں مہاراج۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پجارن اُسے کہتے ہیں جو اپنے دیوتا کے حکم پر جان بھی بلیدان کر دیتی ہے۔"

"کیا تو بھی میری خاطر اپنی زندگی قربان کر سکتی ہے؟"

"پجارن سے پوچھا نہیں جاتا مہاراج، اسے آگیا دی جاتی ہے۔"

سرتیا نے اتنی خوبصورت بات کہی تھی کہ میرا دل چاہا کہ اسے بانہوں میں سمیٹ کر اس کے ہونٹوں کی ساری لالی چرا لوں لیکن منورما آگئی تھی، اس لئے میں نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

منوہر داس سے میری گفتگو کے بعد منورما بھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ سائیکاسٹ تو میری حالت اس معمول سے مختلف نہیں تھی جو عمل تنویم کے زیرِ اثر اپنے عامل کے اشاروں پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ ویسے منوہر داس سے باتیں کرنے کے بعد میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ جب تک مکمل طور پر صحت یاب نہ ہو جاؤں رشی پور ہی میں قیام کروں گا۔ میرا دنیا میں تھا بھی کون جو میری فکر کرتا۔ بس میں اس کے لئے پریشان رہتا۔ صرف رحمت علی کا گھرانا تھا جہاں میرے لئے اپنائیت کا احساس موجود تھا۔ میں نے سوچا نہ جانے نعمان اور راحیلہ میری ناگہانی گمشدگی پر کیا سوچ رہے ہوں گے۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد منورما نے وہی مشروب دیا جو اس سے پہلے سرتیا مجھے پلا چکی تھی۔ مجھے اس مشروب سے توانائی کا احساس ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ نیند کا بھی غلبہ ہو رہا تھا۔ میں لیٹ گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ دوبارہ میری نیند ٹوٹی تو مشروب کا ہلکا ہلکا خمار ذہن پر باقی تھا۔

سرتیا اور منورما میرے قریب ہی موجود تھیں۔ میں ایک ہی کمرے میں بند رہنے کی وجہ سے گھٹن محسوس کر رہا تھا اس لئے میں نے باہر کھلی تازہ ہوا میں ٹہلنے کا خیال ظاہر کیا تو منورما اور سرتیا دونوں میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئیں۔ منوہر داس جب سے میری مزاج پرسی کے لئے آیا تھا، سرتیا کی مجھ سے عقیدت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

ہم تینوں ایک ساتھ اپنے مختصر سے مکان سے باہر نکل گئے جہاں چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ بستی میں بجلی کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ کچے پکے مکانوں میں کہیں کہیں سے مدھم روشنی نظر آ رہی تھی۔ منورما مجھے قریب کی ایک ندی پر لے گئی۔ کھلی ہوا میں مجھے دل و دماغ کو بہت راحت محسوس ہو رہی تھی۔ ہم ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ منورما مجھے رشی پور کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کر رہی تھی۔ دُور کسی مندر سے پوجا کی گھنٹیوں کی آواز اُبھر رہی تھی۔ مجھے رشی پور کا وہ ماحول بھی رات کی تاریکی میں بہت پُراسرار لگ رہا تھا۔ ندی کی لہروں سے ٹکرا کر چلنے والے ہوا کے جھونکے خنک ہونے لگے تو مجھے سردی سی محسوس ہونے لگی۔

میں واپسی کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ راستہ ناہموار تھا اس لئے منورما نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس کے جسم کا لمس میرے وجود کو گدگدا رہا تھا۔ مجھے اس وقت سرتیا کی رفاقت گراں گزر رہی تھی۔ میں نے یوں ہی اسے چھیڑنے کی خاطر کہا: "کیا ابھی تک کہیں تیرے بیاہ کی بات پکی نہیں ہوئی؟"

"تمہیں اس سے اچانک میرے ویواہ کا دھیان کیسے آگیا مہاراج؟" سرتیا نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا: "کہیں میری موجودگی تمہیں کھٹک تو نہیں رہی ہے؟"

"تیری باتیں بھی تیری ہی طرح سُندر اور پُرکشش ہوتی ہیں۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"پجارن سُندر نہ ہو تو دیوتاؤں کا من بھلا کیسے بہل سکتا ہے۔" وہ چلبلی شوخی سے بولی تو منورما نے آہستہ سے میرا ہاتھ دبا دیا۔ مجھے حقیقتاً سرتیا کی باتوں سے لطف آ رہا تھا۔

ہم اسی طرح آپس میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے راستہ طے کر رہے تھے کہ اچانک سامنے سے ایک ہٹا کٹا پجاری نمودار ہوا اور ہمارے راستے میں سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ اور وہ سرتیا کو کنکھیوں سے گھور رہا تھا۔ مجھے معاً خیال آیا کہ کہیں وہ سرتیا کو میرے ساتھ دیکھ کر رقابت کی آگ میں تو نہیں جل رہا۔ میں نے آہستہ سے منورما سے سوال کیا۔

"کون ہے یہ؟"

"پجاری جیون لال۔" منورما نے سرگوشی کی۔ "بڑا ہی ڈھیٹ اور بدمزاج آدمی ہے۔ سرتیا کو کسی اور کے ساتھ دیکھ کر ہمیشہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔"

"مہاراج۔" اچانک سرتیا نے میرے قریب آتے ہوئے سہمے لہجے میں کہا: "تم کچھ دیر اور منورما کے ساتھ ندی کی سیر کر لو۔ میں واپس جا رہی ہوں۔"

سرتیا کی باتوں سے خوف ٹپک رہا تھا۔ شاید وہ میرا اور جیون لال کا آمنا سامنا پسند نہیں کرتی تھی اسی لئے وہ مجھے آگے بڑھنے سے روکنا چاہتی تھی۔

میں نے جیون لال کی سمت دیکھا۔ وہ بمشکل ہم سے دس بارہ قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا اس لئے اس کے تیور اچھے نہیں نظر آ رہے تھے۔

مجھے دو خوبصورت عورتوں کی موجودگی میں اپنی سُبکی منظور نہیں تھی۔ اگر میں سرتیا کا مشورہ مان کر منورما کے ساتھ واپس ندی کی طرف پلٹ جاتا تو جیون لال بھی اسے میری بزدلی سمجھتا۔ میرے سلسلے میں اس کی سرکشی اور بڑھ سکتی تھی۔ میں نے بس ایک لمحے میں حالات کا جائزہ لیا پھر اچانک ایک فیصلہ کر ڈالا۔

منورما کا ہاتھ چھوڑ کر میں نے سرتیا کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور قدرے بلند آواز میں بولا: "میرے ساتھ چلو سرتیا، میری موجودگی میں تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

اور پھر میں سرتیا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگا۔ جیون لال اور میرے درمیان فاصلہ بتدریج کم ہونے لگا۔

میں نے سرتیا کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور جیون لال پر نظریں جمائے قدم آگے بڑھا رہا تھا جیسے جیسے درمیانی

فاصلہ کم ہو رہا تھا جیون لال کی شعلہ بار آنکھوں کی حقارت بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر... آگے بڑھ جانے کی کوشش کی تو وہ یک لخت کسی جنگلی درندے کی مانند اُچھلا اور میرے راستے میں حائل ہو گیا۔

منورما سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی، میں نے زمین پر مضبوطی سے قدم جما لیے اور جیون لال کو قہر آلود نگاہوں سے گھورنے لگا۔ جسمانی طور پر میرا اور جیون لال کا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو شاید میں اس سے مقابلے کی حماقت کے بجائے کترا کر نکل جانے کی کوشش کرتا، دیدہ و دانستہ اس سے ٹکرا کر موت کو ہرگز دعوت نہ دیتا لیکن منونا اور سُریتا کی موجودگی میں مجھے اپنی سُبکی گوارا نہیں تھی... پھر مجھے یہ خیال بھی تقویت پہنچا رہا تھا کہ رشی پور میں میری حیثیت منوہر داس کے مہمان کی تھی۔ منورما اور سُریتا نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ منوہر داس پُراسرار قوتوں کا مالک ہے، اس کے لیے فاصلوں کی قید کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ وہ چاہے تو مُردہ جسموں میں بھی نئی رُوح پھونک سکتا ہے۔ اس نے منورما کی ایما پر میرا علاج کیا تھا۔ وہ آنکھیں پھیر لیتا تو شاید اس وقت میں جیون لال کے مقابلے پر نہ کھڑا ہوتا۔ اسے میری زندگی منظور نہ ہوتی تو اس کے پجاری مجھے اسی روز موت کے گھاٹ اتار سکتے تھے، جس روز میں نے منونا کے ہاں رابرٹ جم کے تابوت کو کھولنے کی حماقت کی تھی۔ وہ میری موت کا خواہاں ہوتا تو مجھے رشی پور میں سادھوؤں اور پنڈت پجاریوں کے درمیان ایک مسلمان کی حیثیت سے سانس لینے کی بھی اجازت نہ دیتا۔ مجھے توقع تھی کہ منوہر داس، جیون لال کے مقابلے میں میری مدد ضرور کرے گا اور اسی خیال نے مجھے جیون لال کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہنے میں مدد دی تھی۔

چند ثانیے تک ہم دونوں ایک دوسرے کو نگاہوں ہی نگاہوں میں تولتے رہے پھر جیون لال نے میرے چہرے سے اپنی نظریں ہٹائیں اور سریتا کو گھورنے لگا۔ شاید اس نے مقابلے کے اعتبار سے مجھے قابلِ توجہ نہیں سمجھا تھا۔ غالباً وہ مجھے حقیر اور کمزور سمجھ رہا تھا، مجھے اپنی سُبکی منظور نہیں تھی۔ میں نے خشک لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جیون لال، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تو نے میرا راستہ روکنے کی جرأت کس لیے کی ہے؟"

"سریتا" جیون لال نے میرے بجائے سُریتا کو بدستور لال

پیلی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے منع کیا تھا کہ تجھے کسی اور کے ساتھ نہ دیکھوں۔"

"تو کون ہوتا ہے، مجھے منع کرنے والا۔" سریتا نفرت سے بولی۔ "اگر مکتی چاہتا ہے تو میرا راستہ چھوڑ دے، نہیں تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"تیری جیبھ (زبان) کُھلتی جا رہی ہے سُریتا۔" جیون لال کا لہجہ نہایت سرد تھا۔ "کیا مجھے پھر تیرا کوئی علاج کرنا پڑے گا؟"

"جیون لال۔" میں نے اُسے للکارتے ہوئے کہا۔ "مرد ہو کر ایک کمزور عورت پر اپنی بہادری کا سکہ جما رہا ہے۔ میری طرف دیکھ کر بات کر، اگر اب تو نے میرے سامنے سُریتا کو ایک لفظ بھی کہا تو تیرے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"تم... تم میرا مقابلہ کرو گے؟" جیون لال نے مجھے سرتاپا تضحیک آمیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا... پھر تیوری پر بل ڈال کر بولا۔ "تم ہمارے معاملات میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش مت کرو مہاشے، میں جانتا ہوں کہ تمہیں رشی پور میں منوہر داس مہاراج نے اپنی شرن میں رکھا ہے۔ پرنتو اس کا یہ مطلب بھی نہیں نکلتا کہ تم جیون لال سے اُلجھنے کی کوشش کرو۔ جیون پیارا ہے تو دوبارہ میرے منہ آنے کی حماقت کبھی نہ کرنا۔"

"جیون کے بچے، میں پھر کہتا ہوں کہ میری نظروں سے دُور ہو جا، میرا راستہ چھوڑ دے ورنہ تجھے پچھتانا پڑے گا۔" میں نے جیون لال کو گھورتے ہوئے نفرت سے کہا۔

"سُریتا۔" اچانک جیون لال کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔ "اپنے پریمی کو سمجھا لے، یہ میرا اپمان کر رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ہاتھ اُٹھ جائے۔"

"تو... اور مجھ پر ہاتھ اُٹھانے کی جُرأت کرے گا۔" میں نے غصے سے کانپ کر کہا... پھر میرا ہاتھ بے اختیار، پوری شدت سے گھوم گیا لیکن جیون لال میری توقع سے کہیں زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے برق رفتاری سے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچایا۔ اس سے پہلے کہ میں اس پر دوسرا وار کرتا، اس نے نہایت پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر میری کلائی تھام لی۔ اس کے پنجوں میں بے پناہ قوت تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری کلائی آہنی شکنجوں میں جکڑ گئی ہو۔ اس کی انگلیاں مجھے اپنے گوشت میں اُترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، میں تلملا کر رہ گیا۔ میں نے جیون لال کی طاقت کا اندازہ لگانے میں شدید غلطی کی تھی۔ مجھے سریتا کا مشورہ قبول کر کے منورما کے ساتھ دوبارہ ندی کی طرف چلے جانا چاہیے تھا۔ سریتا اور جیون لال کے معاملے سے یوں بھی میرا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ منوہر داس نے مجھے تاکید کی تھی کہ جب تک میں رُوحانی اور جسمانی قوت حاصل نہ کر لوں کسی طاقت ور سے مقابلے کی جسارت نہ کروں لیکن تیر اب کمان سے نکل چکا تھا۔

خون کی گردش اور حدت نے مجھے جیون لال سے مقابلے پر اُکسا دیا تھا اور اب جبکہ میں قدم آگے بڑھا چکا تھا، پیچھے نہیں ہٹانا چاہتا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ جیون لال کے پنجے سے چھڑانے کی خاطر زور کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ بے عزتی کے احساس نے مجھ پر جنونی کیفیت طاری کر دی۔ میں نے اُلٹا ہاتھ جیون لال کے مُنہ پر مارنے کے لیے اُٹھایا تو اُس نے میرا دوسرا ہاتھ بھی اپنی گرفت میں لے لیا اور میرا مضحکہ اُڑاتے ہوئے بولا۔ "کیوں اپنی نازک سی جان ہلکان کرتے ہو مہاشے۔ پہاڑوں سے ٹکر لینا تم جیسے نربل (کمزور) منش کے بس کا روگ نہیں۔ جیون لال سے یدھ کرنے کا دھیان دوبارہ اپنے من میں کبھی نہ لانا بالک۔" پھر اس نے زور سے دھکا دیا۔ میں زمین پر گر گیا۔ اس نے بے نیازی سے کہا۔ "جا مُورکھ، اس بار میں تجھے شما کرتا ہوں۔"

زندگی میں پہلے کبھی مجھے خود اپنی نگاہوں میں اتنا ذلیل نہیں ہونا پڑا تھا۔ مجھے اپنی کمزوری کا شدید احساس تھا۔ اسی کمزوری اور بے بسی کے سبب مجھے خان ایاز کے ہاتھوں بھی اذیت ناک لمحات سے دوچار ہونا پڑا تھا لیکن خان ایاز کی بات اور تھی۔ وہ پولیس کے محکمے کا آدمی تھا۔ میں اس کے ساتھ بھڑنے کی کوشش کرتا تو وہ مجھے قانونی ہتھکنڈوں سے زیر کر سکتا تھا۔ اس کے ماتحت ایک اشارے پر میرے جسم کی تکہ بوٹی کر ڈالتے... مگر جیون لال... وہ میرے سامنے تنہا کھڑا مجھے بدستور حقارت بھری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ سریتا بھی خوف زدہ نظر آ رہی تھی، منورما دُور کھڑی کانپ رہی تھی۔ میں نے اس ذلت پر موت کو ترجیح دینے کی ٹھان لی اور ہمت کر کے دوبارہ اُٹھا۔ سریتا نے بھی میرے تیور بھانپ لیے تھے، وہ تیزی سے میرے قریب آئی اور بولی۔ "نہیں مہاراج، نہیں، تم اس چنڈال سے لڑنے کا دھیان مَن سے نکال دو۔ میں اس پاپی کی شکایت پتا جی سے کر کے اس کا دماغ ٹھیک کرا دوں گی۔"

"مجھے روکنے کی کوشش مت کرو سُریتا۔" میں نے اسے غصے میں دُور ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں اس کمینے کا خون پی جاؤں گا۔"

جیون لال میری زبان سے گالی سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ قبل اس کے کہ میں اس پر حملہ آور ہوتا اس نے لپک کر ایک وزنی پتھر زمین سے اُٹھا کر سر سے بلند کر لیا۔ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ خوشبو کی وہی تیز لپک جو میرے لیے مانوس اور پُراسرار بن چکی تھی، میرے اور جیون لال کے درمیان حائل ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا، وہ نہایت حیرت انگیز اور پُراسرار منظر تھا۔ جیون لال نے جو وزنی پتھر میرا وجود کچلنے کے لیے اپنے سر سے بلند کر رکھا تھا، اس کو ایک جھٹکا لگا اور وہ اس کے ہاتھ

سے نکل کر تاریک نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔ جیون لال نے اس اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن وہ خود بھی کسی تناور درخت کی طرح ناہموار زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں اس طرح چل رہے تھے جیسے وہ کسی نادیدہ طاقت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو... دفعتاً اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور وہ ہذیان بکنے لگا۔

"پاپی کمینے، اگر تیرے اندر اتنی ہی شکتی ہے تو اپنے شریر میں سامنے آ کر مقابلہ کر۔ دیوی کی سوگند اگر تو نے چوروں کی طرح چھپ کر حملہ نہ کیا ہوتا تو میں تیری پلید آتما کو بھی جلا کر بھسم کر دیتا۔"

جیون لال چیخ چیخ کر اس پُراسرار خوشبو کو گالیاں بک رہا تھا لیکن اس کی قوتِ مدافعت بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی... پھر وہ اپنے ہاتھ پیر اس طرح زمین پر مارنے لگا جیسے کوئی اس کی رُوح قبض کر رہا ہو۔ میں حیرت سے جیون لال کی حالت دیکھ رہا تھا کہ کہیں قریب ہی سے منوہر داس کی گرجدار آواز اُبھری اور دوسرے ہی لمحے تیز خوشبو کا جھونکا میری قوتِ شامّہ کی زد سے دُور نکل گیا۔ جیون لال نے ہاتھ پیر مارنے بند کر دیئے تھے۔ میں نے دیکھا، منوہر داس تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔

قریب آتے ہی اس نے جھک کر ایک نظر جیون لال پر ڈالی پھر خلاء میں گھورتا ہوا بڑبڑایا "ادھمی، آج تو پھر منوہر داس کو جُل دے کر نکل گیا، پرنتو میں دیکھوں گا کہ تو کب تک منتروں سے جان بچائے گا۔"

میں اپنی جگہ گُنگ کھڑا حالات پر غور کر رہا تھا۔ منوہر داس کے آ جانے سے منورما اور سریتا کو ڈھارس مل گئی تھی۔ سریتا اپنے باپ سے جیون لال کی شکایت کر رہی تھی۔ منوہر داس کسی ٹھوس چٹان کی طرح اپنی جگہ کھڑا، سریتا کی باتیں سنتا رہا۔ سریتا خاموش ہوئی تو منوہر داس نے مجھے مخاطب کیا "بالک میں نے پہلے ہی تجھ سے کہا تھا کہ جب تک تو آتما اور شریر کی شکتی پراپت نہ کر لے کسی طوفان سے ٹکر لینے کی کوشش نہ کرنا۔ بہرحال، جیون لال نے تیرا اپمان کیا اسے اس کی سزا ضرور ملے گی۔ تو کوئی چنتا نہ کر، اب رشی پور میں پھر کوئی پنڈت یا پجاری تیری طرف آنکھ اُٹھانے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔"

"مہاراج" میری زبان سے غیر اختیاری طور پر نکلا "کیا تم مجھے آتما اور شریر کی شکتی پراپت کرنے کا گُر سکھا سکتے ہو؟"

"ابھی ان باتوں کا سمے نہیں ہے بالک، جا... جا کر آرام کر، جب تیرا مَن شانت ہو تب میرے پاس آنا۔ اگر تو چاہے گا تو میں تجھے کندن بھی بنا دوں گا لیکن میرے پاس آنے سے پہلے اپنے من کے اندر جھانک کر دیکھ لینا، وہاں کوئی میل، کوئی کھوٹ نہیں ہونا چاہیئے۔"

میں نے منوہر داس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میری زبان سے غیر اختیاری طور پر جو بات نکل گئی تھی اس پر مجھے شرمندگی ہو رہی تھی کیوں کہ میں ایک مسلمان تھا مجھے منوہر داس کے آگے دامنِ سوال نہیں پھیلانا چاہیے تھا۔ میں خاموشی سے مکان کی طرف چل دیا۔ منورما میرے ساتھ ساتھ تھی۔ سریتا کو غالباً منوہر داس نے روک لیا تھا۔

اس رات میں رابرٹ کی پُراسرار رُوح کے بارے میں دیر تک غور کرتا رہا۔ منوہر داس نے کہا تھا کہ رابرٹ کی بے چین رُوح ابھی تک اسی دنیا میں بھٹک رہی ہے اور وہ اسے اپنی قوتوں کے زور سے گرفتار کر کے دوبارہ رابرٹ کے مُردہ جسم میں مقید کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مجھے آواگون کے بارے میں صرف اتنا معلوم تھا کہ ہندوؤں کے خیال کے مطابق رُوح کسی دوسرے جسم میں حلول کر سکتی تھی لیکن اُسی جسم میں دوبارہ داخل ہونے کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ مجھے اس مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے مجھے آواگون یا ہندو مذہب کے عقیدوں میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لینی چاہیے تھی لیکن رابرٹ کے سلسلے میں اب تک مجھے جو تجربہ ہو چکا تھا، جو کچھ مجھے منوہر داس نے بتایا اور جو کچھ میری نگاہوں نے جیون لال کے ساتھ ہوتے دیکھا تھا اُس نے مجھے رابرٹ کی بے چین رُوح کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ تیز اور پُراسرار خوشبو میرے لیے رابرٹ کی رُوح کی علامت بن چکی تھی۔ اسی علامت نے کچھ دیر پیشتر مجھے جیون لال جیسے ہٹے کٹے مُوذی سے نجات دلائی تھی اور عین اس وقت میری مدد کو آئی تھی جب جیون لال وزنی پتھر مار کر میرا وجود پاش پاش کر ڈالنے کا ناپاک ارادہ پورا کرنے والا تھا۔ میرے کانوں نے جیون لال کے وہ جملے بھی سُنے تھے جو اس نے رُوح کو مخاطب کر کے کہے تھے پھر منوہر داس کے آتے ہی وہ خوشبو غائب ہو گئی تھی۔ منوہر داس نے بھی رابرٹ کی رُوح کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ زیادہ دنوں تک اُسے دھوکہ نہیں دے سکتی، ایک نہ ایک روز اسے منوہر داس کے جال میں پھنسنا ہی تھا۔

حالات کے پیشِ نظر میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ رابرٹ کی بے چین رُوح مجھ پر مہربان ہے۔ اس نے دو بار اپنے خاکی جسم کے اندر رہ کر مجھ سے ملاقات کی تھی اور تیسری بار ایک نادیدہ قوت بن کر مجھے جیون لال کے چنگل سے نجات دلائی تھی۔ غالباً رابرٹ کی رُوح میری ہمدردی کی مستحق تھی۔ اس نے میری جان بچا کر شاید مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ رُوح کی حیثیت سے بھی وہ میرے کام آ سکتی ہے... لیکن کیوں؟ رابرٹ کی رُوح آخر میری دوستی کی کیوں خواہاں تھی؟ وہ میری مدد کیوں کر رہی ہے؟ کیا وہ آئندہ

بھی میرے کام آتی رہے گی؟... یا شاید جیون لال سے ٹکرا کر وہ منوہر داس کو محض یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ اسے اپنے قابو میں لانے کا خیال ذہن سے نکال دے۔ غالباً رشی پور کی حدود میں داخل ہو کر اس نے ایک طاقت ور پجاری کو زیر کر کے منوہر داس کو یہ باور کرانا چاہا ہو کہ وہ اس سے زیادہ طاقت ور ہے اور جب چاہے گی اسی انداز میں اسے فریب دے کر اس کے پجاریوں کو پریشان کرتی رہے گی۔

یہ بھی ممکن تھا کہ رابرٹ کی رُوح نے مجھ پر احسان کر کے اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کی ہو جو میں نے اس کے تابوت کو کھول کر کیا تھا۔ منوہر داس نے میری اسی جسارت کو گردن زدنی سمجھا تھا لیکن منورما کی سفارش پر میری جان بخش دی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر میں تابوت کو نہ کھولتا تو وہ رابرٹ کی رُوح کو بہت جلد قابو کرنے میں کامیاب ہو جاتا، میری مداخلت نے اس کے اس جنتر منتر کو برباد کر دیا تھا جو وہ ڈیڑھ سال سے پاربتی دیوی کے نام پر جاری کئے ہوئے تھا۔ بہرحال، میں رابرٹ کی رُوح کا احسان مند تھا جس نے بروقت مداخلت کر کے مجھے جیون لال کے ہاتھوں مرنے سے بچا لیا تھا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ رابرٹ کی رُوح آئندہ بھی میری مدد کرتی رہے گی۔ میں اس خیال کی کوئی وجہ، کوئی دلیل پیش کرنے سے قاصر تھا۔

جیون لال سے میرے ٹکراؤ کا اثر منورما نے بھی لیا تھا۔ وہ میرے قریب ہی سر جھکائے بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق تھی کبھی کبھی نگاہ اٹھا کر میرے چہرے پر گڈمڈ تاثرات کا جائزہ لینے لگتی۔ میں دیر تک اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تو اس نے میری خاموشی اور تنہائی کا فسوں توڑتے ہوئے کہا "کس سوچ میں غرق ہو امجد؟"

"منورما، میرا خیال ہے کہ میں رشی پور میں زیادہ عرصے قیام نہ کر سکوں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"منوہر داس نے تمہیں مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ تم جب چاہو، جہاں چاہو، جا سکتے ہو لیکن کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟" منورما نے میرے قریب آتے ہوئے کہا "جیون لال کی زیادتی کو میں نے بھی محسوس کیا ہے لیکن تم دیکھنا کہ مہاراج اسے کتنی کڑی سزا دیں گے مجھے وشواس ہے کہ جیون لال کا انجام دیکھ لینے کے بعد کوئی تمہاری جانب آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"منوہر داس نے بھی یہی کہا ہے... مگر میں دوسروں کے سہارے زندگی گزارنے کے خلاف ہوں۔" میں نے منورما سے نظریں چراتے ہوئے کہا "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ جیون لال میرے مقابلے میں بہت زیادہ طاقت ور اور تنومند تھا لیکن میری غیرت نے مجھے موت سے بھی بے نیاز ہو کر اس کے مقابلے پر آنے کی تلقین کی تھی۔ میں یہاں رہا تو آئے دن اس قسم کے حادثات رونما ہوتے رہیں گے منوہر داس کب تک میری پشت پناہی کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ یہاں میری حیثیت بھی دوسروں سے مختلف ہے۔ میں دوسروں کا دستِ نگر رہنے کے بجائے خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم نے یہاں سے جانے کی ٹھان لی ہے تو میں بھی منوہر داس مہاراج سے بنتی کروں گی کہ وہ مجھے بھی رشی پور سے تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دے۔" منورما نے نہایت محبت اور پیار سے میرے شانے پر اپنا سر ٹکاتے ہوئے کہا "تم پہلے مرد ہو امجد، جس کے متعلق میں نے نہایت سنجیدگی سے غور کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے پناہ دینے سے انکار نہیں کرو گے۔"

"میں خود بھی لاوارث ہوں، منورما۔" میں نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کی نیلگوں آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا "زمانے کے نشیب و فراز نے مجھ پر بہت ستم توڑے ہیں۔ میری کمزوری اور بے بسی کا مذاق اڑایا ہے۔ ابھی تک میں نے کسی منزل کا تعین بھی نہیں کیا۔ زندگی کی طویل شاہراہ پر ابھی میرے قدم بھی پوری طرح جم نہیں سکے ہیں تم میرے ساتھ کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتی پھرو گی۔"

"تو کیا... تم مجھے اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دو گے؟" منورما کے لہجے میں کسک تھی، ایسا درد اور ایسی حسرت تھی کہ میں تڑپ گیا۔

"مجھے غلط مت سمجھو منورما، تم میری محسن ہو۔ تم نے منوہر داس اور اس کے پجاریوں سے میری جان بچائی ہے، میری خاطر تم نے اپنا دھرم بھی بدل لیا۔ میں ان احسانوں کا بوجھ شاید کبھی نہ اتار سکوں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں مزید اُلجھنوں کا شکار ہونا پڑے۔"

"گزری ہوئی باتوں کو یکسر بھول جاؤ امجد، ہمیں اب نئے سرے سے اپنی زندگی کو سنوارنا ہے زمانے نے تم پر جو ظلم کیے ہیں ہمیں اُن کا انتقام بھی لینا ہے۔ ہمیں ظالموں سے اپنا حساب چکانے کے لیے طاقت حاصل کرنی پڑے گی۔" منورما نے ٹھوس لہجے میں کہا... پھر میرے گلے میں باہیں ڈال کر بولی "تم خود کو کبھی تنہا مت سمجھنا، میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری داسی بن کر ہمیشہ تمہاری سیوا کرتی رہوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو امجد، تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔ مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے۔"

منورما کا قُرب اور اس کا لمس میرے ذہن کی کسلمندی دُور کرنے کے لیے بہت موثر ثابت ہوا، وہ مستقبل کے بارے میں بہت پُر اُمید باتیں کر رہی تھی جبکہ میں مرد ہونے کے باوجود قدم قدم پر حالات سے ہراساں ہو جاتا تھا مجھے شرمندگی کا احساس ہونے لگا۔

منورما کچھ دیر تک میرے پاس بیٹھی، پیاری پیاری باتیں کرتی رہی پھر اس نے مجھے وہی مشروب لا کر پیش کیا جو میں سریتا کے ہاتھوں پہلے بھی پی چکا تھا۔ میں نے اسے پینے سے انکار نہیں کیا۔

اس وقت اگر منورما زہر کا پیالہ بھی پیش کرتی تو شاید میں اس سے انکار نہ کرتا۔ اس نے میرے لیے بہت قربانیاں دی تھیں۔

مشروب پی کر میں بستر پر دراز ہو گیا۔ مجھے اپنے ناتواں جسم میں بے پناہ توانائی کا احساس ہو رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ میرے ذہن پر ہلکا ہلکا خمار بھی چھا رہا تھا۔ منورما میرے بستر پر میرے قریب بیٹھی اپنی نازک نازک انگلیاں میرے بالوں میں پھیر رہی تھی۔ اس کے جسم کی مہک مجھے مسحور کر رہی تھی۔ میں نے سرگوشی کی "منورما! کیا تمہیں میرے ماضی کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی "ماضی کو اب کہیں دفن کر دو امجد، بھول جاؤ، صرف اپنے حال اور اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور اپنے ان دشمنوں کو یاد رکھو جن سے تمہیں بھرپور بھیانک انتقام لینا ہے۔"

"میرے دشمنوں کے ہاتھ میرے مقابلے میں بہت مضبوط اور دراز ہیں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا "میرا ہاتھ ان کے گریبانوں تک کبھی نہ پہنچ سکے گا۔ میں ان کے مقابلے میں بہت کمزور ہوں۔"

"ایسی نراشا کی باتیں مت کرو امجد۔" منورما نے میرے گالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تم چاہو تو سب کچھ ممکن ہے۔ منوہر داس مہاراج مہان شکتیوں کے مالک ہیں وہ ہم پر مہربان بھی ہیں۔ وہ چاہیں تو تمہیں ایسی شکتیاں دان کر سکتے ہیں جس کے حصول کے بعد تم پہاڑوں کا رُخ بھی موڑ سکتے ہو۔ تمہارے شریر میں بھی ایسی پُراسرار قوتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ تمہاری آنکھ کا ایک اشارہ ہی تمہارے دشمنوں کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر سکتا ہے۔"

"میں نے پنڈت پجاریوں کے بارے میں نہایت پُراسرار باتیں سُن رکھی ہیں منورما، منوہر داس یقیناً مجھے پُراسرار قوتوں کا مالک نظر آتا ہے لیکن میں اس کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہتا۔"

"تم اجازت دو تو میں ان کی بنتی کروں گی۔ مجھے وشواس ہے کہ مہاراج میرا کہا نہیں ٹالیں گے۔" منورما تیزی سے بولی۔ "میری آشا ہے امجد کہ تم بھی بلوان بن جاؤ۔ لوگ تمہیں بھی دیکھیں تو سر جھکا لیں تم جدھر سے گزرو، اُدھر کی ہوائیں بھی تمہاری شکتیوں کا گُن گانے لگیں۔ تمہارے دشمن تمہارا نام سُنیں تو خوف و دہشت سے لرز اٹھیں۔ تمہاری خوبصورت آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں اُبھریں تو چاروں طرف آگ کے شعلے ناچ اٹھیں۔ تم منوہر داس مہاراج کے ذریعے اُن تمام قوتوں کو حاصل کر سکتے ہو۔ میں مہاراج سے بنتی کروں گی کہ وہ تمہیں بھی دیوتا سمان بنا دیں پھر تمہاری پجارن تمہارے چرنوں میں بیٹھی ہاتھ باندھے سدا جیون تمہاری پوجا کرتی رہے گی۔"

منورما نہایت خوبصورت باتیں کر رہی تھی۔ میرے ذہن پہ نشے کی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی۔ منورما کا قُرب میرے اندر سوئے ہوئے جذبوں کو بیدار کر رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بادلوں میں اُڑ رہا ہوں، خوابوں کی دنیا کی سیر کر رہا ہوں، میرے دشمن میرے قدموں میں سر ڈالے بیٹھے ہیں اور میں ان کے غرور کو ٹھوکر دل سے پامال کرتا ہوا سینہ تانے آگے بڑھتا جا رہا ہوں... پھر اچانک میں نے دیکھا کہ خان ایاز میرا راستہ روکے کھڑا مجھے خونخوار اور کینہ توز نظروں سے گھور رہا ہے۔ مجھے اس کی جسارت پر غصہ آ گیا۔ میری کشادہ پیشانی پر ناگواری کی سلوٹیں اُبھر آئیں۔ میں نے خان ایاز کو حقارت سے گھورتے ہوئے کہا "مردود، بدبخت، تجھے میرے راستے میں آنے کی جرأت کیونکر ہوئی؟ جا، میری نگاہوں سے دُور ہو جا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تجھے کسی حقیر کیڑے کی طرح اپنے پیروں تلے روند ڈالوں۔"

میں خان ایاز کو سرزنش کرتا رہا لیکن شاید اس کی موت اس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ غالباً اسے میری طاقت کا اندازہ نہیں تھا۔ شاید وہ اب بھی مجھے وہی امجد علی سمجھ رہا تھا جسے اس کے آدمیوں نے بے لباس کر کے اس کے جسم پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کی تھی، جس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے ہنٹروں کی چوٹیں لگائی گئی تھیں، جس کے حلق میں پیاس کی شدت سے کانٹے پڑنے لگے تھے تو پانی کے قطروں کے بجائے اسے غلاظت پینے پر مجبور کیا گیا۔ مجھے ماضی کی اذیتیں یاد آئیں تو میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ میں نے خان ایاز جیسے حقیر کیڑے کو اپنے قدموں تلے روند کر اپنے پیروں کو غلیظ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے اپنا سیدھا ہاتھ بلند کیا، میری انگلیوں کو ایک معمولی سی جنبش ہوئی، آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہوئے اور پلک جھپکتے میں خان ایاز کے وجود کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر کے غائب ہو گئے۔

میں نے راکھ کے ڈھیر کو دیکھا جسے ہوا کے جھونکے منتشر کر رہے تھے، میرے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ اُبھر آئی۔ میں نے قدم آگے بڑھایا اور بچی کھچی راکھ کو ٹھوکر دل سے اُڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"بولو امجد! کیا تم اپنی پجارن کو اس بات کی اجازت دو گے کہ وہ مہاراج سے تمہارے لیے بنتی کرے؟" منورما کی آواز نے مجھے چونکایا۔ میں نے خمار آلود نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس وقت وہ مجھے آسمان سے اتری ہوئی کوئی حسین اپسرا نظر آئی۔ مجھے اپنے جسم پر لاتعداد چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میرے دل میں کہیں سویا ہوا طوفان بیدار ہونے لگا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر منورما کے خوبصورت مہکتے ہوئے پُرکشش وجود کو اپنی آغوش میں لے کر کہا "تم پجارن نہیں دیوی ہو اور دیوی کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دیوی کے ناطے سے جو کچھ تم کرو گی، تمہارے دیوتا کو قبول ہو گا۔

دیوتا...!" منورما نے نہایت پیار سے مجھے دیوتا کہہ کر مخاطب کیا پھر اس نے مچل کر میرے آغوش سے نکلنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے بازوؤں کا حصار اور تنگ ہو گیا... اور منورما کا کندن جیسا جسم اس تنگ حلقے میں کسمسانے لگا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو منورما کمرے میں موجود نہیں تھی۔ بیتی ہوئی رات کی باتیں آہستہ آہستہ مجھے یاد آ رہی تھیں۔ جو کچھ ہوا تھا اس میں میرے ارادے کو اتنا دخل نہیں تھا جس قدر اس مشروب کو جس نے میرے نفس کو بے قابو کر دیا تھا، نشے اور سرمستی کے عالم میں مجھ سے ایک ایسا گناہ سرزد ہو گیا تھا جو عام حالات میں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال، میں دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ منورما دوبارہ سامنے آئی تو اس سے آنکھیں ملانے کی جرأت کیسے کر سکوں گا؟ کچھ دیر میں یونہی بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا... پھر اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ بستی کے پنڈت، پجاری، داسیاں اور پجارنیں اپنے اپنے کاموں میں مگن تھیں۔ میں نے پہلے کبھی اپنے کمرے سے تنہا باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سریتا یا منورما میں سے ایک نہ ایک میرے ساتھ ہوتی تھی۔ شاید اس وقت میرے جسم میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا لیکن اب میری حالت پہلے سے بدرجہا بہتر تھی۔

میں جلد از جلد منورما کو تلاش کر کے اس سے معافی مانگنے کے لیے بے چین تھا۔ مجھے رشی پور کے اندرونی راستوں کا علم نہیں تھا لیکن میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں تھا کہ اُن راستوں کو ذہن نشین کر کے دوبارہ اپنے مکان تک واپس نہ پہنچ سکتا۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا پھر اس سمت قدم بڑھانے لگا جدھر سے مندر کی گھنٹیوں اور بھجن گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

میں نے راستے میں کسی کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن مجھے حیرت تھی کہ راستے میں جو بھی مجھے دیکھتا تھا، احتراماً یا تو ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کرتا تھا یا سر جھکا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا تھا۔ شاید وہ مجھ سے اچھی طرح واقف تھے۔ راستے میں مجھے بستی کے لوگ بھی ملے اور پنڈت پجاریوں کے علاوہ سادھوؤں سے بھی میرا آمنا سامنا ہوا۔ حسین پجارنیں اور نوعمر داسیاں بھی نظر آئیں۔ میں ان کے درمیان سے ہوتا ہوا اس طرف قدم بڑھاتا رہا، جدھر سے اب سنکھ اور بگل کی آوازیں واضح اور صاف ہوتی جا رہی تھیں۔ مندر کے کلس بھی اب مجھے نظر آ رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ منورما پوجا کرنے کے ارادے سے ان ہی مندروں کی طرف گئی ہو گی لیکن ابھی میں ان مندروں سے دُور ہی تھا کہ مجھے سامنے سے سریتا آتی دکھائی دی۔

میں نے اس کی نگاہوں سے بچنے کے لیے راستہ کاٹنا چاہا۔ منورما سے ملے بغیر میں سریتا کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں منورما نے اس بات کا ذکر سریتا سے بھی نہ کر دیا ہو، جو بات نادانستگی میں مجھ سے سرزد ہو گئی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں سریتا کی نظریں بچا کر دوسرا راستہ اختیار کرتا اس نے مجھے دیکھ لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ہرنی کی طرح اُچھلتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے شوخی سے کہا "میرے بھاگیہ کہ آج تمہارے درشن راستے میں ہو گئے۔ کہاں سدھار رہے ہو؟"

"میں تم سے ناراض ہو کر رشی پور سے جا رہا ہوں۔" میں نے سریتا کو ٹالنے کی خاطر قدرے خفگی کا اظہار کیا۔ "رات تم کہاں غائب تھیں؟"

"میں بابا کے پاس تھی۔" سریتا سنجیدگی سے بولی۔ "جیون لال نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے، مجھے اس کا دُکھ ہے۔ پرنتو، اب رشی پور میں پھر تمہارے ساتھ ایسا کبھی نہ ہو گا۔ بابا نے اس اپرادھی کو ایسا کشٹ دیا ہے، جو وہ سارا جیون یاد رکھے گا۔"

"تمہیں کیوں دُکھ ہوا تھا؟" میں نے اسے باتوں میں الجھانے کی خاطر پوچھا۔ "میرا اور تمہارا بھلا کیا رشتہ ہے؟"

"تم نہ سمجھو لیکن میں تو اپنے آپ کو تمہاری پجارن سمجھتی ہوں۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر معصومیت سے کہا۔ "دیوتا کا اپمان ہو جائے تو پجارن کا جیون بھی نشٹ ہو جاتا ہے لیکن تم بھگتی کی باتوں کو کیا سمجھو گے۔"

سریتا میرے ساتھ باتیں کرنے میں مشغول تھی کہ منورما بھی آ گئی۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے ناراض ہو گی۔ مجھے دیکھے گی تو نفرت سے منہ پھیر کر گزر جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ مجھ سے اُسی انداز میں ملی، جیسے پہلے ملتی تھی۔ اس نے میرے تنہا باہر نکلنے پر خوشی کا اظہار بھی کیا تھا پھر اس نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے مندر کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ دیوی کے چرنوں میں سر رکھ کر اس بات کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے کہ دیوی کی کرپا نے مجھے صحت یاب کر دیا ہے۔ سریتا بھی ہمارے ساتھ تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ منورما نے گزری ہوئی رات کے بارے میں، مجھ سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں کی تھی۔ شاید وہ بھی سریتا کی طرح مجھے اپنا دیوتا سمجھ رہی تھی۔ دیوتا، جسے پجارنوں اور داسیوں پر پورا اختیار ہوتا ہے۔

میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا سریتا اور منورما کے ساتھ مندر کی جانب قدم بڑھاتا رہا۔ بڑے مندر کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر میں رُک گیا۔ سریتا میرے ساتھ رہی۔ منورما دیوی کے چرن چھونے کے ارادے سے زینہ عبور کرتی ہوئی مندر کے چوبی فرش پر پہنچ کر میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

میں قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔ مندر کے بائیں جانب دیوی دیوتاؤں کے خاص پجاریوں اور پروہتوں کے کچے پکے مکان بنے ہوئے تھے، دائیں جانب ایک چھوٹا سا گھاٹ تھا، جہاں کچھ سادھو اشنان کر رہے تھے اور چند پجارنیں کپڑے دھونے میں مصروف تھیں۔ مندر کی سیڑھیوں پر دیوی درشن کے پیاسوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا۔

سُریتا مجھے رشی پور کے بارے میں حالات کی تفصیل بتا رہی تھی کہ اچانک میری نظر ایک ہٹے کٹے پجاری پر پڑی، جو چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا میری طرف آ رہا تھا۔ مجھے اُسے دیکھ کر کراہیت ہونے لگی، اس کے تمام جسم پر آبلے نظر آ رہے تھے، چہرے پر کوڑھ کے بڑے بڑے دھبے موجود تھے اور سر کے گہرے زخموں پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ اس کے جسم پر محض ایک مختصر سی لنگوٹی موجود تھی۔ میں نے اس کی طرف سے نگاہ ہٹانی چاہی لیکن نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ شخص میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔

سُریتا نے میری محویت کو محسوس کر کے اُس پجاری کی طرف دیکھا۔ تو اُس کی آنکھوں میں نفرت اُبھر آئی۔ اس نے تیزی سے سرگوشی کی۔ "مہاراج، تم نے پہچانا اس پاپی کو؟"

"نہیں..." میں نے بدستور اُسے گھورتے ہوئے سُریتا سے دریافت کیا "کون ہے یہ بے چارہ؟"

"بے چارہ نہیں مہاراج، یہ وہی چنڈال ہے جس نے کل رات اپنی مہان شکتی کے گھمنڈ میں آ کر تمہارا اپمان کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"جیون لال..." میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔

"ہاں، مہاراج۔" سُریتا حقارت سے بولی۔ "بابا بڑے دیالو ہیں، جو انہوں نے اس اپرادھی کو ایک ذرا سا کشٹ دے کر شما کر دیا۔"

"اسے شاید آگ کے شعلوں میں جلایا گیا ہے۔" میں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا "پہلی نظر میں تو اسے کوئی بھی شناخت نہیں کر سکتا۔"

"یہ اس سے بڑی سزا کا مستحق تھا۔ پرنتو بابا نے اسے جلایا نہیں، بس کچھ منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری تھی۔ یہ لوٹ لوٹ ہو کر اُٹھا تو کوڑھیوں جیسا بن گیا۔" سُریتا نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "اگر بابا کی ایک اُنگلی کا اشارہ بھی ہو جاتا تو یہ دشٹ جل بھن کر راکھ ہو جاتا اور اس کی آتما سارا جیون بیاکل رہتی۔"

سُریتا کی باتیں سن کر مجھے رات والا خواب یاد آ گیا۔ میں نے تصوراتی تصور میں خان ایاز کو اُنگلی کے اشاروں سے جلا کر بھسم کر دیا تھا اور اس کی راکھ کو ٹھوکروں سے اُڑا دیا تھا۔ مجھے اپنے تصورات اور سُریتا کے بیان کی مطابقت پر تعجب ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ نہ میں بھی منوہر داس سے ان قوتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کر جنہیں حاصل کرنے کے بعد میں بھی دنیا والوں کے سامنے سینہ تان چل پھر سکوں۔ منوہر داس نے کہا بھی تھا کہ اگر میں چاہوں تو وہ پُراسرار قوتوں کے حصول کا گُر بتا سکتا ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی مشورہ تھا کہ اپنی خواہش کا اظہار کرنے سے قبل، مجھے اپنے دل میں جھانک دیکھنا ہو گا، وہاں جو میل جمع ہے اسے کھرچ کر صاف کرنا ہو گا۔ نہیں ان باتوں سے اس کا کیا مطلب تھا۔

میں ان ہی خیالات میں غرق تھا کہ جیون لال جواب نزع اور نیم اپاہج ہو گیا تھا، لنگڑاتا ہوا میرے قریب آ کر رُک گیا۔ مجھے کی آنکھوں میں بے بسی اور کرب کے ملے جُلے تاثرات نظر آ رہے مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کل رات میں نے جس جیون کو دیکھا تھا اس کی آنکھوں میں آدم خور شیروں جیسی چمک تھی، وہ جنگلی درندہ دکھائی دیتا تھا، اس کے بدن میں بجلیاں کوند رہی لیکن اس وقت میرے سامنے جو جیون لال تھا اس کی حالت قابل تھی۔ وہ چلنے اور بولنے سے بھی معذور نظر آ رہا تھا۔ پیشتر اس کے میں جیون لال سے یا وہ مجھ سے کچھ کہتا سُریتا نے اسے دھتکار ہوئے کہا "چل دُور ہٹ، کمینے، اب مہاراج کے پاس کیا لینے

"مہاراج..." جیون لال نے سُریتا کی بات کا جواب دینا بجائے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے کہا "مجھے شما کر دو مہاراج، مجھ سے جو بھول ہو گئی تھی، میں اس کے لیے ہاتھ باندھ کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی تھی۔ میں بنتی کرتا ہوں مجھے شما کر دو۔"

مجھے روتے اور گڑگڑاتے ہوئے جیون لال پر رحم آ رہا تھا۔ رات کچھ بھی ہوا تھا اس میں میری اور جیون لال دونوں کی ایک ہی حیثیت تھی۔ میں نے سُریتا اور منورما کی موجودگی میں اپنی بے عزتی پر موت کو ترجیح دینے کی ٹھانی اور شاید جیون لال بھی سُریتا اور منورما کی موجودگی میں مجھے اپنے بازوؤں قوت کا تماشہ دکھانا چاہتا تھا۔ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ اگر رابرٹ کی پُراسرار رُوح نے مداخلت نہ کی ہوتی تو سنگ جیون لال کل رات ہی میرے وجود کو ریزہ ریزہ کر ڈالتا... ہم رابرٹ کی رُوح سے بچا تو منوہر داس کے عتاب کا نشانہ بن گیا۔ وہ اب ایک بے بس اور کمزور انسان کی حیثیت سے میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا مجھ سے معافی کا طلب گار تھا۔ میں نے اُسے دیکھا اور قدرے نرم لہجے میں کہا "جیون لال، تیرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔"

"نہیں، مہاراج۔" وہ گڑگڑانے لگا "تم افسوس کا اظہار

مجھے اور گناہ گار مت کرو۔ کیول، مجھے شما کر دو۔ اگر تم نے مجھے شما نہ کیا تو میرا سارا جیون نشٹ ہو جائے گا۔ مجھے دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں بھی شرن نہ ملے گی۔ تمہیں شیو شنکر مہاراج کا واسطہ، مجھے شما کر دو۔ میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں۔"

جیون لال اپنا جملہ مکمل کر کے میرے قدموں میں گر گیا۔ وہ بار بار مجھ سے معافی کی درخواست کر رہا تھا۔ جو باتیں وہ، میری ذات سے منسوب کر کے کہہ رہا تھا، وہ میری سمجھ سے بالاتر تھیں لیکن میں اس کی حالتِ زار سے متاثر ہو چکا تھا اور قریب تھا کہ میں اسے معاف کر دیتا کہ میرے تصور میں منوہر داس کا چہرہ اُبھرا۔ اس کی سُرخ سُرخ انگارہ جیسی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ میں ان آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا چلا گیا پھر مجھے منوہر داس کی مخصوص آواز اپنے کانوں میں گونجتی محسوس ہوئی۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا "سنو بالک، اگر تم نے اس پاپی ادمی کو شما کر دیا تو یہ دشٹ بھلا چنگا ہو کر پھر تمہیں اپنے قدموں تلے روندنے کی کوشش کرے گا۔ شکتی کے کھیل کھیلنا چاہتے ہو تو اپنے من کو لوہے کی طرح ٹھوس بنانا ہو گا، منش اگر منش سے دیا کی بھکشا مانگے تو سمجھ لو کہ اس کے اندر کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے۔ میری بات دھیان سے سنتے رہو بالک، تمہارے بھوش میں کیا لکھا ہے، منوہر داس کی آنکھیں اُسے پڑھ چکی ہیں۔ کندن بننے کی آشا میں رہے تو جیون لال پر کوئی دیا مت کرنا۔ یہ تمہارا پہلا امتحان ہے۔ اگر تمہارے پگ ڈگمگا گئے تو سارا جیون اس دھرتی پر اپنے قدم دوبارہ نہیں جما سکو گے۔ بلوان بننا چاہتے ہو تو تمہیں میرے کہنے پر چلنا ہو گا، میری ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا، میری سیوا کرو گے تو میں تمہیں ایسی شکتیاں دان کر دوں گا کہ دھرتی کا کوئی بھی منش تم سے نظریں ملا کر بات کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔ پرنتو اگر تم نے میرا سیوک بننے سے انکار کیا تو تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ تمہارے دشمن، تمہیں قدم قدم پر پریشان کرتے رہیں گے۔ تمہیں پورے جیون ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چھوٹے بڑے سب تجھے ٹھوکر ماریں گے اور تجھے ان کی ٹھوکریں برداشت کرنی ہوں گی۔ میرے کہنے پہ چلے گا تو تجھے آتما اور شریر دونوں کی شکتی پراپت ہو گی۔ تیرے من میں جو آشا جاگے گی وہ اوش پوری ہو گی۔ تُو جسے غصے سے گھور کر دیکھے گا وہ جل کر بھسم ہو جائے گا۔ بول بالک، کیا چاہتا ہے، آتما اور شریر کی شکتی یا سارے جگ کی ذلت اور رسوائی؟"

"مجھے شکتی چاہیے مہاراج۔" میں نے منوہر داس کی سُرخ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تو یہی جواب دے گا۔" منوہر داس بدستور کھنکتی آواز میں بولا۔ پھر اس نے مجھے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ "جیون لال، تیرے قدموں میں پڑا ہے۔ خبردار، اس پر دیا مت کرنا۔ اسے حقارت سے ٹھوکر مار کر اپنے راستے سے جُدا کر دے، نیائے اور انیائے کے بارے میں سوچنا دھرماتماؤں کا کام ہے بالک، تجھے کیول اس دھرتی پر شکتیاں پراپت کر کے اپنی منوکامنائیں پوری کرنی ہیں اور ان ظالموں سے اپنا حساب چکانا ہے جنہوں نے تجھے کمزور جان کر تیرے اوپر ظلم کیا تھا۔"

منوہر داس کا چہرہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، میرے تصور میں صرف اس کی سُرخ سُرخ آنکھیں باقی رہ گئیں، جو مجھے اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی تلقین کر رہی تھیں۔ میں نے پلکیں جھپکائیں اور نیچے نظر ڈالی تو جیون لال بدستور میرے قدموں سے لپٹا گڑگڑا رہا تھا۔ مجھے اس کا کمزور بدن بھی اپنے قدموں میں گراں گزرا۔ اس کے مقابلے میں اب مجھے اپنا قد بہت دراز محسوس ہو رہا تھا۔ جیون لال کے زخموں سے اُٹھنے والی سڑاند میرے لیے کراہیت آمیز تھی میں نے اسے ٹھوکر مار کر اپنے قدموں سے دُور کر دیا اور حقارت سے بولا "کمینے، تجھے جو سزا ملی ہے، وہ تیری گستاخی کے مقابلے میں بہت حقیر ہے۔ اگر منوہر داس مہاراج کی شخصیت درمیان میں نہ ہوتی تو شاید میں تیرے وجود کو پیروں تلے روند کر خاک میں ملا دیتا۔"

"نہیں مہاراج، نہیں۔" جیون لال تڑپ کر بولا "مجھ ابھاگی کو یوں نراش مت کرو، مجھے شما کر دو مہاراج۔"

"زبان بند رکھ بدبخت۔" میں نے گرج کر کہا "اب اگر تیری زبان پر میرا نام بھی آیا تو میں تیری بوٹیاں اُڑا دوں گا۔"

جیون لال سہم کر اپنے زخموں سے چُور چُور جسم کو گھسیٹتا ہوا ایک طرف کو ہٹ گیا۔ سُریتا، مجھے حیرت اور مسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ معلوم نہیں کیوں میرا جی چاہ رہا تھا کہ آگے بڑھوں اور ٹھوکریں مار مار کر جیون لال کا پورا وجود لہولہان کر دوں اسی لمحے منورما آ گئی اور میں اپنے ارادے کی تکمیل نہ کر سکا۔ سُریتا میرے اس ردِ عمل پر بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ مندر سے واپسی پر جب ہم ایک سنسان راستے سے گزر رہے تھے تو سُریتا نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نہایت شوخی سے کہا "مہاراج، آج تم نے اپنی پجارن کا من جیت لیا۔ اگر تم اس پاپی کو شما کر دیتے تو میرا ہردے ٹوٹ جاتا۔"

"تم چاہو تو میں اس مردود کو بازوؤں میں جکڑ کر اس کی ہڈیوں کا سُرمہ بھی بنا سکتا ہوں۔" میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

"اپنے بازوؤں میں جکڑ کر کس کس کا سُرمہ بناؤ گے مہاراج؟" سُریتا نے سرگوشی کی تو میں سہم کر رہ گیا۔ میں نے کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ معنی خیز نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

منوہر داس کی پیش کش میرے ذہن میں متواتر گونجتی رہی۔ میں نے اس عرصے میں ایک، دو بار منوہر داس سے ملنے کی کوشش میں اس راستے پر قدم بھی بڑھایا جو اس کی کٹی تک جاتا تھا لیکن ہر بار آدھے راستے سے لوٹ آیا۔ کوئی نادیدہ قوت برابر میرے اور منوہر داس کے راستے میں حائل ہو جاتی تھی شاید وہ میرے دل کا میل ہی رہا ہو جس کے بارے میں منوہر داس نے کہا تھا کہ اس کی صفائی ضروری ہے۔

میں شب و روز اسی خیال میں غرق رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح منوہر داس سے قوتوں کے حصول کا گر سیکھ لوں۔ منورما اور ثریا دونوں ہمہ وقت میری دلجوئی میں لگی رہتی تھیں۔ منورما نے میری اس حرکت کا برا نہیں منایا تھا جو مجھ سے نادانستگی میں سرزد ہو گئی تھی۔ اس کی شوخیوں اور شرارتوں نے مجھے اس کے سلسلے میں اور زیادہ گستاخ اور نڈر بنا دیا تھا۔ میں چنچل ثریا کو بھی اکثر دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتا تھا، اسے تسخیر کرنے کے لیے بے چین رہتا تھا لیکن ڈرتا تھا کہ اگر منوہر داس کو اس کی خبر ہو گئی تو شاید وہ اپنی بیٹی کے مقابلے میں مجھے ترجیح نہ دے اور کیا عجب کہ میرا حال جیون لال سے بھی زیادہ عبرتناک ثابت ہو۔ میں نے اسی خوف سے ابھی تک ثریا کے حسین وجود کو اپنے آہنی بازوؤں کے حصار میں لینے کی ہمت نہیں کی تھی۔

دو روز تک میں ذہنی الجھنوں کا شکار رہا... پھر تیسرے روز میں نے اچانک ہی شہر جانے کا ارادہ کر لیا۔ شہر میں میرے ماضی کی یادوں، رحمت علی اور ان کے خاندان کے افراد کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں چاہتا تھا کہ ایک بار جا کر شہر ہو آؤں، اپنے ماضی کے ان دریچوں کو بند کر دوں جن کی کرب ناک یادیں مجھے اذیت ناک احساس میں مبتلا کر دیتی تھیں۔ میں آخری بار رحمت علی، خالہ جان اور راحیلہ سے بھی ملنا چاہتا تھا۔ شہر سے میری طویل غیر حاضری کے بارے میں ان لوگوں کا نہ جانے کیا حال ہو گا۔ مجھے راحیلہ کا نتیجہ بھی معلوم کرنا تھا۔ معلوم نہیں وہ پاس بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ مجھے یقین تھا کہ رحمت علی یا راحیلہ میرے راستے میں حائل نہیں ہوں گے۔ رحمت علی کی بیوی یوں بھی مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں، اس لیے وہ میرے لیے کسی دشواری کا باعث نہیں بن سکتی تھیں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ ان سے کوئی بہانہ کر کے ٹال دوں گا۔ رشی پور میں منوہر داس تک جانے سے پیشتر میں ان تمام باتوں اور ماضی کی ان تلخ یادوں کو ذہن سے نکال دینا چاہتا تھا جو میرے دماغ میں کچوکے لگاتی رہتی تھیں۔ منوہر داس نے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے طاقت کے حصول سے پہلے اپنے اندر کا میل اور غبار صاف کرنا پڑے گا۔

میں نے منوہر داس کو ثریا کے ذریعے اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو اس نے مجھے بخوشی شہر جانے کی اجازت دے دی۔ مجھ پر کسی قسم کی کوئی بندش نہیں عاید کی بلکہ میرے لیے گاڑی کا انتظام بھی کر دیا گیا۔

منورما اور ثریا دونوں میرے رشی پور سے جانے پر ملول تھیں۔ میں نے ان کو یقین دلایا کہ میں جلد ہی پھر لوٹ آؤں گا۔ وہ دونوں مجھے گاڑی تک چھوڑنے آئیں اور جب تک میری کار ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی، ان کی نگاہیں میری طرف جمی رہیں۔

منوہر داس نے میرے لیے جس گاڑی کا بندوبست کیا تھا وہ بے حد شاندار اور قیمتی تھی۔ مجھے اس پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ منوہر داس کے عقیدت مند اکثر جھلملاتی کاروں میں بیٹھ کر اس سے ملنے رشی پور آیا کرتے تھے۔ گاڑی کا ڈرائیور بھی گاڑی ہی کی طرح شاندار تھا۔ لباس اور شکل کے اعتبار سے پڑھا لکھا اور ذہین دکھائی دیتا تھا لیکن راستے بھر وہ گونگا بنا بیٹھا رہا۔ میں نے بھی اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی اور اپنے خیالات میں گم رہا۔

گاڑی ویران راستوں سے گزرنے کے بعد جب شہر کی حدود میں داخل ہوئی تو مجھے بے شمار گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔ نہ جانے کیوں اس وقت مجھے اپنا آبائی شہر بھی سونا سونا لگ رہا تھا۔ میں شہر کے بازاروں کو اجنبی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ گاڑی بڑے چوک سے گھوم کر کوتوالی کے آگے سے نکلی تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے خان ایاز یاد آ گیا اور میرے زخم پھر سے ہرے ہو گئے۔ میں نے طے کر لیا کہ منوہر داس سے طاقت کا گر سیکھنے کے بعد میرا سب سے پہلا شکار خان ایاز ہی ہو گا جس نے اپنی حیثیت اور طاقت کے بل بوتے پر مجھ پر بے پناہ ظلم ڈھائے تھے۔ میرا ذہن خان ایاز سے مستقبل قریب میں لیے جانے والے انتقام کے منصوبے تراشنے لگا۔ وحشت کا یہ سلسلہ اس وقت ختم ہوا جب گاڑی میرے گھر کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔

میں دھڑکتے ہوئے دل سے نیچے اترا۔ رحمت علی کے مکان میں قفل دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ لوگ کسی سے ملنے جلنے گئے ہوں گے۔ میں نے جیب سے چابی نکال کر اپنا دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوا تو ہر شے یوں گرد میں اٹی ہوئی تھی جیسے کسی نے مہینوں سے ہاتھ نہ لگایا ہو۔ اپنے سرمایۂ حیات کو اس طرح گرد آلود دیکھ کے مجھے بے حد دکھ ہوا۔ جب میں شہر میں تھا تو رحمت علی کے ملازم یا راحیلہ اور خالہ جان میں سے کوئی نہ کوئی میرے کمرے کی صفائی کیا کرتا تھا لیکن میرے جانے کے بعد لوگوں نے اس کی دیکھ بھال ترک کر دی تھی۔ غالباً میری اس طویل

غیر حاضری سے انہوں نے یہ سوچا ہو گا کہ امجد علی کہیں مر کھپ چکا ہے۔ اس خیال سے مجھے رونا آ گیا، میں نے جھاڑن اٹھا کر صفائی شروع کر دی۔ مجھے رحمت علی اور ان کے گھر والوں سے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ مجھے اتنی جلدی فراموش کر دیں گے۔

میں ابھی گھر کی صفائی میں مصروف تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ اس خیال سے کہ شاید رحمت علی کے گھر والے آ گئے ہوں، میں تیزی سے باہر آیا۔ دروازے پر محلے کے ایک بزرگ شیخ برکت علی موجود تھے جو رحمت علی کے برابر والے مکان میں رہتے تھے، میں نے انہیں سلام کیا تو وہ حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے بولے: "امجد میاں، تم کب واپس آئے، اتنے مہینے کہاں غائب رہے؟"

"میں اپنے کچھ عزیزوں سے ملنے کے لیے دوسرے شہر گیا ہوا تھا۔" میں نے برکت علی کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "آپ فرمائیے آپ کیسے ہیں۔ رحمت علی صاحب اور ان کے گھر والوں کا کیا حال ہے؟"

"میں تو خیر ٹھیک ہوں، امجد میاں، لیکن تمہاری غیر موجودگی میں بے چارے رحمت علی صاحب کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا رنج سارے محلے والوں کو ہے لیکن ہم سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔"

شیخ صاحب نے جس انداز میں رحمت علی اور ان کے گھر والوں کا ذکر کیا اسے محسوس کر کے میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں شیخ صاحب کو کمرے میں لے آیا اور رحمت علی کے بارے میں دریافت کیا تو وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے: "امجد میاں، تمہارے جانے کے بعد رحمت علی صاحب کے مکان پر پولیس والوں کی آمد و رفت کا سلسلہ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تھا۔ شروع شروع میں تو ہم لوگوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی لیکن ایک روز میں نے ازراہِ اخلاق رحمت علی سے احوال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پولیس والے ان سے تمہارا پتہ دریافت کرنے آتے ہیں۔ پولیس کو شبہ تھا کہ رحمت علی کو تمہارے بارے میں معلوم ہے لیکن وہ پولیس کو کچھ بتانا نہیں چاہتے۔ بہرحال، ایک روز پولیس والے تمہیں دریافت کرنے آئے تو رحمت علی کا پارہ چڑھ گیا۔ محلے کے کچھ لوگ بھی جمع ہو گئے تھے، رحمت علی نے سب کی موجودگی میں پولیس والوں کو ڈانٹا ڈپٹا اور یہ کہہ کر رخصت کیا کہ اب اگر انہوں نے تمہارے بارے میں رحمت علی کو دوبارہ تنگ کیا تو وہ اس معاملے کو عدالت تک کھینچ لے جائیں گے۔ اس وقت تو خیر پولیس والوں نے خون کا گھونٹ پی کر خاموشی اختیار کر لی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ بہت برا ہوا۔"

"شیخ صاحب، خدا کے لیے مجھے بتائیے کہ رحمت علی کہاں ہیں اور پولیس نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟" میں نے شیخ صاحب کی خاموشی پر بے چینی سے دریافت کیا۔

وہ رندھی ہوئی آواز میں بولے: "جس روز رحمت علی نے پولیس کو ڈانٹا ڈپٹا تھا اس کے دس بارہ روز بعد اچانک راحیلہ کو کسی نے اغوا کر لیا۔ وہ صبح اپنی ماں سے کسی سہیلی سے ملنے ان کی اجازت لے کر گئی۔ دوپہر تک واپس نہ آئی تو بیگم رحمت کو تشویش ہوئی۔ وہ اس کی تلاش میں سہیلی کے ہاں پہنچیں تو راحیلہ کی سہیلی نے اسے بتایا اسے رخصت ہوئے تو ایک گھنٹے سے زیادہ گزر چکا ہے۔ بیگم رحمت علی الٹے قدموں گھر واپس آ گئیں، رحمت علی کو بلوایا گیا تو وہ دیوانوں کی طرح اپنی بیٹی کو تمام عزیز رشتے داروں کے ہاں تلاش کرتے رہے لیکن بے سود، شرم کے مارے وہ کسی کو اپنا ہمراز بھی نہیں بنا سکتے نہ ہی پولیس میں رپورٹ درج کرا سکتے تھے۔" شیخ صاحب نے رومال سے آنسو پونچھے پھر اپنا سلسلہ کلام جاری کرتے ہوئے بولے: "رات بھر رحمت علی اور ان کی بیگم بھاگ دوڑ میں مصروف رہے لیکن بچی کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ صبح ہوتے لڑکی واپس آ گئی لیکن اسے اتنا ہوش نہیں تھا کہ اغوا کرنے والوں کے بارے میں کچھ بتا سکتی۔ اس نے اپنی ماں کو جو روداد سنائی وہ اسے برداشت نہ کر سکی۔ اس نے پاگلوں کی طرح اپنی بچی کو سینے سے لگا کر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ رحمت علی کو اپنی عزت لٹنے کی خبر ہوئی تو وہ بھی اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے۔ غیرت دار آدمی تھے۔ انہوں نے پہلے بیٹی اور بیوی کو گولی ماری... پھر خود کو ہلاک کرنے کی خاطر دوبارہ بندوق بھر رہے تھے کہ گولیوں کی آواز سن کر محلے والوں نے بروقت پہنچ کر انہیں بچا لیا۔ وہ بے چارے موت سے تو بچ گئے لیکن اپنا ذہنی توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے لاشوں کو چیر پھاڑ کے لیے اسپتال بھجوا دیا اور بے چارے رحمت علی کو اقدامِ قتل و خودکشی کے جرم میں گرفتار کر لیا مگر ان پر مقدمہ نہ چل سکا، بعد میں کچھ لوگوں سے پتہ چلا کہ انہیں پاگل خانے بھجوا دیا گیا ہے۔ محلے والوں کا خیال ہے کہ راحیلہ بیٹی کے اغوا میں بھی پولیس والوں ہی کا ہاتھ رہا ہو گا۔"

شیخ برکت علی نے مجھے رحمت علی کی دردناک روداد سنائی تو میری آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ میرا خون کھول رہا تھا لیکن مجھے اپنی کمزوری کا بھی احساس تھا اس لیے میں نے طیش میں آ کر کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ رحمت علی اور ان کے گھر والوں پر جو بپتا پڑی تھی میں خود کو اس کا ذمے دار سمجھ رہا تھا۔ میری ہمدردی کے جرم کی سزا رحمت علی اور ان کے گھر والوں کو بھی بڑے عبرت ناک انداز میں بھگتنی پڑی تھی۔ میرے سینے میں

انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ میں نے شیخ صاحب سے پاگل خانے جاکر رحمت علی کی مزاج پرسی کا بہانہ کیا اور پیشہ مکان کو دوبارہ قفل لگاکر گاڑی میں جابیٹھا۔ چلتے چلتے میں نے شیخ برکت علی سے تاکید کردی تھی کہ وہ اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کریں ورنہ جو کچھ میں اپنے محسن کے لیے کرنا چاہتا ہوں اس کے راستے میں دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ میں نے شیخ صاحب سے مصافحہ کرکے گاڑی کا دروازہ بند کیا تو ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پہلی بار مجھے مخاطب کیا
"اب کہاں چلنا ہے جناب؟"
"واپس... رشی پور۔" میں نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا اور اپنے جذبات پر قابو پانے کے لیے پوری شدت سے ہونٹ چبانے لگا، میرے سینے میں انتقام کی دبی دبی چنگاریاں نہایت سرعت سے شعلوں کا روپ اختیار کر رہی تھیں۔

منوہر داس اپنی کٹی میں مرگ چھالا پر بیٹھا مجھے گھور رہا تھا۔ منوہر داس کے استھان پر اس وقت منوہر داس، سریتا اور میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ سریتا اس کے بائیں جانب ذرا پیچھے با ادب کھڑی تھی اور میں منوہر داس کے سامنے بیٹھا اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔ منوہر داس کی کٹیا سب سے الگ تھلگ اور آبادی سے قدرے دور ناہموار چٹانوں کے درمیان واقع تھی منورما نے مجھے بتایا تھا کہ وہ شب و روز جاپ میں مگن رہتا ہے اور اکثر مہینوں کسی کو درشن نہیں دیتا۔ دور دراز کے علاقوں سے جو بھی لوگ اس سے ملنے آتے تھے انہیں بھی منوہر داس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے سریتا کی مدد لینی پڑتی تھی۔ سوائے سریتا کے رشی پور کے بڑے بڑے پنڈت پجاریوں کو بھی اس کے استھان کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے بھی شہر سے واپسی پر سریتا سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے منوہر داس سے ملوادے منوہر داس نے فوری طور پر مجھے طلب کر لیا تھا، چنانچہ اس وقت میں اس کے سامنے بیٹھا اس بات کا منتظر تھا کہ وہ گفتگو کا آغاز کرے اور میں اس کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالوں۔
دیر تک ہمارے درمیان گفتگو نہیں ہوئی، منوہر داس کی سحر آلود آنکھیں میرے چہرے پر جمی رہیں پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بالک میں دیکھ رہا ہوں کہ شہر کی آب و ہوا نے تجھے اور بیاکل کر دیا ہے۔ تیرے من کے اندر طوفان اُبل رہا ہے۔"
"مہاراج۔" میں نے بے چینی سے کہا۔ "آج میں تمہارے پاس اپنے اندر کی تمام غلاظتیں کھرچنے کے بعد آیا ہوں۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے، بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے اور میں...."
"من کو شانت رکھ بالک۔" منوہر داس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "تجھے کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت نہیں، تیرے من میں جو کچھ ہے میں دیکھ رہا ہوں، تو دوسروں کے کارن بیاکل ہے۔ پرنتو جو کچھ ہوا اس میں تیرا کوئی دوش نہیں۔ تو نردوش ہے، پرنتو جن لوگوں کو تیری وجہ سے بلوائیوں کے انیائے کا شکار ہونا پڑا ہے تجھے ان سے حساب چکانا ہوگا۔ ان بھیڑیوں کا سر کچلنا ہوگا جنہوں نے منش کے روپ میں اپنی شکتی کے بل پر دو سندر ناریوں کو مٹی میں ملادیا اور ایک منش پاگل ہو گیا۔ میری آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی ہیں بالک، جن کے من کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں ان کے لیے فاصلوں کی قید بھی ختم ہو جاتی ہے۔ من میں روشنی ہو تو منش اپنے استھان پر بیٹھے بیٹھے سارے جگ کا حال جان سکتا ہے۔ تو اس سمے اپنے من کی کامناؤں کو پورا کرنے کی خاطر میری سہائتا مانگنے آیا ہے، میں سچے دل سے تیری سہائتا کرنے کو تیار ہوں پرنتو ایک بار پھر اپنے من کو ٹٹول کر دیکھ لے۔ اندر کوئی میل باقی نہیں ہونا چاہیے۔"
"میں نے خوب سوچ سمجھ کر تمہارے پاس آنے کا فیصلہ کیا ہے مہاراج۔" میں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جو کچھ ان لوگوں پر گزری ہے جو مجھ سے پیار کرتے تھے، ان کا احوال بھی معلوم ہے۔ تم اپنی شکتی کے زور سے میرے دل کو بھی ٹٹول کر دیکھ لو۔ میں نے اپنے دل کو پتھر کر لیا ہے مہاراج، تمہیں پتھر کے اس ٹھوس ٹکڑے کے اندر کوئی میل نظر نہیں آئے گا۔"
"میں جانتا ہوں بالک، پرنتو ابھی ایک بات باقی رہ گئی ہے۔" منوہر داس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "میں تجھے اس راستے پر لگا دوں گا جو دیوی دیوتاؤں کی سمت جاتا ہے۔ جاپ اور بیٹھک کرنے کے بعد تجھے آتما اور شریر کی شکتی بھی پراپت ہو جائے گی لیکن ہمارے راستوں پر چلنے کے لیے تجھے اپنا دھرم بدلنا ہوگا۔ تجھے امجد علی سے اجیت کمار بننا پڑے گا۔"
"اجیت کمار۔" میرے ذہن کو ایک لمحے کے لیے دھچکا سا لگا۔ منوہر داس نے دھرم تبدیل کرنے کا مشورہ دے کر چند لمحوں کے لیے مجھے ڈانوا ڈول کر دیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے راحیلہ اور بیگم رحمت علی کو زخموں سے چور چور اور خون میں لت پت زمین پر تڑپتے محسوس کیا۔ مجھے راحیلہ کی وہ کرب ناک چیخیں بھی اپنے کانوں میں گونجتی محسوس ہوئیں جو آبرو ریزی کے وقت اس کے حلق سے نکلی تھیں۔ میرے تصور میں رحمت علی کا معصوم چہرہ بھی اُبھر آیا۔ میں نے انہیں ننگ دھڑنگ پاگلوں کے درمیان قہقہے لگاتے دیکھا تو میری

آنکھوں میں خون اتر آیا۔ رگوں میں خون کی حدت بڑھی تو میں نے منوہر داس سے کہا۔ "مہاراج، تم چاہو تو مجھے اجیت کمار بنا دو، مجھے منظور ہے۔"
"جلد بازی سے کام مت لے بالک۔ من کو شانت کر کے فیصلہ کر، ابھی تیرے پاس بہت سمے پڑا ہے۔"
"میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے مہاراج، میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے جذباتی لہجے میں جواب دیا تو منوہر داس نے فوری طور پر کچھ نہیں کہا، وہ چند لمحے آنکھ بند کیے بیٹھا رہا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں دبی ہوئی مالا کے دانوں پر اس کی انگلیوں کی حرکت بدستور جاری تھی۔ میں منوہر داس کے جواب کا منتظر تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو بالک، دیوی دیوتاؤں نے اجیت کمار کے نام کو تمہارے لیے شبھ قرار دیا ہے۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا... پھر اس نے سریتا کو مخاطب کیا۔ "تجھے آج سے ہمارے چیلے کا دھیان رکھنا ہوگا۔ میں نے تجھے جو شکتیاں دان کی ہیں تو آج کے بعد انہیں بھی استعمال کر سکتی ہے۔ پرنتو کیول ہمارے چیلے اجیت کی رکھشا کے لیے۔"
"تمہاری سر آگیا کا پالن کرنا میں اپنا دھرم سمجھتی ہوں، مہاراج۔" سریتا ہاتھ باندھ کر بولی۔
"مہاراج۔" میں نے جلدی سے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری سیوا میں رہ کر پورے دھیان سے گیان کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی اور کے حوالے کرنے کے بجائے صرف اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دو تو زیادہ خوشی ہوگی۔"
"مورکھ...." منوہر داس مجھے گھور کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تو تیل اور آگ کے سمبندھ سے ڈرتا ہے لیکن جو لوگ دیوی دیوتاؤں کو اپنے من مندر میں بسا کر جیون تیاگ دینے کا دھیان کرتے۔ ان کو ان باتوں سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ شریر کا سمبندھ تو تمہارے لیے من کا بہلاوا ہوتا ہے۔ پرنتو اتنا بھی نہیں کہ منش کے گیان دھیان میں کوئی فرق آجائے۔"
"میں تمہاری باتیں سمجھ رہا ہوں، مہاراج لیکن مجھے پُراسرار قوتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔"
"ابھی سے اتنی بڑی بڑی باتیں مت کر مورکھ۔ کل کیا ہونے والا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں۔" منوہر داس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "جا، میرا آشیرواد تیرے ساتھ ہے۔ کچھ دن اور جیون کے مزے اڑا لے.... پھر تجھے کٹھن امتحانوں سے گزرنا ہوگا۔ کڑی پریکشا دینی ہوگی۔ کندن بننے کے لیے کٹھنائیوں کو جھیلنا ہوگا۔ کچھ بلیدان بھی دینا ہوگا.... پھر ایک روز تو ایسی شکتی پراپت کرے گا کہ دھرتی کا کوئی منش تیری طرف آنکھ اٹھاتے ہوئے گھبرائے گا۔"
"میرا امتحان کب سے شروع ہوگا، مہاراج؟" میں نے اس سے دریافت کیا۔
"دھیرج رکھ بالک۔ دو چار روز میں تیری پریکشا کا سمے بھی آجائے گا۔" منوہر داس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی مندر میں جاکر دیوی درشن بھی کر لیا کر، اب تو ہمارا چیلا اجیت کمار ہے۔ رشی پور میں اب کوئی تیرا اپمان کرنے کا دھیان بھی من میں لایا تو جل کر بھسم ہو جائے گا۔ منوہر داس ہر سمے تیرے قریب رہے گا۔"
میں منوہر داس کے پاس سے اٹھ کر باہر آگیا۔ سریتا میرے ساتھ ساتھ تھی۔ مجھے اجیت کمار کی حیثیت میں دیکھ کر اسے خلاف توقع بہت خوشی ہو رہی تھی۔ راستے بھر وہ مجھ سے شوخ باتیں کرتی رہی۔ منورما کو حالات کا علم ہوا تو اس نے نہایت عقیدت سے میرے قدموں میں سر رکھنا چاہا لیکن میں نے اسے روک دیا۔ اسی روز سریتا اصرار کر کے مجھے رشی پور کے بڑے مندر میں لے گئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ مجھے مندر میں داخل ہوتے دیکھ کر پجاریوں اور پنڈتوں کی پیشانیاں فکر آلود ہو جائیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مندر کے بڑے پجاری رام لال نے بھی مجھے دیکھ کر ہاتھ باندھ لیے تھے۔ شاید ان لوگوں کو علم ہو چکا تھا کہ منوہر داس نے مجھے اپنا چیلا بنا لیا ہے۔
میں بڑے مندر میں گھومتا رہا۔ وہاں چھوٹی بڑی پتھر کی بے شمار مورتیاں موجود تھیں۔ میں انہیں دلچسپی سے دیکھتا رہا لیکن میں نے کسی مورتی کے آگے سر جھکایا اور نہ ہی کسی کے لیے جان پیروں کو چھونے کی کوشش کی۔ منوہر داس نے بھی صرف دیوی درشن کے لیے کہا تھا۔ سریتا یا منورما نے بھی مجھے دوسرے پجاریوں کی طرح دیوی کی مورتیوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر جھکنے پر مجبور نہیں کیا۔
رات کو منورما نے مجھے وہی مشروب پلایا جسے پی کر میرے جسم میں توانائی پیدا ہو جاتی تھی اور ذہن پر نشہ طاری ہو جاتا تھا.... پھر منورما مجھ سے اجازت لے کر دوبارہ بڑے مندر چلی گئی وہ اس خوشی میں کہ میں نے اجیت کمار بننا منظور کر لیا تھا اور منوہر داس نے مجھے اپنا شاگرد بنا لیا تھا، دیوی پوجا میں رات گزارنے کی خواہشمند تھی۔ سریتا میری دیکھ بھال کے لیے میرے پاس موجود تھی۔ میں بستر پر لیٹا تو مجھے رحمت علی اور ان کے خاندان والے یاد آگئے۔ ان بے چاروں کو محض میرے ساتھ ہمدردی کرنے کی سزا ملی تھی۔ راحیلہ نے پڑھائی کے دوران مجھ سے ایک بار کہا تھا کہ وہ پڑھ لکھ کر بہت بڑی ڈاکٹر بنے گی لیکن ظالموں نے اس کی معصوم حسرتوں کو پامال کر دیا تھا۔

نج جی نے مجھے صرف وہ حالات سُنائے تھے، جو ان کے علم میں رہے ہوں گے۔ ان باتوں کے علاوہ بھی یقیناً بہت سی ایسی باتیں ہوں گی جو دوسروں کو نہیں معلوم ہو سکی ہوں گی۔ رحمت علی بہت صابر اور دل گُردے کے آدمی تھے۔ محلے کے چھوٹے بڑے سب ہی ان کی تعظیم کرتے تھے۔ وہ ہر شخص کے اچھے بُرے میں شریک ہونا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے لیکن جب ان پر بُرا وقت آیا تو محلے کا کوئی آدمی اُن کے کام نہ آسکا۔ رحمت علی غیرت مند تھے دوسروں کے سامنے نظریں جھکانا، انہیں منظور نہیں تھا۔ اس داغ کو اپنے گھر والوں کے خون سے دھوڈالنا چاہتے تھے جو ظالموں نے راحیلہ کے دامن پر لگایا تھا۔ رحمت علی کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی ایسا ہی کرتا۔

میں دیر تک ان ہی باتوں پر غور کرتا رہا۔ میرے ذہن پر مشروب کا سرور بتدریج بڑھ رہا تھا... معاً میرے ذہن میں ایک سوال اُبھرا "پولیس اب مجھے کیوں تلاش کر رہی ہے...؟" کیا خان ایاز کے دل میں اب بھی میرے خلاف کدورت باقی رہ گئی ہے؟ اس نے اور اس کے ماتحتوں نے مجھ پر جو مظالم توڑے تھے کیا ان میں کچھ کمی رہ گئی ہے جس کی تکمیل کے لیے انہیں میری ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟ یا پھر وہ مجھے زندہ ہی نہیں دیکھنا چاہتے، میری موت کے خواہاں ہیں؟

ذہن میں اُبھرنے والے یہ خیالات مجھے مضطرب کر رہے تھے۔ میں نے کروٹ بدلی تو دیکھا سُریتا میرے قدموں کے قریب کھڑی میرا چہرہ تکے جا رہی ہے۔ میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ میں نے سریتا سے کہا "کھڑی کیوں ہو، بیٹھ جاؤ۔"

اس نے جواب میں ہاتھ باندھ کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "جب تک دیوتا کا حکم نہ ملے پُجارن اُس کے برابر بیٹھنے کی جرأت کس طرح کر سکتی ہے۔"

"پہلے تو تم میری، اجازت کے بغیر ہی بہت کچھ کر لیا کرتی تھیں۔"

"پہلے کی بات اور تھی، اب تم بابا کے سب سے مہان چیلے بن گئے ہو۔" وہ شوخی سے بولی "بابا نے مجھے یہ حکم بھی دیا تھا کہ تمہارا دھیان رکھوں۔"

"مہاراج نے یہ بھی تو کہا تھا کہ انہوں نے تمہیں کچھ قوتیں بخش رکھی ہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "کیا تم ان قوتوں کو استعمال کر سکتی ہو؟"

"ہاں..." اس نے تیزی سے کہا "اب میں ان شکتیوں کو استعمال کر سکتی ہوں لیکن صرف تمہارے لیے۔ پہلے بابا نے مجھے اس کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔"

"سُریتا..." میں نے تیزی سے اُٹھنے کی کوشش کی تو میرا سر گھوم گیا۔ مشروب کا نشہ تیز ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے ایک ایسے دشمن کو بھی ہلاک کر سکتی ہو جو رشی پور سے بہت دور بیٹھا، میری موت کے منصوبے بنا رہا ہے۔"

"ابھی میں نے اتنی شکتی پراپت نہیں کی کہ فاصلوں پر عبور حاصل کر سکوں۔ ہاں، اگر کوئی میرے سامنے آکر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو میں اسے نشٹ کر سکتی ہوں۔"

"مجھے اس کمرے سے نکال کر کھلی فضا میں لے چلو، سریتا۔ میں نہ جانے کیوں گھٹن سی محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے اُلجھتے ہوئے کہا پھر اُٹھنے کی کوشش کی تو میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ نشہ تیزی سے ذہن پر حاوی ہو رہا تھا۔ سُریتا نے مجھے فوراً ہی سہارا نہ دیا ہوتا تو شاید میں گر پڑا ہوتا۔ اس نے مجھے دوبارہ بستر پر لٹا دیا اور میرا سر دبانے لگی۔ اس کا جوان قرب اور اُس قُرب کی جوان مہک نے میرا نشہ اور تیز کر دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اپنے خون کی یہ حدت اس کے خوبصورت اور حسین وجود میں منتقل کر دوں۔ میں نے اپنے بازو وا کئے اور سُریتا کے مہکتے ہوئے جسم کو اپنی آغوش میں کھینچنے کی کوشش کی لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک میں طوفانی لہروں کے بھنور میں پھنس کر ڈوبتا چلا جا رہا ہوں، میری نظروں کے سامنے اندھیرے پھیل کر گہرے ہو رہے تھے۔ میں نے ان اندھیروں سے روشنی میں آنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا... پھر کیا ہوا؟ میں یہ بتانے سے قاصر ہوں کیونکہ مجھے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔

❁

چار روز اور گزر گئے پھر رشی پور میں پانچویں دن کا سورج غروب ہوا تو منوہر داس کی طرف سے میری طلبی کا حکم آگیا۔ اُس روز سُریتا نے میری رہنمائی صرف منوہر داس کے استھان تک کی تھی۔ وہ میرے ہمراہ کُٹیا کے اندر نہیں گئی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل سے اندر داخل ہوا تو منوہر داس میرا منتظر تھا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر مجھے بتایا کہ وہ وقت آگیا ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ میں پوری توجہ سے اس کی باتوں کو سُنتا رہا۔ منوہر داس کہہ رہا تھا کہ مجھے آبادی سے دور ایک ویران کھنڈر میں منڈل (دائرہ) بنا کر بیٹھنا ہو گا اور ایک منتر کا تیرہ لاکھ بار جاپ کرنا ہو گا۔ جاپ کے دوران مجھے گندی رُوحیں اور بلائیں بھی ڈرانے کی کوشش کریں گی لیکن مجھے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اور پوری لگن سے جاپ جاری رکھنا ہو گا۔ کامیابی کی صورت میں، میں کچھ پُراسرار قوتوں کا مالک بن جاؤں گا لیکن اگر مجھے ناکامی ہوئی تو میرا ذہنی توازن بھی خراب ہو سکتا ہے۔

منوہر داس نے مجھے اونچ نیچ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا "پُجاری کی لگن سچی ہو تو اور اگر وہ جاپ منتر کے دوران جیون سے اپنا ناطہ توڑ کر پورے دھیان سے منتر کے بولوں میں ڈوب جائے تو اپنی پرکشا میں سپھل ہو سکتا ہے۔ پرنتو اگر وہ بھیروں اور گندی بلاؤں سے ڈر گیا تو پھر وہ پاگل اور دیوانہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"مجھے اپنے اوپر اعتماد ہے مہاراج۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "تم مجھے وہ منتر بتا دو اور اس کھنڈر تک پہنچا دو، جہاں مجھے جاپ کرنا ہو گا۔ میں آج ہی سے اس منتر کا جاپ شروع کر دوں گا۔"

"دھیرج بالک، دھیرج۔" منوہر داس نے میرے اضطراب کو بھانپتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارے بھوش میں کیا لکھا ہے، میں پڑھ چکا ہوں لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ کچھ گندی آتمائیں، تمہیں تمہارے مقام تک پہنچنے سے روکنے کی کوشش بھی کریں گی۔ تمہیں ان سے ہوشیار رہنا پڑے گا۔"

"جب تمہارا آشیرواد میرے ساتھ ہے تو پھر مجھے کسی گندی آتما سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہو گی۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"میں تمہارے ارادے کی مضبوطی بھی محسوس کر رہا ہوں پرنتو ایک بات گرہ میں باندھ لو۔ پُجاری جب کسی منتر کے جاپ کے لیے منڈل میں بیٹھک جماتا ہے تو وہاں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ اس منڈل کے اندر کوئی اور شکتی نہیں داخل ہو سکتی۔ دیوی دیوتاؤں کی پوتر چھایا پُجاری کو منڈل کے اندر اس سمے تک اپنی شرن میں رکھتی ہے جب تک وہ نڈر اور بے خوف ہو کر اپنے گیان دھیان میں گُم رہتا ہے۔"

"میں تمہاری باتوں کو ذہن نشین کر رہا ہوں مہاراج۔" میں نے اعتماد سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ میں تمہارے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر کامیابی حاصل کر لوں گا اور کوئی طاقت مجھے اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گی۔"

منوہر داس کی سحر آلود نگاہیں بدستور میرے چہرے کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ میرا جواب سن کر وہ چند لمحے خاموش رہا... پھر اس نے مجھے وہ منتر یاد کرانا شروع کیا جسے مجھے خود اپنے بنائے ہوئے حصار میں بیٹھ کر تیرہ لاکھ بار دُہرانا تھا۔ منتر کے بول ہر چند کہ دشوار تھے لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور جلد ہی اسے یاد کر لیا اور متعدد بار روانی سے دُہراتا رہا۔

رات کے اندھیرے جب پھیل کر گہرے ہوئے اور رشی پور پر سناٹا طاری ہو گیا تو منوہر داس مجھے ساتھ لے کر اپنی کُٹیا سے باہر نکلا اور اس راستے پر قدم بڑھانے لگا جو چٹانی سلسلے پر جا کر ختم ہوتا تھا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ ہموار راستہ ختم ہوا تو چٹانی سلسلے کا ناہموار اور تھکا دینے والا مرحلہ شروع ہوا۔ منوہر داس ان ناہموار راستوں پر بھی بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔ شاید

وہ ان راستوں سے بخوبی واقف تھا۔ میں پہلی بار ادھر آیا تھا اور وہ بھی رات کی تاریکی میں، اس لیے ایک، دو بار گرتے گرتے بچا... پھر سنبھل کر قدم بڑھاتا ہوا منوہر داس کے پاس پہنچ گیا۔ بہت دیر تک ہم پرپیچ چٹانوں میں چلتے رہے... پھر منوہر داس نے ایک جگہ رک کر مجھ سے سوال کیا "بالک، اب ہم کھنڈرات کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ تجھے یہاں کے اندھیروں سے ڈر تو نہیں لگ رہا ہے؟"

"بزدلی، مردوں کی شان کے خلاف ہے، مہاراج۔"

"مجھے وشواس ہے کہ تو بہت جلد اپنا جاپ پورا کرلے گا۔"

منوہر داس نے دوبارہ قدم بڑھاتے ہوئے کہا "منتر کی گنتی پجاری کے بس کا روگ نہیں ہوتی بالک، اس لیے دیوی دیوتاؤں کے سیوک اس کا شمار کرتے ہیں۔ جب منتر ختم ہو جاتا ہے تو پجاری کا من روشن ہو جاتا ہے، اس کی زبان آپ ہی آپ بند ہو جاتی ہے۔ اسے خود ہی نظر آجاتا ہے کہ دیوتاؤں نے اس کی تپسیا سویکار کرلی ہے... پھر جب وہ منڈل کے باہر آتا ہے تو پراسرار اور مہان شکتی کا مالک بن جاتا ہے۔"

میں خاموشی سے منوہر داس کی باتیں سنتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھاتا رہا۔ کچھ دیر بعد ہم ان کھنڈرات میں پہنچ گئے۔ منوہر داس نے میرے لیے ایک صاف اور قدرے ہموار جگہ کا انتخاب کیا، پھر مجھے مزید نصیحتیں کرکے واپس چلا گیا۔ میں منوہر داس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک ماحول کا جائزہ لیتا رہا، پھر میں نے منوہر داس کے بتائے ہوئے طریقے سے ایک بڑا دائرہ (منڈل) کھینچا اور اس کے بیچوں بیچ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کرکے وہ منتر پڑھنے لگا۔ جس کا جاپ مجھے تیرہ لاکھ مرتبہ کرنا تھا۔

میری جگہ کوئی کمزور دل کا شخص ہوتا تو شاید وہ چوبیس گھنٹے بھی اس دائرے میں نہ گزار سکتا لیکن میری لگن سچی تھی۔ دنیا نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ پر ظلم ڈھائے تھے اور اب میں طاقت حاصل کرکے ان سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اسی ایک خیال نے میری ہمت بڑھائی تھی، مجھے حوصلہ دیا تھا۔

چند روز بعد منتر پڑھتے پڑھتے مجھ پر اکتاہٹ طاری ہونے لگی۔ ایک ہی انداز نشست میں مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میرا پورا وجود پھوڑا بن گیا ہے۔ مجھے سورج نکلنے اور غروب ہونے کا احساس بھی ہوتا تھا، رات اور دن کی تمیز بھی ہوتی تھی لیکن پھر رفتہ رفتہ دن، رات، روشنی اور اندھیروں کا فرق آپ ہی آپ مٹتا گیا۔ میں نے منتر کے بول دہراتے دہراتے جیسے ایک مشین کی صورت اختیار کرلی تھی۔ مشین، جسے وقت کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ مجھے اب بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا لیکن اتنا مزور یاد ہے کہ چند روز بعد میرے

حصار کے باہر دہشت ناک واقعات رونما ہونے شروع ہوگئے تھے۔ کبھی مجھے یوں دکھائی دیتا جیسے کوئی آدم خور شیر مجھے ہڑپ کرنے کے لیے زمین پر پنجے کھرچ رہا ہو۔ کبھی ایسا لگتا جیسے آسمان سے مجھ پر دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش ہو رہی ہو۔ کبھی خونی درندوں کی تیز آوازیں اچانک بلند ہوکر مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتی تھیں اور اکثر مجھے ایسا بھی محسوس ہوتا تھا جیسے ننگ دھڑنگ حبشیوں کی نیزہ بردار فوج مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے جھپٹ رہی ہو۔ منوہر داس نے اگر قبل از وقت مجھے ان خطرات سے آگاہ نہ کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ میری توجہ ہٹ جاتی اور خوف زدہ ہوکر میں حصار سے نکل بھاگتا۔ منوہر داس کے بتا دینے کے بعد میں پہلے ہی سے محتاط تھا۔ جب بھی منڈل کے باہر اس قسم کے شعبدے شروع ہوتے تھے میں پورے انہماک سے اور بلند آواز میں منتر پڑھنے لگتا تھا۔

پھر وہ منحوس رات بھی آگئی جس کی صبح نے میری زندگی کو ایک نئے راستے پر ڈال دیا۔ اس رات منڈل کے اطراف پہلے بعد دیگرے قسم قسم کے شعبدے ہوتے رہے۔ اسی رات میں نے ایسے ڈراؤنے مناظر بھی دیکھے جن کو دیکھ کر میں کچھ دیر کے لیے سہم گیا لیکن میرے اندر کی مشین برابر منتر کا جاپ کرتی رہی۔ رات بھر گندی بلاؤں نے مجھے اپنے ارادے کی تکمیل سے باز رکھنے اور بہکانے کی پوری پوری کوشش کی لیکن میں کسی آہنی چٹان کی مانند اپنی جگہ اٹل رہا... پھر صبح کا اجالا پھیلا تو میری زبان خود بخود بند ہوگئی۔ میں اس خیال سے گھبرا گیا کہ کہیں گندی بلائیں مجھ پر حاوی تو نہیں ہوگئیں۔ میں نے منتر کو دوبارہ پڑھنے کی کوشش کی لیکن میری زبان جیسے گنگ ہوگئی تھی۔ ابھی میں اسی کوشش میں مصروف تھا کہ منوہر داس کی آنکھیں میرے تصور میں ابھریں... پھر اس کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی "بالک اب منڈل سے باہر نکل آ، تیری پریکشا پوری ہوئی، دیوی دیوتاؤں نے تیری تپسیا کو سویکار کرلیا ہے۔ میں بھی تجھے بدھائی دیتا ہوں۔"

منوہر داس کی آواز سن کر مجھے یاد آگیا کہ جب منتر کا جاپ پورا ہوگا تو میری زبان آپ ہی آپ بند ہو جائے گی۔

میں نے اطراف میں نظر ڈالی، چاروں طرف صبح کا نور پھیلا ہوا تھا، میں عالم سرمستی میں جھومتا ہوا اٹھا اور منڈل سے باہر نکل آیا۔ میں اپنی کامیابی پر سرشار تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے اندر بے پناہ قوتیں پیدا ہوگئی ہیں... جیسے میری شریانوں میں خون کے بجائے اب پگھلا ہوا سیسہ دوڑ رہا ہو۔ میں کھنڈرات سے نکل کر اندازے سے ہی رشی پور کی جانب چل دیا۔ مجھے تعجب تھا کہ منوہر داس کی آواز نے مجھے جاپ پورا ہونے کی مبارک باد تو دی تھی لیکن وہ خود مجھے لینے

نہیں آیا تھا۔

مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ جاپ مکمل ہونے میں مجھے کتنے دن یا ہفتے لگے تھے لیکن میرا حلیہ بتا رہا تھا کہ اس کام میں مہینوں لگے ہوں گے۔ میرے کپڑے میل سے بری طرح چکٹ گئے تھے۔ سر کے بال جھاڑ جھنکار کی صورت میں بے تحاشہ بڑھ چکے تھے اور ان میں گرد و غبار جم گیا تھا۔ میرے جسم پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں لیکن میں نے ان عارضی تبدیلیوں پر کوئی دھیان نہیں دیا اور ان پراسرار قوتوں کے بارے میں غور کرنے لگا جو مجھے مہینوں کے جاپ کے بعد حاصل ہوئی تھیں۔

چٹانی سلسلہ عبور کرکے میں رشی پور جانے والے راستے پر آیا تو نہ جانے ایک کتا کیوں میرے راستے میں حائل ہوگیا۔ وہ میرے قریب آنے سے ڈر رہا تھا لیکن اس کے باوجود دور دور رہ کر برابر میری ہی جانب منہ اٹھائے بھونکے جا رہا تھا۔ مجھے اس ناپاک اور نجس جانور کا یہ انداز پسند نہیں آیا۔ کچھ دیر تک تو میں اسے نظر انداز کرتا رہا لیکن اچانک ہی مجھے غصہ آگیا۔ میں نے غیر ارادی طور پر اپنا ہاتھ بلند کرکے جھٹک دیا۔ اس عمل میں میرے ارادے کو واقعی کوئی دخل نہیں تھا۔ ردِ عمل کے طور پر جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس نے میری خوشیوں کو دوبالا کردیا۔

میں نے جیسے ہی ہاتھ کو جھٹکا دیا، کتے کے حلق سے ایک کرب ناک چیخ نکلی، وہ زمین پر گرا اور لوٹ پوٹ کر چند ثانیوں میں ٹھنڈا ہوگیا۔ مجھے اپنی قوت کے پہلے مظاہرے پر حیرت ہوئی لیکن پھر میں کتے کی موت پر فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ میں نے طے کرلیا کہ خان ایاز اور اس کے ان ساتھیوں کو اسی انداز میں کتے کی موت ماروں گا۔ جنہوں نے رحمت علی کے خاندان کو برباد کیا تھا۔

ابھی میں اپنے طاقت کے گھمنڈ میں جھوم ہی رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی میرا تعاقب کر رہا ہو۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کچھ دور ایک ننگ دھڑنگ دیوانہ چٹانوں کے قریب کھڑا مجھے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے جسم پر دنیا جہان کی غلاظتیں نظر آرہی تھیں۔ مجھے اس کے گھورنے کا انداز پسند نہیں آیا۔ کتے کی موت نے مجھے اپنے اندر پیدا ہونے والی پراسرار قوتوں کا احساس دلا دیا تھا۔ میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے پوچھا "اس طرح کیا گھور رہا ہے؟"

"گنگو... رتینگ کٹ گیا، اس کی ڈور کا سرا دیکھ رہا ہوں" پاگل نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا "تو بھی تلاش کر، سرا مل جائے تو اسے مضبوطی سے تھام لینا... پھر ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔"

"بھاگ جا... میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جا۔ نہیں تو جلا کر خاک کردوں گا۔" میں نے اس کی بے تکی بات پر جھلا کر جواب دیا۔

"خاک؟" دیوانہ چونک پڑا... پھر اس نے زمین پر ٹھوکر مار کر خاک اڑاتے ہوئے کہا "میں بھی خاک ٹھوکروں میں اڑتی دیکھ رہا ہوں بارش بند ہو جائے تو دھول اڑنے لگتی ہے۔"

"کیا تیری موت تیرے سر پر منڈلا رہی ہے؟" میں نے گرج دار لہجے میں کہا۔

"بلی راستہ کاٹ گئی ہے۔" پاگل نے اپنی داڑھی کے بال نوچتے ہوئے ہانک لگائی "باسی کڑھی میں ابال آرہا ہے، نکال کر باہر پھینک دے، نہیں تو جی متلانے لگے گا۔"

"میرا خیال ہے تو سیدھی طرح نہیں ٹلے گا۔" میں نے اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورا۔ نہ جانے کیوں میں ایک پاگل پر اپنی قوت آزمانے سے گریز کر رہا تھا۔

"الٹا، سیدھا ہو سکتا ہے، قلابازی لگا کر دیکھ لے۔" پاگل نے ہنستے ہوئے جواب دیا "کٹے ہوئے کنکوے کے پیچھے لپک کر ڈور تھام لے، نہیں تو ڈور بھی لٹ جائے گی اور ادھ ٹکے کے کانپ ٹھڈے بھی ٹوٹ جائیں گے۔"

"مورکھ..." میں آپے سے باہر ہوگیا۔ "تو شاید نہیں جانتا کہ اس سمے تو کس مہان پجاری کے ساتھ ٹھٹھول کر رہا ہے۔ اب بھی سمے ہے، میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جا، نہیں تو ایسا سراپ دوں گا کہ سارا جیون پاگل رہے گا۔"

"کتا ابھی بھونک رہا تھا، ابھی مرگیا لیکن..." پاگل نے دیوانگی سے بھرپور قہقہہ لگایا... پھر یک لخت گہری سنجیدگی اختیار کرکے کتے کی لاش کو گھورنے لگا "اس حرامی کی دم ابھی تک ٹیڑھی ہے، نہ جانے کب سیدھی ہوگی۔" اس نے کہا۔

میرے لیے اب ضبط کرنا محال تھا۔ میں نے غصے کے عالم میں ہاتھ بلند کیا لیکن میرا اگلا قدم اٹھنے سے پہلے ہی وہ ننگ دھڑنگ پاگل اچھلتا، دھینگا چلاتا ہوا چٹان کی آڑ میں ہوگیا۔ اس کی آواز بدستور میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ چٹان کی آڑ میں چھپا ہوا کہہ رہا تھا "کتے کی دم سیدھی کردے، نہیں تو اس کی لاش کو بھی کتے ہی بھنبھوڑتے پھریں گے۔"

"ٹھہر جا بڈھے، میں آرہا ہوں۔" میں نے اسے للکارا اور دوڑتا ہوا چٹان کے قریب پہنچ گیا لیکن پاگل شاید میرے خوف سے کہیں بھاگ گیا تھا۔ میں نے اسے آس پاس کی چٹانوں میں بھی تلاش کیا لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں اس کے خیال کو ذہن سے جھٹک کر اپنی طاقت کے نشے میں جھومتا ہوا رشی پور کی طرف چل دیا۔

رشی پور کی پوری آبادی اس میدان میں جمع تھی، جہاں منوہر داس نے میری کامیابی کے سلسلے میں شاندار جشن منعقد کیا تھا۔ پنڈت، پجاری، پروہت، پجارنیں اور سادھو میرے اردگرد بیٹھے تھے۔ میں منوہر داس کے برابر ایک تخت پر براجمان تھا۔ ثریا اور منورما، میری پشت پر کھڑی تھیں۔ رشی پور کے عام لوگ دوسری سمت تھے اور سب ان کے درمیان دیو داسیاں رقص کر رہی تھیں۔ خوب صورت، حسین اور کنواری دیو داسیاں، اپنے فن کا بھرپور مظاہرہ کر رہی تھیں۔

پنڈت اور پجاریوں کے درمیان بیٹھا ہوا رام لال بار بار میری سمت دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اس بات پر شاکی تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے منوہر داس نے مجھے اپنے برابر میں جگہ کیوں دی ہے۔ رشی پور میں منوہر داس کے بعد رام لال ہی سب سے بڑا پجاری سمجھا جاتا تھا۔ میں نے رام لال کی نگاہوں کا مفہوم بھانپ لیا تھا۔ مجھے اپنی بڑائی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے پنڈت پجاریوں کی صفوں پر نظر ڈالی۔ وہ سب مجھے اپنے مقابلے میں حقیر نظر آ رہے تھے۔ منوہر داس کی توجہ نے مجھے مہان شکتیاں حاصل کرنے کا گر بتا کر ان پر سرفراز کر دیا تھا۔

اس وقت میری حالت قابلِ دید تھی۔ کھنڈرات سے واپسی پر ثریا نے میرا استقبال کیا تھا۔ اسی نے میرے اشنان کا بندوبست کیا تھا۔ میرے جسم سے میل کی تہیں اتریں تو جسم ہلکا پھلکا ہو گیا۔ اشنان کے بعد ثریا نے اپنے ہاتھوں سے میرے جسم پر صندلی عطر لگایا... پھر میں نے وہ لباس پہنا جو منوہر داس نے بطور خاص میرے لیے سلوایا تھا۔ اپنا حلیہ درست کرنے کے بعد میں نے خود کو آئینے میں دیکھا تو میرا سینہ خوشی سے پھول گیا۔ مجھے اپنی آنکھوں میں ویسی ہی چمک نظر آئی جیسی منوہر داس کی آنکھوں میں تھی۔

نہا دھو کر اور لباس تبدیل کر کے میں ثریا کے ساتھ منوہر داس سے ملنے گیا تو وہ اپنی کٹی کے دروازے پر میرے استقبال کو موجود تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر احتراماً اس کے قدم چھونے چاہے تو منوہر داس نے میرے بازو تھام لیے اور مجھے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"اجیت کمار، میں تمہیں تمہاری کامیابی پر بدھائی دیتا ہوں، تم نے دیوی دیوتاؤں کی کرپا سے مہان شکتی پراپت کر لی ہے۔ تم نے اپنے گرو کا مان بڑھایا ہے، اس خوشی میں آج رات رشی پور میں ایک شاندار جشن منعقد کیا جائے گا۔"

... اور پھر جشن شروع ہونے سے پہلے منوہر داس نے بڑے میدان میں جمع پنڈت پجاریوں کو بلند آواز میں بتایا تھا کہ میں نے جس منتر کا جاپ کر کے دیوتاؤں کی شکتی حاصل کی ہے، وہ بڑے بڑے پنڈت پجاریوں کو بھی آج تک نصیب نہیں ہوئی۔ میں فخر سے سربلند کیے کھڑا رہا۔ منوہر داس کی تقریر ختم ہوئی تو پنڈت پجاریوں نے بھی مجھے بدھائی دی... منوہر داس نے مجھے اپنے برابر تخت پر بٹھایا تو پنڈت پجاری بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور جشن کو گرمانے کے لیے دیو داسیوں کا دلکش رقص شروع ہو گیا۔

منوہر داس خاصی دیر تک اس جشن میں شریک رہا... پھر اٹھ کر اپنی کٹی کی جانب چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے ثریا اور منورما کو اپنے قریب تخت پر بٹھا لیا۔ ثریا نے خاص بناؤ سنگھار کیا تھا۔ آسمانی ساڑھی میں وہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی اپسرا نظر آ رہی تھی۔ منورما نے دھانی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی، اس نے بھی میرے استقبال کے لیے خاصی تیاری کی تھی لیکن ثریا کے مقابلے میں اس کا حسن ماند پڑ گیا تھا۔

منوہر داس کے جانے کے بعد ان مٹکوں کا منہ کھول دیا گیا جس میں پنڈت اور پجاریوں کے لیے وہی مشروب بھرا ہوا تھا، جو مجھے دیا جاتا تھا۔ مشروب کے مٹکے جوں جوں خالی ہوتے گئے جشن کا رنگ نکھرتا گیا۔ حسین دیو داسیوں کے رقص میں اور تیزی آ گئی۔ ثریا نے اپنے ہاتھوں سے مجھے بھی مشروب کا ایک بھرا ہوا پیالہ دیا جسے میں نے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔ میرے اصرار پر منورما اور ثریا نے بھی ایک ایک پیالہ پی لیا۔

میں تخت پر بیٹھا رقص و سرود کی گرما گرمی سے بھری محفل سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مشروب کے نشے نے تیزی دکھائی تو کچھ پنڈت اور پجاریوں نے بھی میدان میں آ کر دیو داسیوں کے ساتھ ناچنا شروع کر دیا۔ تین بڑے پیالے خالی کرنے کے بعد میں بھی پوری طرح ترنگ میں آ گیا۔ ثریا کی آنکھوں کا نشہ بھی مشروب پی لینے کے بعد دو آتشہ ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔ "آؤ، اس جشن کا رنگ دوبالا کرنے کے لیے ہم بھی ناچیں گا بیں..."

"نہیں مہاراج" ثریا آہستہ سے بولی "تم مہان ہو، تمہارا ان دیو داسیوں کے بیچ ناچنا تمہیں شوبھا نہیں دیتا۔"

"پھر... ہم اپنی کامیابی کی خوشی کس طرح منائیں گے؟" میں نے شوخی سے اسے گھورا تو وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"تمہاری پجارن تمہاری سیوا کے لیے حاضر ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

بڑے میدان میں پنڈت اور پجاریوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ بدمستی کے عالم میں وہ یکے بعد دیگرے دیو داسیوں کے ہجوم میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ میری نگاہ رشی پور کے سب سے بڑے پجاری رام لال پر پڑی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میری طرف آ رہا تھا۔ میں تن کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہ اس کے چہرے پر جم گئی، وہ نظریں جھکائے میرے قریب آ گیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر رام لال نے کوئی گستاخی کی تو بھرے مجمعے میں اسے ایسی سزا دوں گا کہ وہ اسے زندگی بھر یاد رکھے گا۔

رام لال نے کوئی حماقت نہیں کی بلکہ میرے سامنے آ کر ڈنڈوت کرتے ہوئے بولا۔ "مہاراج، اگر آگیا ہو تو میں بھی تمہارے جشن میں شریک ہو جاؤں؟"

"کیا اب تک تم میرے جشن میں شریک نہیں تھے؟" میں نے اسے کینہ توز نگاہوں سے گھورا۔

"رام لال کو غلط مت سمجھو مہاراج۔" اس نے ہاتھ باندھ کر کہا "میں تمہاری آگیا سے پجارن منورما کے ساتھ دیو داسیوں کے رقص میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

مجھے رام لال کی بات بری لگی۔ اس نے منورما کے ساتھ رقص کرنے کی اجازت طلب کر کے یقیناً گستاخی کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ منورما اور ثریا دونوں میری پجارنیں ہیں۔ میں نے رام لال کو قہر آلود نگاہوں سے گھورا۔ قریب تھا کہ میرا ہاتھ اٹھ جاتا لیکن ثریا نے میرا ہاتھ آہستہ سے دبا دیا۔ ثریا کا اشارہ سمجھ کر میں نے رام لال کو منورما کے ساتھ رقص کرنے کی اجازت دے دی۔ رام لال منورما کا ہاتھ تھام کر میدان کی طرف چلا گیا تو ثریا نے شوخی سے کہا۔

"مہاراج، رام لال کی طرف سے اپنے من میں کوئی میل نہ لانا۔ اسے میں نے اشارہ کیا تھا کہ وہ منورما کو لے جائے۔"

"کیوں...؟" میں نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے بھی تمہاری سیوا کرنے کا کچھ ادھیکار ہے۔" ثریا نے بے باکی سے جواب دیا۔

میرے ذہن پر مشروب کا نشہ تیز ہو رہا تھا۔ ثریا کا قرب مجھے بدمست بنا رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلکتے دیکھے تو اس کا ہاتھ تھام کر اٹھ گیا۔ میدان میں ہنگامہ جاری تھا۔ میں ثریا کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے اپنے مکان کی طرف چل پڑا۔ منوہر داس نے ایک بار کہا تھا کہ پجارنیں، دھرماتماؤں کا من بہلانے کا ذریعہ ہوتی ہیں اور جہاں پجاری پاپ اور پن کے بکھیڑوں سے آزاد ہوتا ہے۔ ثریا کے سلسلے میں مجھے صرف اس بات کا خدشہ لاحق رہتا تھا کہ وہ منوہر داس کی بیٹی ہے لیکن اس وقت اس نے بذاتِ خود میری سیوا کرنے کی پیش کش کی تھی۔ اس نے اسی لیے نہایت خوب صورتی سے منورما کو رام لال کے ساتھ وہاں سے ہٹا دیا تھا۔

رشی پور کی کھلی فضا میں اس وقت ہوا کے خنک جھونکے میرے نشے کو اور بڑھا رہے تھے۔ ثریا کے قدم بھی ڈگمگا رہے تھے۔ مشروب نے اسے بھی بدمست کر دیا تھا۔ آبادی کے سارے لوگ جشن میں مگن تھے۔ میں ثریا کی کمر میں ہاتھ ڈالے، خراماں خراماں اپنے مکان کی طرف بڑھ رہا تھا کہ خوشبو کا وہی تیز جھونکا میری ناک سے ٹکرایا جسے میں پہلے بھی کئی موقعوں پر محسوس کر چکا تھا۔ غالباً رابرٹ کی روح میرے آس پاس ہی کہیں موجود تھی۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ اس وقت جبکہ ثریا مجھ پر مہربان تھی اور اپنی جوانی کی بھرپور امنگوں کا حسین تحفہ مجھ پر نچھاور کرنا چاہتی تھی، میں رابرٹ کی روح کے اسرار میں نہیں الجھنا چاہتا تھا یوں بھی مجھے معلوم تھا کہ منوہر داس رابرٹ کی بے چین روح کو اپنے قبضے میں لانے کے لیے کوشاں تھا۔ رشی پور کے علاقے میں اس نے اپنی قوتوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اسے بھی بہت جلد اس بات کی خبر ہو جائے گی کہ رابرٹ کی روح اس وقت اس کے علاقے میں موجود ہے، وہ فوراً ہی اس روح کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے اپنے جال کے پھندوں کو تنگ کرنا شروع کر دے گا۔ قبل اس کے کہ منوہر داس اور رابرٹ کی روح کا ٹکراؤ ہوتا، میں ثریا کو لے کر اپنے مکان تک پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ابھی میں اپنے مکان سے دور ہی تھا کہ رابرٹ کی نادیدہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"مہاراج اجیت کمار، کیا تم اپنی کامیابی پر میری مبارکباد قبول نہیں کرو گے؟"

اس سے پیشتر کہ میں رابرٹ کی روح کو کوئی جواب دیتا، میرے بڑھتے ہوئے قدم یک لخت رک گئے۔ میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ رابرٹ جم اپنے خاکی جسم کے ساتھ میرے سامنے کھڑا مجھے سپاٹ نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

رابرٹ کی رُوح اس وقت اس کے خاکی جسم میں موجود تھی اور وہ میرے سامنے کھڑا مجھے سپاٹ نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ سُریتا میرے اچانک رُک جانے پر مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگی لیکن میری نگاہ رابرٹ پر جمی ہوئی تھی جو عین اس وقت میرے سامنے آیا تھا جب میں مُونا کو رام لال کے حوالے کر کے سُریتا کے ساتھ اپنی کامیابی کی پہلی رات کا جشن منانے جا رہا تھا۔ مجھے رابرٹ کی ناوقت دخل اندازی گراں گزری۔ میرا دل چاہا کہ اپنی پُراسرار قوتوں کو استعمال کروں اور رابرٹ کے خاکی جسم کو اُس کی پُراسرار رُوح سمیت جلا کر خاک کر دوں۔ اس طرح منوہر داس کی نگاہوں میں میرا وقار اور بلند ہو سکتا تھا لیکن میں نے جلد بازی سے گریز کیا۔ رابرٹ کی رُوح میری محسن تھی، اس نے مجھے جیون لال کے عتاب سے اس وقت بچایا تھا، جب وہ ہٹا کٹا پجاری میرے وجود کو ایک وزنی پتھر سے کچل ڈالنا چاہتا تھا۔

”کہاں کھو گئے مہاراج؟“ سُریتا نے میرا بازو تھام کر مخاطب کیا تو میں چونک پڑا۔ شاید اس کی آنکھیں رابرٹ کو دیکھنے سے قاصر تھیں۔ اس نے غالباً اس کی آواز بھی نہیں سُنی تھی۔ میں ابھی اس امر پر غور کر رہا تھا کہ رابرٹ کے خاکی جسم سے آواز آئی ”اس سُندری کو جانے دو مہاراج۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

سُریتا نے اس بار بھی رابرٹ کی آواز نہیں سُنی۔ میں رابرٹ کی بات کا کوئی جواب دینے سے قاصر تھا۔ ایسی صورت میں سُریتا کو شبہ ہو سکتا تھا کہ وہاں کوئی تیسری شخصیت بھی موجود ہے۔ سُریتا بدستور میری خاموشی کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دوسری جانب رابرٹ بھی میرے جواب کا منتظر تھا۔ ”مہاراج...“ اچانک سُریتا نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے، قدرے تیز آواز میں کہا ”کہاں کھو گئے ہو؟“

”تم کُٹی میں جا کر میرا انتظار کرو، میں منوہر داس مہاراج سے مل کر آتا ہوں۔“ میں نے سُریتا کو ٹالنے کی خاطر کہا۔

”اس سمے تمہیں، پتا جی سے کیا کام آن پڑا ہے؟“ اس نے حیرت اور شبہے کے ملے جلے تاثرات سے کہا۔

”مجھے منوہر داس سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں، سُریتا رانی۔“ میں نے پیار سے کہا ”تمہیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔“

”تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔“ وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی ”کیا میں یہ سمجھوں مہاراج کہ تم، مجھے چھوڑ کر منورما کے پاس جانا چاہتے ہو۔“

”وقت برباد نہ کرو اجیت کمار۔“ رابرٹ کا لہجہ اس بار انتہائی خشک تھا۔ ”اس لڑکی سے کہو کہ یہاں سے دفع ہو جائے ورنہ میں اسے ٹالنے کے لیے کوئی تدبیر کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔“

رابرٹ کا خشک لہجہ محسوس کر کے میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس نے تحکمانہ انداز اختیار کر کے میری پُراسرار قوتوں کو للکارنے کی حماقت کی تھی۔ میں اسے باور کرانا چاہتا تھا کہ میری پلکوں کی محض ایک جنبش اس کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں رابرٹ پر کوئی وار کرتا، اس کے سر پہ بجلیاں کوندنے لگیں۔ بھڑکتے ہوئے شعلے نمودار ہوئے اور رابرٹ کو حصار میں لینے کے لیے تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ رابرٹ کی رُوح نے غالباً اس خطرے کو بھانپ لیا تھا کہ منوہر داس کی پُراسرار قوتیں اس کے گرد اپنا جال بُن رہی ہیں۔ اس نے خونخوار اور نفرت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ شعلوں نے ابھی تک اس کے گرد اپنا دائرہ مکمل نہیں کیا تھا۔ وہ قلابازی کھا کر پلٹا اور دوسرے ہی لمحے میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی کے ساتھ ہی شعلے بھی غائب ہو گئے اور بجلیوں نے کوندنا بند کر دیا۔

”مہاراج!“ سُریتا نے چونک کر مجھے مخاطب کیا ”یہ چمکار کیسے تھے؟“

”میرا خیال ہے کہ کسی کی پلید آتما ہمارا ملاپ پسند نہیں کرتی۔“

”کس کی آتما مہاراج؟“ سُریتا نے معصومیت سے پوچھا۔

”تم کوئی چنتا مت کرو، جب میں تمہارے ساتھ ہوں تو پھر کس بات کا ڈر۔“ میں نے سُریتا کو ٹالنے کی خاطر کہا اور اس کے لچکتے وجود کو اپنی بانہوں میں لے کر اپنے مکان کی طرف چلنے لگا۔

رابرٹ کی رُوح نے میرے ساتھ گفتگو کر کے میری طبیعت مکدر کر دی تھی۔ مجھے پجاری منوہر داس کا خیال بھی تھا۔ جب اس کی پُراسرار قوتوں نے رشی پور میں رابرٹ کی اطلاع دی ہو گی تو اس میں میرا نام بھی ضرور شامل ہو گا۔ منوہر داس کا شاگرد بن جانے کے بعد میرے اوپر بھی یہ فرض عاید ہوتا تھا۔ اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن اور اس کے دوستوں کو اپنا دوست سمجھوں لیکن رابرٹ کے سلسلے میں، میں نے دیدہ و دانستہ کسی جارحانہ اقدام سے گریز کیا تھا۔ اپنے الجھے ہوئے ذہن کو شانت کرنے کے لیے میں نے کُٹی میں پہنچ کر سُریتا سے مشروب طلب کیا تو وہ مجھے نشیلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولی ”مہاراج کیا پجارن کے ہوتے ہوئے بھی تمہیں کسی مشروب کی ضرورت ہے؟“

سُریتا نے کچھ ایسی ادا سے وہ خوبصورت بات کہی کہ میرے ذہن کا سارا غبار چھٹ گیا۔ میں نے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ میں نے اس کے مدبھرے ہونٹوں کا رس پیتے ہوئے اپنی بانہوں کا حلقہ تنگ کیا تو وہ سسک اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے میں انسان سے درندہ بن گیا اور خوبصورت پجارن نے اپنے دیوتا کو خوش کرنے کے لیے اپنے حسین وجود کو دیوتا کے چرنوں پر بھینٹ چڑھا دیا۔

منوہر داس اپنی کُٹی میں میرا منتظر تھا۔ میں اس کے سامنے پہنچا تو میرا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ منوہر داس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”بالک! اس سمے میں نے تمہیں کچھ ضروری باتیں کرنے کے لیے یاد کیا تھا۔“

”آدیش کرو، مہاراج۔“ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

”تمہاری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔“

”میں تمہارے محبوش کو دیکھ چکا ہوں بالک۔ تم اس دھرتی پر ایسی شکتی پراپت کرو گے جو آج تک کسی منش کو نہیں ملی۔ دیوی، دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، پرنتو مٹی سے کندن بننے کے لیے تمہیں بہت کچھ بلیدان کرنا ہو گا۔“

”میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں، مہاراج۔“

”جو لوگ مہان ہوتے ہیں وہ زمین کی تہوں کے اندر رینگنے والے کیڑوں کے من کا بھید بھی جان لیتے ہیں۔“ منوہر داس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے من میں کیا ہے، میں جانتا ہوں۔“

”مہاراج۔“ منوہر داس کی معنی خیز گفتگو سن کر میرا دل گھبرا گیا ”کیا مجھ سے کوئی بھول ہو گئی ہے؟“

”اپنے من کو ٹٹول کر دیکھو، بالک۔“ اس بار بھی منوہر داس نے کھل کر کوئی بات نہیں کی تو میرے دل کی دھڑکن کچھ اور تیز ہو گئی۔ غالباً وہ، رابرٹ کے سلسلے میں مجھے غلطی کا احساس دلانا چاہتا تھا یا پھر اُسے، سُریتا کے ساتھ میرا ملاپ گراں گزرا ہو گا۔ میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے خود کو تولتا رہا پھر محتاط لہجے میں بولا ”اگر مجھ سے کوئی بھول ہو گئی ہو تو مجھے شما کر دو، مہاراج۔“

”بھول تجھ سے ہوئی تھی، بالک جو میں تیری کامیابی کے جشن میں شریک ہونے کے لیے اپنے منڈل سے باہر نکل آیا تھا۔“ منوہر داس نے ٹہلتے ہوئے کہا ”رابرٹ کی بیاکل آتما تمہاری راہ میں روڑے اٹکانا چاہتی ہے۔ اسی کارن وہ پلید کل رات اپنے شریر میں تمہارے سامنے آ گیا تھا اور تم نے اسے نکل جانے دیا... سنو بالک، مہان پجاری وہی کہلاتا ہے جو اپنے دشمنوں کو پہلے ہی وار میں ختم کر دے۔ تم نے ایسا نہیں کیا۔ تمہیں اس پر دیا آ گئی تھی یا تم سوچ بچار کے گورکھ دھندوں میں اُلجھ گئے تھے۔ وہ پاپی میرے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا۔“

”مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے، منوہر داس۔“ میں نے ندامت سے نگاہ جھکا کر جواب دیا۔ ”آیندہ مجھ سے ایسی بھول نہیں ہو گی۔“

”کل کیا ہونے والا ہے، یہ میں جانتا ہوں۔“ منوہر داس ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے بولا ”پجاری اگر بھول نہ کرے تو دیوتا بن جاتا ہے۔ رابرٹ کی آتما آسانی سے تجھے، تیرے جاپ منتر میں سپھل نہیں ہونے دے گی جتنا تُو سمجھ رہا ہے۔ وہ ہزاروں رُوپ دھار کر تیرے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی کارن میں نے یہ سوچا ہے کہ تجھے دو چار جنتر منتر اور سکھا دوں۔“

”تم گرو ہو، مہاراج۔“ میں تیزی سے بولا ”جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی کروں گا۔“

”مجھے وشواس ہے، بالک کہ تم مہان شکتیاں اوش پراپت کر لو گے۔ پرنتو ایک بات کا دھیان ہمیشہ رکھنا، گرو، گرو ہوتا ہے۔“ منوہر داس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا ”ایک دو روز اور اپنے شریر کی تھکن اتار لو... پھر تمہیں دوسرے منڈل میں جھٹک جمار کالی کے نام پہ ایک نیا جاپ کرنا ہو گا۔“

”جو تمہاری آگیا، مہاراج۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

منوہر داس آنکھیں بند کر کے اپنے کسی جاپ منتر میں کھو گیا۔ میں خاموشی سے اٹھ کر کُٹی کے باہر آ گیا۔ مجھے اپنا جسم اس وقت بہت ہلکا محسوس ہو رہا تھا، میرے ذہن سے رابرٹ کی ملاقات کا بوجھ اتر گیا تھا۔ منوہر داس نے میرے دل کا بھید پا لیا تھا لیکن رابرٹ کے سلسلے میں سرزنش کرنے کے بجائے آیندہ محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔

سُریتا کے بارے میں منوہر داس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ اس کے برعکس اس نے مجھے اپنے شریر کی تھکن اتارنے کا مشورہ دیا تھا چنانچہ میں دو روز اپنے مکان تک محدود رہا۔ اس عرصے میں منورما اور سُریتا برابر میری خدمت کرتی رہیں۔ تیسرے روز منوہر داس مجھے اپنے ساتھ ایک ویرانے میں لے گیا، جہاں مجھے کالی کے نام پہ ایک نیا جاپ کرنا تھا۔

مجھے کچھ یاد نہیں کہ رشی پور کے نواحی ویرانوں میں مجھے کتنا عرصہ گزر گیا۔ منوہر داس مجھ پر مہربان تھا۔ میں ایک جاپ مکمل کر کے فارغ ہوتا تو وہ مجھے نئے منتر سکھا کر دوسرے جاپ کے لیے بٹھا دیتا۔ میں پورے انہماک سے منڈل میں بیٹھا، شب و روز منتر کا جاپ کرتا رہتا۔ جاپ کے دوران گندی رُوحیں میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی خاطر قسم قسم کا روپ دھار کر مجھے خوف زدہ کرنے اور جاپ سے باز رکھنے کی کوشش کرتی تھیں لیکن میں رفتہ رفتہ ان باتوں کا عادی ہو گیا تھا۔

میں نے یکے بعد دیگرے کئی منڈل تبدیل کیے اور کئی جاپ پورے کر لیے۔ طاقت حاصل کرنے کے شوق نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ اسی دیوانگی میں، میں نے دیوی دیوتاؤں کے نام پہ کئی جاپ مکمل کر لیے تھے۔ وقت کا احساس میرے لیے مٹ گیا۔ رات کی سیاہ چادر کب دن کے اُجالوں کو نگل جاتی تھی اور کب دن کے اجالے رات کی سیاہی کا سینہ چاک کر کے نمودار ہوتے تھے۔ مجھے ان باتوں کی کوئی خبر نہ ہوتی تھی۔

ایک روز جب میری زبان منتر کا جاپ کرتے کرتے ازخود بند ہو گئی اور میں نے جاپ مکمل ہونے کی خوشی میں آنکھیں کھولیں تو منوہر داس کو اپنے منڈل کے باہر کھڑے پایا۔ وہ اشارت سے مجھے بلا رہا تھا۔ میں حصار سے باہر نکلا تو منوہر داس نے بے اختیار مجھے اپنے کشادہ سینے سے لگا لیا... پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا ”بالک۔ تُو نے دیوی، دیوتاؤں کے شبھ نام پہ ایسے جاپ پورے کیے ہیں جو آج تک دھرتی پر کوئی منش پورا نہیں کر سکا۔ منوہر داس تجھے، تیری کامیابی پر بدھائی دیتا ہے۔“

”سب تمہاری کرپا ہے، مہاراج۔“

”گرو کا آشیرواد ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا۔“ منوہر داس بولا ”تُو نے مہان شکتیاں پراپت کر لی ہیں۔ اب تیرے من کی تمام بھاؤنائیں پوری ہوں گی۔ تُو جو چاہے گا وہ اوش پورا ہو گا۔ پرنتو ابھی ایک جاپ ایسا باقی ہے جسے پورا کرنے کے بعد تو امر ہو جائے گا۔ تیرے شریر میں ایسی شکتی پیدا ہو جائے گی کہ تیری اپنی آتما بھی تیرے قبضے میں آ جائے گی۔ اس سمے بڑے بڑے گیانوں کی

شکتی بھی تیرا بال بیکا نہیں کر سکے گی۔"

"مجھے آگیا دو، مہاراج۔" میں نے منوہر داس کے سامنے ہاتھ باندھ کر نہایت عقیدت سے کہا۔ "میں اس ویرانے سے آبادی کی طرف جانے سے پہلے وہ جاپ بھی پورا کر لوں۔"

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا بالک، تجھے انتظار کرنا ہوگا۔" منوہر داس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تو، دیوی، دیوتاؤں کی اچھا کے انوسار اس آخری جاپ میں بھی اوش سپھل ہوگا۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے مہاراج؟"

"اب تجھے، میرے ساتھ آبادی کی طرف واپس چلنا ہے۔" منوہر داس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "آج رشی پور میں بڑے بڑے سادھو، پنڈت پجاری اور گیانی تیرا درشن کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔"

منوہر داس کی باتیں سن کر میرا سر فخر سے تن گیا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ میرا حلیہ ناقابل بیان حد تک خراب ہو چکا تھا۔ منوہر داس کے بیان کے مطابق میں نے سات مہینے تک کھلے آسمان کے نیچے، ویرانوں میں بیٹھ کر جاپ کیا تھا۔ میرے جسم پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ سر اور داڑھی کے بڑھے ہوئے بال گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے لیکن میرے اندر نئی قوتیں بیدار ہو چکی تھیں۔ مجھے، منوہر داس کے علاوہ ہر چیز اپنے سامنے بے حد حقیر آ رہی تھی۔

راستے میں منوہر داس مجھے، اپنی حاصل کی ہوئی پُر اسرار اور لامحدود قوتوں کے استعمال سے آگاہ کرتا رہا۔ میں پوری توجہ سے اس کی باتوں کو ذہن نشین کرتا رہا۔ جب ہم رشی پور کے قریب آ گئے تو منوہر داس نے کہا۔ "بالک، تو نے جو شکتیاں پراپت کی ہیں وہ غیر محدود ہیں۔ پر تو گرو کی ایک نصیحت اپنی گرہ سے باندھ لے۔ دیوی، دیوتاؤں نے تیرے شریر کو جو قوت بخشی ہے اور تجھے جو لازوال اور پُر اسرار طاقتیں حاصل ہوئی ہیں، ان کا استعمال کبھی اس طرح کھل کر نہ کرنا کہ تو دنیا والوں کے لیے تماشہ بن جائے۔ جو پتھر وزنی اور بھاری بھرکم ہو وہ اپنی جگہ زیادہ شوبھا دیتا ہے۔ اگر ادھر ادھر لڑھکتا رہے تو ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جاتا ہے۔"

"میں تمہاری نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا، مہاراج۔"

"ایک بات اور..." منوہر داس نے اس بار براہِ راست میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھوس لہجے میں کہا۔ "اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ گرو سدا گرو رہتا ہے اور اپنے پاس ایک ایسا داؤ ضرور بچا کر رکھتا ہے، جو آڑے وقت میں اس کے کام آ سکے۔"

"مہاراج..." میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا آپ کو اپنے چیلے پر وشواس نہیں ہے؟"

"وشواس کی بات رہنے دے بالک۔" منوہر داس تیزی سے بولا۔ "شکتی کا نشہ کبھی کبھی منش کو متعاقبی بنا دیتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے، تم ٹھیک کہہ رہے ہو مہاراج لیکن تم اجیت کمار کو کبھی بدلا ہوا نہیں پاؤ گے۔" میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "میں دوسروں کے لیے سب کچھ ثابت ہو سکتا ہوں لیکن تم کو ہمیشہ اپنا گرو سمجھتا رہوں گا۔"

"دیوتاؤں کو کیا منظور ہے، یہ وہی جانتے ہیں۔" منوہر داس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا... پھر میرا ہاتھ تھام کر آبادی کی طرف چل پڑا۔

منوہر داس کا بیان غلط نہیں تھا۔ رشی پور میں کچھ ایسے پنڈت پجاری اور گیانی نظر آ رہے تھے، جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ منوہر داس کی کٹی کے قریب وہ سب میرے منتظر تھے۔ ان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں تھی۔ ان میں جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ میں منوہر داس کے ساتھ ان کے قریب پہنچا تو سب کی نگاہیں میرے چہرے پر جم گئیں۔ شاید وہ مجھے اپنی نگاہوں میں تولنا چاہتے تھے۔ میں ان کی تیز نگاہوں سے متاثر نہیں ہوا۔ خاموشی سے نظریں اٹھائے اور سینہ تانے ان کے سامنے جما کھڑا رہا۔ میرا ہاتھ بدستور منوہر داس کے ہاتھ میں تھا۔ خاصی دیر تک پنڈت پجاری اور گیانی مجھے نگاہیں بدل بدل کر گھورتے رہے... پھر منوہر داس نے میرا تعارف کرایا۔ میں یکے بعد دیگرے ان سے ہاتھ ملاتا رہا اور ان کے نام ذہن نشین کرتا رہا۔ جب تعارف ختم ہوا تو منوہر داس نے مجھے اسی تخت پر بٹھا دیا جو خود اس کے لیے مخصوص تھا۔ بوڑھے پجاریوں کی نگاہوں میں میرے لیے عقیدت موجود تھی۔ جوان پنڈت اور پجاری بھی مجھے احترام کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے لیکن ایک ادھیڑ عمر کا پجاری مجھے سپاٹ نظروں سے گھور رہا تھا۔

منوہر داس نے مجھے اس کا نام لچھمن داس بتایا تھا۔ ادھیڑ عمر کا ہونے کے باوجود لچھمن داس تن و توش کے اعتبار سے میرے مقابلے میں کہیں بھاری بھرکم دکھائی دیتا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ، مجھے، اپنے مقابلے میں کمتر اور حقیر سمجھ رہا ہے۔ اس نے ہاتھ ملاتے وقت بھی میرے ہاتھ کو زیادہ قوت سے دبایا تھا۔ جب بھی ہماری نگاہیں چار ہوتیں، مجھے یوں لگتا جیسے اس کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں میرے لیے حقارت موجود ہے۔ میں اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا کیونکہ اس موقع پر اس سے الجھنا مناسب نہیں تھا۔

شام تک مجھے منوہر داس کی کٹی میں رہنا پڑا... پھر میں اس کی اجازت سے اپنے مکان پر آ گیا۔ وہاں منورما اور سُریتا نے بڑھ کر میرے قدموں پر سر رکھ دیا۔ میں اپنی بلند مستی کے احساس سے مسکرانے لگا۔ میں نے دونوں کو اٹھایا لیکن ان کی پلکیں عقیدت سے جھکی رہیں۔

ان دونوں نے مل کر میرے اشنان کا بندوبست کیا۔ میرے جسم سے میل کی تہیں اتریں اور مجھے صندل کے پانی سے نہلایا گیا تو میرا جسم ہلکا پھلکا ہو گیا۔ کپڑے بدل کر میں اپنے کمرے میں آیا تو سُریتا اور منورما، داسیوں جیسے انداز میں ہاتھ باندھے کھڑی تھیں۔ انہیں میرے کسی حکم کا انتظار تھا۔ میں نے دونوں کو شوخ نظروں سے دیکھا اور اس قدر انکسار کا سبب دریافت کیا تو دونوں یک زبان ہو کر بولیں۔ "مہاراج، ہم آپ کی داسیاں ہیں۔"

"ہاں... مگر تم دونوں کو دوسری داسیوں اور پجارنوں پر سبقت بھی حاصل ہے۔" میں نے باری باری دونوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہمارے بڑے بھاگیہ، مہاراج جو آپ ایسا سمجھتے ہیں۔" منورما نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"ہمارے لیے اب کیا آگیا ہے مہاراج؟" سُریتا نے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا کر سوال کیا۔

"تم دونوں میری سیوا کرو، ہم سونا چاہتے ہیں۔" میں نے شاہانہ انداز میں حکم دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ منورما اور سُریتا میرا سر اور پیر دبانے لگیں۔ مجھے ایک طویل مدت کے بعد آرام دہ بستر پر لیٹنا نصیب ہوا تھا اس لیے جلد ہی میری آنکھ لگ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

ویرانوں سے رشی پور واپس آئے ایک ہفتے سے زیادہ گزر چکا تھا۔ منوہر داس کے جو مہمان میرے درشن کو آئے تھے، سوائے لچھمن داس کے سب واپس جا چکے تھے۔ لچھمن داس بڑے مندر میں مقیم تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں رشی پور میں اس کا قیام بھی گراں گزر رہا تھا لیکن ابھی تک مجھے کوئی ایسا موقع نہیں ملا تھا جو میں لچھمن داس سے دو دو ہاتھ کرتا۔ وہ زیادہ تر وقت بڑے مندر کے اندر گزارتا تھا۔ آبادی کی طرف کم ہی آتا جاتا تھا۔

میں نے منوہر داس کے بتلائے ہوئے تمام جاپ مکمل کر لیے تھے اور اب باقاعدگی سے ہر صبح اس کے پاس جا کر ان طاقتوں کا استعمال سیکھ رہا تھا۔ اکثر مجھے منوہر داس کے رویے پر حیرت بھی ہوتی تھی۔ میں امجد علی سے اجیت کمار ضرور بن گیا تھا لیکن منوہر داس کو میری اصلیت معلوم تھی۔ اس کے باوجود وہ مجھ پر ضرورت سے زیادہ مہربان تھا اور پوری توجہ سے مجھے پُر اسرار قوتوں کے تمام گُر سکھاتا تھا۔ نہ جانے وہ مجھ میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہا تھا؟ رشی پور کی دوسری شخصیتوں کو نظر انداز کر کے اس نے میرا انتخاب کس لیے کیا تھا؟ وہ اگر چاہتا تو بڑے مندر کے پجاری رام لال پر بھی محنت کر سکتا تھا۔ مگر اس نے رشی پور کے تمام پنڈت اور پجاریوں پر مجھے ترجیح دی تھی۔ شاید اس کی توجہ کا سبب منورما ہی ہوگی۔ منورما نے میری خاطر اپنا دھرم بھی بدل لیا تھا۔ اسی کی سفارش پر منوہر داس نے مجھے معاف کر کے رشی پور میں قیام کی اجازت دی تھی حالانکہ میں نے رابرٹ جم کے تابوت کو چھیڑ کر اس کی برسوں کی ریاضت برباد کر دی تھی۔

میرے دل میں اسی قسم کے متعدد وسوسے جنم لیتے لیکن فوراً ہی میں ان خیالات کو ذہن سے نکال دیتا۔ منوہر داس دلوں کا حال پڑھنے کی طاقت رکھتا تھا اور حالات کے پیش نظر میں اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ایک روز میں حسب معمول منوہر داس کی کٹی میں بیٹھا درس لے رہا تھا کہ لچھمن داس وہاں آ گیا۔ اس نے جن کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھورا اس نے میرے دل میں اس کی نفرت اور بڑھا دی لیکن منوہر داس کی موجودگی میں میں خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ میری خاموشی کی وجہ یہ بھی تھی کہ منوہر داس لچھمن کا بہت خیال رکھتا تھا۔ لچھمن داس کے آ جانے سے منوہر داس نے اپنی توجہ اس کی جانب مبذول کر دی تھی اس لیے میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور کٹی سے باہر آ گیا۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب بھی موقع ملا میں، لچھمن کو اس کی حقارت بھری نظروں کا مزا ضرور چکھاؤں گا۔

رشی پور میں اب میرے اوپر کوئی بندش نہیں تھی۔ منوہر داس کا چیلا ہونے کی وجہ سے تمام چھوٹے بڑے سادھو اور پنڈت پجاری میرے قدم چھونا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ پجارنیں اور داسیاں میری ایک نظر عنایت پر اپنی جان نچھاور کرنے کو آمادہ رہتی تھیں۔ رام لال جیسا پجاری بھی جسے دوسرے پجاریوں کے مقابلے میں زیادہ عزت حاصل تھی، مجھے دیکھ کر ہاتھ باندھ لیتا تھا۔ صرف لچھمن داس ہی ایک ایسا فرد تھا جو میرے سامنے ہمیشہ سر اونچا کر کے اور سینہ نکال کر چلنے کی جرات کر رہا تھا۔

رشی پور میں اس کا قیام جوں جوں طویل ہوتا جا رہا تھا، میرے دل میں حقارت اتنی ہی بڑھ رہی تھی۔ میں کسی مناسب موقع کی تاک میں تھا تاکہ اسے یہ باور کرا سکوں کہ اس نے مجھ جیسے مہان پجاری سے الجھ کر حماقت کی ہے لیکن ابھی تک مجھے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

ایک روز اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ میں نے منورما کے ذریعے رام لال کو بلوا بھیجا۔ لچھمن کا قیام چونکہ بڑے مندر میں تھا اس لیے رام لال سے اس کی ملاقات بھی ضرور ہوتی ہوگی۔ میں رام لال کے ذریعے لچھمن کو پیغام بھیجنا چاہتا تھا کہ اگر وہ رشی پور میں عافیت کے دن گزارنا چاہتا ہے تو اسے بھی دوسروں کی طرح میری بڑائی کا اعتراف کرنا ہوگا۔ دوسری صورت میں مجھے مجبوراً کوئی ایسا سبق دینا ہوگا جو اس کی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کو کھول سکے اور اسے میرے قدموں پر جھکنے کے لیے مجبور کر سکے۔

مجھے قوی امید تھی کہ رام لال، منورما کی زبانی میرا پیغام سن کر بھاگا چلا آئے گا اور ایسا ہی ہوا۔ سورج غروب ہونے کے بعد میں سُریتا کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ منورما، رام لال کو ساتھ لیے اندر آئی۔ رام لال نے ہاتھ باندھ کر مجھے سلام کیا اور میرا اشارہ پا کر سامنے ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ منورما اور سُریتا اس کے احترام میں کھڑی ہو گئیں۔ میں نے فوراً ہی گفتگو کا آغاز نہیں کیا۔ چند لمحے رام لال کو گھورتا رہا... پھر بولا۔ "سناؤ رام لال، آج کل کیسی گزر رہی ہے؟ تم سے ملاقات ہوئے کئی روز ہو گئے تھے اس لیے تمہیں بلوایا ہے۔"

"تمہاری بڑی کرپا مہاراج، جو سیوک کا مان بڑھایا ورنہ کہاں تم اور کہاں یہ سیوک۔" رام لال نے عاجزی سے کہا۔ "تمہاری آگیا ہو تو مہاراج میں روز تمہارے چرن چھونے آ جایا کروں؟"

"تم بڑے مندر کے پجاری ہو رام لال اس لیے میں تمہارا سمے برباد نہیں کرنا چاہتا، ویسے تمہاری مرضی، جب من چاہے، چلے آیا کرو۔"

"میں روز درشن کرنے آ جایا کروں گا، مہاراج۔ تم جیسے مہان پجاری کی سیوا کرنے سے ہو سکتا ہے کہ میرے دن بھی پھر جائیں۔"

"سنا ہے آج کل بڑے مندر میں بڑی چہل پہل ہے۔" میں نے رام لال کو ٹٹولنے کے لیے پہلا سوال کیا۔

"ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے، مہاراج۔" رام لال ہاتھ باندھ کر بولا۔ "جنم اشٹمی کا تہوار جیسے جیسے قریب آتا ہے، مندروں میں پجاریوں کی تعداد

بڑھتی جاتی ہے۔"

"کیا لچھمن داس بھی جنم اشٹمی میں حصہ لینے یہاں آیا ہے ؟"

"لچھمن داس جی اکثر رشی پور آتے جاتے رہتے ہیں، مہاراج۔ پرنتو اتنے دنوں، وہ یہاں کبھی نہیں ٹھہرے۔" رام لال نے لچھمن داس کے گن گاتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس بار جنم اشٹمی کا تہوار ہمارے ساتھ ہی منائیں۔"

"تمہاری کیا رائے ہے، لچھمن داس کے بارے میں؟" میں سنجیدہ ہو گیا۔ رام لال کی زبان سے لچھمن داس کی تعریف سن کر مجھے غصہ آگیا۔

"میں تمہارا اشارہ نہیں سمجھا، مہاراج۔" رام لال نے دوبارہ ہاتھ باندھ کر مجھ سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہارے لچھمن داس جی خود کو میرے مقابلے میں زیادہ مہان اور بلوان سمجھتے ہیں۔" میں نے تُرش لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے کبھی اس بات کا اندازہ لگایا ہے ؟"

"میں نے اس پر کبھی دھیان نہیں دیا، مہاراج۔" رام لال نے جلدی سے کہا۔ "پرنتو سیوک کو اتنا ضرور معلوم ہے کہ مہاراج منوہر داس بھی لچھمن داس جی کی بہت عزت کرتے ہیں۔"

"مہا پرشوں کی عزت کرنا اور بات ہے رام لال کنتو کسی کو دیکھ کر نگاہوں نگاہوں میں اس کی شکتی کا اپمان کرنا اور اس کو کمزور سمجھنا میرے نزدیک کمینگی ہے۔" میں حقارت سے بولا۔ "مجھے اگر اپنے گرو دلیر کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہارے لچھمن داس جی کو ضرور بتاتا کہ ہم دونوں میں بلوان کون ہے۔"

"میرے لیے کیا آگیا ہے، مہاراج۔" رام لال نے پلکیں جھکا کر سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"لچھمن داس کو میرا سندیس پہنچا دینا کہ اگر اس کے من میں میری طرف سے کوئی کھوٹ ہے تو اسے کھرچ ڈالے، دوسری صورت میں مجھے مجبوراً کوئی سبق دینا پڑے گا جس سے اس کی آنکھیں کھل جائیں گی۔"

رام لال نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ گردن جھکائے خاموش بیٹھا رہا پھر با ادب اٹھا اور ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔ سریتا اور منورما دونوں میرے باتوں کو حیرت سے سُن رہی تھیں۔ رام لال کے جانے کے بعد سریتا نے دبی زبان میں کہا۔ "مہاراج، کیا لچھمن داس نے تمہارا اپمان کیا ہے ؟"

"اپمان..." میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اس مورکھ کی بھلا کیا مجال کہ وہ میرا اپمان کر سکے۔ پرنتو اتنا ضرور ہے کہ وہ مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا میں نے اسی کارن رام لال کو بلایا تھا کہ وہ لچھمن داس کو میرے بارے میں بتا دے اگر اب بھی لچھمن داس کو عقل نہ آئی تو مجھے اس کے لیے کوئی دوسرا اوپائے کرنا ہوگا۔"

"پتا جی، لچھمن داس کا بڑا مان کرتے تھے، مہاراج۔" سریتا نے دبی زبان میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ لچھمن داس میں اتنی شکتی نہیں ہے کہ وہ تمہارے جیسے مہان پجاری سے ٹکر لینے کی حماقت کر سکے۔"

میں نے سریتا کو بغور دیکھا۔ اس نے خاص طور پر مجھے یہ یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ منوہر داس، لچھمن داس کی بہت عزت کرتا ہے۔ یہی بات پجاری رام لال نے بھی مجھ سے کہی تھی۔ میرے دل میں لچھمن داس کی نفرت اور بڑھ گئی۔ سریتا نے فوراً ہی مجھے خوش کرنے کے لیے میری تعریف کی تھی لیکن میں یہ بات محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ سریتا مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے۔ میں نے اسے کریدنے کا ارادہ کیا لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔

اس رات میں دیر تک جاگتا رہا۔ لچھمن داس میرے لیے انا کا مسئلہ بن گیا تھا میں رشی پور کے لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میں لچھمن داس سے طاقتور ہوں۔ منوہر داس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ دیوی دیوتاؤں کے لیے جتنے جاپ میں نے پورے کیے ہیں اور جس قدر پُراسرار اور لامحدود قوتیں مجھے حاصل ہیں اتنی آج تک کوئی دوسرا پجاری حاصل نہیں کر سکا۔ میں نے ہر حال میں اپنی قوتوں کو آزمانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کیا راز ہے جس نے میرے مقابلے میں لچھمن داس کو رام لال اور منوہر داس کے لیے محترم بنا دیا تھا۔

دوسری صبح میں نے بڑے مندر کی راہ اختیار کی۔ راستے میں جتنے پنڈت اور پجاری ملے وہ مجھے دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر جھک گئے۔ پجارنیں اور داسیاں مجھے راستہ دینے کے لیے میری راہ سے دُور ہو گئیں۔ میرے سینے میں انتقام کی چنگاریاں سُلگ رہی تھیں۔ میں سینہ تانے قدم آگے بڑھاتا رہا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر لچھمن داس نے مقابلے پر آنے کی کوشش کی تو اسے ایسا سراپ دوں گا جو اس کی آتما کو بھی بیاکل رکھے گا۔

بڑے مندر کی سیڑھیوں کے قریب میرے قدم رُک گئے۔ میں نے مندر میں جانا مناسب نہیں سمجھا اور زینے کے قریب رُک کر آنے جانے والوں کو دیکھنے لگا۔ حسین پجارنیں اور دیو داسیاں میرے قریب سے گزرتیں تو ہاتھ باندھ کر احتراماً جھک جاتی تھیں۔ سادھو اور پنڈت پجاری قریب آ کر میرے قدم چھوتے... پھر ہاتھ باندھ کر مجھ سے دُور ہو جاتے۔ میں نے سیڑھیوں کے قریب گھاٹ کی طرف جیون لال کو بھی دیکھا جو ایا ہجوں کی طرح بیٹھا پنڈت پجاریوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔ میری اور جیون لال کی آنکھیں چار ہوئیں تو وہ ساری جان سے کانپ اٹھا... پھر اس نے ہاتھ جوڑ کر اپنا سر جھکا لیا۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا۔ میں نے حقارت سے جیون لال کی طرف دیکھا اور پھر دوسری جانب دیکھنے لگا۔

مجھے لچھمن داس کا انتظار تھا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اگر لچھمن داس بھی کسی قوت کا مالک ہے تو اسے مندر کے باہر میری موجودگی کی اطلاع ضرور ہو چکی ہوگی لیکن وہ ابھی تک مندر سے باہر نہیں آیا تھا۔ میری نگاہیں اس کی تلاش میں بار بار مندر کے زینے کی جانب اُٹھ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد میں نے پجاریوں کے درمیان لچھمن داس کو نیچے اترتے دیکھا تو میری نسوں میں خون کی گردش تیز ہو گئی۔ لچھمن داس تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ رشی پور کا بڑا پجاری رام لال بھی تھا۔ میں پوری توجہ سے لچھمن داس کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک رام لال کی نظر مجھ پر پڑی تو سیڑھیوں پر اس کے قدم یک لخت رُک گئے۔ شاید اس نے میرے تیور بھانپ لیے تھے۔ لچھمن داس کو ابھی تک میری موجودگی کا علم نہیں ہوا تھا۔ وہ برابر سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ معاً اس نے نظر اٹھائی تو ہماری نگاہیں چار ہو گئیں۔ لچھمن داس مجھے دیکھ کر ایک لمحے کو جھجکا پھر زیرِ لب مسکراتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ اس کی پُراسرار مسکراہٹ نے میرے دل میں انتقام اور نفرت کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ہوا دی اور میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کی طرح جما کھڑا رہا۔

جوں جوں فاصلہ گھٹتا جا رہا تھا میرے تیور خطرناک ہوتے جا رہے تھے۔ لچھمن داس میرے سامنے آ کر رُک گیا۔ خلافِ توقع اس نے نہایت سنجیدگی سے دوسرے پجاریوں کی طرح ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کیا اور سپاٹ لہجے میں بولا۔ "مہاراج، رام لال نے تمہارا سندیس مجھے پہنچا دیا ہے۔"

"پھر..." میں نے لچھمن کو تیز نگاہوں سے گھورا۔ "اب کیا وچار ہیں تمہارے؟"

"میرے من میں تمہاری طرف سے کوئی کھوٹ، کوئی مَیل نہیں ہے لیکن..."

لچھمن اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر ہونٹ چبانے لگا۔

"لیکن کیا..." میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔

"کچھ راز ایسے ہوتے ہیں اجیت کمار جن کے لیے منش کو سمے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔" لچھمن کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"میں راز کی بات نہیں، دیوتاؤں کی دان کی ہوئی شکتیوں کا پوچھ رہا ہوں۔" میں نے لچھمن کو اس بار حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا فیصلہ کون کرے گا کہ ہم دونوں میں سے زیادہ بلوان کون ہے ؟"

"جو مہان ہوتے ہیں، وہ راستہ چلتے اپنے جنتر منتر کے چمتکار نہیں دکھاتے۔" لچھمن سرد آواز میں بولا۔ "ہم دونوں میں مہان کون ہے، اس کا فیصلہ بھی اوپر والا ہی کرے گا۔"

"اس کا فیصلہ آج اور ابھی ہو جانا چاہئے، لچھمن داس جی۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "جو سمے کا انتظار کرتے ہیں وہ اپنی بھاؤناؤں میں کبھی سپھل نہیں ہوتے۔ تمہارے شریر میں اگر شکتی ہے تو اسے آزما کر دیکھ لو۔"

"جو تمہارے من میں ہے، اجیت کمار وہ میں تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں۔" لچھمن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم نے دیوی دیوتاؤں کے شُبھ نام پر وہ جاپ پورے کیے ہیں جو آج تک کوئی پجاری نہیں کر سکا۔ پرنتو، تم جہاں تک پہنچے ہو اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ کیول شکتی کا گھمنڈ منش کو کامنی کی سیر نہیں کرا سکتا۔"

"اپنا اپدیش اپنے ہی پاس سنبھال کر رکھو لچھمن داس۔" میں نے اسے اور اُکساتے ہوئے کہا۔ "اگر جوان ہو تو میرا مقابلہ کرو، نہیں تو دوسروں کی طرح تمہیں بھی میرا احترام کرنا پڑے گا۔"

جواب میں لچھمن داس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں میں ہزاروں شیطانی قوتیں تڑپ اٹھی ہوں۔ میں اپنی جگہ جوابی کارروائی کے لیے پوری طرح تیار تھا لیکن لچھمن داس کی آنکھوں کی سرخی زیادہ

دیک برقرار نہ رہ سکی۔ اس نے نہ جانے کیوں نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کہا: "مہاراج، تم لچھمن داس کو غلط مت سمجھو۔ میرے من میں تمہارے لیے کھوٹ نہیں ہے۔ پرنتو میں کیا ہوں اس کا اندازہ تمہیں ابھی نہیں ہوگا۔ مجھے سمجھنے کے لیے تمہیں سمے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"تم بات کو ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو، لچھمن داس۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم مجھ سے ٹکرانے سے گریز کر رہے ہو؟"

"سنو اجیت کمار۔" اچانک لچھمن داس پینترا بدل کر بولا۔ "میں تم کو وچن دیتا ہوں کہ جب تک رشی پور میں رہوں گا، دوسرے پجاریوں کی طرح تمہاری عزت کروں گا۔ پرنتو لچھمن داس کی ایک بات یاد رکھنا، جو زیادہ گرجتے ہیں وہ کھل کر نہیں برستے۔"

اس سے پیشتر کہ میں کوئی سخت جواب دیتا، وہ مجھے گھورتا ہوا پلٹا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میرا دل چاہا کہ کوئی منتر پڑھ کر پھونکوں اور لچھمن داس کو اپنی قوت کا ایک آدھ کرشمہ دکھا دوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے میری عزت کرنے کا عہد کر کے میری بڑائی کا اعتراف کر لیا تھا۔ میں نے قریب سے گزرتے ہوئے پنڈت پجاریوں کو دیکھا ... پھر میری نظر مندر کے زینے کی جانب اٹھی۔ رام لال ابھی تک سیڑھی پر کھڑا خوف زدہ نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ میں وہاں سے یونہی واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ کچھ سوچ کر میں جیون لال کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب گیا تو وہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا: "مہاراج، مجھے شما کر دو۔ میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں۔"

"اتنی جلدی تمہارے سارے کس بل نکل گئے، جیون لال؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ دن یاد ہے تمہیں جب تم رشی پور کے بلوان پجاریوں میں شمار کیے جاتے تھے؟"

"مجھ سے بھول ہو گئی تھی، مہاراج۔ میں تمہیں پہچان نہیں سکا تھا۔" جیون لال نے میرے قدموں پر گرتے ہوئے کہا۔ "میں بنتی کرتا ہوں، مہاراج، مجھے معاف کر دو۔ میں وچن دیتا ہوں کہ سارا جیون تمہارے چرنوں میں بتا دوں گا۔"

"ایک ہی کشٹ میں جیون سے نراش ہو گئے، جیون لال۔ ایسا بھی کیا؟" میں نے اس کی ابتر حالت کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا: "تم تو مہان پجاری تھے۔ دو چار جنتر منتر تو اب بھی یاد ہوں گے۔ اپنے بیروں کو آواز دو۔ ہمیں بھی تو اپنی شکتی کے کچھ چمتکار دکھاؤ، جیون لال جی۔"

"مہاراج، میں دیوی کے شبھ نام پر تمہارے چرنوں کو چھو کر پرارتھنا کرتا ہوں کہ مجھے شما کر دو۔" وہ پھر گڑگڑانے لگا۔ "تم چاہو تو میرا کشٹ دور کر سکتے ہو۔ تمہاری کرپا سے میرے سارے دلدر دور ہو سکتے ہیں۔ مجھے نراش مت کرو، مہاراج۔"

جیون لال بار بار میرے قدموں پر سر رکھ کر گڑگڑا رہا تھا۔ میرے گرد پنڈت پجاریوں کا خاصا ہجوم ہو گیا تھا۔ رام لال بھی اب سیڑھیوں سے اتر کر میرے قریب آ گیا تھا۔ جیون لال میرے پیر پکڑے رہا۔ رام لال نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا: "اپرادھی، کیوں مہاراج کے پوتر چرنوں کو میلا کرتا ہے۔ اپنے پلید ہاتھوں کو دور رکھ۔"

"رام لال ..." میں نے رام لال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اگر تم کہو تو میں جیون لال کو اپنا سیوک بنا لوں۔ مجھے وشواس ہے کہ اب یہ کسی مہان پجاری کا اپمان کرنے کا دھیان بھی اپنے من میں نہیں آنے دے گا۔"

"جو تمہاری اچھا، مرضی مہاراج۔" رام لال نہایت انکسار سے ...

پنڈت پجاریوں کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے جھک کر تھوڑی مٹی اٹھائی اور اس پر ایک منتر پھونک کر جیون لال کے اپاہج جسم پر اچھال دیا۔ پھر جو کچھ ہوا اس نے پنڈت پجاریوں کو ششدر کر دیا۔ جیون لال چند لمحے ... پر لوٹنے کے بعد اٹھا تو اس کے جسم پر کوڑھ کا کوئی نشان نہیں تھا۔ وہ ... کی طرح ہٹا کٹا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے خود جیون لال کو بھی شاید اس بات کا یقین نہیں آیا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہے ... پھر جب اسے یقین آ گیا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تو اس نے بڑی تیزی سے ... کے بل زمین پر بیٹھ کر میرے قدموں پر سر رکھ دیا۔

رام لال کے علاوہ دوسرے پنڈت پجاری بھی مجھے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا۔

رشی پور میں اب منوہر داس کے بعد میری حکمرانی تھی۔ لچھمن داس بھی عہد پر قائم تھا۔ جہاں کہیں بھی آمنا سامنا ہوتا وہ حسبِ وعدہ ہاتھ باندھ میرے سامنے جھک جاتا تھا۔ میرے لیے کسی چیز کی کوئی کمی نہیں تھی۔ گھومنے کے لیے پورا رشی پور اور اس کے نواحی علاقے تھے۔ دل بہلانے کے لیے ... کی دیوداسیاں اور پجارنیں تھیں۔ مجھے دنیا جہان کا عیش و آرام میسر تھا۔ اب رشی پور میں میرا دل اکتانے لگا تھا۔ مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستاتا رہتا تھا کہ مقصد جس کی خاطر میں نے اپنا دھرم تبدیل کیا تھا، ابھی تک پورا نہیں ہوا ...

میں جب تنہا ہوتا تو میرے ذہن میں شہباز کے والد خان ایاز کا مکروہ چہرہ ابھر آتا۔ خان ایاز نے مجھے بے گناہ کو حوالات میں بند کر کے جو مظالم ڈھائے تھے اس کی تفصیل میرے ذہن میں روزِ اوّل کی طرح تازہ تھی۔ مجھے خان ایاز کے علاوہ انسپکٹر رحمان بھی یاد تھا جس نے زبان کھلوانے کی خاطر میرے جسم کو قیمے کی طرح کوٹنے کی کوشش کی تھی اور میرے بے قصور والدین کی شان میں ان گنت گستاخیاں کی تھیں۔ خان ایاز اور انسپکٹر رحمان نے میری کمزوری کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا لیکن میں نے زبان سے اُف تک نہ کی تھی۔ وقت گزر چکا تھا لیکن اس کے گہرے نقش ابھی تک میرے ذہن میں تازہ تھے۔

مجھے خوب اچھی طرح یاد تھا کہ خان ایاز نے میرے کمزور جسم پر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد مجھے مردہ تصور کر کے آبادی سے دور گندگی کے ڈھیر پر پھنکوا دیا تھا... لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ میں زندہ ہوں تو پھر سے میری تلاش شروع ہو گئی تھی۔ میرے محسن رحمت علی کو طرح طرح سے تنگ کیا گیا، دھمکیاں دی گئیں لیکن جب رحمت علی میرے بارے میں کچھ نہ بتا سکا تو ان درندوں نے اس غریب کی معصوم اور بے گناہ بیٹی راحیلہ کو اغوا کرا لیا۔ رحمت علی غیرت مند تھا، اس نے اپنی بیوی اور بیٹی کو گولی مار دی اور خود اس صدمے سے دیوانہ ہو گیا۔

مجھے ماضی کی ایک ایک بات یاد تھی۔ میں نے ان ہی خونی درندوں سے انتقام لینے کے لیے اپنا مذہب تبدیل کیا تھا۔ میں امجد علی سے اجیت کمار بن گیا اور اب میرے پاس ہزاروں پُراسرار قوتیں موجود تھیں۔ میرا ایک اشارہ پہاڑوں کو روئی کے گالوں کے مانند اڑا سکتا تھا۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا تھا اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانے کے لیے حاصل کیا تھا۔ میں چاہتا تو رشی پور میں بیٹھے بیٹھے بھی اپنے دشمنوں کو کتے کی موت مار سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے طے کر رکھا تھا کہ ان موذیوں کو تڑپا تڑپا کر اور سسکا سسکا کر اس طرح ماروں گا کہ ان کی روحیں بھی بلبلاتی پھریں گی۔

دیوی دیوتاؤں کے ان گنت جاپ مکمل کرنے اور منوہر داس سے سینکڑوں جنتر منتر سیکھ لینے کے بعد اب رشی پور سے میرا دل اُکتانے لگا تھا۔ میں ایک بار پھر شہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا... اور اس بار میری حیثیت امجد علی کی نہیں ہوگی۔ امجد علی تو بے حد کمزور، بزدل اور ڈرپوک تھا۔ میں نے اس امجد علی کو اسی دن گلا گھونٹ کر مار دیا تھا جب اس کی خاطر رحمت علی کا خاندان برباد ہوا تھا۔ میں اس بزدل امجد علی کو اپنے ہاتھوں سے دفنا کر رشی پور واپس آ گیا تھا اور پھر امجد علی کی جگہ اجیت کمار نے لے لی تھی۔ اجیت کمار مہاراج، جو مہان تھا، جس کی شریانوں میں خون کی بجائے پارہ گردش کرتا تھا، جو لامحدود پُراسرار قوتوں کا مالک تھا، جس نے کوڑھی اور اپاہج جیون لال کو ایک چٹکی خاک پھینک کر پھر سے ہٹا کٹا بنا دیا تھا، جس کا ایک اشارہ مردوں میں نئی روح پھونک سکتا تھا، جس کی بھنوؤں کی محض ایک جنبش کسی تناور درخت کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر سکتی تھی۔

میں نے متعدد بار سوچا کہ منوہر داس سے شہر جانے کی اجازت مانگوں لیکن اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ کہیں وہ کھل کر انکار نہ کر دے۔ میں کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب منوہر داس کو ہموار کر کے اس کی اجازت حاصل کر سکتا۔ میں نے اس سلسلے میں ایک بار سُریتا سے گفتگو کی تو وہ اداس ہو کر بولی: "مہاراج، تم اگر رشی پور سے چلے گئے تو یہاں کی سندرتا ختم ہو جائے گی۔"

"نراش مت ہو، سُریتا۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا: "میں ہمیشہ کے لیے رشی پور سے نہیں جاؤں گا۔ کچھ لوگوں پر میرا حساب باقی ہے، میں اسے چکتا کر کے جلد واپس آ جاؤں گا۔"

"میں تمہارے من کا بھید جانتی ہوں، مہاراج۔" سُریتا بولی: "تمہارے ہردے میں جو آگ سلگ رہی ہے تم اسے اپنے دشمنوں کے خون سے بجھانے کے لیے بیاکل ہو لیکن تم چاہو تو تمہارے دشمنوں کو نشٹ کرنے کا کام تمہارا کوئی سیوک بھی کر سکتا ہے۔"

"نہیں، سُریتا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے نفرت سے کہا: "میرے من میں جو چنگاریاں سلگ رہی ہیں، انہیں کوئی دوسرا ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔ میرے من کو اس وقت تک شانتی نہیں ملے گی جب تک میں اپنے ہاتھوں سے ان پاپیوں کا کریا کرم پورا نہ کر لوں، جنہوں نے مجھے امجد علی سے اجیت کمار بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے وشواس ہے کہ اگر تم منوہر داس مہاراج سے میری سفارش کر دو تو وہ مجھے رشی پور سے کچھ دنوں کے لیے شہر جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

"میں سُریتا، تمہاری پجارن ہے، مہاراج۔" وہ نہایت عقیدت سے بولی۔ "تم دیوتا ہو، تمہارا اشارہ ہو تو پجارن، تمہارے چرنوں پر اپنا جیون بھی قربان کر سکتی ہے۔"

"مجھے وشواس تھا سُریتا کہ تم مجھے اس سلسلے میں نراش نہیں کرو گی۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"ایسا مت کہو، مہاراج۔" وہ میرے چرن چھو کر بولی۔ "دیوتاؤں کی آگیا کا پالن کرنا تو پجارن کا دھرم ہوتا ہے۔"

"تم پجارن نہیں ہو، سُریتا، میرے من مندر کی دیوی ہو۔" میں نے اس کے خوش نما ہاتھ اپنے پیروں سے علیحدہ کیے... پھر بے اختیار اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔

جیون لال کا کشٹ ختم کر کے میں نے اس پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اب وہ کسی سچے سیوک کی طرح ہر وقت میری خدمت کرتا رہتا تھا۔ اس رات بھی جب میں سونے کے لیے بستر پر لیٹ گیا تو جیون لال میرے پیر دبانے آ گیا۔ میں دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس لیے جلد ہی میری آنکھ لگ گئی۔ جیون لال کب تک میرے پیر دباتا رہا اور کب اٹھ کر کمرے سے گیا، مجھے اس کی مطلق خبر نہیں ہوئی لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ گولیاں چبانے کی آوازیں ہی تھیں جنہوں نے مجھے گہری نیند سے بیدار کر دیا تھا۔ کمرے میں چراغ کی مدھم روشنی ٹمٹما رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا، سُریتا کمرے میں موجود نہیں تھی۔ منوہر داس جی سے مجھے نفرت نہیں آتی تھی... تھوڑے تھوڑے وقفے سے گولیاں چبانے کی آواز برابر میرے کانوں سے ٹکرا رہی

تھی۔ میں نے صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے جیون لال کو آواز دی۔ وہ میرے مکان کے باہر ہی سوتا تھا اور میری ایک آواز پر بھاگا ہوا اندر آتا تھا لیکن اس وقت دو چار آوازوں کے باوجود باہر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں تیزی سے اٹھ کر اپنی کٹی سے باہر نکلا۔ جیون لال کی چارپائی خالی پڑی تھی۔

منوہر داس کی کٹی کی طرف سے کچھ آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے کچھ پجاریوں کو بھی منوہر داس کی کٹی کی سمت دوڑتے ہوئے دیکھا تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ یقیناً اس طرف کوئی خطرہ تھا۔ غالباً سُریتا اور جیون لال بھی ادھر ہی چلے گئے تھے۔ میں نے پلٹ کر مکان کا دروازہ بند کیا۔۔ پھر خود بھی لمبے لمبے قدم اٹھاتا منوہر داس کی کٹی کی جانب بڑھنے لگا۔ میرے دل میں متعدد واہمے سر ابھار رہے تھے۔ گولیوں کی آوازیں اور پجاریوں کی بھاگ دوڑ جاری تھی۔ میں نے سوچا کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی نے منوہر داس کو گولی ماردی ہو۔ اس خیال کے تحت میری رفتار اور تیز ہوگئی۔

منوہر داس کی کٹی کے باہر دس بارہ پجاری کھڑے تھے۔ پجاریوں کے قریب ہی دو باوردی پولیس والوں کو دیکھ کر مجھے مزید حیرت ہوئی۔ میں نے دروازے پر کھڑے ہوئے پجاریوں کو ہٹایا اور لپکتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ منوہر داس کو مرگ چھالا پر زندہ وسلامت بیٹھے دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا۔ سُریتا اور رام لال بھی اندر موجود تھے۔ منوہر داس کے سامنے ایک پولیس انسپکٹر بھی زمین پر دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ پولیس انسپکٹر کی موجودگی میں منوہر داس کے چہرے پر وہ جاہ وجلال نظر نہیں آرہا تھا جو رشی پور میں اسے دوسرے سادھوؤں کے مقابلے میں ممتاز بنائے ہوئے تھا۔ قبل اس کے کہ میں منوہر داس سے کوئی سوال کرتا پولیس انسپکٹر کی آواز میرے کانوں میں گونجی وہ منوہر داس سے کہہ رہا تھا۔ "مہاراج، مجھے آج جو کامیابی نصیب ہوئی ہے اس میں تمہاری دُعاؤں کا بہت دخل ہے۔ منشیات کا اتنا بڑا ذخیرہ پہلے کبھی نہیں پکڑا گیا۔ تمہاری دُعائیں اگر شامل رہیں تو میری ترقی کے امکان بھی روشن ہوسکتے ہیں۔"

"میں تیرے لیے ضرور پرارتھنا کروں گا، بالک۔" منوہر داس سپاٹ لہجے میں بولا۔ "دیوتاؤں کو منظور ہوا تو تیری ترقی بھی اوش ہوگی۔"

"مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے، مہاراج کہ ذخیرے کے ساتھ کوئی مجرم نہیں گرفتار ہوسکا۔ میرا خیال ہے کہ وہ پولیس کی نقل وحرکت دیکھ کر تاریکی سے فائدہ اٹھا کر فرار ہوگئے۔" انسپکٹر نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "اگر مجرم بھی ہاتھ آجاتا تو کیس کی نوعیت بالکل ہی بدل جاتی۔"

"چنتا مت کر بالک، پاپ کرنے والے لوگ زیادہ دنوں تاریکی میں سانس نہیں لے سکتے۔" منوہر داس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مہاراج۔" انسپکٹر نے دبی زبان میں کہا "کیا میں آپ سے کچھ دریافت کرسکتا ہوں؟"

"پوچھو بالک۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کیا آپ رشی پور میں رہنے والے تمام لوگوں سے اچھی طرح واقف ہیں؟"

"کھل کر بات کرو، بالک۔" منوہر داس نے اس بار انسپکٹر کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے من میں کیا ہے، میں وہ بھی جانتا ہوں۔ پرنتو ایک بات کا دھیان رہے، پنڈت پجاریوں سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہوتی۔"

"آپ غلط سمجھے، مہاراج۔۔" انسپکٹر نے جلدی سے وضاحت کی۔ "میرا مطلب یہ تھا کہ شاید منشیات کا ناجائز کاروبار کرنے والے گروہ کے کچھ آدمی یہاں بھی رہتے ہوں۔ میں نے مجرموں کو سامنے لانے کی خاطر ہی نگرانی کا حکم دیا تھا۔ میرے آدمیوں نے ویرانوں کا کونا کونا چھان مارا لیکن وہاں کوئی بھی نہیں ملا۔ کیا یہ بات قابلِ غور نہیں ہے، مہاراج کہ جو لوگ اتنے بڑے کاروبار میں ملوث ہوں، وہ اتنی آسانی سے اپنا مال پولیس کے ہاتھوں چلا جانے دیں؟"

"یہ باتیں سوچنا تمہارا اور قانون کا کام ہے، بالک۔" منوہر داس نے بدستور اُلجھے ہوئے اور ناگوار لہجے میں کہا۔۔۔ پھر آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر بولا۔ "جو دنیا تیاگ دے، وہ دھرتی کے گورکھ دھندوں سے کوئی سمبندھ نہیں رکھتا۔"

میں خاموش کھڑا پولیس انسپکٹر اور منوہر داس کی باتیں سن رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر کی پشت میری جانب تھی اس لیے میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔ البتہ منوہر داس سے ایک بار میری نگاہیں ضرور چار ہوئی تھیں لیکن اس نے میری طرف سے فوراً ہی اپنی توجہ ہٹالی تھی۔ شاید وہ مجھے اس معاملے سے علیحدہ رکھنا چاہتا تھا۔ سُریتا اور رام لال بدستور خاموش کھڑے تھے۔ انسپکٹر منوہر داس کا جواب سن کر ایک لمحے خاموش رہا۔۔ پھر اُٹھتے ہوئے بولا "میں اب اجازت چاہتا ہوں، مہاراج۔ اگر میری کوئی بات آپ کو ناگوار گزری ہو تو اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔"

"جا بالک، میرا آشیرواد تیرے ساتھ ہے۔ پرنتو میری ایک بات یاد رکھنا کسی پنڈت پجاری کے من کو دُکھ پہنچانے کی کبھی غلطی نہ کرنا۔"

انسپکٹر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد وہ، منوہر داس کو سلام کرکے واپسی کے ارادے سے پلٹا تو میرے دل کی دھڑکن اچانک تیز ہوگئی۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہوگئی میرے سینے میں سلگتی ہوئی انتقام کی چنگاریوں نے یکلخت بھڑکتے ہوئے شعلوں کا روپ اختیار کرلیا۔ میں نے پولیس انسپکٹر کو پہلی ہی نگاہ میں شناخت کرلیا۔ وہ انسپکٹر رحمان تھا۔ میرے دشمن خان ایاز کا ماتحت جس نے میرے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا تھا۔ ماضی کے مندمل زخم ایک ہی ٹھیس میں تازہ ہوگئے۔ انسپکٹر رحمان نے بھی میری طرف دیکھا میرے چہرے پر گھنی داڑھی تھی اس لیے وہ مجھے شناخت نہیں کرسکا۔ مجھے بھی کوئی پجاری یا سادھو سمجھ کر اس نے سلام کے لیے ہاتھ اٹھا دیا۔ میری خونی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ میرے قریب سے گزرا تو میرا دل چاہا کہ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردوں لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔

اسے سسکا سسکا کر اذیت ناک موت مارنا چاہتا تھا اور منوہر داس کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں تھا۔

"دھیرج سے کام لو، بالک۔" انسپکٹر کے جانے کے بعد منوہر داس نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "میں تمہارے من کی اگنی کا بھونچال دیکھ رہا ہوں۔ پرنتو، تمہیں ابھی سمے کا انتظار کرنا ہوگا۔ میں پجاریوں کے استھان پر تمہیں موت کا ناٹک رچانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"مہاراج۔۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "اگر تم من کے اندر جھانکنے کی شکتی رکھتے ہو تو پھر مجھے رشی پور سے کچھ دنوں کے لیے دُور چلے جانے کی آگیا دو۔ دہ ہوا لاوا مکھی کا منہ کھل جانے تو اُبلتے ہوئے لاوے کو روکنا منش کے بس کا روگ نہیں رہتا۔"

"جیت کمار۔۔۔ بالک، میں تیرا روگ بھی جانتا ہوں۔" منوہر داس نے نرم لہجے میں سمجھاتے ہوئے کہا۔ "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرے بھوش میں کیا لکھا ہے اور کل کیا ہونے والا ہے۔ میں تیرے راستے میں رکاوٹیں نہیں کھڑی کرنا چاہتا لیکن گرو کے ناطے سے تجھے اونچ نیچ سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے۔ کیول دو روز اپنے من کو اور شانت رکھ، اس کے بعد تو جہاں چاہے جاسکتا ہے۔"

منوہر داس اتنی آسانی سے مجھے رشی پور سے جانے کی اجازت دے دے گا یہ بات میرے لیے حیرت انگیز تھی۔ اس نے دو روز کی قید کیوں لگائی تھی، میں نے اس پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ اپنا ارادہ نہ بدل دے میں نے اس کے حکم پر سر جھکایا اور تیزی سے اس کی کٹی سے باہر آگیا۔ انسپکٹر رحمان کو دیکھ لینے کے بعد میرے تن بدن میں جو آگ لگی تھی، اس نے میرے سکون اور میری نیند کو میرے وجود سے کوسوں دُور کردیا تھا۔ میں اپنی کٹی کی طرف جانے کی بجائے بڑے میدان کی سمت نکل گیا اور ایک پرانے برگد کے نیچے بیٹھ کر اپنے آپ کو اس بات سے تسلی دینے لگا کہ دو روز کے بعد میں اپنی مرضی کا مالک ہوں گا۔ میرے دشمن، میرے رحم وکرم پر ہوں گے اور میں انہیں اپنی خواہش کے مطابق تڑپا تڑپا کر موت کے گھاٹ اتار سکوں گا۔ میں اپنے خیال میں غرق اپنے دشمنوں کی تباہی کے منصوبے بنا رہا تھا کہ کسی کے قدموں کی آہٹ سن کر میں نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ بڈھا مندر کا پجاری رام لال، میرے قریب کھڑا تھا۔

"تم۔۔۔ یہیں" میں نے رام لال کی آمد پر غصے اور حقارت کا اظہار کیا۔ "مجھ پر اعتماد رکھو رام لال، منوہر داس کی مرضی کے بغیر میں رشی پور سے نہیں جاؤں گا اور اگر میں نے کبھی جانے کی ٹھان لی تو پھر کوئی شکتی میرا راستہ نہیں روک سکے گی۔"

"مہاراج۔۔۔" رام لال نے میرے لہجے کی سختی محسوس کرکے ہاتھ باندھ لیے اور نہایت انکسار سے کہا۔ "اپنے سیوک کو غلط مت سمجھو، میں تو تمہارے پوتر چرنوں کی دُھول بھی نہیں ہوں۔"

"پھر۔۔۔ یہاں کیوں آئے ہو؟" میں نے بدستور بگڑے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میرا اپنا من بھی شانت نہیں، مہاراج۔ تمہارے چرنوں کی چھایا میں جنم تو جیون سُکھ سے بیت جائے گا۔" رام لال نے عاجزی سے کہا۔۔۔ پھر میرے قریب بیٹھ کر میرے پیر دبانے لگا۔ میں نے اسے بغور دیکھا لیکن اس کے چہرے پر عقیدت مندی کے تاثرات کے سوا کچھ تلاش نہ کرسکا۔ کچھ دیر تک میں خاموشی سے اس کے چہرے کو تکتا رہا پھر میں نے رام لال کو موجودہ حادثے کی روشنی میں ٹٹولنے کی خاطر قدرے نرم لہجے میں مخاطب کیا۔ "رام لال۔۔۔۔ کیا تمہیں وشواس ہے کہ منشیات کا ناجائز کاروبار کرنے والا کوئی فرد رشی پور میں نہیں رہتا؟"

"رشی پور کا راستہ پولیس کے کارندوں نے آج پہلی بار دیکھا ہے، مہاراج۔ کون جانے کل کیا ہو؟" رام لال کا جواب مبہم تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کھل کر میرے سوال کا جواب دینے سے گریز کر رہا ہے۔

"میرا خیال ہے کہ انسپکٹر اس بات کا شبہ کرنے میں حق بجانب تھا کہ کالے کاروبار کے گروہ کے کچھ لوگ رشی پور میں بھی سر چھپائے ہوئے ہیں۔" میں نے اسے دوبارہ کریدا۔

"منش کے من میں لوبھ (لالچ) آجائے تو وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھا ہوجاتا ہے۔" رام لال کا لہجہ اس بار بھی معنی خیز تھا۔ "دھن کے چکر میں پڑ کر تو بڑے بڑے رشی منی بھی من کی پوترتا کو گنوا دیتے ہیں۔"

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو، رام لال۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"سچا پجاری وہی ہے، مہاراج جو سنسار کے روگ پالنے کے بجائے دیوتاؤں کے جاپ منتر میں جیون تیاگ دے۔" اس نے دبی زبان میں کہا۔

رام لال کی باتیں معنی خیز تھیں۔ میں نے اسے مزید کریدنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے خیالوں میں گم ہوگیا۔ وہ خاموش بیٹھا آہستہ آہستہ میرے پیر دباتا رہا۔ رات آہستہ آہستہ بھیگتی جارہی تھی۔ صبح پھٹنے تک میں بڑے میدان میں برگد کے نیچے لیٹا، حالات پر غور کرتا رہا۔ رشی پور میں پولیس کی آمد اور مضافات سے بڑی مقدار میں منشیات کا پکڑا جانا۔ یہ تمام باتیں میرے ذہن کو پراگندہ کررہی تھیں لیکن مجھے ان سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ کس طرح دو دن گزریں اور میں شہر جاکر انسپکٹر رحمان اور اپنے دوسرے دشمنوں کے لہو سے اپنے انتقام کی آگ سرد کرسکوں۔

صبح کا نور پوری طرح پھیلنے سے پہلے میں اپنے مکان میں واپس آگیا۔ جیون لال باہر لیٹا بے خبر سو رہا تھا۔ اندر سُریتا میرے بستر کے قریب زمین پر لیٹی تھی۔ میں نے تھکے ہوئے انداز میں اپنے بوجھل وجود کو اپنے بستر پر گرا دیا۔ رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ سے میری آنکھوں میں جلن ہورہی تھی۔ میں نے سونے کے ارادے سے آنکھیں بند کرلیں ابھی پوری طرح سونے نہیں پایا تھا کہ معاً میری آنکھ دوبارہ کھل گئی۔

میں نے اپنے مختصر مکان میں منورما کو تلاش کیا۔ وہ موجود نہیں تھی۔ صبح ہی سے وہ مجھے نظر نہیں آئی تھی اور رات گزر جانے کے باوجود ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ یہ پہلا اتفاق تھا کہ منورما تمام رات میری کٹی سے باہر

رہی تھی۔ وہ میری عزیز دار نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں اس وقت مجھے کٹیا سے اس کی غیر حاضری کھٹک رہی تھی۔ میں نے شریتا پر نظر ڈالی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر محو خواب تھی۔ میں باہر آ گیا۔ جیون لال کو جگا کر اس سے منورما کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بھی کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ مجھے جیون لال کے جواب سے بھی تشفی نہیں ہوئی۔ اس نے نہایت سادگی سے کہا تھا کہ منورما کو اس نے بھی صبح سے نہیں دیکھا۔ کوئی بات ایسی ضرور تھی جو مجھے اندر ہی اندر الجھا رہی تھی چنانچہ میں نے جیون کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہارے خیال میں منورما کہاں جا سکتی ہے؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں، مہاراج۔"

"کیا پہلے بھی کبھی ایسا ہوا ہے؟"

"پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا، مہاراج۔" جیون لال نے ذرا مدھم لہجے میں جواب دیا۔ اس بار اس کے لب و لہجے سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن کسی خوف کی وجہ سے زبان کھولنے سے مجبور ہے۔

"جیون لال...." میں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "میرا قیام تمہارے رشی پور میں دو روز اور ہے اس کے بعد میں شہر چلا جاؤں گا۔"

"کیا مہاراج منوہر داس نے اجازت دے دی ہے؟" جیون لال نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"ہاں۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مہاراج...." جیون لال ہاتھ باندھ کر بولا۔ "تم نے مجھے نیا جیون دان کیا ہے۔ میری کھوئی ہوئی شکتی مجھے واپس لوٹائی ہے۔ میں اب سارا جیون تمہاری سوا میں گزارنا چاہتا ہوں۔ میری پرارتھنا ہے، مہاراج کہ تم رشی پور سے جاؤ تو اپنے اس سیوک کو اپنے ساتھ لے چلو۔"

"میں جانتا ہوں جیون لال کہ تم میرے سچے سیوک ہو لیکن شاید منوہر داس تمہیں رشی پور سے جانے کی اجازت نہ دے۔"

"تم کہو گے تو مہاراج ادش راضی ہو جائیں گے۔" جیون لال نہایت عاجزی سے بولا۔ "مجھے نراش نہ کرنا، مہاراج۔ تمہارے بغیر رشی پور میں اب میرا جی نہیں لگے گا۔"

"کل رات یہاں جو واقعہ پیش آیا تھا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے جیون لال کو اپنے حق میں ہموار کر کے دوبارہ کریدا۔

اس نے فوری کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے خاموش رہا پھر دبی زبان میں بولا۔ "مجھے خود اچنبھا ہوا، مہاراج کہ مہان پجاری نے انسپکٹر کو اتنی ڈھیل کس طرح دے دی۔"

"میں سمجھا نہیں، جیون لال۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "جب مہاراج منوہر داس کا اس واقعے سے کوئی تعلق نہیں تھا تو اسے انسپکٹر کو ڈھیل دینے یا اس سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"مہاراج...." جیون لال میری بات کا جواب دینے کے بجائے پھر گڑگڑانے لگا۔ "میں رشی پور میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلنا یا پھر مجھے سراپ دے کر جیون روگ سے آزاد کر دینا۔"

"جیون لال...." میں نے اسے گھورتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے بات کرتے ہوئے خوفزدہ ہو۔"

"مہان شکتیاں تمہارے چاروں سمت اپنا جال پھیلائے رہتی ہیں، مہاراج۔" جیون لال نے کہا۔ "جو منش کے من کا حال جان سکتا ہو وہ سیوکوں کی باتیں بھی سن سکتا ہے۔ اسی کارن میں تم سے بنتی کر رہا ہوں، مہاراج کہ مجھے اپنے چرنوں سے دور مت کرنا۔"

"میں تمہاری باتوں کا مقصد سمجھ رہا ہوں، جیون لال۔ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ میں تمام رات یہی سوچتا رہا کہ ہر چمکنے والی شے سونا نہیں ہوتی۔" میں نے جیون لال کے خوف کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مت کرو۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لے چلوں۔"

جیون لال کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ میں نے حالات کے پیش نظر اس سے کھل کر بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا.... پھر کٹیا کے اندر آ گیا، جہاں خوب صورت شریتا ابھی تک اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ فرش پر محو خواب تھی۔ میں نے اس کے جسمانی خدوخال پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

❋❋

وہی ننگ دھڑنگ غلیظ بوڑھا، جس نے میرا پہلا جاپ مکمل ہونے کے بعد مجھ سے دیوانوں جیسی بے تکی باتیں کی تھیں ایک بار پھر میری نگاہوں کے سامنے آیا تو میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا لیکن اس بار بھی میں نے ضبط سے کام لیا۔ میری خون اگلتی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ مجھے مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پہلی بار جب ہماری ملاقات ہوئی تھی تو وہ ایک چٹان کے قریب تھا اور جب میں نے اس پر اپنے منتر آزمانے کی کوشش کی تو وہ اچھل کر چٹانوں کی آڑ میں روپوش ہو گیا تھا۔ اب وہ کھلے میدان میں اچانک میرے سامنے آ گیا تھا۔ اس کے پاس فرار کا کوئی آسان راستہ نہیں تھا اس لیے میں نے جلد بازی نہیں کی۔ چند لمحے تک اسے حقارت سے گھورتا رہا.... پھر سخت لہجے میں بولا۔ "بوڑھے، کون ہے تو اور کیوں میرے راستے میں حائل ہو رہا ہے؟"

"میں تجھے نہیں بلکہ ایک روگی کو دیکھ رہا ہوں۔" وہ دھیرے نچاتا ہوا سپاٹ لہجے میں بولا پھر پاگلوں کی طرح اپنی داڑھی کھجلانے لگا۔

"شاید تجھے اپنا جیون پیارا نہیں۔" میرا لہجہ بدستور سرد رہا۔

"جو زندگی سے پیار کرتے ہیں، وہ بھٹک جاتے ہیں اس لیے میں نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا ہے۔" بوڑھے نے اس بار فلسفیانہ انداز اختیار کیا۔

میں اسے حیرت سے گھورے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید وہ بھی کوئی سنیاسی تھا۔ میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تو مجھ پر اپنے مہان ہونے کا رعب جمانا چاہتا ہے؟"

"جس منتر کے روگ نے تیری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے، میرا کہا مان تو ریت میں لوٹ لگا کر اپنے جسم کا میل کھرچ ڈال۔"

"دیوانے...." میں نے غصے سے کہا۔ "کیا تجھے خبر ہے کہ تو اس سمے کس سے بات کر رہا ہے؟"

"چڑھتی ندی کے دھارے ٹوٹتے ہیں تو کناروں کا بھی بیڑہ غرق ہو جاتا ہے۔" بوڑھے نے حقارت سے کہا۔ "ابھی تو منجدھار سے دور ہے، کناروں کی طرف واپس چلا جا، ورنہ غرق ہو جائے گا۔"

"میری شکتی کا تماشہ دیکھنا چاہتا ہے تو....؟" میں نے اسے للکارا۔

وہ ایک لمحے کو خوف زدہ نظر آنے لگا پھر نہایت رازداری سے بولا۔ "چرس کے دم سے بڑے بڑے غم دور ہو جاتے ہیں لیکن جب نشہ ٹوٹتا ہے تو ذہن پر دھند کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔" بوڑھے نے بدستور خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "تو بھی دم لگا، سارے غم دھوئیں میں چھپ جائیں گے۔"

"بوڑھے، کیا موت تیرے سر پر منڈلا رہی ہے؟" میں نے گرج کر کہا۔

وہ دیوانوں کی طرح منہ اٹھا کر اوپر دیکھنے لگا۔ پھر مجھے گھور کر بولا۔ "بزرگوں سے ٹھٹھول کرتا ہے۔"

"جا...." میں نے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا۔ "میری نگاہوں سے دور چلا جا، ورنہ تیری آتما اسی سنسار میں بھٹکتی رہے گی۔"

"مجھ بوڑھے کے ساتھ زندگی کا تماشہ کرے گا۔" دیوانے نے اس بار دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "اپنے چیلوں پر بڑا گھمنڈ ہے تجھے، یاد رکھ.... جب موجوں کی طغیانی زور کرے گی تو تیری کشتی بھی بھنور میں ہچکولے کھانے لگے گی۔"

بوڑھا دیوانوں کی طرح بے تکی ہانک رہا تھا اور میرا خون جوش مار رہا تھا۔ دفعتاً میں نے اسے ٹھکانے لگانے کے ارادے سے اپنا ہاتھ بلند کیا لیکن دوسرے ہی لمحے ایک خیال تیزی سے میرے ذہن میں ابھرا۔ کہیں وہ بوڑھا منوہر داس کا کوئی آدمی نہ ہو اور مہاراج کے سوان پر مجھے آزمانے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "جا بوڑھے، اپنے گرو دیو کے شبھ نام پر تجھے شما کرتا ہوں۔"

"ابھی تک پتھروں سے سر ٹکرا رہا ہے۔" بوڑھا اپنے ہونٹ کو زبان پھیرتا ہوا بولا۔ "مہان ہو گیا تو اپنے پیروں پہ کھڑا رہنے کا سنگھاسن بھی نہ رہے گا۔"

"بوڑھے...." مجھے پھر غصہ آ گیا۔ میں نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "میں سمجھ رہا ہوں کہ تو بار بار اس روپ میں کیوں میرے سامنے آتا ہے۔ یہ تو اب میں تجھے آگیا دیتا ہوں کہ اپنے اصل روپ میں میرے سامنے آ جا۔ نہیں تو پچھتائے گا۔"

"پھر بھونکنے لگا۔" بوڑھا بدستور دانت نکالتا رہا۔ "اب بھی وقت ہے دم سیدھی کر لے، نہیں تو اپنی شناخت بھی کھو بیٹھے گا۔"

"سن بوڑھے...." میں نے بمشکل ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "میں آخری بار تجھے کالی کے شبھ نام پر حکم دیتا ہوں کہ اپنا چولا اتار کر میرے سامنے آ جا، ورنہ میرا سراپ بھگتنے کو تیار رہ۔"

"سمجھا، تو شاید مجھے بھی روگی سمجھ رہا ہے۔"

"ہاں...." میں سینہ تان کر بولا۔ "مجھے وشواس ہے کہ تو گرو دیو کی آگیا سے روپ بدل کر میرا من ٹٹولنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کیا دھرا ہے تیرے من کے اندر؟" بوڑھے نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "مجھے تو گھپ اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔"

"تیری آنکھیں من کے اندر جھانکنے کی شکتی نہیں رکھتیں۔" میں نے حملہ کر کہا۔ "تو اپنا سمے برباد کر رہا ہے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے، اسی میں تیری بھلائی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مہان شکتیاں آپس میں ٹکرا جائیں اور تجھے درمیان میں جل کر راکھ ہونا پڑے۔"

"بڑی دور کی کوڑی لایا ہے۔" بوڑھے نے میرے غصے کو نظر انداز کر کے قہقہہ لگایا.... پھر یکلخت سنجیدہ ہو کر بولا۔ "تھک گیا ہو گا، قلانچیں بھرتے بھرتے، کچھ دیر سستا لے نہیں تو دم گھٹنے لگے گا۔"

"مورکھ، دیوانے، تو شاید اس طرح نہیں مانے گا۔" میں نے جھلا کر ایک منتر کا ورد کر کے اس کی جانب پھونکا۔ میرے بیروں نے اس پر دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش کر دی۔ بوڑھا خود کو بچانے کے لیے اچھلنے لگا۔ اسے اس طرح اچھلتے دیکھ کر میں خوش ہو گیا۔ چند ثانیے تک میں اسے اچھل کود کرتے دیکھتا رہا.... پھر بولا۔ "کیوں، کیا اب بھی تو میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا؟"

"یہ انگارے تجھے بھی اسی طرح جلا دیں گے۔ تو بھی زندگی میں کبھی چین کا سانس نہ لے سکے گا۔" بوڑھے نے حقارت سے کہا اور دفعتاً یکلخت انگاروں کے درمیان سے غائب ہو گیا۔ مجھے اپنی بینائی پر شبہ ہوا۔ میں نے آنکھیں مسل ڈالیں لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا.... اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا۔ میں اپنے کمرے میں موجود تھا اور پجاری منوہر داس میرے سامنے کھڑا مجھے حیرت سے گھور رہا تھا۔ میں شاید ابھی تک خواب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ منوہر داس کو سامنے دیکھ کر میں [illegible] نہیں دیکھ سکا۔ شریتا میرے [illegible] منوہر داس کو [illegible] ہاتھ باندھ کر [illegible] خفیف [illegible] میرے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

"بالک.... منوہر داس نے مجھے [illegible] گھورتے ہوئے [illegible] سے کہا۔ "تیرے کارن مجھے اپنا جاپ ادھورا چھوڑ کر [illegible] سے [illegible]"

"میں کچھ نہیں، مہاراج۔" میں نے [illegible] چاہی۔

"[illegible] دیوتا [illegible] کی تھی [illegible] کے ساتھ [illegible] سینوں کی باتیں بھی دیکھنے اور سمجھنے کی شکتی رکھتے ہیں۔ کیا تو بھی [illegible] میں [illegible]

بوڑھے کو اپنے کشٹ سے سراپ دینے کی کوشش نہیں کر رہا تھی؟"

"تم مہان ہو مہاراج" میں نے احترام کرتے ہوئے کہا۔ "آج مجھ پر وہ مجھے جل دے کر نکل گیا۔"

"تو اسے میرا کوئی بیر سمجھ رہے تھے رکیوں، بالک؟"

"ہاں، مہاراج" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ تم نے اسے میرا من ٹٹولنے کے لیے بھیجا ہے۔"

"نو رکھو...." منوہر داس زہریلے لہجے میں بولا "کیا میرے اندر اتنی شکتی نہیں ہے کہ تیرے من کا بھید جان سکوں؟"

"مجھ سے بھول ہوگئی تھی۔ مہاراج۔"

"جانتا ہے تو، وہ کون تھا جو تیرے سپنوں میں تجھ سے الجھ رہا تھا؟"

"مجھے تو وہ کوئی دیوانہ لگ رہا تھا۔ مہاراج۔"

"اس دھیان کو من سے نکال دے، بالک" منوہر داس نے اس بار اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "وہ دیوانہ نہیں تھا بلکہ تجھے پاگل بنانے کی کوشش کر رہا تھا، پر تو میرے تپ سے بھاگ گیا۔"

"مہاراج، کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون ہے؟"

منوہر داس نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے وہ کسی گہری سوچ میں غرق رہا.... پھر بولا "میں اگر اسے نہ جانتا تو جاپ توڑ کر منڈل سے باہر کیوں آتا۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ وہ تجھے دھرم کے استوں سے ہٹانا چاہتا ہے اور روپ بدل بدل کر تجھے پریشان کرنا چاہتا ہے۔"

"وہ کون تھا، مہاراج؟"

"شاید وہ اب تک تیری آتما میں بالک، اس کارن تیرے نشے کے بھیر اس کا ترید بھید نہیں رکھے" منوہر داس سنجیدگی سے بولا "میری یہ بات گرہ میں باندھ لے بالک کہ جب تک تو کالی شکتی کے لیے ایک وہ کٹھن جاپ پورا نہیں کر لیتا تیرا کوئی جنتر منتر اس پر اثر نہیں کرے گا اس لیے اگر وہ دوبارہ تیرے قریب آئے تو اسے دھتکار دینا۔ کالی اور وشنو مہاراج کے نام کی مالا جپنے لگنا وہ خود ہی چلا جائے گا لیکن اگر تو نے اس کی باتوں پر دھیان دیا تو سمجھ لے کہ تو نے اب تک جو کچھ حاصل کیا ہے، وہ بھی کھو دے گا۔"

"مہاراج، کیا تم نے اس جیسی آتما کو قید کرنے کے لیے کبھی کوئی اپائے نہیں سوچا؟"

"اس کے لیے تو ابھی دیر ہے، بالک۔ ویسے تو وہ میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ کسی نہ کسی دن وہ میری قید میں ہوگا لیکن جب تک وہ آزاد ہے، تجھے چوکنا رہنا پڑے گا۔"

"مجھ پر وشواس رکھو، مہاراج، دنیا کی کوئی طاقت تمہارے سیوک کو دھرم کے رستے سے نہیں ہٹا سکتی۔ میں نے پورے اعتماد سے کہا.... تو منوہر داس نے اطمینان کی سانس لی اور اس کے چہرے سے اطمینان جھلکنے لگا۔

"میں جانتا ہوں، بالک کہ تو آتماؤں سے چمتکار سے محفوظ رہے گا، پر تو ایک گرو کے ناطے سے تجھے اپدیش دینا میرا فرض تھا۔"

"میں تمہاری باتوں کا دھیان رکھوں گا، مہاراج۔"

"ایک بات اور گرہ سے باندھ لے، بالک" منوہر داس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا "منش جب پجاری بن جائے اور پجاری جب مہان شکتیوں کا مالک بن جائے تو اسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے جیون کے الجھاؤں کو کیول منش کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ دھرتی کی سندرتا اور پاپ اور پن کی باتیں صرف منش کو شوبھا دیتی ہیں۔ پجاری، پجاری پر شک کرنے لگے اور سیوک اور گرو کے درمیان شبے کی دیوار کھڑی ہو جائے تو دیوی دیوتاؤں تک پہنچنے کے راستے اور کٹھن ہو جاتے ہیں۔ مہان پجاریوں کو کیول آکاش پر نظر جمائے رکھنی چاہیے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، مہاراج" میں نے منوہر داس کی باتوں کا مفہوم بھانپتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ پھر گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر کہا "مہاراج تمہاری آگیا ہو تو جیون لال کو بھی اپنے ساتھ شہر لے جاؤں؟"

"میں جانتا ہوں، بالک کہ تیرے من میں انتقام کی اگنی سلگ رہی ہے اور تو شہر جانے کے لیے بہت بیاکل ہے۔ تو چاہے تو جیون لال کو ساتھ لے جا سکتا ہے، پر تو جو کچھ میں نے کہا ہے اسے بھی ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔"

"اجیت کمار تمہارا سیوک ہے، مہاراج۔ اس نے جو کچھ پراپت کیا ہے تمہارے کارن پراپت کیا ہے.... پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہاری باتوں کو بھلا دوں۔"

"تو تیرے بھوش میں کیا ہے، یہ میں جانتا ہوں، بالک۔ مجھے وشواس ہے کہ تو اپنے گرو کو کبھی نراش نہیں کرے گا۔" منوہر داس نے مجھے آشیرواد دیتے ہوئے کہا اور پلٹ کر دروازے کی جانب چلنے لگا۔ میں منوہر داس کے ساتھ ساتھ باہر تک گیا، جہاں جیون لال سچے پجاریوں کی طرح ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑا تھا۔ منوہر داس نے رخصت ہوتے وقت ایک بار پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے اپنی نصیحتیں یاد رکھنے کی تاکید کی اور کٹیا کی جانب چل دیا۔

منوہر داس سے شہر جانے کی اجازت مل جانے کے بعد میرے لیے دو دن، دو سال سے کم نہیں تھے۔ انسپکٹر رحمان کو دیکھنے کے بعد میرے سینے میں انتقام کی جو آگ بھڑک اٹھی تھی، وہ مجھے کسی لمحے اور کسی پہ چین نہیں لینے دیتی تھی۔ میں سارا سارا دن رشی پور کے کسی ویرانے میں بیٹھا آئندہ کا پروگرام مرتب کرتا رہتا اور اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے منصوبے بنایا کرتا۔ جیون لال کسی سچے خدمت گزار کی طرح ہر وقت سائے کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ میں نے ایک دو بار اسے ٹالنے کی کوشش بھی کی لیکن ہر بار اس کی عاجزی پر مجھے رحم آجاتا تھا۔

دو روز میں نے رشی پور میں کس طرح گزارے یہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔

منورما اس عرصے میں مجھے نظر نہیں آئی۔ سریتا نے میرے استفسار پر صرف اتنا بتایا تھا کہ اسے، منوہر داس نے کسی ضروری کام سے شہر بھیجا ہے۔ میرے جانے کی گھڑی جوں جوں قریب آرہی تھی، میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی جاتی تھی۔ سریتا میرے جانے سے اداس تھی۔ اس نے یہ خواہش بھی کی تھی کہ میں اسے اپنے ساتھ لے چلوں لیکن میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں بہت جلد رشی پور واپس آجاؤں گا۔ بڑے مندر کا پجاری رام لال بجھا بجھا سا دکھائی دیتا تھا۔ رشی پور کے قیام کے دوران میرے اور رام لال کے درمیان ہمیشہ ایک فاصلہ برقرار رہا تھا لیکن جب سے اسے میری روانگی کا علم ہوا تھا، وہ اپنا زیادہ تر وقت میرے ساتھ گزارنے لگا۔ چنانچہ اس وقت بھی، جب میں منوہر داس سے شہر جانے کی اجازت لے کر اپنے مکان کی طرف جانے لگا تو رام لال کو اپنا منتظر پایا۔ مجھے دیکھ کر اس نے حسب معمول ہاتھ باندھ کر پرنام کیا.... پھر افسردہ لہجے میں بولا "مہاراج، مجھے ابھی جیون لال نے بتایا ہے کہ تم آج جا رہے ہو۔"

"ہاں، رام لال" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم اداس مت ہو۔ جیسے ہی میرا کام پورا ہوا، میں رشی پور واپس آجاؤں گا۔"

"کل کیا ہونے والا ہے، مہاراج، یہ کیول بھگوان کے اور کون جانتا ہے۔" رام لال نے میرے ساتھ ساتھ کٹیا کی سمت قدم اٹھاتے ہوئے کہا "اگر تمہاری آگیا ہو، مہاراج تو ایک بات کہوں؟"

"تم میرے مِتر ہو رام لال، جو کہنا چاہتے ہو کہہ ڈالو" میں نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

رام لال دبی زبان میں بولا "رشی پور میں بات دوسری تھی مہاراج، یہاں کچھ پجاری تم سے دور ہوتے ہوئے بھی تمہارے بہت قریب تھے۔ تمہارے اوپر کوئی برا سمے آجاتا تو تمہارے سیوک تمہارے چرنوں پر اپنا جیون بلیدان کر دیتے۔ پرنتو شہر میں تم تنہا ہو گے۔ وہاں پگ پگ پر اپنا دھیان رکھنا، دوایی چھایا پر بھی بھروسہ مت کرنا۔ مجھے صرف یہی کہنا تھا، مہاراج۔"

"نہیں رام لال...." میں نے بڑے پجاری کے چہرے کے تاثرات کو بغور پڑھتے ہوئے جواب دیا۔ "تم اور بھی بہت کچھ کہنا چاہتے ہو لیکن مہان شکتیوں کے خوف سے اپنی زبان کھولتے ہوئے ڈرتے ہو۔"

"اپنا جیون سب کو پیارا ہوتا ہے، مہاراج، کنتو سچا منش وہی ہے جو دھرم کے نام پر اپنا جیون بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔"

"دھرم کی بات مت کرو، رام لال" میں نے دل برداشتہ ہو کر کہا "سمے کا دھارا تیز ہو تو دھرم بھی تنکے کی طرح اس میں بہہ جاتا ہے۔"

رام لال نے چونک کر میری طرف دیکھا، فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا اور چند ثانیے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا.... پھر میرے قریب آکر نہایت رازداری سے بولا "مہاراج، میں نے اپنے اور تمہارے گرد منڈل باندھ دیا ہے۔ پرنتو مہان شکتیوں کو خبر ہو جائے تو وہ اپنی طاقت سے یہ منڈل بھی توڑ سکتی ہیں۔"

"میں سن رہا ہوں، رام لال۔ جو کچھ کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو" میں نے بےچینی سے کہا۔ "مجھ پر وشواس رکھو۔ میں وچن دیتا ہوں کہ تمہاری باتوں کو اپنے سینے میں دفن کر لوں گا۔"

"مہاراج، لچھمن داس سے ہوشیار رہنا" رام لال جلدی سے بولا۔ "وہ پجاری کے روپ میں راکشش ہے۔ جو کچھ اوپر سے نظر آتا ہے، اندر سے ویسا نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ اس کے کاٹے کا منتر نہیں ہے۔"

"کیا منوہر داس بھی اسی لیے لچھمن کی آؤ بھگت کرتا ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سمے بہت کم ہے، مہاراج۔ لچھمن داس کو سمجھنے کے لیے منش کو پورا جیون بھی سوچنا پڑ سکتا ہے۔" رام لال نے بیان جاری رکھا "اس سے ہمیشہ دور رہنا مہاراج۔ میرا خیال ہے کہ وہ تمہاری اور پجاری منوہر داس مہاراج کی دوستی کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے رام لال لیکن کیا رشی پور میں وہ مجھے نقصان پہنچا سکتا تھا؟"

"رشی پور میں اگر مہان شکتیوں کا ٹکراؤ ہوتا تو پولیس کے کانوں تک بھی اس کی بھنک پہنچ سکتی تھی اور.... کچھ لوگ نہیں چاہتے، مہاراج کہ پولیس کا دھیان کبھی رشی پور کی طرف ہو۔"

"مجھے بھی کچھ شبہ ہو رہا تھا، رام لال" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا "تمہاری باتوں نے اس کی تصدیق کر دی۔"

"جتنا کریدو مہاراج، اتنے ہی بھید کھلتے جائیں گے۔" رام لال کا لہجہ بدستور معنی خیز تھا۔

"رام لال...." میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "پجارن منورما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس بار رام لال میرے سوال پر چونکا لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتا ہمارے اطراف روشنی اور چنگاریوں کے جھماکے ہوئے اور میں سمجھ گیا کہ رام لال کا قائم کردہ حصار ٹوٹ گیا ہے۔ رام لال بھی یک لخت محتاط ہو گیا اور موضوع بدل کر بولا "مہاراج، اپنے سیوک کو شہر جا کر کشل مت دینا۔"

"گھبراؤ نہیں رام لال، میں بہت جلد واپس آجاؤں گا" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر اپنی رفتار تیز کر دی اور.... اور اسی روز میں جیون لال کو ساتھ لے کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

منوہر داس نے میرے لیے جس گاڑی کا بندوبست کیا تھا وہ چکنی سڑک پر شہر کی جانب فراٹے بھر رہی تھی۔ جیون لال اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا اور میں پچھلی نشست پر بیٹھا اپنے خیالات میں غرق تھا۔

رشی پور سے روانگی کے وقت بڑے مندر کے پجاری رام لال نے جو باتیں مجھ سے کی تھیں وہ ابھی تک میرے ذہن میں گونج رہی تھیں۔ رام لال کی باتوں سے میرے اس شبہے کی تصدیق بھی ہوتی تھی کہ رشی پور بظاہر مذہبی لوگوں کا علاقہ ہے اور اسے قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے لیکن اسی احترام کی آڑ میں وہاں کچھ جرائم بھی پرورش پا رہے تھے۔ رام لال نے کھل کر کچھ نہیں بتایا تھا لیکن اس کی باتوں سے میں نے اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ رشی پور کے پہاڑی علاقے سے برآمد ہونے والی منشیات کا مہان پجاری منوہر داس سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ پجارن منورما کی رشی پور سے غیر حاضری بھی میرے لیے قابلِ غور تھی۔ رام لال کے ساتھ مجھے زیادہ دیر باتوں کا موقع نہیں ملا تھا لیکن اس کے باوجود میرے ذہن کی بہت سی گرہیں آپ ہی آپ کھلتی جا رہی تھیں۔ خاص طور پر میں لچھمن داس کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

رام لال نے مجھے تلقین کی تھی کہ میں شہر پہنچ کر لچھمن داس سے محتاط رہوں اور اس سے اُلجھنے کے بجائے دُور دُور رہوں، اسی میں میری بہتری ہے۔ رام لال نے کہا تھا کہ لچھمن داس ایک ہی روپ میں بہت سارے رُوپ رکھتا ہے اور اس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہے۔

میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے بعد لچھمن داس کو بھی دیکھوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔

شہر پہنچ کر میں نے جیون لال کے ساتھ ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا۔ ہوٹل کا منیجر مجھے کوئی پہنچا ہوا سادھو سمجھ کر ہماری آؤبھگت کرنے لگا۔ میں نے اسے کرائے کی رقم ایڈوانس دینا چاہی تو ہاتھ باندھ کر بولا "ہمیں گناہگار مت کرو مہاراج، تمہارے قدم ہمارے ہوٹل میں آ گئے ہیں، ہمارے لیے یہی بہت ہے، جب تک تمہارا من چاہے آرام کرو۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

میں نے منیجر کے سر پر ہاتھ رکھ کر اُسے دُعا دی... پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ جیون لال سر جھکائے میرے ساتھ ساتھ تھا۔ میں نے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے اور سفر کی تھکن دُور کرنے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ جیون لال پیر دبانے لگا۔ شام کو ہوٹل کا منیجر ایک ملازم کے ساتھ ناشتہ لے کر آیا۔ میں نے دو توس اور ایک پیالی چائے پر اکتفا کی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کپڑے تبدیل کیے اور جیون لال کو ہوٹل ہی میں چھوڑ کر خود شیخ برکت علی سے ملاقات کے لیے چل پڑا۔ شہر کی بارونق شاہراہوں میں میرے ماضی کی ان گنت یادیں موجود تھیں۔ کچھ زخم وقت کے ساتھ ساتھ بھر گئے تھے، کچھ ابھی تازہ تھے۔

اپنے محلے میں داخل ہوا تو دل بھر آیا۔ کچھ جانے پہچانے لوگ نظر آئے لیکن وہ مجھے پہچان نہیں سکے۔ میرے برابر سے خاموش گزر گئے۔ وقت کی گردش نے شاید میرا حلیہ اس قدر بدل دیا تھا کہ اپنے بھی بیگانے ہو گئے تھے۔ میں اپنی گلی کے ایک ایک مکان کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتا رہا۔

اپنے گھر کے سامنے پہنچا تو میرے قدم رُک گئے۔ دروازے کا قفل بھی زنگ آلود ہو گیا تھا۔ در و دیوار پر آئی ہوئی گرد دیکھ کر میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ کبھی یہی در و دیوار کتنے اُجلے تھے، خالہ جان اور راحیلہ، میری ایک ایک چیز کا خیال رکھتے تھے۔ رحمت علی کا ملازم بھی میرے مکان کی جھاڑ پونچھ میں لگا رہتا تھا لیکن اب تو ماضی کی ہر یاد بھی گرد آلود ہو گئی تھی۔

میں نے ایک نظر رحمت علی کے مکان پر ڈالی، وہاں بھی ویرانی کا بسیرا تھا۔ میں نے اپنے ہونٹ سختی سے دانتوں تلے بھینچ لیے۔ دشمنوں کے چہرے میری نگاہوں کے سامنے ابھرنے لگے اور میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ میں نے قدم بڑھا دیے۔ شیخ برکت علی کے دروازے پر جا کر دستک دی تو وہ خود ہی باہر نکلے اور مجھے گھورنے لگے۔ میری بڑھی ہوئی داڑھی اور سادھوؤں جیسے روپ نے میرے اور شیخ برکت علی کے درمیان بھی اجنبیت کی دیوار کھڑی کر دی تھی۔ چند لمحے وہ مجھے بغور دیکھتے رہے۔ میں خاموش رہا تو خود برکت علی نے پوچھا "فرمایئے، کس کی تلاش ہے آپ کو؟"

"خود اپنے آپ کو تلاش کر رہا ہوں، شیخ صاحب" میں نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ غلط جگہ آ گئے ہیں" شیخ برکت علی کا لہجہ اب بھی اجنبی تھا "کس کی تلاش ہے آپ کو... کوئی نام پتہ معلوم ہو تو میں آپ کی کوئی مدد کروں۔"

"مجھے آپ ہی سے ملاقات کرنی ہے، شیخ صاحب" میں نے دل مسوس کر کہا "میں امجد علی ہوں، کبھی آپ کا پڑوسی رہ چکا ہوں۔"

"امجد میاں... تم... اس حال میں" شیخ صاحب نے مجھے تعجب سے سر تا پا دیکھا... پھر ہاتھ تھام کر اندر بیٹھک میں لے گئے اور بولے "یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے، خدانخواستہ کہیں تم پر بھی کوئی افتاد تو نہیں آ پڑی؟"

"میری کہانی بہت طویل ہے، شیخ صاحب۔ کبھی فرصت ملی تو اطمینان سے سناؤں گا" میں نے اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے کہا "آج ہی اپنے شہر میں غیروں کی طرح واپس آیا ہوں، سوچا آپ سے مل لوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا پھر کہیں جانے کا ارادہ ہے؟ قیام کہاں ہے تمہارا؟"

"فی الحال ہوٹل میں ٹھہرا ہوں" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا "اس بار کچھ عرصے اسی شہر میں قیام کا ارادہ ہے۔"

"امجد میاں، میرا خیال ہے کہ حالات نے تمہیں بھی اُلجھا رکھا ہے ورنہ اپنا مکان ہوتے ہوئے ہوٹل میں قیام نہ کرتے" برکت علی نے اپنے انداز کے مطابق میرے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا... پھر کچھ سوچ کر بولے "میرا مشورہ مانو تو اب تم اس شہر کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ کر کسی اور شہر کو اپنا لو۔ پولیس کی دشمنی یہاں تمہیں سکون کا سانس نہیں لینے دے گی۔"

"کیا اب بھی پولیس کو میری تلاش ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"ہاں..." شیخ برکت علی حقارت سے بولے "کمبختوں کو ابھی تک چین نہیں آیا۔ بےچارے رحمت علی کا گھر اجاڑ کر بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اب بھی دوسرے تیسرے روز آ کر محلے والوں سے تمہارے بارے میں پوچھ گچھ کرتے رہتے ہیں اور کچھ نہیں تو تمہارے مکان کے قفل ہی کو تاڑتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے، شیخ صاحب کہ میری وجہ سے محلے والوں کو بھی پریشان ہونا پڑا ہے... لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب...؟ کیا اب پولیس والوں نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا ہے؟"

"جی نہیں۔" میں نے مٹھیاں بھینچ کر جواب دیا "وہ اب بھی میری تلاش میں ہیں لیکن اب میرا چہرہ اتنا بدل گیا ہے کہ آپ کی طرح شاید وہ بھی مجھے نہ پہچان سکیں۔"

"نہیں، امجد میاں" شیخ صاحب نہایت محبت سے بولے "جہاں دس دوست ہوتے ہیں، وہاں سو دشمن بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی نے تمہاری مخبری کر دی تو مفت میں پریشان ہوتے پھرو گے۔"

"جو مقدر میں لکھا ہے، وہ تو ہر صورت میں پورا ہوگا، شیخ صاحب... پھر کیوں نہ اپنے شہر میں سب کچھ پورا ہو۔"

"جیسے تمہاری مرضی" شیخ صاحب نے کہا... پھر چند ثانیے تک خاموش رہنے کے بعد بولے "امجد میاں، کیا تم بتاؤ گے کہ آخر ان پولیس والوں کو تم سے اچانک کیا پرخاش ہو گئی ہے؟"

"لمبی کہانی ہے، شیخ صاحب" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا... پھر گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے پوچھا "رحمت علی کی کیا خبر ہے؟ کیا ابھی تک وہ پاگل خانے میں ہیں؟"

"دو ماہ پہلے میں محلے کے ایک دو افراد کے ساتھ اُن سے ملا تھا" شیخ صاحب بولے "اس وقت تو وہ پاگل خانے ہی میں تھے۔"

میں جواب میں ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گیا۔ شیخ صاحب نے بیحد اصرار کر کے مجھے چائے پلائی، ہمارے درمیان کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں... پھر میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا "شیخ صاحب، کیا آپ پولیس کے ان افسران سے واقف ہیں جو میری تلاش میں محلے کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں؟"

"میں کسی کے نام سے تو واقف نہیں... البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ان لوگوں نے محلے والوں سے یہی کہہ رکھا ہے کہ جیسے ہی تمہارے بارے میں کوئی اطلاع ملے، فوری طور پر اس کی خبر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس خان ایاز یا انسپکٹر رحمان کو کر دی جائے۔"

"ایک اشد ضروری بات اور ہے" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں کے بارے میں کچھ پتہ بھی چلا جنہوں نے راحیلہ کو اغوا کیا تھا؟"

"بغیر دیکھے کسی پر الزام لگانا میرے نزدیک گناہ ہے امجد میاں... لیکن جہاں تک شبہے کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ اس شرارت میں انسپکٹر رحمان کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ راحیلہ کے اغوا سے پیشتر وہی رحمت علی کے پاس آتا جاتا تھا۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا" کچھ دیر بعد میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ شیخ صاحب مجھے باہر تک چھوڑنے آئے "کبھی کبھار آتے رہنا امجد میاں" انہوں نے رسماً کہا۔

"فی الحال میرے حالات سازگار نہیں ہیں شیخ صاحب" میں نے جواب دیا "میری وجہ سے آپ کو بھی کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے، یہ مجھے منظور نہیں۔ آپ بھی میرے حق میں دعا کریں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ حالات سازگار ہوئے تو آپ کی قدم بوسی کے لیے ضرور حاضر ہوں گا" میں نے شیخ صاحب سے مصافحہ کیا اور ہوٹل واپس آ گیا۔

رات بھر میں بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ شیخ برکت علی سے ملاقات کے بعد میرے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے۔ میرے دشمن خان ایاز اور انسپکٹر رحمان اسی شہر میں تھے۔ میں چاہتا تو چند لمحوں میں اُن سے انتقام لے سکتا تھا لیکن میں نے کچھ اور ہی طے کر رکھا تھا۔ میں اُن کو ایسی سزا دینا چاہتا تھا کہ وہ زندگی کی آخری سانس تک مجھے یاد رکھیں۔

دوسری صبح میں ہوٹل سے جانے کے لیے تیار ہوا تو جیون لال نے میرا راستہ روک لیا اور ہاتھ باندھ کر بولا "مہاراج، سیوک کو بھی اپنے ساتھ لے چلو۔"

"نہیں، جیون لال۔ میرے راستے میں جو مشکلات ہیں، ان سے میں تنہا ہی نمٹوں گا۔ تم میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔"

"مجھے آگیا دو، مہاراج" جیون لال نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں تمہارے دشمنوں کو ایسا سراپ دوں گا کہ ان کی آتمائیں جیون بھر بیاکل رہیں گی۔ میں، تمہارا سیوک ہوں، مہاراج۔ تم نے میری سندرتا اور میری شکتی مجھے واپس دان کی ہے۔ چیلے کے ہوتے ہوئے گرو کو کسی بات کی چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں جانتا ہوں، جیون لال۔ تمہارے شریر میں بھی مہان شکتیاں موجود ہیں لیکن میں تمہیں اس لیے ساتھ نہیں لایا تھا کہ تم سے اپنے دشمنوں کے خلاف کام لوں" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "ابھی ہمارے درمیان کچھ پردے حائل ہیں۔ جب تک وہ دُور نہیں ہوتے، ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں سمجھا نہیں مہاراج" جیون لال ہاتھ جوڑ کر بولا "کیا سیوک سے پھر

کوئی بھول ہوگئی ہے؟"

"تم رشی پور کے بلوان اور طاقت ور پجاریوں میں شمار کئے جاتے ہو۔" میں نے جیون لال کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔ "مہاراج منوہر داس بھی تمہیں چاہتا ہے۔ جس روز پولیس نے پہاڑی علاقے سے منشیات کا ذخیرہ پکڑا تھا، اس روز بھی تم منوہر داس مہاراج کے اشارے کے منتظر تھے اور میں... میں بھی آنکھیں رکھتا ہوں، جیون لال۔ تم نے درخواست کی تھی کہ میں، تمہیں اپنے ساتھ شہر لے اڑوں اور میں تمہیں اپنے لے آیا۔ تم میری سیوا کرنا چاہتے ہو تو شوق سے کرو... مگر ایک بات یاد رکھو۔ سچا سیوک وہی ہوتا ہے، جو اپنے گرو سے من کا کوئی بھید نہیں چھپاتا۔"

"میرا اپنا تو کوئی بھید نہیں مہاراج۔" جیون لال نے قدرے کتراتے ہوئے جواب دیا... پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "جب تم سارے بھید بھاؤ جانتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو، مہاراج؟"

"منورما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں ... گھورتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "وہ تین روز تک رشی پور سے کیوں دور رہی تھی؟"

"مجھے، پجارن منورما کی غیر حاضری کے بارے میں کچھ معلوم نہیں... ہوسکتا ہے کہ اسے مہاراج نے چھپا دیا ہو۔"

"چھپا دیا ہو!" میں چونک پڑا۔ "کس لیے چھپا دیا ہوگا؟"

"منوہر داس مہاراج ہر کسی پر بھروسہ کرنے کا عادی نہیں۔" جیون لال آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس نے منورما کا پولیس والوں کے سامنے آنا مناسب نہ سمجھا ہو... یا پھر ممکن ہے کہ اسے شہر بھیج دیا ہو۔"

"گویا یہ درست ہے کہ رشی پور کے باسی، دھرم کی آڑ میں کالا دھندا بھی کرتے ہیں۔" میں نے حقارت سے کہا تو جیون لال کانپنے لگا۔

"مہاراج، تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میری زبان کبھی نہ کھلتی پر تو تم نے مجھے جیون دان کیا ہے اس لیے میں، تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر منوہر داس مہاراج کو پتہ چل گیا کہ میں نے تمہارے سامنے زبان کھول دی ہے تو میرا انجام خطرناک ہوگا۔" جیون لال بدستور ہاتھ باندھے میرے سامنے کھڑا تھا۔ میں، اس سے کرید کرید کر حالات معلوم کرتا رہا اور وہ مجھے ایک ایک راز بتاتا رہا۔

"منوہر داس کے علاوہ اور کون کون پجاری اور بھگت اس دھندے میں شامل ہیں؟" میں نے دریافت کیا۔

"مجھے سب کے نام نہیں معلوم مہاراج لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ لچھمن داس سب کا سرغنہ ہے۔"

"لچھمن داس؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔ "لچھمن داس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"وہ بڑا ہی خطرناک آدمی ہے مہاراج، منش کو ناگ ڈس لے تو وہ بچ سکتا ہے لیکن لچھمن داس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔"

"میں خوش ہوں، جیون لال کہ تم میرے سچے سیوک ثابت ہوئے ہو۔" میں نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم وشواس رکھو، جو باتیں تم نے مجھے بتائی ہیں، وہ میرے سینے تک ہی محدود رہیں گی۔"

"تمہاری آگیا پر میں اپنا جیون بھی بلیدان کرسکتا ہوں۔" جیون لال نے جواب دیا۔ اس کی باتوں پر مجھے یقین آگیا تھا اور اب میں اس پر اعتماد کرسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کا دل نہیں توڑا۔ اسے اپنے ساتھ لے لیا۔

"ایک بات کا خیال رکھنا، جیون لال۔" میں نے ہوٹل سے باہر آتے ہوئے کہا۔ "تم سڑک پر میرے ساتھ ساتھ نہیں چلو گے اور جب تک میں تم سے کچھ نہ کہوں، تم میرے کسی معاملے میں دخل نہیں دو گے۔"

"میں وچن دیتا ہوں مہاراج، جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہوگا۔"

ہوٹل سے باہر آکر میں اپنے مرحوم دوست شہباز کے گھر کی طرف چل پڑا۔ سب سے پہلے میں خان ایاز سے اپنا حساب چکتا کرنا چاہتا تھا۔ وہ میرے دوست کا باپ تھا لیکن اس نے بے گناہ رحمت علی اور ان کے خاندان کے ساتھ جو برتاؤ کیا تھا، اسے فراموش کر دینا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اسی کے حکم پر انسپکٹر رحمان نے میرے اوپر بھی مظالم کئے تھے، اسی کی وجہ سے میں برباد ہوا تھا اور اسی کے سبب میں امجد علی سے اجیت کمار بن گیا تھا۔ میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں اور سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کردی۔ جیون لال مجھ سے کچھ فاصلے پر میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

میرے جسم پر پجاریوں جیسا لباس تھا۔ سر اور داڑھی کے بڑھے ہوئے بالوں نے میرا حلیہ تبدیل کر دیا تھا۔ راستے میں جو ہندو میرے سامنے آتے وہ نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کرتے اور گردن جھکا کر گزر جاتے تھے۔ میں گردن کی جنبش سے ان کے سلام کا جواب دیتا جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دو جانے پہچانے چہرے بھی نظر آئے لیکن وہ مجھے شناخت نہیں کرسکے۔

خان ایاز کی کوٹھی میری نظروں کے سامنے آئی تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ باہر بڑے پھاٹک پر ایک سنتری موجود تھا۔ اندر کوٹھی کے دروازے پر کار کھڑی تھی، جسے دیکھ کر مجھے شبہ ہوا کہ خان ایاز ابھی اندر ہی موجود ہے۔ میں سنتری کے قریب پہنچا اور اس سے دریافت کیا۔ "کیا سیٹھ ایاز مہاراج اندر موجود ہیں؟"

سنتری مجھے گھورنے لگا۔ "کیا کام ہے بڑے صاحب سے؟" اس کا لہجہ کرخت تھا۔ غالباً وہ مسلمان تھا جو میرے حلیے سے مرعوب نہیں ہوا تھا۔

"ناراض کیوں ہوتے ہو بھائی۔ کیا بڑے صاحب سے ملنا بھی کوئی جرم ہے؟" میں نے نرمی سے کہا۔

"صاحب گھر پر نہیں ملتا۔" اس نے بدستور اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ "ملنا ہے تو دفتر جاکر ملو۔"

میں سنتری کو دیکھتا ہوا کوٹھی کے پھاٹک سے ہٹ گیا۔ چاہتا تو انگلی کی ایک جنبش سے اس کا وجود ختم کرسکتا تھا۔ لیکن میں نے جذباتی فیصلوں سے گریز کیا۔ یوں بھی میری اور اس کی کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں صرف اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خان ایاز اس وقت کوٹھی پر موجود ہے یا دفتر جاچکا ہے۔ سنتری کے لہجے کی تلخی یقیناً خان ایاز کی جانب سے ملی ہوئی ہدایت کا ردعمل ہی ہوگی۔

میں پھاٹک سے دور ہٹ کر اس شاہراہ پر ہولیا جو کوتوالی کی سمت جاتی تھی۔ جیون لال بدستور کسی اجنبی راہگیر کی طرح مجھ سے کچھ فاصلے پر چل رہا تھا۔ میں نے اپنے منصوبے میں تھوڑی سی ترمیم کرلی۔ پہلے میرا خیال تھا کہ خان ایاز کو اسی کی کوٹھی کے اندر اذیت ناک سزا دوں گا لیکن پھر میں نے یہ فیصلہ بدل دیا۔ کوٹھی میں میرے مرحوم دوست شہباز کی ماں، میرے راستے میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ اس مظلوم عورت نے روپ نگر میں متعدد بار مجھے بیٹا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اسی نے شہباز کی زندگی کی خوشیوں کی خاطر مجھے روپ نگر آنے کی دعوت دی تھی۔ وہ اگر اپنے شوہر کی زندگی بچانے کے لیے میرے سامنے آجاتی اور مجھے میرے مرحوم دوست کا واسطہ دے بیٹھتی تو میں مجبور ہو جاتا۔ میرے سینے میں بھڑکتے ہوئے انتقامی شعلے میرے ہی وجود کو تمام عمر جھلساتے رہتے۔ میں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی خاطر جو پراسرار قوتیں حاصل کی تھیں وہ سب رائیگاں جاتیں اور میں ساری زندگی کف افسوس ملتا رہتا۔

میرے ذہن میں ماضی کے زخم ناسور بن کر رسنے لگے۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ کوتوالی زیادہ دور نہیں تھی۔ راستے میرے جانے پہچانے تھے۔ میں قدم بڑھاتا کوتوالی کی عمارت کے اندر داخل ہوگیا۔ خان ایاز کا کمرہ کھلا ہوا تھا اور دروازے پر موجود سپاہی کی نظریں خان ایاز کی آمد کی منتظر تھیں۔ میں اس کے قریب جاکر رکا تو اس نے ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کیا۔

"بالک۔" میں نے مہان پجاریوں جیسے انداز میں اسے آشیرواد دیتے ہوئے کہا۔ "کیا سیٹھ ایاز کے آنے میں ابھی دیر ہے؟"

"مہاراج، تم ادھر بدھار و (بیٹھو)۔" سپاہی نے اپنی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت ادب سے کہا۔ "صاحب بس آتے ہی ہوں گے۔"

میں نے سپاہی کی پیشکش قبول کرلی اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار کی زحمت سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ مجھے کوتوالی آئے بمشکل پندرہ بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ خان ایاز راہداری میں نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے دو سپاہی تھے۔ ایک نے اس کا بریف کیس اٹھا رکھا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں فائلیں تھیں۔ دروازے پر کھڑا ہوا سپاہی بھی اٹینشن پوزیشن میں آگیا۔ میں اپنی کرسی سے نہیں اٹھا۔ میری نظریں خان ایاز کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ خان ایاز کے چہرے پر آج بھی وہی کرختگی اور رعونت موجود تھی۔ جو میں نے روز اول سے دیکھتا چلا آرہا تھا۔ سینہ اکڑائے، گردن اٹھائے اور آنکھوں سے اپنی سخت گیر طبیعت کا مظاہرہ کرتا، وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا تیزی سے آیا اور سپاہی کے سلام کا جواب دیئے بغیر کمرے میں چلا گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت اس نے ایک سرسری نظر میرے وجود پر بھی ڈالی تھی۔

دروازے پر تعینات سپاہی نے دروازہ بند کیا اور مجھ سے مخاطب ہوکر بولا۔ "مہاراج تمہارا شبھ نام کیا ہے؟"

"پجاری کو اجیت کمار کہتے ہیں، بالک۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بڑے صاحب سے کوئی خاص کام ہے؟"

"کام نہ ہوتا تو یہاں کیوں آتا مورکھ؟" اس بار میں نے قدرے خفگی کا اظہار کیا۔ سپاہی میرے جواب پر پٹنا گیا... پھر اس سے پیشتر کہ وہ کوئی جواب دیتا، دیوار پر لگی ہوئی گھنٹی بجی اور سپاہی تیزی سے دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ اس کی واپسی بھی جلدی ہوئی۔ باہر آکر اس نے مجھے بتایا کہ خان ایاز نے مجھ سے ملنا منظور کرلیا ہے۔ میں خاموشی سے اٹھا اور آفس میں چلا گیا۔

خان ایاز اپنی کرسی پر اکڑا بیٹھا پائپ کا دھواں اڑانے میں مصروف تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کی دعوت دی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو اس نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیسے آنا ہوا پجاری جی، میرے لائق کوئی خدمت؟"

"میں رشی پور سے آیا ہوں، بالک۔" میں نے خان ایاز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدگی سے کہا۔ "مہاراج منوہر داس نے میرے ہاتھ تمہارے لیے ایک سندیش بھیجا ہے۔"

"منوہر داس...؟" خان ایاز نے اس نام کو دہرایا... پھر پائپ کا کثیف دھواں اڑاتے ہوئے بولا۔ "کیا منوہر داس جی کو بھی مجھ سے کوئی کام پڑ گیا ہے؟"

خان ایاز کا لہجہ معنی خیز تھا۔ میں تاڑ گیا کہ منوہر داس کو پولیس کے حلقے میں بھی یاد رکھا جاتا ہے۔

"مہاراج نے تمہارے لیے یہ سندیش [illegible] ہے کہ تم اپنے ماتحتوں کو تاکید کردو کہ وہ پنڈت پجاریوں اور دھرم کے نام پر جیون تیاگ دینے والے سیوکوں کو پریشان کرنا چھوڑ دیں۔" [illegible] لہجہ دانستہ تلخ ہوگیا تھا۔ خان ایاز کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا پجاری جی؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"چند روز پہلے کی بات ہے، تمہارے ایک انسپکٹر نے رشی پور کی پہاڑیوں سے منشیات کا ذخیرہ پکڑا تھا۔ اسی سلسلے میں اس نے منوہر داس مہاراج سے بھی پوچھ گچھ کی تھی۔" میں نے شکایتی انداز میں کہا۔ "مہاراج کو یہ بات پسند نہیں آئی۔"

"تعجب کی بات ہے۔" خان ایاز تیور بدل کر بولا۔ "جب منوہر داس کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں تھا تو پھر اسے خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ بھان پجاری اور رشی منی بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی منش سے خوفزدہ نہیں ہوتے، مہاشے۔" میں نے بھی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "پرنتو، دھرما تماؤں کو چھیڑ چھاڑ بھی اچھی نہیں لگتی۔"

"کیا ہمارے کسی کارندے نے کسی پنڈت پجاری کی توہین کی تھی؟"

"یہ تمہارا کارندہ ہی بتا سکتا ہے، بڑے صاحب۔ بلا کر دریافت کر لو۔"

خان ایاز کو میرا لب و لہجہ پسند نہیں آیا تھا لیکن ایک پجاری ہونے کی وجہ سے درگزر کر رہا تھا۔ چند ثانیے تو وہ مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا... پھر اس نے سپاہی کو طلب کر کے انسپکٹر رحمان کو بلانے کا حکم صادر کیا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مجھے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ایک ہی وقت میں مجھے اپنے دونوں شکاروں سے نمٹنے کا موقع مل جائے گا۔

سپاہی باہر چلا گیا تو خان ایاز نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر ہمارے کسی افسر نے کسی پجاری کے ساتھ زیادتی کی ہے تو مجھے اس کا افسوس ہے لیکن پولیس کے ساتھ تعاون کرنا ہر معزز شہری کا فرض ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔"

"معزز شہری پر اگر پولیس والے جھوٹا الزام لگا کر اسے کسی پریشانی میں مبتلا کر دیں تو تم اسے کیا کہو گے؟" میں نے معنی خیز انداز میں سوال کیا۔ خان ایاز مارے غصے کے اپنے ہونٹ چبانے لگا لیکن بات بڑھنے سے پہلے ہی انسپکٹر رحمان کمرے میں داخل ہوا اور خان ایاز کو سلیوٹ کر کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"مسٹر رحمان..." خان ایاز نے انسپکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "رشی پور کے نواحی علاقے سے آپ نے منشیات کا جو ذخیرہ پکڑا تھا اس سلسلے میں کیا آپ نے پجاری منوہر داس سے بھی پوچھ گچھ کی تھی؟"

"یس سر..." انسپکٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"منوہر داس نے اس پجاری کے ذریعے ہم سے شکایت کی ہے کہ آپ نے وہاں پنڈت پجاریوں کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا۔" خان ایاز نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں خاموش بیٹھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے ہونٹ آہستہ آہستہ متحرک تھے اور میں ایک آزمودہ منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔

"یہ غلط ہے سر..." انسپکٹر رحمان نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے رشی پور میں صرف پجاری منوہر داس سے ملاقات کی تھی اور اس سے محض اتنا دریافت کیا تھا کہ کیا رشی پور کی بستی میں کچھ ایسے افراد بھی موجود ہیں جن پر شبہ کیا جا سکتا ہو... منوہر داس کی یقین دہانی پر کہ وہاں کوئی مشکوک آدمی نہیں ہے، میں واپس آ گیا تھا۔"

"کیوں... پجاری جی؟" خان ایاز میری طرف گھوما۔ "تمہارے گرو جی کو ہمارے کس آدمی سے شکایت ہے؟"

میں جاپ مکمل کر رہا تھا اس لیے میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا بلکہ صرف چہرے سے اس بات کا تاثر دیا کہ انسپکٹر جو کچھ کہہ رہا ہے، وہ غلط ہے۔ مجھے صرف چند لمحوں کی ضرورت تھی۔ میں نے جاپ پورا کر کے انسپکٹر رحمان کی طرف آہستہ سے پھونکا۔ پھر خان ایاز سے بولا۔

"مہاشے! کیا تم نے ابھی مجھ سے نہیں کہا تھا کہ انسپکٹر رحمان کا ریکارڈ صاف نہیں ہے۔"

"کیا...؟" خان ایاز یکلخت میری دروغ گوئی پر آپے سے باہر ہو کر بولا۔ "پجاری تم نے کہیں بھنگ تو نہیں چڑھا رکھی ہے؟"

"جھوٹ بولنا گھور پاپ ہے (بہت بڑا گناہ ہے)، مہاشے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "منش کو سوائے بھگوان کے اور کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے اور تم..."

"شٹ اپ۔" خان ایاز میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔ "تم غالباً اسی گروہ کے آدمی ہو، جو کالے دھندے کر رہا ہے۔"

"آپے سے باہر مت ہو بڑے صاحب۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم نے جو کچھ کہا تھا، وہ مجھے اب جھوٹ ہی معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا انسپکٹر اگر تمہارے حکم پر کسی کی پتری (لڑکی) کو اغوا کر کے اس کی آبرو لوٹ سکتا ہے، کسی بے گناہ کو تمہارے کارن مُردہ کر کے گٹر کے گڑھے پر پھینک سکتا ہے تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا... کیا تم نے یہ باتیں مجھے نہیں بتائی تھیں؟"

"انسپکٹر..." خان ایاز غصے سے لرزتا ہوا اٹھا۔ "اس حرامزادے کو پکڑ کر بند کر دو۔ یہ مجھے کوئی بہت بڑا فراڈ معلوم ہوتا ہے۔"

... لیکن دوسرے ہی لمحے انسپکٹر رحمان نے جو کچھ کیا، وہ خان ایاز کے لیے ضرور حیرت انگیز ہی ثابت ہوا ہوگا۔ میرے منتر کے بیروں (موکلوں) نے انسپکٹر کو پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ اس نے ہولسٹر سے اپنا سروس ریوالور نکال کر اس کا رخ خان ایاز کی طرف کیا... پھر سرد لہجے میں بولا۔ "خان ایاز میں نے تمہارے حکم پر بے شمار غیر قانونی اقدام کیے ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ تم میری خدمات کا صلہ کم از کم اتنا تو ضرور دو گے کہ میرے راز کو راز رکھو... مگر تم نے مجھے ایک پجاری کے سامنے ننگا کرنے کی کوشش کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"انسپکٹر..." خان ایاز اپنی افسری کے زعم میں غرایا۔ "کیا تم بھی ہوش کھو بیٹھے ہو؟ میں حکم دیتا ہوں کہ ریوالور نیچے کر لو۔"

"تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو خان ایاز اس لیے اپنی افسری کو الگ ہی رکھو اور یہ بتاؤ کہ تم اتنے گھٹیا کب سے ہو گئے کہ اپنے افسر کو دوسروں کی موجودگی میں ذلیل کر دو۔"

"آئی سے گٹ آؤٹ۔" خان ایاز پوری قوت سے چیخا۔

"ٹھیک ہے... لیکن جانے سے پیشتر میں تجھے اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ تو پھر کسی کے سامنے مجھے ذلیل کر سکے۔" انسپکٹر رحمان نے جو اس وقت

پوری طرح بیروں کے قبضے میں تھا، حقارت سے کہا... پھر خان ایاز کی سیدھی ٹانگ کا نشانہ لے کر یکے بعد دیگرے تین فائر جھونک مارے۔ میں تیزی سے ہٹ کر دروازے کے قریب آ گیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر باہر کھڑا ہوا سپاہی تیزی سے اندر آ گیا۔ اس کے فوراً ہی بعد کچھ دوسرے افسران بھی آ گئے۔ خان ایاز کی ٹانگ سے خون کے فوارے ابل رہے تھے اور انسپکٹر رحمان بدستور اس پر ریوالور تانے کھڑا تھا۔ ایک انسپکٹر نے جست لگائی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا۔ باقی لوگ خان ایاز کی طرف لپکے جو فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

کوتوالی کے اندر کسی انسپکٹر کا اپنے ڈپٹی کو یوں گولی مار دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کوتوالی کے تمام چھوٹے بڑے افسران وہاں جمع ہو گئے۔ خان ایاز کو پولیس ایمبولینس میں فوری طور پر ہسپتال بھیج دیا گیا۔ انسپکٹر رحمان کو گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس کے کئی انسپکٹر اور خان ایاز کا اردلی اس بات کے شاہد تھے کہ گولی انسپکٹر رحمان نے چلائی تھی اس لیے مجھ پر کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ میں اس وقت تک کوتوالی ہی میں رہا، جب تک انسپکٹر رحمان کا بیان قلم بند نہیں کر لیا گیا۔ اس نے اقرار کر لیا تھا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو اسی نے گولی ماری ہے لیکن وہ اس کی کوئی وجہ نہیں بتا رہا تھا۔ بار بار یہی دہرا رہا تھا کہ خان ایاز جیسے گندی ذہنیت کے افسروں کا مر جانا ہی بہتر ہے۔

پوری کوتوالی میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ چھوٹے بڑے تمام افسران اور سپاہی اس حادثے کا ذکر کر رہے تھے۔ انسپکٹر رحمان کے بیان کے بعد میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور کوتوالی سے باہر آ گیا جہاں جیون لال میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔ اندر ہونے والی ہلڑ کی اطلاع نے اسے بوکھلا دیا تھا۔ میں نے اشارے سے اسے دور رہنے کی تاکید کی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل کی طرف چل دیا۔ مجھے اس بات کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ خان ایاز ہوش میں آنے کے بعد میرے خلاف کیا اقدام کرے گا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے سکون کی سانس لی اور بستر پر لیٹ گیا۔ خان ایاز اور انسپکٹر رحمان میرے ایک ہی وار کا شکار ہو گئے تھے لیکن ابھی میرے انتقام کی آگ سرد نہیں ہوئی تھی۔ ابھی رحمت علی کے خاندان کا حساب باقی تھا جس میں جلد یا بدیر بیباق کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ جیون لال مجھ سے کوتوالی کے اندر کے حالات دریافت کرنے لگا۔ میں نے اسے خان ایاز اور انسپکٹر کے درمیان پیش آنے والے حادثے کے بارے میں بتا کر مطمئن کر دیا۔

دوسرے روز میں کوتوالی کی طرف گیا تو وہاں ایک سپاہی نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹروں نے خان ایاز کی جان بچانے کی خاطر اس کی دائیں ٹانگ کاٹ دی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو زہر پورے جسم میں پھیل جانے کا خدشہ تھا۔ سپاہی کے بیان کے مطابق خان ایاز کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ سپاہی کی زبانی ملنے والی اطلاع میرے زخموں کے لیے مرہم ثابت ہوئی۔ خان ایاز کی جان بچ گئی تھی لیکن وہ اپنی ایک ٹانگ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو چکا تھا۔ میرے منتر کے بیروں نے میری مرضی کے عین مطابق کام کیا تھا۔ میں چاہتا تو اسے انگلی کے ایک اشارے سے جلا کر راکھ کر سکتا تھا... مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں خان ایاز کو زندہ دیکھنے کا خواہشمند تھا لیکن اس طرح کہ اس کی زندگی کوڑھیوں اور اپاہجوں سے بھی بدتر ہو... اور میں نے جو کچھ چاہا تھا وہی ہوا۔

مجھے شہر آئے آٹھ روز گزر چکے تھے۔ کوتوالی میں جو حادثہ پیش آیا تھا، اب میں نے خود کو اس سے بے نیاز کر لیا تھا۔ انسپکٹر رحمان کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے عدالت کے روبرو بھی اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا لیکن جیل جاتے ہی اس نے تمام واقعات سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے خود کو بے گناہ کہنا شروع کر دیا تھا... اور شہر کے ایک بڑے وکیل کو مقدمہ لڑنے کے لیے کھڑا کیا تھا۔ خان ایاز بدستور ہسپتال میں تھا۔ ہوش میں آنے کے باوجود ابھی تک اس نے اپنی زبان بند کر رکھی تھی۔ صرف اتنا کہا تھا کہ غالباً انسپکٹر رحمان نے دماغی توازن میں خرابی کی وجہ سے اچانک ریوالور نکال کر اس پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔

ان باتوں کے علاوہ بھی بہت سی باتیں مجھے روزانہ معلوم ہوتی رہتی تھیں لیکن مجھے ان باتوں سے اتنا سروکار نہیں تھا، جتنا کہ انسپکٹر رحمان کے گھر والوں سے تھا، جہاں اس کی بوڑھی ماں دن رات بیٹے کے غم میں بیٹھی آنسو بہاتی رہتی تھی اور بیٹے کے حق میں دعائیں مانگا کرتی تھی۔ اسی گھر میں رحمان کی ایک جوان بہن بھی تھی اور ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جو نویں جماعت کا طالب علم تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ راحیلہ کے اغوا اور اس کی آبروریزی کا انتقام انسپکٹر رحمان کی بہن سے لوں گا لیکن ابھی تک میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔ ہر روز میرے ذہن میں ایک نیا منصوبہ سر ابھارتا لیکن میں اسے رد کر کے دوسرا منصوبہ بنانے لگتا۔ میں راحیلہ کا انتقام ایسے انداز میں لینا چاہتا تھا کہ انسپکٹر رحمان اس کی اطلاع پاتے ہی خودکشی پر مجبور ہو جاتا اور اس کی بوڑھی ماں پاگلوں کی طرح سڑکوں پر چیختی پھرتی۔ اس کا بھائی دربدر کی خاک چھانتا تو ان کی حالت دیکھ کر مجھے قرار آتا اور راحیلہ اور اس کی ماں کی بے چین روحیں بھی سکون حاصل کر لیتیں۔

ہوٹل میں مجھے ہر قسم کا آرام حاصل تھا۔ منیجر اور اس کے ملازم ہر وقت میری آؤ بھگت میں لگے رہتے تھے۔ جیون لال بھی میری خدمت کرتا رہتا تھا۔ میں صبح ہوتے ہی ہوٹل سے ایک منصوبہ بنا کر نکلتا، رحمان کے گھر تک جاتا... پھر کسی اور خطرناک منصوبے کے پیش نظر سڑکوں پر بے معنی چکر لگا کر واپس ہوٹل آ جاتا۔

اس رات بھی میں اپنے بستر پر لیٹا غور کر رہا تھا کہ دفعتاً مانوس سی خوشبو کمرے میں پھیل گئی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ غالباً رابرٹ کی روح کمرے میں میرے قریب ہی کہیں موجود تھی۔ میں تیزی سے اٹھ بیٹھا

جیون لال میرے بائیں جانب فرش پر پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ خوشبو کی تیزی میرے دل و دماغ میں بس رہی تھی۔ میں نے منوہر داس کا چیلا بن کر بہت سے گُر سیکھ لیے تھے چنانچہ میں نے رابرٹ کی روح کو خاکی جسم میں لانے کی خاطر ایک منتر پڑھنے کا ارادہ کیا۔

منوہر داس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ رابرٹ ہی وہ بوڑھا دیوانہ بھی تھا جس نے دو تین موقعوں پر مجھے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں رابرٹ کو اس کے اصلی روپ میں لا کر بتانا چاہتا تھا کہ میں کن قوتوں کا مالک ہوں لیکن منتر کا جاپ شروع کرنے سے پہلے ہی رابرٹ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"نہیں امجد، تم مجھے ظاہر ہونے پر مجبور نہیں کرو گے۔ منوہر داس کو اس بات کی خبر نہیں ہونی چاہیے کہ میں کہاں ہوں۔"

"میرے پیچھے کیوں پڑے ہو؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہاری راہنمائی کرنا چاہتا ہوں۔"

"شاید اسی لیے تم بار بار مختلف روپ دھار کر میرے سامنے آتے ہو... کیوں؟"

"منوہر داس نے تمہیں میرے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی ہے، وہ نہیں چاہتا کہ میں تمہارا ساتھ دوں۔" رابرٹ کی آواز میرے کانوں میں گونجی

"تم... میرا ساتھ دو گے؟" میں نے حقارت سے کہا۔ "کیا تم کو معلوم ہے کہ میرے پاس کتنی قوتیں موجود ہیں؟"

"جانتا ہوں امجد... لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ میں بھی تمہاری اصلیت سے واقف ہوں۔ اگر میں نے تمہاری اصلیت کو ظاہر کر دیا تو دشواریوں میں اس طرح گھر جاؤ گے کہ تمہاری قوتیں بھی تمہارا ساتھ نہ دے سکیں گی۔ اس لیے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اُسے غور سے سنو۔ خان ایاز اور انسپکٹر رحمان کے ساتھ تم نے جو برتاؤ کیا ہے وہ اس کے مستحق تھے لیکن انسپکٹر رحمان کی بہن کو برباد کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں چند مجبوریوں کی وجہ سے اس کا سبب نہیں بتا سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر تم نے ایسا کرنے کی حماقت کی تو تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"

"سمجھا..." میں نے تلملا کر کہا۔ "گویا تم اس وقت انسپکٹر کی بہن کے حمایتی بن کر آئے ہو۔"

"میں، تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس خیال کو ذہن سے نکال دو ورنہ کچھ طاقتیں ایسی بھی ہیں جو تمہارا جینا محال کر دیں گی۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"ایک بات میری بھی سن لو۔" میں نے مخصوص لہجے میں کہا۔ "میرے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ میں راحیلہ کا انتقام ضرور لوں گا اور اگر تم نے میرے راستے میں آنے کی کوشش کی تو میں اپنی شکتی سے تمہیں بھی بھسم کر دوں گا۔"

"اپنی ضد سے باز آ جاؤ امجد... ورنہ تمہاری پُراسرار شکتیاں بھی تمہارے کسی کام نہ آ سکیں گی۔" رابرٹ کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

"تم شاید مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے تلخی سے کہا۔

"نہیں... میں صرف تمہیں آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس ہمدردی کی کوئی معقول وجہ بھی ہو گی، تمہارے پاس۔" میرا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ہاں..." رابرٹ کی آواز اُبھری۔ "میں تمہارے ذریعے اپنے دشمنوں سے اپنی موت کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ اگر تمہاری قوتیں بھی چھن گئیں تو میرا انتقام اُدھورا رہ جائے گا۔"

"مجھے کوئی نئی کہانی سنانا چاہتے ہو؟"

"نئی نہیں... یہ بہت پرانی کہانی ہے۔" رابرٹ کے لہجے میں درد تھا۔ "اس کہانی کا آغاز مونا (منورما) کی محبت سے ہوتا ہے۔ میں نے اسے دل کی گہرائی سے چاہا تھا لیکن اسے صرف میرے مرتبے اور میری دولت سے محبت تھی۔ مجھے اس کا اندازہ شادی کے بعد ہوا کہ مونا غلط راستوں پر چل رہی ہے۔ دولت کی ہوس نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ اسی لالچ نے اسے منوہر داس کی راہ پر ڈال دیا۔ منوہر داس پجاری ہونے کے ساتھ جرائم پیشہ بھی ہے۔ مونا نے اسی کے کہنے پر مجھ سے شادی کی تھی، وہ مجھ سے کام نکالتی رہی۔ میری حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتی رہی لیکن جب مجھے حالات کا علم ہوا تو میں نے اسے سختی سے تاکید کی وہ منوہر داس کا ساتھ چھوڑ دے ورنہ میں اسے اور منوہر داس دونوں کو قانون کے حوالے کر دوں گا۔ مونا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اب ناجائز کاموں سے دور رہے گی۔ میں نے اس کی محبت اور پیار کے فریب میں آ کر اس کی باتوں پر اعتماد کر لیا۔

یہ میری پہلی اور آخری بھول تھی جس کی سزا میں آج تک بھگت رہا ہوں۔ مونا نے منوہر داس کو میرے خطرے سے آگاہ کر دیا اور پھر دولت کی ہوس نے اسے اتنا اندھا کر دیا کہ اس نے منوہر داس کے ساتھ مل کر مجھے قتل کر دیا... پھر ہارٹ فیل ہو جانے کا جھوٹا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے اس نے میرے ملنے جلنے والوں پر میری موت کو قدرتی ظاہر کیا۔ منوہر داس کی گندی قوتیں مونا کا ساتھ دے رہی تھیں۔ مجھے میرے مذہبی عقیدے کے مطابق دفنا دیا گیا لیکن جس رات مجھے دفنایا گیا تھا منوہر داس کے آدمی میرے تابوت کو نکال لائے اور اس تابوت کو میرے ہی گھر کے تہہ خانے میں محفوظ کر دیا گیا۔ منوہر داس روحوں کو تسخیر کرنے کا عمل سیکھ رہا تھا۔ اس طرح وہ میرے مردہ جسم سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔

میں، اب ایک بے قرار روح بن کر دنیا میں بھٹک رہا ہوں۔ روح اس سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ میں نے شہباز کے حالات معلوم کئے... پھر تمہارا انتخاب کیا۔ کل کیا ہو چکا ہے اور کل کیا ہونے والا ہے روحیں سب کچھ جانتی ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ تم حالات کے معنوں میں

ایک روز رشی پور کا سفر کرو گے اور پھر پُراسرار قوتوں کے مالک بن جاؤ گے لہٰذا میں نے تمہارا انتخاب کیا اور تمہارے ذریعے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی... اسی غرض سے میں تمہارے سامنے آتا رہا اور تمہاری مدد کرتا رہا لیکن اب منوہر داس نے میرے خلاف تمہیں بھی بھڑکا دیا ہے۔

تمہارے ساتھ کل جو واقعات پیش آنے والے ہیں، میں اُن سے بھی واقف ہوں اسی لیے میں اس وقت تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم نے انسپکٹر رحمان کی بہن کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے، اس سے باز رکھ سکوں۔ اگر تم نے میری کہانی پر اعتبار نہ کیا اور میری بات نہ مانی تو تمہیں زندگی بھر پچھتانا پڑے گا۔"

رابرٹ کی کہانی دلچسپ تھی۔ میں خاموشی سے سنتا رہا۔ جب اس کی آواز کا تسلسل ٹوٹا تو میں نے پوچھا۔ "کیا تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ وہ کون سی شکتی ہے جو مجھ سے ٹکرانے کی جرأت کر سکتی ہے؟"

"میں مجبور ہوں۔ روحیں آزاد ضرور ہوتی ہیں لیکن ان پر بھی کچھ بندشیں عاید ہوتی ہیں۔" رابرٹ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "ہمیں اپنے دائرۂ اختیار سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔"

"کیا تمہارے پاس اتنی قوت بھی نہیں کہ تم براہِ راست مونا یا منوہر داس سے اپنا انتقام لے سکو؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے دریافت کیا۔

"اگر ایسا ممکن ہوتا تو میں تمہارا انتخاب کبھی نہ کرتا۔"

"لیکن تم نے رشی پور میں جیون لال کے عتاب سے مجھے کیسے نجات دلائی تھی؟" میں نے رابرٹ کے جواب پر شبہ ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ طاقت تم نے کہیں سے اُدھار لی تھی؟"

"وہ تمہاری زندگی بچانے کا معاملہ تھا۔" رابرٹ نے کہا۔ "کسی کو مارنا میری طاقت سے باہر ہے۔"

"پجاری بھیم داس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے پوچھا

"اس کے بارے میں رشی پور کے بڑے پجاری رام لال نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے، وہ حرف بحرف درست ہے۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ بھیم داس مجھے کہاں مل سکتا ہے؟"

"وقت ضائع نہ کرو، امجد۔" رابرٹ کی آواز سنائی دی۔ "منوہر داس کی قوتیں میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم انسپکٹر رحمان کی بہن کی بربادی کا خیال ذہن سے نکال دو گے۔"

"میں، تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ انسپکٹر رحمان کی بہن سے نمٹ کر تمہارا ادھورا انتقام بھی ضرور پورا کروں گا۔" میں نے اپنے فیصلے پر بضد رہ کر جواب دیا۔

"میں جا رہا ہوں، امجد لیکن ہو سکے تو اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی ضرور کرنا۔" رابرٹ کی گھبرائی ہوئی آواز آخری بار سنائی دی... پھر وہ تیز مہک یکایک زائل ہو گئی۔

8

دوسرے روز میں ہوٹل سے نکل کر سیدھا پاگل خانے پہنچا۔ جیون لال میرے ساتھ تھا۔ پاگل خانے کے بڑے ڈاکٹر گوبندناتھ نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہمیں پجاری سمجھ کر وہ ہماری آؤ بھگت کرنے لگا لیکن جب میں نے رحمت علی سے ملنے کی اجازت مانگی تو بڑے ڈاکٹر نے سنجیدگی سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "مہاراج، اس دیوانے کے سلسلے میں اوپر سے بہت سخت احکامات دیے گئے ہیں... اسی کارن ہم نے اُسے سب سے الگ تھلگ رکھا ہے اور کسی کو اس کے قریب نہیں جانے دیتے۔"

"کیا اس کی دیوانگی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"ایک بات پوچھوں، مہاراج؟" گوبندناتھ نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے کہا۔ "آپ کو اس ملِچھ (مسلمان) سے کیا دلچسپی ہے؟"

میں نے گوبندناتھ کے چہرے کو بغور دیکھا۔ اس کی آنکھوں کا تجسس اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ مجھے اور جیون لال کو رحمت علی کے ذکر کے بعد سے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ میں نے گوبندناتھ کی بات کا جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کر لیں اور پورے دھیان سے اس کے دل کی گہرائی میں اترتا چلا گیا۔ وہاں ہزاروں سربستہ راز دفن تھے۔ اس کے گھریلو معاملات اور الجھنوں کا انبار موجود تھا۔ ماضی اور حال کے واقعات کا جال بنا ہوا تھا۔

میں اس کے دل کی گہرائی میں ڈوبا رہا پھر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ گوبندناتھ بدستور میری طرف متوجہ تھا۔ میں نے مخصوص لہجے میں کہا۔ "گوبندناتھ... پنڈت پجاریوں کو صرف دیوی دیوتاؤں اور اپنے دھرم سے مطلب ہوتا ہے۔ پرنتو سنسار کے بکھیڑے جب زیادہ الجھ جاتے ہیں تو ہمیں دیوتاؤں کے حکم سے اُسے سلجھانا بھی پڑتا ہے۔"

"آپ کے وچار بڑے پوتر اور سندر ہیں، مہاراج لیکن فرض کی ادائیگی بھی تو دھرم ہوتی ہے۔" گوبندناتھ نے نہایت خوبصورتی سے ہمیں قائل کرنے کی کوشش۔ وہ اب بھی ہمیں شبہے کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا

"دھرم کی بات مت کرو، مہاشے۔" میں نے قدرے تیز لہجے میں کہا۔ "مجھے کھل کر بتاؤ ہمیں رحمت علی سے ملنے کی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں؟"

"میں مجبور ہوں، مہاراج۔" اس نے رکھائی سے جواب دیا۔ "اگر آپ اس پاگل سے ملنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لیے ڈی سی آئی جی پولیس سے باقاعدہ اجازت نامہ حاصل کرنا پڑے گا۔"

"تم، مجھ سے منش کے بنائے ہوئے قانون کی بات کر رہے ہو۔ کیوں مہاشے؟" میں نے تیور بدل کر کہا۔

"جو دھرتی پہ سانس لیتے ہیں انہیں یہاں کے قانون پر بھی عمل کرنا

پڑتا ہے۔" گوبند ناتھ کا لہجہ بدستور خشک تھا۔

"دھرتی کے قانون، حالات کے دھارے کے ساتھ ساتھ بدلتے بھی رہتے ہیں۔" میں نے گوبند کو معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم ڈاکٹر ہو، منش کا دکھ درد دور کرنا تمہارا دھرم ہے۔ دوسروں کا جیون بچانا بھی تمہارا دھرم ہے، مہاشے گوبند ناتھ۔ پرنتو، جب سوال عزت کا آجائے اور آگ اپنے دامن تک آپہنچے تو کیا تم اس وقت بھی اپنے پیشے کا وقار قائم رکھ سکو گے؟"

"میں... میں تمہارا مقصد نہیں سمجھ سکا، مہاراج!" گوبند ناتھ نے چونکتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"دھرتی کے گورکھ دھندے بھی عجیب ہوتے ہیں گوبند ناتھ۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "پاپ سوجھ بوجھ رکھنے والے کرتے ہیں لیکن اس کی سزا معصوم بچوں کو بھگتنی پڑتی ہے۔ ایسے بچوں کو جو دھرتی پر قدم رکھنے سے پہلے ہی کوکھ کے اندر نشٹ کر دیئے جاتے ہیں اور پھر اسی دھرتی پر لگن منڈپ سجائی جاتی ہے اور اس پاپ کو کنواری کنیا کے روپ میں کسی اور کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اپنی عزت کی رکھشا کرنے کے لیے اور دھرتی پر اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے منش کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں... کیوں مہاشے؟"

"مہاراج...!" گوبند ناتھ نے گڑگڑاتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "مجھے شما کر دو۔ مجھ سے بھول ہوگئی تھی۔ میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی تھی۔"

"اتنی جلدی ہاتھ باندھ لیے گوبند ناتھ۔" میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "دھرتی کے قانون کی باتیں کرو نا، بالک۔"

"میں شما چاہتا ہوں مہاراج... مجھے شما کر دو۔" گوبند ناتھ کی آواز کانپنے لگی۔

میرے ایک ہی جملے نے اس کے تمام کس بل نکال دیئے تھے اور اب وہ کسی پالتو کتے کی طرح میرے اشاروں پر دُم ہلانے کے لیے آمادہ تھا۔ میں نے اسے زیادہ ذلیل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کچھ دیر تک نفرت اور حقارت بھری نظروں سے گھورتا رہا... پھر بولا۔ "رحمت علی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے گوبند ناتھ، کیا وہ ٹھیک ہو جائے گا؟"

"مہاراج..." گوبند ناتھ نے نہایت انکسار سے کہا۔ "میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ تم من کا بھید پڑھ سکتے ہو۔ تمہاری شکتی مہان ہے۔ میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی تھی۔"

"میں نے رحمت علی کے بارے میں کچھ دریافت کیا تھا۔" میں نے گوبند ناتھ کی چرب زبانی کو نظر انداز کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

"وہ جس دن سے یہاں آیا ہے خود کو خطرناک پاگلوں میں شمار کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔" گوبند ناتھ نے کہنا شروع کیا۔ "پہلے اسے عام پاگلوں کے ساتھ رکھا گیا تھا لیکن ایک روز اس نے اپنی سلاخوں سے سر ٹکرا کر خودکشی کرنے کی کوشش کی۔" گوبند ناتھ نے کہنا شروع کیا۔ "اس کے پاؤں شکنجوں میں جکڑ دیئے گئے تاکہ وہ دوبارہ خودکشی کی کوشش نہ کر سکے۔ ڈی۔ آئی۔ جی۔ کا حکم ہے کہ مخصوص اجازت نامے کے بغیر کسی کو رحمت علی سے نہ ملنے دیا جائے۔"

"اس کی ذہنی حالت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"پولیس کے ریکارڈ اور اسپتال کے کاغذات میں اسے پاگل ہی قرار دیا گیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ رحمت علی کی ذہنی حالت اتنی خراب نہیں ہے کہ اسے پاگل قرار دیا جاسکے۔" گوبند ناتھ نے سنجیدگی سے اپنی ماہرانہ رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ رحمت علی کے ساتھ کوئی ایسا ہی سنگین واقعہ پیش آیا ہے جسے چھپانے کی خاطر وہ خود کو دیوانہ ثابت کر رہا ہے۔"

"کیا پولیس کو بھی اس بات کا علم ہے کہ رحمت علی کی ذہنی رو نہیں بہکی ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، مہاراج۔"

"کیوں...؟" میں نے گوبند ناتھ کو گھورتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنے مشاہدے کی رپورٹ پولیس کو نہیں دی؟"

"نہیں، مہاراج۔" گوبند ناتھ نے کہا۔ "میں نے اپنی ذاتی رائے کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھا تھا۔ اگر میں پولیس کو بتا دیتا تو وہ اس غریب کا جینا دوبھر کر دیتے۔"

"گوبند ناتھ..." میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آج تک تم نے جو برتاؤ رحمت علی کے ساتھ کیا ہو اُسے بھول جاؤ لیکن آئندہ تمہیں اس کا دھیان رکھنا ہوگا۔ اگر اسے کوئی تکلیف ہوئی تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔"

"میں وچن دیتا ہوں، مہاراج۔" گوبند ناتھ میرے چہرے کی خشونت دیکھ کر جلدی سے بولا۔ "میں اس کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔"

"میرے بارے میں بھی... تم کسی سے کچھ نہیں کہو گے۔" میرا لہجہ سخت تھا۔ "رحمت علی سے بھی نہیں۔"

"جو تمہاری آگیا مہاراج... لیکن کیا تم اس سے ملاقات نہیں کرو گے؟"

"نہیں..." میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "ابھی ملاقات کا سمے نہیں آیا۔"

میں گوبند ناتھ کے کمرے سے باہر آگیا۔ وہ مجھے گیٹ تک چھوڑنے آیا۔ اس نے مجھے شہر جانے کے لیے سواری کے لیے اپنی گاڑی دینی چاہی لیکن میں نے انکار کر دیا اور پیدل ہی چل پڑا۔ جیون لال کا جھکائے میرے ساتھ ساتھ تھا۔

ڈاکٹر گوبند ناتھ کی زبانی رحمت علی کی ذہنی حالت معلوم ہو جانے کے بعد میرے زخموں میں پھر سے ٹیس سی اٹھنے لگی۔ وہ جن اذیتناک لمحوں کا مقابلہ کر رہا تھا، میں صرف اس کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ حالات کے پیش نظر رحمت علی نے خود کو پاگل بنا کر دوراندیشی کا ثبوت دیا تھا لیکن اس کے ذہن میں جو کربناک یادیں موجود تھیں، وہ غریب اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا تھا۔ اس نے حالات کے پیش نظر خودکشی کی کوشش بھی کی تھی۔ موت ہی ایک واحد ذریعہ تھی جو اس کے ذہن میں اُبلتے ہوئے لاوے کو سرد کر سکتی تھی لیکن اسے زندہ رہنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں ———— ... میں رحمت علی کی دلی حالت کا اندازہ لگا کر کانپ اٹھا تھا۔ اس بے چارے پر کیا گزر رہی ہوگی، اس کا اندازہ کون لگا سکتا تھا۔ یہ جان کر کہ رحمت علی کی ذہنی حالت مکمل طور پر مجروح نہیں ہوئی، مجھے خوشی ہوئی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ ایک بار چند لمحوں کے لیے اس سے مل لوں۔ اُسے بتاؤں کہ امجد علی ابھی زندہ ہے اور اس کے ہاتھ اب اتنے دراز ہو گئے ہیں کہ جسے چاہے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ میں رحمت علی کو باور کراتا کہ جن لوگوں نے اس کا گھر برباد کیا تھا میں ان کے خاندان تباہ کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔ ممکن تھا میری بات سن کر رحمت علی کو قدرے سکون آجاتا لیکن اس کے زخم بری باتوں سے دوبارہ تازہ ہو سکتے تھے۔ وقت نے ان زخموں پر جو ہلکی سی کھرنڈ جما دی تھی میں اسے اکھاڑ کر رحمت علی کو دوبارہ اذیت اور کرب سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

پاگل خانے سے شہر کا فاصلہ چھ میل سے کچھ زیادہ ہی تھا لیکن یہ فاصلہ کب ختم ہوا مجھے اس کا کوئی احساس نہ ہو سکا۔ میں نے واپسی پر بس بھی نہیں لی تھی۔ سوائے رحمت علی کے خیال کے ہر بات سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ جیون لال نے بھی میری محویت کو دیکھ کر کچھ بولنا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔ بہرحال، شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک سڑک عبور کرتے ہوئے جیون لال نے مجھے ہاتھ تھام کر ایک گزرتی ہوئی کار سے بچانے کی کوشش کی تو میں ہوش میں آگیا۔

بازار میں ابھی خاصی رونق تھی۔ شام کے سائے پھیلنے شروع ہو گئے تھے۔ میں سڑک عبور کر کے فٹ پاتھ پر ہو لیا... پھر کوتوالی کے بڑے چوراہے سے ہوٹل والی شاہراہ پر گھومتے ہوئے اچانک میرے قدم رک گئے۔ میری نظر اس نیلی گاڑی پر پڑی جو چوراہے پر کھڑے ہوئے سپاہی کے اشارے کی منتظر تھی۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ گاڑی میں مجھے جو جانے پہچانے چہرے نظر آگئے وہ منورما اور لچھمن داس کے سوا کسی اور کے نہیں تھے۔ لیکن اس سے کہ میں قدم آگے بڑھاتا، چوراہے پر کھڑے ہوئے سنتری نے راستہ کھول دیا اور نیلی گاڑی جسے لچھمن داس ڈرائیو کر رہا تھا، ذرا سی دیر میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

منورما کو لچھمن داس کے ہمراہ دیکھ کر میرے ذہن کو جھٹکا لگا۔ رابرٹ کی روح نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا، وہ غالباً ٹھیک ہی تھا۔ منورما نے ایک طرف مجھ سے محبت اور ہمدردی کا ڈھونگ رچایا تھا اور دوسری جانب وہ لچھمن داس کے ساتھ عیش کر رہی تھی۔ غالباً اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کی موت بھی اس شہر میں منڈلا رہی ہے۔ اس نے جیون لال کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے بھی حقارت کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ میں نے ایک منصوبہ ذہن میں ترتیب دیا اور ہوٹل کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

اسی رات میں جیون لال کے ساتھ منورما کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ دستک سن کر دروازہ خود منورما ہی نے کھولا تھا۔ خلافِ توقع مجھے اور جیون لال کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک لمحے کو اس کا رنگ فق ہو گیا ———— لیکن وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ "پدھارو مہاراج... تم کب شہر آئے؟"

میں نے منورما کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ آگے بڑھ کر اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔ منورما، مجھے اسی ڈرائنگ روم میں لے آئی، جہاں میری اور اس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ماضی کی بے شمار باتیں میرے ذہن میں اُبھرنے لگیں۔ منورما غالباً اس وقت کہیں جانے کے ارادے سے تیار تھی۔ آسمانی رنگ کی ساڑھی میں اس کی جلد کا رنگ اور جوانی کا گداز کچھ زیادہ نمایاں نظر آرہا تھا۔ میں صوفے پر بیٹھ گیا تو وہ میرے قریب آکر نہایت لگاوٹ سے بولی۔

"میرے بڑے بھاگ ہیں، مہاراج جو تم نے شہر آکر سب سے پہلے اپنی پجارن کو درشن دیئے۔"

"تمہارا اندازہ غلط ہے، منورما۔ میں اس شہر میں تو دس روز سے موجود ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ جیون لال نے میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھا تھا اور بدستور منورما کو نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اور تم نے اپنی پجارن کو خبر تک نہ کی۔" منورما نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔ "کیا پجارن سے کوئی بھول ہو گئی تھی، جو تم نے اسے اپنے درشن سے محروم رکھا؟"

"بھول تم سے نہیں... مجھ سے ہوئی تھی۔" میں نے حقارت سے کہا... پھر بات کو طول دیئے بغیر پوچھا۔ "لچھمن داس کہاں ہے؟"

"لچھمن داس..." منورما ایک لمحے کو گڑبڑائی پھر سنبھل کر بولی۔ "کیا پجاری لچھمن داس بھی رشی پور سے تمہارے ساتھ آیا ہے؟"

"ولیشیا..." میں گرج اٹھا۔ "کلنکنی... کیا اب تو میری آنکھوں میں بھی دھول جھونکنے کی کوشش کرے گی؟"

"مہاراج..." منورما لرز اٹھی۔ اس کے چہرے پر موت کے سائے لرزنے لگے۔

"کمینی... مجھے اب تیرے اصل روپ کا علم ہو چکا ہے۔ میں نے آج اپنی آنکھوں سے تجھے لچھمن داس کے ساتھ دیکھا تھا۔ بتا... وہ کہاں ملے گا؟"

"میں نردوش ہوں، مہاراج" منورما نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میں منوہر داس مہاراج کی آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوں۔"

"حرام جنی میں تجھ سے لچھمن داس کا پتہ پوچھ رہا ہوں" میں نے بدستور بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔

"مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم، مہاراج" منورما خوفزدہ آواز میں بولی "تم سچے ہو، لچھمن داس آج شام میرے ساتھ تھا... اور ابھی کچھ دیر میں... وہ مجھے پھر لینے آئے گا۔"

"سمجھا... اسی کارن تو بن سنور کر تیار ہوئی ہے" میں نے اس کے سراپا کو حقارت سے گھورتے ہوئے کہا پھر جیون لال کو آواز دی... "جیون لال۔"

"مہاراج..." جیون لال ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہیں یاد ہے، جیون لال کہ تم نے رشی پور میں ایک بار منورما کی خاطر میرے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی؟"

"مجھ سے بھول ہو گئی تھی مہاراج" وہ نہایت عاجزی سے بولا۔

"بھول جاؤ اس بات کو" میں نے اس سے تحکمانہ لہجے میں کہا "آج میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس خوب صورت ناگن کے زہر سے اپنے من کی پیاس بجھاؤ اور پھر... پھر اس کا سر کچل دو۔"

منورما کا چہرہ زرد ہو گیا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ مجھ سے رحم کی درخواست کرتی، جیون لال کسی بھوکے درندے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔ منورما ہذیانی انداز میں چیخنے لگی... مگر جیون لال نے میرے حکم کی پیروی میں اپنے کان بند کر لیے تھے۔ منورما نے مزاحمت کی بھرپور کوشش کی مگر جیون لال نے اسے بے بس کر کے اس کے لباس کی دھجیاں اڑا دیں۔ اسے درندگی سے جھنجوڑتا رہا... پھر اس کے آہنی پنجوں نے منورما کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ منورما کا عریاں بدن تڑپنے لگا۔ جیون لال کی گرفت کا حلقہ تنگ ہوتا گیا پھر وہ اسی وقت منورما کے پاس سے اٹھا تھا جب منورما کا جسم ساکت ہو گیا اور اس کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑی تھیں۔

میں اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھا منورما کی موت کا بھیانک تماشہ دیکھتا رہا۔ مجھے اب لچھمن داس کا انتظار تھا۔ رام لال نے رشی پور سے روانگی کے وقت مشورہ دیا تھا کہ میں لچھمن داس کے سامنے سے بھی دور رہنے کی کوشش کروں لیکن اس وقت میں بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ منورما کے ساتھ ساتھ میں نے لچھمن داس کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا۔

منورما نے کہا تھا کہ لچھمن داس کچھ دیر بعد اسے لینے آئے گا۔ میں چاہتا تھا کہ لچھمن داس آ کر خود اپنی نظروں سے منورما کا عبرت ناک انجام دیکھ لے اور اس کے بعد میں اسے بھی دنیا کے ہنگاموں سے چھٹکارا دلا دیتا لیکن میری حسرتیں میرے دل ہی میں تڑپتی رہیں۔

میں نے آدھی رات تک لچھمن داس کا انتظار کیا لیکن وہ نہیں آیا۔ شاید منورما نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا... یا پھر لچھمن داس کو حالات کا علم ہو گیا تھا اور اس نے جان بوجھ کر میرے سامنے آنے سے گریز کیا تھا۔ بہرحال میں نصف رات تک لچھمن داس کا انتظار کرتا رہا... پھر اٹھا اور منورما کی لاش کو ٹھوکر مارتا ہوا، جیون لال کے ساتھ واپس اپنے ہوٹل آ گیا۔ جیون لال منورما کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اس طرح مطمئن ہو گیا تھا جیسے موت اور زندگی کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہ ہو۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دروازے کے باہر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھرنی شروع ہوئیں... پھر کسی نے میرے کمرے کے دروازے کو زور زور سے پیٹنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہوٹل کے منیجر کی آواز ابھری جو کسی کو نہایت عقیدت سے میرے بے گناہ ہونے کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

جیون لال نے وضاحت طلب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے مسکرا دیا۔ میں جانتا تھا کہ باہر دروازے پر پولیس کے سپاہی اپنے کسی افسر کے ساتھ موجود ہوں گے۔ لچھمن داس نے میرے مقابلے پر آنے کے بجائے غالباً پولیس کو منورما کے ساتھ پیش آنے والے حادثے سے آگاہ کر دیا تھا۔ مجھے اپنی برتری کا احساس ہو رہا تھا۔ میری نظریں دروازے پر مرکوز تھیں۔

"اجیت کمار، دروازہ کھولو، نہیں تو ہم اسے توڑ دیں گے۔" باہر سے کسی نے کرخت لہجے میں چیخ کر کہا۔

"دھیرے سے کام لو، انسپکٹر صاحب۔ مہاراج کی نیند خراب ہو جائے گی۔" مجھے منیجر کی آواز سنائی دی۔ "میں پھر کہتا ہوں کہ کسی وشٹ نے مہاراج کے کان بھرے ہیں ورنہ مہاراج..."

"بکواس بند کرو۔" پہلی آواز نے منیجر کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے حقارت سے کہا۔

جیون لال غالباً ان آوازوں سے یہ جان گیا تھا کہ باہر خطرہ موجود ہے۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے بجائے کرختگی ابھر رہی تھی... پھر دوبارہ دروازے کو پیٹا گیا تو جیون لال بپھرے ہوئے انداز میں دروازے

کی جانب بڑھا لیکن میں نے اسے روکتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا "جیون لال... باہر قانون کے محافظ موجود ہیں۔ شاید وہ ہمیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

"مجھے آگیا دو مہاراج، میں ان ہاتھوں کو توڑ دوں گا جو تمہاری طرف بڑھیں گے۔" جیون لال مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"نہیں جیون لال۔" میں نے اسے تاکید کی "خود کو قابو میں رکھو، جب تک میں اجازت نہ دوں تم خاموش ہی رہو گے۔"

"یہ تمہارا اپمان ہو گا، مہاراج کہ پولیس کے گندے ہاتھ تمہارے شریر کو چھوئیں۔" جیون لال کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"تم چنتا مت کرو، جیون لال۔" میں ٹھوس آواز میں بولا "میں جانتا ہوں کہ یہ سب کس کی شرارت ہے۔"

"مہاراج..." جیون لال نے نہایت عاجزی سے کہا "تم اپنے ہاتھوں سے اپنے سیوک کا گلا گھونٹ دو۔ میری زبان بند رہے گی لیکن پولیس تمہارا اپمان کرے، یہ تمہارا سیوک برداشت نہیں کر سکے گا۔"

"نہیں..." میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "تمہیں میرے حکم کی تعمیل کرنی ہو گی۔ جاؤ، دروازہ کھول دو اور اپنی زبان بند رکھنا۔"

جیون لال ہاتھ ملتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا تو میں اطمینان سے اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ دروازے پر پہنچ کر جیون لال نے ایک بار پھر میری طرف ملتجی نظروں سے دیکھا۔ پھر میرا اشارہ پا کر دروازہ کھول دیا۔ دوسرے ہی لمحے پولیس کا ایک انسپکٹر ریوالور تانے، دندناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ چار رائفل بردار سپاہی بھی تھے۔ ہوٹل کا منیجر بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میں نے اپنی نگاہیں پولیس انسپکٹر کے چہرے پر گاڑ دیں۔ جیون لال دروازہ کھولنے کے بعد میرے قریب آ کھڑا ہوا۔

پولیس انسپکٹر چند ثانیے تک مجھے گھورتا رہا پھر سخت لہجے میں بولا "کیا اجیت کمار تمہارا ہی نام ہے؟"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے" میں نے نرم لہجے میں کہا "اجیت کمار میرا ہی نام ہے۔"

"کل رات تم کہاں تھے؟" انسپکٹر کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

"اسی شہر میں تھا۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

انسپکٹر میرے جواب سے اور مشتعل ہو گیا "کیا کل رات تم کسی منورما نامی لڑکی سے ملے تھے؟"

"اس کا نام منورما ہے، بالک" میں نے انتہائی اطمینان سے کہا "رشی پور کے مہان پجاری مہاراج منوہر داس کی اپرم پار شکتیوں نے منورما کو اپنا روپ بدلنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ موتا سے منورما پجارن بن گئی تھی۔"

"مجھے اپنے سوال کا جواب درکار ہے۔" انسپکٹر بگڑتے ہوئے تیور سے بولا "کیا تم کل رات منورما سے ملے تھے؟"

"ہاں..." میرا جواب بڑا مختصر تھا۔

"تم نے کس مقصد سے اس سے ملاقات کی تھی؟"

"میرے اور پجارن منورما کے درمیان کیول (صرف) ایک ہی رشتہ دھرم کا تھا" میں نے اس بار قدرے تلخ لہجے میں کہا "پجاری اور پجارنوں کے ملاپ کا مقصد بھی ایک ہی ہوتا ہے، بالک... دھرم کی سیوا کرنا۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ کل رات پجارن منورما کو قتل کر دیا گیا ہے؟" انسپکٹر کا لہجہ کرخت ہو گیا۔

"تم یہاں کس کارن آئے ہو؟" میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جیون لال میرے قریب کھڑا غصے سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

"ہمیں اس بات کا ثبوت مل چکا ہے کہ تم آخری آدمی ہو، جس نے کل رات منورما پجارن سے ملاقات کی تھی اور تمہارے جانے کے بعد منورما کو مردہ حالت میں پایا گیا تھا اس لیے میں تمہیں گرفتار کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔"

"سنو بالک..." میں نے سرد لہجے میں کہا "پجاریوں سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہوتی۔"

"قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے، پجاری مہاراج" انسپکٹر نے میری شخصیت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "ہمارے پاس تمہارے قاتل ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے۔ تمہیں اگر اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے تو عدالت کے روبرو کہنا۔"

"مہاراج نردوش (بے گناہ) ہیں۔" جیون لال بول پڑا "پجارن منورما کے قتل سے مہاراج کا کوئی تعلق نہیں۔"

"پھر کس کا تعلق ہے؟" انسپکٹر نے جیون لال سے سوال کیا۔

"یہ معلوم کرنا تمہارا کام ہے۔" میں نے جیون لال کو گھورتے ہوئے انسپکٹر سے کہا "تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم دونوں خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"چلو... ہم، تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔ پر نتو اتنا یاد رکھو کہ تمہیں پجاریوں سے چھیڑ چھاڑ بہت مہنگی پڑے گی۔" میرا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"ان دونوں کو ہتھکڑیاں پہنا دو۔" انسپکٹر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تو میں ضبط نہ کر سکا۔

میرے دل میں آئی کہ ایک ہی وار میں اس کا کریا کرم کر دوں لیکن میں نے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔

"سنو بالک، تم ہمیں اپنے ساتھ لے چلنا چاہتے ہو تو ہم تیار ہیں لیکن تم ہمارا اپمان نہیں کر سکتے۔"

"اپمان..." انسپکٹر زہرخند سے بولا "گھبراؤ مت مہاراج ہم نے حوالات میں تمہاری آؤ بھگت کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔" پھر انسپکٹر

نے سپاہیوں کو ہمیں ہتھکڑیاں لگانے کا حکم دیا۔
میں انسپکٹر کو قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا۔ جیون لال نے اپنا نچلا ہونٹ پوری شدت سے دانتوں میں بھینچ لیا۔ اس کے چہرے پر خون کی سُرخی تیر رہی تھی۔ انسپکٹر کے حکم پر ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال دی۔ میں بدستور انسپکٹر کو گھورتا رہا۔ اُس کا منیجر بُری طرح بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔
"کیا دیکھ رہے ہو مہاراج؟" انسپکٹر نے پھر مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا اپنے چرنوں پر چلنے کا ارادہ نہیں ہے؟"
"بالک..." میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اپنے سپاہیوں سے کہو کہ ہتھکڑیاں کھول دیں۔ بات بڑھ گئی تو ہمیں دوش مت دینا۔"
"شرافت سے چلے چلو، مہاراج۔ نہیں تو ہمارے آدمی مجبوراً تمھیں ڈنڈا ڈولی کر کے اٹھا لے جائیں گے۔"
جواب میں میں نے قہر آلود نگاہوں سے انسپکٹر کو گھورا پھر میرے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ میں نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور ایک منتر کا جاپ کر کے پھونک ماری تو آہنی ہتھکڑیاں ٹوٹ کر زمین پر گر گئیں۔ انسپکٹر جو چند ساعت پہلے میرے سامنے غرا رہا تھا، اب مجھ سے خوف زدہ نظر آنے لگا۔ میں چاہتا تو قانون کے ان محافظوں کو بھی اپنے منتروں کے ذریعے ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن میں نے صبر سے کام لیا اور حالات کے پیشِ نظر از خود پولیس والوں کے ساتھ ہو لیا۔ انھوں نے پھر مجھ سے کچھ کہنے کی جرأت نہیں کی۔ ہوٹل کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں نے اُن کو حقارت سے گھورا اور خاموشی سے جیون لال کے ساتھ پولیس جیپ تک میں بیٹھ گیا۔
راستے میں انسپکٹر نے مجھ سے یا جیون لال سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ کوتوالی پہنچ کر انسپکٹر نے چند کاغذات کی خانہ پُری کی... پھر اپنے افسروں سے صلاح و مشورے کے بعد مجھے اور جیون لال کو کوتوالی کے لاک اپ میں بند کر دیا۔

⁂⁂

حوالات میں سارا دن میں سنگلاخ فرش پر بیٹھا حالات کے بارے میں غور کرتا رہا۔ جیون لال میرے پیر دباتا رہا۔ دوپہر کو ایک سنتری میرے لیے کھانا لایا لیکن میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حالات کے پیشِ نظر ضروری تھا کہ میں جلد از جلد انسپکٹر رحمان کی بہن راحیلہ کا انتقام پورا کر کے اس شہر کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیتا... چنانچہ میں نے انتقام کے ایک آخری منصوبے کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
دن بھر میں اپنے منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا... پھر رات ہوئی تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔ کوتوالی میں اس وقت ڈیوٹی افسر اور چند سپاہی موجود تھے۔ حوالات کے کٹہرے کے سامنے والی راہداری میں ایک مسلح سنتری پہرہ دے رہا تھا۔ باہر گہری تاریکی اور سکوت تھا۔ میں نے کٹہرے کے قریب جا کر سنتری کو غور سے دیکھا... پھر ایک منتر کا جاپ کرنے لگا اور میرے منتر کے بیروں نے سنتری کو ذہنی طور پر تسخیر کرنا شروع کر دیا۔
سنتری ٹہلتے ٹہلتے کچھ سوچ کر اچانک رُکا... پھر پلٹ کر ڈیوٹی افسر کے کمرے میں چلا گیا جہاں سے خوش گپیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ میرے منتر کے بیر اپنا کام کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد سنتری ڈیوٹی افسر کے کمرے سے برآمد ہوا۔ راہداری میں آ کر اس نے اطراف کا جائزہ لیا... پھر لیفٹ رائٹ کرتا ہوا کٹہرے کے قریب آ گیا۔ اس کے بعد اس نے جیب سے حوالات کی چابی کا دو گچھا نکالا جو اس نے ڈیوٹی افسر کے کمرے سے حاصل کیا تھا اور پلک جھپکتے میں قفل کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔
جیون لال پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے حوالات کا دروازہ کھولا اور جیون لال کا ہاتھ تھام کر راہداری میں آ گیا۔ پہرے پر تعینات سنتری ابھی تک میرے بیروں کے قبضے میں تھا اور کٹہرے کے پاس بت بنا کھڑا تھا۔ میں نے ڈیوٹی افسر کے کمرے کے سامنے سے جانے کے بجائے بائیں طرف والی راہداری کا رستہ اختیار کیا جو کوتوالی کے احاطے سے متعلق افسروں کی رہائش گاہوں کی طرف جاتا تھا۔ جیون لال میرے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ہم راہداری عبور کر کے جیسے ہی باہر نکلے میرے بڑھتے ہوئے قدم ایک لخت رُک گئے۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ میری آنکھوں میں انتقام کے شعلے بھڑک اُٹھے۔
میرے سامنے پجاری لچھمن داس سینہ تانے کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔ لچھمن داس نے عین وقت پر میرے راستے میں حائل ہو کر میری لامحدود پُراسرار قوتوں کو للکارا تھا۔ میں نے اسے اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے دُور کر دینے کی ٹھان لی اور...

رشی پور کا پُراسرار پجاری لچھمن داس سینہ تانے کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔ وہ عین وقت پر میری راہ میں حائل ہوا تھا۔ شاید وہ میرے فرار کے منصوبے کو ناکام بنانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کی جسارت پر غصہ آ گیا۔ میں نے اسے ہمیشہ کے لیے اپنے راستے سے ہٹانے کا ارادہ کر لیا۔ رام لال نے مجھے اس خبیث کے بارے میں محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ جیون لال نے بھی یہی کہا تھا کہ آدمی کو اگر ناگ ڈس لے تو وہ بچ سکتا ہے لیکن لچھمن داس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہم دونوں میں سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔ یوں بھی لچھمن داس کی نگاہوں میں میرے لیے حقارت موجود تھی۔ ایسی صورت میں میری جانب سے کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ میری بزدلی کی دلیل ہوتا، جو مجھے کسی طور منظور نہیں تھا۔

لچھمن داس نے ابھی تک ایک لمحے کو پلکیں نہیں جھپکائی تھیں۔ اس نے جیون کو قطعاً نظر انداز کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود جیون لال کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ میرے بائیں جانب یوں سہما کھڑا تھا جیسے اب اُسے اپنی زندگی کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ مجھے جیون لال کی کم ہمتی پر غصہ آ گیا لیکن میں نے بھی اس موقع پر اُسے نظر انداز کر دیا۔ لچھمن داس کی شخصیت میرے لیے زیادہ اہم تھی۔ میں نے بھی قہر آلود نظروں سے اُسے گھورنا شروع کر دیا۔ چند ثانیے تک ہم نگاہوں ہی نگاہوں میں اُسے تولتا رہا... پھر قبل اس کے کہ میں لچھمن داس سے اپنے راستے میں حائل ہونے کی وجہ دریافت کرتا، وہ سرسراتی آواز میں بول پڑا۔ "یہ تم ہو جیت کمار مہاراج... کہیں تاریکی میں میری آنکھیں دھوکہ تو نہیں کھا رہیں؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔
"ہاں..." میں ٹھوس لہجے میں بولا۔ "یہ میں ہی ہوں لچھمن داس۔"
"مجھے شما کر دینا مہاراج! میں پہلی نظر میں تمھیں پہچان نہیں سکا تھا۔" لچھمن داس نے زہر خند سے جواب دیا... پھر معنی خیز انداز میں بولا۔ "تمھاری شکتی تو اپرم پار ہے مہاراج، تمھارے جیسے مہاپجاری کا بھلا کوتوالی میں کیا کام؟"
"پولیس کو میرے بارے میں شبہ ہو گیا تھا کہ میں نے ایک دیشیا (طوائف) کو قتل کر دیا ہے۔" میں نے لچھمن داس کو گھورتے ہوئے تلخی سے کہا۔ "اسی لیے مجھے ان مورکھوں کو سمجھانے کے لیے یہاں آنا پڑا ہے۔"
"کس دیشیا کی بات کر رہے ہو مہاراج!" لچھمن داس نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔
"منورما کی..." میں نے حقارت سے کہا۔ "اس کلنکنی نے دھرم کی آڑ میں کالے دھندے کا بیوپار شروع کر دیا تھا۔"
"تمھیں یہ سب کیسے معلوم ہو گیا؟" لچھمن داس چونکا۔
"مجھے یہ بھی معلوم ہے لچھمن داس کہ اس دیشیا کی پشت پر کون ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کلنکنی نرکھ (جہنم) سدھارنے سے پہلے کس پاپی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی تھی۔" میں نے لچھمن داس کو نفرت سے گھورتے ہوئے دبنگ آواز میں کہا۔ "کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ وہ کون دشٹ تھا جس نے پولیس کو میری مخبری کی تھی۔"
"میں نے منوہر داس مہاراج سے کہا تھا کہ اس نے اپنی آستین میں کچھ سانپ بھی پال رکھے ہیں۔" لچھمن داس نے بگڑتے ہوئے تیور سے کہا۔
"لچھمن داس..." میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "میرا اپنا اصول بھی یہی ہے کہ سانپ جب پھن اٹھانے کی کوشش کرے تو فوراً اس کا سر پیروں تلے کچل دیا جائے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"
"زیادہ دُور کی سوچنے والے اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتے مہاراج۔" لچھمن داس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "اونچی اُڑان کرنے والے اکثر منہ کے بل دھرتی پر اوندھے منہ گر پڑتے ہیں۔"
"تم نے ٹھیک کہا لچھمن داس! منش کو ہمیشہ اپنی اوقات دیکھ کر بات کرنی چاہیے۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔
"اور جو لوگ اپنی حیثیت بھول جاتے ہیں، وہ کتے سے بدتر موت مارے جاتے ہیں۔" لچھمن داس اوچھی باتوں پر اترنے لگا۔
"لچھمن داس! میں نے گرج کر کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ میں کون ہوں۔"

"مہاراج... میں نے سنا تھا کہ پولیس نے تمہیں ہوٹل میں بند کر دیا تھا۔ اسی کارن میں تمہاری خیریت معلوم کرنے ادھر آنکلا تھا۔ پچھمن داس نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر مجھ پر طنز کرنے کی کوشش کی۔ "مجھے حکم دو مہاراج... اگر کسی نے تمہارا اپمان کیا ہو تو میں اسے جہنم رسید کر دوں۔"

"مجھے خوشی ہوئی پچھمن داس کہ اب تم نے مردوں جیسی باتیں شروع کر دیں۔" میں نے بھی جواباً اسے تاؤ دلاتے ہوئے کہا۔ "پجاری کا سر ہمیشہ بلند اور سینہ تنا رہنا چاہیے۔ ایسے بلوان نرے ہیجڑے ہوتے ہیں جو مردوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بجائے پولیس کی امداد لیتے ہیں اور خود موت سے سہم کر اندھیروں میں روپوش ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"تمہیں کوتوالی کے پچھلے راستے سے نکلتے دیکھ کر مجھے بھی اسی بات کا شبہ ہوا تھا مہاراج کہ شاید تم اندھیروں میں روپوش ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔ پرنتو اب تمہیں چنتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پچھمن داس کی موجودگی میں تمہیں..."

"زبان کو لگام دو پچھمن داس۔" میں بپھر گیا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے، تمہیں گرد اور چیلے کا فرق سمجھانا پڑے۔"

"سنو اجیت کمار!" وہ اچانک سنجیدہ ہو کر کسی سانپ کی طرح پھپکارتے ہوئے بولا۔ "رشی پور کی بات اور تھی جہاں میں نے منوہر داس کے کہنے پر تمہاری برتری تسلیم کر لی تھی لیکن یہ شہر ہے۔ یہاں منوہر داس کا حکم نہیں چلتا۔ یہاں تمہیں پچھمن داس سے گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں پچھمن داس!" میں نے کرخت لہجہ اختیار کیا۔ "چیونٹی کی جب موت قریب ہوتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔"

"منوہر داس کی رعایت نے تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے اجیت کمار۔ خود کو میری نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کرو تو تمہیں اپنی حیثیت کا اندازہ زیادہ آسانی سے ہو جائے گا۔"

"پچھمن داس!" میں نے گرج کر کہا۔ "اگر زندگی چاہتا ہے تو ہاتھ باندھ کر میرے چرنوں میں جھک جا۔ ورنہ میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ تیری آئندہ نسل بھی ہمیشہ بے کل رہے گی۔"

"جاگتے میں خواب دیکھ رہے ہو اجیت کمار۔" پچھمن داس نے اس بار بڑے سرد اور خشک لہجے میں جواب دیا... پھر جیون لال کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اگر چاہوں تو میں اس چنڈال کو تمہارے مقابلے پر تیار کر دوں۔ مجھے وشواس ہے کہ یہی تمہارے گھمنڈ کو دور کر دے گا۔"

میرے لیے اب برداشت کرنا ناممکن تھا۔ حالات اور موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے یہی سوچا تھا کہ کوتوالی کے احاطے کے اندر بات نہ بڑھاؤں لیکن پچھمن داس کی بیہودہ باتوں نے میری آتشِ انتقام کو ہوا دی تھی۔ میں نے فوری طور پر ایک جاپ پڑھ کر اس کی طرف پھونکا لیکن میرا وار بے کار ہو گیا۔ فضا میں کچھ چنگاریاں ایک لمحے کو نمودار ہو کر غائب ہو گئیں۔ پچھمن داس کے گندے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری تو میں آپے سے باہر ہو گیا۔ میں نے سنبھل کر دوسرا حملہ کیا لیکن اس بار بھی میرے منتر کے بیر پچھمن داس کے قدم زمین سے نہیں اکھاڑ سکے۔ وہ بدستور اپنی جگہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ پچھمن داس نے غالباً اپنے اطراف حصار قائم کر رکھا تھا جسے میرے بیر توڑنے سے قاصر تھے... چنانچہ میں نے ایک آزمودہ اور زیادہ مؤثر منتر کا جاپ پڑھ کر پھونکا۔ اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ پچھمن داس کے اطراف شعلے ابھرے تو وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہو گیا۔ حصار ٹوٹ جانے کے سبب اس کے ہونٹوں کی ہنسی سنجیدگی میں تبدیل ہوئی تو میں نے حقارت سے کہا۔ "اب بھی سمے ہے پچھمن داس! میرے چرنوں پر سر رکھ کر معافی مانگ لے، نہیں تو تیرا انجام خطرناک ہو گا۔"

پچھمن داس نے جواب دینے کے بجائے پلٹ کر وار کر دیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے پیروں تلے سے زمین نکل رہی ہو۔ میں نے نہایت سُرعت سے قلابازی کھائی اور جواباً زیادہ تیزی سے وار کیا۔ پچھمن داس کو شاید میری جانب سے اتنی تیزی کی توقع نہیں تھی۔ میرے بیروں نے اسے پلک جھپکتے میں زمین سے اکھاڑ دیا۔ فضا میں اچھل کر وہ دوبارہ زمین پر گرا تو اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔

میں نے فوری طور پر دوسرا حملہ کیا لیکن اب پچھمن داس کو میری قوت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے زمین پر گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدلی اور میرے حملے سے خود کو بچاتے ہوئے جوابی وار کیا۔ میں نے اس کے جوابی حملے کا توڑ کرنے میں ذرا بھی غفلت کی ہوتی تو وہ پوری طرح مجھ پر حاوی ہو جاتا۔

جیون لال سہم کر دور ہٹ گیا تھا۔ ہمارے درمیان منتروں اور جاپوں کا مقابلہ جاری رہا۔ کبھی میرے بیر پچھمن داس پر غالب ہو جاتے تھے اور کبھی اس کے بیر مجھ پر حاوی ہونے لگتے تھے۔ پچھمن داس کے ناپاک وجود کو ملیا میٹ کرنے کی خاطر میں نے پے در پے اپنے تمام جنتر منتر آزما ڈالے لیکن پچھمن داس برابر میرے حملوں کا توڑ کرتا رہا۔ مجھے آہستہ آہستہ اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ پچھمن داس کو زیر کرنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ میں نے سوچ رکھا تھا۔ میرے ترکش کے تیر جب ایک ایک کر کے ختم ہو گئے تو پچھمن داس کے حملوں میں اچانک شدت پیدا ہو گئی۔

میں نے خود کو بچانے کے لیے تمام جتن کر ڈالے لیکن ایک بار ذرا سی چوک ہو گئی اور اسی لمحے پچھمن داس کے بیروں نے مجھے اس طرح جکڑ کر بے بس کر دیا کہ میں زبان ہلانے سے بھی قاصر ہو گیا۔ اب میں اپنے موذی دشمن کے رحم و کرم پر تھا۔ میری زبان بند تھی اس لیے میں کسی منتر کا جاپ کرنے سے

بھی قاصر تھا۔

پچھمن داس کی خون اگلتی آنکھیں مجھ پر مرکوز تھیں۔ اس نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا بات ہے مہاراج! اس طرح زمین پر کیوں لیٹے ہو؟ تم تو مہان شکتیوں کے مالک ہو۔ کیا پچھمن داس کو گرو اور چیلے کا فرق نہیں سمجھاؤ گے جو سمجھا... مہاراج شاید اس سمے آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

پچھمن داس کی باتیں مجھے کچوکے لگا رہی تھیں۔ میں اندر ہی اندر سلگ رہا تھا کہ اس نے پھر میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "مہاراج، چپ کیوں ہو گئے۔ کیا سیوک سے کوئی بھول ہو گئی؟ شما کر دو مہاراج! کہو تو تمہارے چرنوں پر سر رکھ کر معافی مانگ لوں۔ ایسی بھی کیا ناراضگی مہاراج!"

میں تڑپ کر رہ گیا۔ پچھمن داس میرے سامنے کھڑا میرا مضحکہ اڑاتا رہا۔ جیون لال بدستور دور کھڑا لرز رہا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میرے سینے میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے لیکن میں سوائے اپنی مجبوری پر آنسو بہانے اور کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ کر گزرنے سے قاصر تھا۔ میرے ذہن میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ منوہر داس نے یقیناً مجھے میری بلندیوں کا غلط احساس دلایا تھا۔

پچھمن داس ماورائی قوتوں کے معاملے میں مجھ سے زیادہ برتر ثابت ہوا تھا۔ رشی پور میں بھی اس کی گردن میرے سامنے تنی رہتی تھی... پھر غالباً مصلحتاً اس نے بڑے مندر کے سامنے میری بڑائی تسلیم کر لی تھی۔ وہ سب کچھ ایک سراب تھا۔ دھوکہ تھا۔ مجھے غلط فہمیوں میں مبتلا رکھا گیا تھا جس کا اندازہ اب مجھے بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔

مجھے رشی پور کے بڑے مندر کے پجاری رام لال کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے رشی پور سے روانگی کے وقت مجھے پچھمن داس کے بارے میں محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ جیون لال نے بھی دبی زبان میں یہی کہا تھا کہ پچھمن داس خوفناک شخصیت کا مالک ہے لیکن میں اپنی طاقت کے گھمنڈ میں ان نصیحتوں کو فراموش کر بیٹھا تھا۔

"کیا سو گئے مہاراج!" پچھمن داس کی چبھتی ہوئی آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔

میں نے ہونٹوں کو دانتوں تلے سختی سے بھینچ کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے بولا۔ "کیا وچار کر رہے ہو مہاراج! کیا سیوک کو کسی خدمت کا موقع نہیں دو گے؟"

پچھمن داس میری بے بسی کا مذاق اڑاتا رہا اور میں کانٹوں پر لوٹتا رہا... پھر اچانک خوشبو کا وہی مانوس اور تیز جھونکا میرے وجود کے اطراف چھا گیا جس نے ایک بار رشی پور میں مجھے جیون لال کے عتاب سے نجات دلائی تھی۔ میری آنکھوں میں امید کی کرنیں کوندنے لگیں۔

رابرٹ جم کی روح میری مدد کو آ پہنچی تھی لیکن پچھمن داس کو شاید اس کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے میرے چہرے کی کیفیت بدلتے دیکھی تو زہریلے لہجے میں بولا۔ "تمہاری آنکھوں کے جوت روشن ہو رہے ہیں۔ مہاراج! تمہارے چہرے سے موت کی بھیانک اور ہولناک سیاہی بھی چھٹتی نظر آ رہی ہے۔ کیا دیوی، دیوتاؤں کا کوئی نیا منتر یاد کر رہے ہو؟"

"امجد علی..." رابرٹ کی مانوس آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ "تم نے پچھمن داس سے ٹکرا کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ تمہیں رام لال کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے اس موذی سے محتاط رہنا چاہیے تھا۔ بہرحال... اب میں آ گیا ہوں۔ تمہیں اب پچھمن داس کے سامنے شرمندگی نہیں ہو گی۔"

"لیکن میں، اس حرام زادے کے خلاف کچھ کرنے سے مجبور ہوں۔" میں نے رابرٹ کی روح سے ذہنی رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے میری زبان بند کر دی ہے۔ میں اپنے جسم کو بھی جنبش دینے سے قاصر ہوں۔"

"فکر مت کرو میرے دوست۔ میں اس کی بندشوں کا توڑ کر رہا ہوں لیکن تم یہی ظاہر کرنا کہ اب تک تم اسے جان بوجھ کر ڈھیل دے رہے تھے۔" رابرٹ نے کہا۔ "میں تمہارے قریب ہوں لیکن زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا اس لیے جتنی جلد ممکن ہو اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا۔"

"کیا پچھمن داس تمہاری موجودگی سے باخبر نہیں ہو سکتا؟" میں نے ذہن کی زبانی دریافت کیا۔

"نہیں... سوائے منوہر داس کے اور کوئی میری روح کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا۔" رابرٹ نے جواب دیا۔

معاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم کی تمام بندشیں ٹوٹ چکی ہوں۔ میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ روح کے مشورے پر پہلے کی طرح اپنی بے بسی کا اظہار کرتا رہا۔ پچھمن داس جو بدستور میرے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا تھا، مجھے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتے دیکھ کر بولا۔ "مہاراج! کیا تم اپنی پلکوں سے بھی دیوی، دیوتاؤں کے منتر جاپ کرنے کی شکتی رکھتے ہو؟ سیوک کو بھی دو چار ایسے گر سکھا دو۔ میں سارا جیون تمہارا داس بنا رہوں گا۔ چپ کیوں ہو مہاراج، کچھ بولو۔ تم پنچھی کی طرح چہکتے ہو تو زیادہ سندر نظر آتے ہو۔ اتنی غصیلی اور غضب ناک نظروں سے کیوں گھور رہے ہو مہاراج! کیا ابھی تک تم نے اپنے سیوک کو شما (معاف) نہیں کیا۔ چیلے سے کب تک روٹھے رہو گے! کچھ تو بولو۔"

"تم بولتے رہو پچھمن داس۔ میں ابھی تمہاری گندی زبان سے بہت کچھ سننا چاہتا ہوں۔"

میں نے زبان کھولی تو پچھمن داس اچھل پڑا۔ اس کی ساری شوخی اور طراری کافور ہو گئی۔ شاید اسے توقع نہیں تھی کہ میں اپنی زبان اس کی مرضی کے بغیر ہلا سکوں گا۔ چند لمحوں تک وہ سکتے سے دوچار خاموش کھڑا مجھے حیرت سے گھورتا رہا... پھر سرد لہجے میں بولا۔ "منوہر داس نے شاید مجھے چھل (دھوکہ) دینے کی کوشش کی ہے۔ رشی پور سے میری واپسی کے بعد غالباً اس نے تجھے دو چار گر اور سکھا دیئے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تجھے

میرے ہاتھوں سے کون بچا سکتا ہے۔"

لچھمن داس کے غلیظ ہونٹ متحرک ہو گئے۔ وہ مجھ تک پہنچانے کی خاطر پھر کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ میں نہایت لاپروائی سے اپنا لباس جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ رُوح کی موجودگی میں وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "سنو لچھمن داس! بہت ہو چکا... خیریت چاہتے ہو تو میرے راستے سے دُور ہو جاؤ۔ منوہر داس نے مجھے بتا دیا تھا کہ تم اس کے خاص پجاری ہو اسی لیے میں اب تک تمہارے ساتھ رعایت برتتا رہا لیکن اب اگر تم نے کوئی گستاخی کی تو مجبوراً تمھیں کوئی ایسا سبق دینا پڑے گا۔ جو تمھاری آنکھیں کھول سکے۔"

جواب میں لچھمن داس نے ایک خطرناک وار کیا لیکن رُوح کی تیز مہک نے میرے اطراف اپنا حصار قائم کر رکھا تھا اس لیے لچھمن داس کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی منتر آزمائے مگر اسے بدستور مایوسی کا شکار ہونا پڑا۔ اس کی آنکھوں سے اب اُلجھن اور جھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات جھلک رہے تھے۔ وہ جھلا کر اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"رُکو مت لچھمن داس! میں تمھیں موقع دے رہا ہوں۔ تمھیں جتنے جنتر منتر یاد ہیں ایک ایک کر کے سب آزما ڈالو۔ جب تھک جاؤ تو خاموشی سے میرے راستے سے ہٹ جانا۔" میں نے لچھمن داس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو پڑھتے ہوئے کہا۔ "رشی پور سے روانگی کے وقت میں نے منوہر داس کو یقین دلایا تھا کہ تمھارے سلسلے میں اپنی پُراسرار اور لامحدود قوتوں کے بھرپُور مظاہروں سے گریز کروں گا۔ میں اپنے عہد پر قائم ہوں لیکن تم اپنی خباثت سے باز نہ آئے تو مجبوراً تمھارے خلاف کوئی سخت اقدام کرنا ہو گا۔"

"اجیت مہاراج!" اچانک لچھمن داس نے اُلجھے ہوئے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ "میں اس وقت تمھارے سامنے سے ہٹ جاتا ہوں۔ لیکن یہ مت سمجھ لینا کہ لچھمن داس نے اپنی ہار تسلیم کر لی ہے۔ میں بہت جلد تمھاری مہان قوتوں کو دوبارہ للکاروں گا۔"

"خسارے میں رہو گے۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "اگر مجھے منوہر داس کو دیئے ہوئے وچن کا خیال نہ ہوتا تو اسی سمے تم کو کسی حقیر کیڑے کی طرح روند ڈالتا۔"

"لچھمن داس کے لیے شاید ابھی کچھ گھتیاں باقی رہ گئی ہیں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں ایک بار منوہر داس سے مل لوں پھر تم سے کُھل کر بات کروں گا۔ پر تو اتنا دھیان رکھنا کہ رشی پور سے واپسی کے بعد ہمارے درمیان پھر ٹکراؤ ہو گا۔ اس وقت جو بچ گیا، وہی مہان کہلائے گا۔"

"جاؤ لچھمن داس!" میں نے کہا۔ "میں تمھیں اس وقت کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اگر تم نے دوبارہ مجھ سے پنجہ لڑانے کی حماقت کی تو میں، منوہر داس کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں کو فراموش کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

جواب میں لچھمن داس، مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے میرے راستے سے ہٹ گیا۔ رُوح ابھی تک میرے قریب موجود تھی۔ میں تیزی سے کوتوالی سے باہر آیا اور اپنے ہوٹل کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ جیون لال سر جھکائے میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ میں نے اسے اپنے اور لچھمن داس کے مقابلے کے وقت غیر جانب دار رہنے پر کسی قسم کی سرزنش نہیں کی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ درمیان میں دخل دیتا تو کتے کی موت مارا جاتا۔

"امجد علی!" رُوح نے مجھے مخاطب کیا۔ "اس شہر کی آب و ہوا اب تمھیں راس نہیں آئے گی۔ یہاں تم خطرات میں گھرے رہو گے۔ پولیس، حوالات سے تمھارے فرار ہونے کی اطلاع ملتے ہی، تمھارے پیچھے لگ جائے گی۔ میری مانو تو آج رات ہی اس شہر کو خیرباد کہہ دو۔ اسی میں تمھاری بہتری ہے۔"

"تم نے لچھمن داس کے مقابلے میں میری مدد کی ہے۔ میں تمھارا احسان مند ہوں لیکن فی الحال میں تمھارا مشورہ نہیں مان سکتا۔ تم جانتے

ہو کہ ابھی مجھے انسپکٹر رحمان کی بہن سے راحیلہ کا انتقام لینا ہے۔ اس کے بعد اس شہر میں میرے لیے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی۔"

"کل جو کچھ پیش آنے والا ہے کاش! تم اُسے سمجھ سکتے۔" رُوح کی آواز میں کرب تھا۔ "اپنی ضد سے باز آ جاؤ امجد علی... ورنہ تمھارے اوپر جو کچھ گزرے گی وہ بہت..."

"مجھے افسوس ہے میرے دوست!" میں نے رابرٹ کی بات کاٹتے ہوئے فیصلہ کن آواز میں کہا۔ "مجھے اپنی موت اور دنیا کی تمام اذیتیں منظور ہیں لیکن اپنا انتقام پُورا کیے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو امجد! میں تمھیں آیندہ پیش آنے والے حالات سے باخبر نہیں کر سکتا۔ مجھ پر بھی کچھ پابندیاں عاید ہوتی ہیں... لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو میرا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ میں بے قرار رُوح کی طرح ہمیشہ بھٹکتا رہوں گا۔ حالات کے دوبارہ سازگار ہونے میں طویل عرصہ گزر جائے گا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ میری بات مان لو۔"

"میں مجبور ہوں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "رہا تمھارے انتقام کا مسئلہ تو میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ راحیلہ اور اس کے گھر والوں کا انتقام پورا ہونے کے بعد میں تمھارے دشمنوں کو بھی ضرور ٹھکانے لگاؤں گا۔"

"کیا تم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ جب تک حالات سازگار نہ ہوں تو تم وقتی طور پر اس شہر سے دُور چلے جاؤ۔"

"نہیں..." میں اپنے فیصلے پر اٹل رہا۔

"تمھیں اندازہ نہیں کہ اگر تم نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو کس قدر خسارے میں رہو گے۔"

"مجھے اپنی موت بھی گوارہ ہے لیکن فی الحال میں تمھارا مشورہ قبول نہیں کر سکتا۔" میں سرد لہجے میں بولا۔

"اچھا... میں جا رہا ہوں۔" رابرٹ کی آواز میرے کانوں میں آخری بار گونجی پھر تیز خوشبو کا جھونکا آہستہ آہستہ زائل ہوتا چلا گیا۔

ہوٹل کے قریب پہنچ کر میں نے اپنا راستہ بدل دیا اور پاگل خانے والی سڑک پر لمبے لمبے قدم اٹھانے لگا۔

رابرٹ کی رُوح اس بات پر بضد تھی کہ میں انسپکٹر رحمان کی بہن سے راحیلہ کا انتقام نہ لوں ورنہ میرا مستقبل تباہ ہو جائے گا اور یہ بھی امکان ہے کہ میری تمام قوتیں بھی مجھ سے چھن جائیں گی۔ رُوح نے آیندہ پیش آنے والے حالات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ کچھ بندشوں کے پیش نظر وہ مجھے مستقبل کے خطروں سے قبل از وقت آگاہ نہیں کر سکتی تھی لیکن ایک بات کا بہرحال مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رُوح میری ہمدرد ہے۔

رُوح کی اسی ہمدردی کے پیش نظر میں نے فوری طور پر اپنا پروگرام تبدیل کر دیا تھا۔ میں جلد از جلد رحمت علی سے مل کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کا شبہ کن لوگوں پر ہے۔ پاگل خانے کے بڑے ڈاکٹر گوبند ناتھ سے ملاقات کے بعد میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ رحمت علی ذہنی طور پر پاگل نہیں ہے لیکن واقعات کی ستم ظریفیوں نے اسے پاگل پن کی اداکاری پر مجبور کر دیا تھا۔

ہر چند کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ راحیلہ کے اغوا میں انسپکٹر رحمان کا ہاتھ ہے لیکن میں رحمت علی سے اس کی تصدیق ضروری سمجھتا تھا۔ اگر انسپکٹر رحمان کے بجائے کوئی اور راحیلہ کی آبروریزی کا ذمے دار نکل آتا تو میں رابرٹ کی رُوح سے زیادہ استفادہ کر سکتا تھا۔ رُوح نے اس خدشے کی نشان دہی بھی کی تھی کہ حوالات سے میرے فرار کی خبر ہوتے ہی پولیس کے شکاری کتے مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لیے زیادہ سرگرم عمل ہو جائیں گے۔ میں ہر مشکل کا سامنا کر سکتا تھا مگر لچھمن داس سے ٹکراؤ کے بعد میں نے طے کر لیا تھا کہ آیندہ ہر معاملے میں احتیاط سے کام لوں گا۔

جیون لال اس وقت بھی میرے ساتھ تھا۔ مجھے اب اس پر بھی مکمل اعتماد نہیں رہا تھا چنانچہ میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر مخاطب کیا۔ "جیون لال... کیا بات ہے؟ کیا ابھی تک تم پر لچھمن داس کی دہشت طاری ہے؟"

"مہاراج!" وہ ہاتھ جوڑ کر رو دینے والے انداز میں بولا۔ "اگر سیوک سے کوئی بھول ہو گئی ہو تو شما کر دو... لیکن میں نے پہلے ہی تمھیں بتا دیا تھا کہ اس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ اسی کارن میں خاموش رہا تھا۔ اگر بولتا تو وہ مجھے بھسم کر سکتا تھا۔ مہاراج! تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو۔"

"لچھمن داس!" میں نے جیون لال کے آخری جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے دیکھا جیون لال کہ میں نے اس موذی کو بھی معاف کر دیا تھا۔ اگر چاہتا تو قدموں تلے روند ڈالتا۔"

"مجھے ابھی تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا ہے، مہاراج!" جیون لال سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میں اسے ایک عرصے سے جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی خبر ہے مہاراج کہ اس نے دیوی، دیوتاؤں کو راضی کرنے کے لیے بڑے بڑے جاپ کیے ہیں۔ میری نظروں سے آج تک اس کی ٹکر کا کوئی دوسرا پجاری نہیں گزرا۔ منتروں کے علاوہ اس نے گندے ایلم کے لیے بھی کٹھن پریکشا کی ہے۔ پر تو آج وہ بھیگی بلی بن گیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر اسے جیون پیارا ہو گا تو دوبارہ مجھ سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کرے گا۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو مہاراج! پر تو... ممکن ہے کہ اس نے کسی خاص وجہ سے آج تمھیں اپنا گرو مان لیا ہو اور کل پھر تمھارے ساتھ کوئی چکر چلانے کی کوشش کرے۔" جیون لال نے صاف گوئی سے کہا۔ "بُرا مت ماننا مہاراج! میں تمھارا سیوک ہوں۔ تم نے مجھے نیا جیون دان کیا ہے۔ میں تمھیں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اسی کارن یہ بتانا چاہتا ہوں کہ لچھمن داس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ منوہر داس مہاراج بھی اس کا بہت خیال رکھتا ہے اس

لیے رشی پور کے تمام پنڈت پجاری بھی اس کی ساتھ ہیں اور تم... تم اکیلے ہو، مہاراج! شاید تم میری بات سمجھ رہے ہوگے۔"

"میں بہت کچھ سمجھ چکا ہوں، جیون لال اور بہت کچھ سمجھ رہا ہوں لیکن تم کوئی چنتا نہ کرو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر اسے کریدنے کی خاطر کہا۔ "اگر تم چاہو تو اپنا راستہ بدل کر رشی پور واپس چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دو شکتیوں کے تصادم میں بے قصور کام آ جاؤ۔"

"مہاراج!" جیون لال نے اچانک جھک کر میرے قدم تھام لیے اور گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "بھگوان کے لیے مجھے غلط مت سمجھو۔ میں تمھارا سچا سیوک ہوں، تمھارے ایک اشارے پر اپنا جیون دان کر سکتا ہوں۔ مجھے اپنے چرنوں سے دور مت کرو مہاراج! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دو۔ میں ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہوں۔"

جیون لال کے لہجے میں صداقت تھی اس لیے میں نے اپنے خلوص دل سے معاف کر دیا اور دوبارہ تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ راستے میں ہمارے درمیان کوئی اور بات نہیں ہوئی۔ پاگل خانے کا فاصلہ پانچ میل کے قریب تھا لیکن میں نے یہ راستہ پیدل ہی طے کرنے کی ٹھان لی تھی۔ جیون لال سر جھکائے میرے ساتھ قدم اٹھاتا رہا۔

گوبند ناتھ کی رہائش گاہ احاطے کے ساتھ ساتھ تھی۔ ایک دروازہ باہر کی جانب بھی تھا جو پاگل خانے کے صدر دروازے سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر تھا۔ عام طور پر اس دروازے کو شاید بند ہی رکھا جاتا تھا لیکن میں نے اس وقت اسی دروازے پر دستک دی تھی۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تیسری دستک پر دروازے کی دوسری سمت سے مجھے گوبند ناتھ کی بھاری آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

"دروازہ کھولو گوبند ناتھ۔ میں ہوں، اجیت کمار۔" میں نے خالص پجاریوں کے لہجے میں کہا۔

چند ثانیوں بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ گوبند ناتھ شب خوابی کے لباس میں میرے سامنے کھڑا تھا لیکن اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ اتنی رات گئے خلاف توقع میری آمد شاید اسے گراں بھی گزری تھی لیکن بظاہر اس نے نہایت اخلاق سے مجھے اندر بلا لیا... پھر جب ہم آرام سے بیٹھ گئے تو اس نے نہایت انکسار سے اس وقت ہماری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

"گوبند ناتھ! میں اس وقت رحمت علی سے معلومات کے لیے آیا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اتنی رات گئے!" وہ قدرے گھبرا گیا... پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "تم آرام سے یہاں رات گزار لو مہاراج! میں صبح ہوتے ہی رحمت علی سے تمھاری ملاقات کرانے کی کوشش کروں گا۔"

"مجھے رحمت علی سے اسی وقت ملنا ہے، گوبند ناتھ!" میں نے اسے گھورتے ہوئے تلخی سے کہا۔ "تم یہاں کے بڑے ڈاکٹر ہو۔ جب چاہو بلا روک ٹوک جس پاگل سے چاہو ملاقات کر سکتے ہو۔"

"وہ ٹھیک ہے مہاراج! لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اس قیدی کے لیے اوپر کے احکامات بہت سخت ہیں۔"

"یہ سوچنا تمھارا کام ہے لیکن میں ہر قیمت پر رحمت علی سے اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "صبح ہونے سے پہلے مجھے کچھ اور بھی ضروری کام انجام دینے ہیں۔"

گوبند ناتھ چند لمحے تک خاموش کھڑا ہونٹ کاٹتا رہا...... پھر چاروناچار اسے میرے حکم کی پیروی پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ مجھے انتظار کرنے کو کہہ کر اندر چلا گیا۔ آدھے گھنٹے تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں گوبند ناتھ میرے ساتھ کوئی چالبازی نہ کر بیٹھے لیکن میں نے طے کر رکھا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو سب سے پہلے اسی کو ٹھکانے لگا دوں گا... مگر میرے اندیشے غلط ثابت ہوئے۔ گوبند ناتھ نہ صرف یہ کہ چالیس منٹ بعد خود واپس آ گیا بلکہ رحمت علی کو ایک سنتری کے ساتھ لے آیا۔ وہ انھیں دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

رحمت علی کو دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کے سر اور

داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور جسم پر جابجا گہرے گہرے زخم موجود تھے۔ رحمت علی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ قریب ہی ایک ہٹا کٹا سنتری ہاتھ میں ڈنڈا لیے کھڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ رحمت علی مجھے میرے موجودہ حلیے میں نہیں پہچان سکتا۔ گوبند ناتھ اور جیون لال کی موجودگی میں میرے لیے اپنا تعارف بھی مناسب نہیں تھا... چنانچہ میں نے سب سے پہلے جیون لال کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے باہر چلا گیا۔

گوبند ناتھ میرا مقصد سمجھ چکا تھا اس لیے اس نے سنتری کو بھی وہاں سے ہٹا دیا۔ اب کمرے میں میرے، رحمت علی اور گوبند ناتھ کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں گوبند ناتھ کی موجودگی بھی پسند نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کو باہر بھیجنے سے پہلے ضروری تھا کہ میں رحمت علی کے صحیح الدماغ ہونے کی تصدیق کر لیتا۔ پہلی نظر میں وہ مجھے دیوانہ ہی لگا تھا۔ میں رحمت علی کو گھورنے لگا جو اپنی مونچھوں اور داڑھی کے الجھے ہوئے بالوں کو منہ میں لینے کے لیے پاگلوں جیسے انداز میں بار بار ہونٹوں کو حرکت دے رہا تھا۔

"رحمت علی!" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اسے آواز دی تو وہ چونک کر کمرے کے چاروں طرف دیکھنے لگا پھر مجھے پاگلوں کی طرح خوفناک نظروں سے گھورنے لگا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے پہچانتے ہو رحمت علی، میں کون ہوں؟"

"مہاراج بہت پہنچے ہوئے مہاتما ہیں، رحمت علی۔" گوبند ناتھ بولا۔ "اس کے چرنوں میں جھک جاؤ۔ تمھارے دلدر دور ہو جائیں گے۔"

"آنے دو، جو بھی آتا ہے۔ آنے دو۔" اچانک رحمت علی نے دیدے نچاتے ہوئے دیوانوں کی طرح کہا۔ "میں سب کو توپ دم کر دوں گا۔ بارود کی سرنگیں ہوا میں اڑنے لگیں گی اور میں... میں اچھل کر آسمان پر چڑھ جاؤں گا پھر دیکھا جائے گا... ہاہا، ہاہا... ہاہا۔" رحمت علی پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔

میں نے بہتیری کوشش کی کہ اشاروں کنایوں میں رحمت علی کو اپنی شخصیت کا اندازہ دلا سکوں لیکن وہ میری ہر بات پر واہی تباہی بکتا رہا۔ میں نے گفتگو کے دوران، انسپکٹر رحمان، خان ایاز اور راحیلہ کا حوالہ بھی دیا لیکن وہ بدستور دیوانگی کی باتیں کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد میں نے گوبند ناتھ کو بھی کمرے سے جانے کے لیے کہا تو وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "مہاراج، مجھ پر کرپا کرو۔ اگر یہ قیدی بھاگ گیا تو میری ملازمت چلی جائے گی۔"

"مجھ پر وشواس رکھو گوبند ناتھ۔ میں تمھاری پوزیشن خراب ہونے نہیں دوں گا۔"

جواب میں گوبند ناتھ نے ایک بار پھر مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھا... پھر خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ رحمت علی بدستور پاگلوں کی طرح جو منہ میں آتا بک رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب گیا پھر دھیمی آواز میں بولا۔ "رحمت علی! مجھے پہچاننے کی کوشش کیجیے۔ میں آپ کا نمک خوار، آپ کا پڑوسی امجد علی ہوں۔"

ایک لمحے کو رحمت علی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر سہم کر دیوانوں کی طرح بولا۔ "شش! آہستہ بولو، دھواں اٹھ رہا ہے۔ کوئی طوفان کو ماتیں دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ دوڑو، دوڑو، پکڑ لو۔" رحمت علی نے پھر دیوانگی کا مظاہرہ شروع کر دیا لیکن میری دور رس نگاہوں نے تاڑ لیا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کر رہا ہے...

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور درد بھرے لہجے میں کہا۔ "مجھ پر یقین کیجیے۔ میں ہی وہ بدنصیب امجد علی ہوں جس کی بدولت آپ کا گھر برباد ہوا ہے۔ حالات نے مجھے امجد علی سے اجیت کمار بنا دیا ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ مجھے آپ لوگوں کا انتقام آپ کے دشمنوں سے لینا ہے۔ میرے ہاتھ اب کمزور نہیں ہیں۔ اب میں ایک اشارے پر تناور درختوں کو بھی جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا سکتا ہوں۔" میں نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "خان ایاز اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا ہے اور اپاہجوں کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ انسپکٹر رحمان قتل کے الزام میں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے اپنے زندگی کے دن پورے کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اب صرف راحیلہ کی بے عزتی کا انتقام باقی ہے۔ ہاں رحمت علی صاحب! راحیلہ اگر آپ کی بیٹی تھی تو میری بہن تھی۔ میں اپنی بہن کا انتقام لینے کو تڑپ رہا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے اتنا بتا دیجیے کہ راحیلہ کے اغوا میں کس کا ہاتھ تھا۔ میں آپ کو راحیلہ کی محبت کا واسطہ دیتا ہوں چند لمحوں کے لیے ہوش میں آ جائیے پھر پاگل بن جائیے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ راحیلہ کے انتقام کی آگ کسی بے گناہ لڑکی کی عزت خاک میں ملا دے۔ مجھے بتائیے رحمت علی صاحب کہ وہ کون تھا جس نے آپ کے بھرے گھر کو اور میری معصوم راحیلہ کی عزت کو برباد کیا تھا؟ اگر آپ نے جواب نہ دیا تو میں اسی کمرے کے در و دیوار سے سر ٹکرا کر جان دے دوں گا۔"

"تت... تم... نہیں نہیں۔" رحمت علی نے کچھ کہتے کہتے اچانک زبان بند کر لی لیکن اس بار انھوں نے دیوانگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے نہیں پہچان سکے تھے اور میرے موجودہ حلیے میں مجھے بحیثیت امجد علی ماننے کو تیار نہیں تھے لیکن جب میں نے انھیں اپنی پاک اور مقدس کتاب کی قسمیں کھا کر اپنے امجد علی ہونے کا یقین دلایا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ہونٹ کپکپانے لگے۔ میں نے اس موقع کو مناسب سمجھ کر جلدی سے ماضی کے اوراق الٹنے شروع کر دیے۔ وہ خاموشی سے آنسو بہاتے رہے اور میری رُوداد سنتے رہے۔ میں خاموش ہوا تو رحمت علی نے چھت کی طرف دیکھ کر ایک سرد آہ بھری... پھر اپنے ہونٹ چبانے لگے۔ میں کچھ دیر ان کے جواب کا منتظر رہا۔

وہ بدستور خاموش رہے تو میں نے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی۔ "رحمت علی صاحب! وقت بہت کم ہے اور ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ دشمن میری گھات میں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی طویل خاموشی مجھے تاریکی میں موت سے ہمکنار کر دے اور مجھے میدانِ حشر میں راحیلہ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ خدا کے لیے مجھے صرف اتنا بتا دیجئے کہ کیا میرا یہ اندازہ درست ہے کہ انسپکٹر رحمان کے اشارے پر یہ سب کچھ ہوا تھا؟"

"تت... تم... تم... اس شہر سے دُور چلے جاؤ۔" رحمت علی نے آہستہ سے اٹک اٹک کر رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے اپنا فیصلہ... خدا پہ چھوڑ دیا ہے... تم بھی... صبر کرو۔"

رحمت علی کو ہوشمندی کی باتیں کرتے دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ میں بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔ کچھ دیر سسکتا رہا... پھر وقت کی تنگی کا خیال آیا تو دل پر جبر کر کے ان سے جدا ہوتے ہوئے بولا۔ "کیا میرا اندازہ درست ہے کہ انسپکٹر رحمان ہی ان حالات کا ذمے دار ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ یقین کیجئے کہ میں راحیلہ کا انتقام اس کی بہن سے لوں گا۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "آپ عزت دار تھے جو آپ نے خود اپنے ہاتھوں بدنامی کے نشانات اپنے خون سے دھو ڈالے لیکن انسپکٹر رحمان کی بہن کو بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ میں اُسے ان بھیڑیوں کے حوالے کر دوں گا جو تمام زندگی اس کی بوٹیاں نوچتے رہیں گے۔ اس کی عزت کی دھجیاں اڑاتے رہیں گے۔ جب تک وہ زندہ رہے گی اس کی عزت داغدار ہوتی رہے گی۔"

"نن... نہیں... امجد میاں۔" رحمت علی سسک کر بولے۔ "جو غلطی انسپکٹر رحمان سے سرزد ہوئی تھی اس کی سزا اس کی بہن کو نہیں ملنی چاہیئے۔"

میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ میں نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں رحمت علی صاحب کہ جب تک انسپکٹر رحمان کی بہن سے راحیلہ کا انتقام نہیں لوں گا، چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"تم ایسا نہیں کرو گے۔" رحمت علی نے درخواست کی لیکن میں نے ان کی ایک نہ سنی اور گوبند ناتھ کو آواز دے کر اندر بلا لیا۔ رحمت علی نے مجھے شکایتی نظروں سے گھورا پھر گوبند ناتھ کی موجودگی کے پیشِ نظر پاگلوں کی طرح واہی تباہی بکنے لگے۔ میں نے گوبند ناتھ کو رحمت علی کا خیال رکھنے کی تاکید کی... پھر رحمت علی پر الوداعی نظر ڈالتا ہوا باہر آ گیا جہاں جیون لال میرا منتظر تھا۔

پاگل خانے سے جب میں شہر واپس پہنچا تو اس وقت صبح کے تقریباً پانچ بج رہے تھے۔ کوتوالی کا عملہ میری گمشدگی پر بُری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ انسپکٹر اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے ماتحتوں پر گرج رہا تھا۔ پولیس کے لاک اپ سے میرا سنتریوں کی موجودگی میں اس طرح فرار ہونا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، ہر فرد کے لیے حیرت انگیز بات تھی۔ معاملہ اگر اوپر تک پہنچتا تو کوتوالی کا وہ تمام عملہ برطرف ہو سکتا تھا، جو رات ڈیوٹی پر تھا۔

حالات کے پیشِ نظر میں پاگل خانے سے سیدھا کوتوالی پہنچا۔ پولیس انسپکٹر اس وقت نائٹ ڈیوٹی کے اس سنتری کو پھاڑ کھانے کی کوشش میں چلا رہا تھا جسے بطور خاص میرے اوپر تعینات کیا تھا۔ انسپکٹر کے کمرے میں دوسرے افسر بھی گنگ بیٹھے تھے۔ میں چند ثانیے باہر کھڑا اندر کی چیخ و پکار سنتا رہا... پھر نہایت آرام سے جیون کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا۔ کمرے میں موجود دوسرے عملے کے افسران بھی مجھے یوں حیرت بھری نظروں سے گھورنے لگے جیسے میں دُنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں۔ پولیس انسپکٹر پر سکتہ طاری تھا۔ شاید اس کی ملازمت میں وہ پہلا اتفاق تھا کہ کوئی مجرم حوالات سے فرار ہونے کے بعد کچھ گھنٹوں میں ازخود پلٹ آیا ہو...... اس سنتری کی حالت بھی قابلِ دید تھی جس نے میرے بیروں کے اشارے پر رات حوالات کا تالا کھولا تھا۔

"میں واپس آ گیا ہوں مہاشے۔" میں نے کمرے کے ناخوشگوار سکوت کو توڑتے ہوئے براہِ راست انسپکٹر کو مخاطب کیا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو کہ مجھے دوبارہ حوالات میں بند کر دیں۔"

"تم... تم کہاں غائب ہو گئے تھے، مہاراج؟" انسپکٹر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا مہاشے کہ پنڈت پجاریوں سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہوتی۔ پرنتو، میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم لوگ میری وجہ سے کسی پریشانی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اسی کارن میں کچھ ضروری کام نمٹا کر واپس آ گیا ہوں۔"

"ہم قانون کے ہاتھوں مجبور ہیں سادھو مہاراج۔" انسپکٹر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تم سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، بالک کہ تم نردوش ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"مہاراج! کیا ہم اُمید رکھیں کہ تم آئندہ ہمیں بتائے بغیر غائب نہیں ہو گے؟" انسپکٹر کے لہجے میں التجا تھی۔

"میں کوشش کروں گا، بالک کہ تمہارے اوپر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔" میں نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"پجاری مہاراج، ہم تم سے یہ بھی پوچھنا چاہیں گے کہ تمہیں حوالات سے فرار ہونے کا موقع ہمارے کس آدمی نے فراہم کیا تھا؟" انسپکٹر کے ایک ماتحت نے جو شکل و صورت سے سخت گیر نظر آتا تھا، مجھے گھورتے ہوئے قدرے برہمی سے سوال کیا۔ میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ مجھے اس کا لب و لہجہ گراں گزرا تھا۔ "کیا تم میں اتنی شکتی ہے، بالک کہ تم مجھے یہاں آہنی سلاخوں کے پیچھے اپنی مرضی سے روک سکو؟"

"ہم جیل کی سلاخیں توڑنے والے کو گولی مار دینے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔" انسپکٹر کا ماتحت بگڑے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم انسپکٹر صاحب کی رعایت سے ہماری طاقت کا غلط اندازہ لگانے کی کوشش مت کرو۔"

"سارجنٹ مُراد۔" انسپکٹر جو ہوٹل میں میری گرفتاری کے وقت میری طاقت کا اندازہ لگا چکا تھا، تیزی سے بولا۔ "تمہیں مہاراج کی شان میں گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔"

"بالک..." میں نے مُراد کو گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "تیرا خون گرم دکھائی دیتا ہے۔ اسے ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کیا کر ورنہ کسی دن تجھے پچھتانا پڑے گا۔ یہ بھی یاد رکھ کہ جو لوگ دنیا کو ٹھوکر مار دیتے ہیں... وہ تجھ جیسے نوجوانوں کی شکتی پر بھی دھیان نہیں دیں گے۔ اپنے قد کو دیکھ کر باتیں کیا کر مورکھ!"

"پجاری..." سارجنٹ مُراد دوسرے ماتحتوں کی موجودگی میں اپنی ہتک برداشت نہ کر سکا۔ انسپکٹر کی نصیحت کو فراموش کرتے ہوئے زیادہ کرخت لہجے میں بولا۔ "تم غالباً اپنی حیثیت بھول کر مجھ سے گفتگو کرنے کی جرأت کر رہے ہو۔"

سارجنٹ کی شہ پا کر کمرے میں موجود دوسرے پولیس والوں نے بھی مجھے حقارت سے گھورنا شروع کر دیا۔ میرے لیے اب ضروری ہو گیا تھا کہ انہیں ان کی حیثیتوں کا اندازہ دلا دوں... چنانچہ میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ دوسرے ہی لمحے مُراد کی حالت قابلِ دید تھی۔ اس کے چہرے پر اچانک کرب کے تاثرات ابھر آئے۔ میرے منتر کے بیروں نے اسے دبوچ کر اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا تھا اور مُراد کے نادیدہ ہاتھوں کی مضبوط گرفت سے خود کو آزاد کرنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔

چند لمحے پیشتر جو پولیس والے مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے، ان کے چہروں پر خوف طاری ہو گیا۔ انسپکٹر نے تیزی سے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ "مہاراج، سارجنٹ مُراد نے تمہاری مہان شکتی کو للکارنے کی جو حماقت کی ہے، اس کی معافی میں مانگتا ہوں۔ بھگوان کے لیے اسے معاف کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ میرے عملے کے افراد ایسی حرکت نہیں کریں گے۔"

"تو کہتا ہے تو میں اس مورکھ کو معاف کیے دیتا ہوں لیکن اسے سمجھا دینا کہ پھر کسی پجاری کو چھیڑنے کی کوشش نہ کرے۔" میں نے اپنے بیروں کو واپسی کا اشارہ کیا۔ مُراد کی کربناک کراہیں بند ہو گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی اور خوف زدہ نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔ دوسروں کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے سارجنٹ مراد کو حقارت سے دیکھا اور کمرے سے نکل کر حوالات میں چلا گیا۔ جیون لال میرے ساتھ ساتھ رہا۔ اس بار کسی سنتری کے بجائے انسپکٹر نے آ کر خود اپنے ہاتھوں سے آہنی دروازے کو تالا لگایا تھا... پھر جاتے جاتے اس نے نہایت بے بسی سے کہا۔ "مہاراج کوئی ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا۔ مجھے بھی اپنا سیوک ہی سمجھنا۔"

"جا بالک... آرام کر۔" میں نے انسپکٹر کو دھتکارتے ہوئے کہا اور حوالات کی سنگلاخ زمین پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ جیون لال قریب بیٹھ کر میرے پیر دبانے لگا۔

سارجنٹ مراد کو پیش آنے والے حادثے نے کوتوالی کے تمام عملے کو میری طرف سے بے حد محتاط کر دیا گیا تھا۔ راہداری سے گزرنے والے تمام سپاہی ہاتھ باندھ کر مجھے سلام کرنے لگے تھے۔ انسپکٹر دن میں دو وقت خود میری خیریت دریافت کرنے آتا۔ مجھے بطورِ خاص اچھے سے اچھا کھانا فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی اور بار بار مجھے مخاطب کر کے ایک ہی سوال دُہرایا جاتا۔ "مہاراج، کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔"

دوسرے روز مجھے ایک مقامی مجسٹریٹ کے رُوبرو پیش کیا گیا... پھر دوبارہ حوالات میں پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد کچہری میں باقاعدہ کیس

پیش ہوا۔ سرکاری وکیل نے فردِ جرم پڑھی پھر عدالت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ منورما کا قاتل میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ میرے خلاف منورما کے دو پڑوسیوں کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ جیون نے پہلے یہ بیان دیا تھا کہ انہوں نے قتل والی رات مجھے آخری بار مقتولہ کے مکان میں جاتے دیکھا تھا لیکن عدالت میں آنے کے بعد انہوں نے بیان بدل دیا اور مجھے پہچاننے سے قطعی انکار کر دیا تھا۔ میرے منتر کے پھیروں نے دونوں گواہوں کو بیان بدلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وکیل سرکار کے اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے پہلے پولیس کے رُوبرو میرے خلاف شہادت کیوں دی تھی۔ دونوں گواہوں نے مجسٹریٹ سے یہی کہا کہ پولیس نے ان سے زبردستی بیان پر دستخط کرائے تھے۔

گواہوں کے انکار کے بعد مجھے کٹہرے میں طلب کیا گیا۔ وکیلِ سرکار نے مجھ پر جرح کرنے کی کوشش کی مگر وہ بھی گڑبڑانے لگا اور ایسے اُلٹے سیدھے سوالات کرنے لگا جن کا منورما کے قتل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے عدالت برخواست کر دی اور میرے کیس کا فیصلہ محفوظ کر لیا۔

اگلے روز پھر میری پیشی ہوئی تو عدمِ ثبوت کی بنا پر مجھے باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔ میں مجسٹریٹ کا فیصلہ سن کر مسکراتا ہوا عدالت سے باہر آیا تو خلافِ توقع ہوٹل کا مالک سامنے موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے لپک کر میرے قدم چھو لیے پھر ہاتھ باندھ کر بولا۔ "مہاراج! مجھے وشواس تھا کہ تم نردوش ہو۔ پولیس کو منہ کی کھانی پڑے گی۔"

"تم کیسے ہو بالک؟" میں نے پوچھا۔ "میرے سلسلے میں پولیس نے تمھیں تو پریشان نہیں کیا؟"

"نہیں مہاراج۔" وہ انکسار سے بولا۔ "میں تمھارا سیوک ہوں۔ وہ مجھے پریشان کر لیتے تو کوئی بات نہیں تھی۔"

ہوٹل کا مالک مجھے لینے آیا تھا۔ مجھے سر چھپانے کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ تلاش کرنی تھی چنانچہ اسی کے ساتھ ہو لیا۔ میرا کمرہ ابھی تک کسی دوسرے مسافر کو نہیں دیا گیا تھا۔ میرا مختصر سا سامان ابھی تک اسی کمرے میں موجود تھا۔ میں نے نہا دھو کر کھانا کھایا اور آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

حالات کے پیشِ نظر اب میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ پہلی فرصت میں انسپکٹر رحمان کی بہن سے راحیلہ کا انتقام لے لوں۔۔ پھر بچاری لچھمن داس سے الجھنے کا منصوبہ بناؤں۔ دن بھر اسی نکتے پر غور کرتا رہا۔ شام کو ہوٹل کا مالک خود میرے لیے چائے لے کر آیا۔ وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی عقیدت مند نظر آ رہا تھا۔ میں نے جیون لال کو خان ایاز اور انسپکٹر رحمان کے بارے میں حالات معلوم کرنے کے لیے بھیج رکھا تھا کہ اسے گھر کی چہار دیواری سے نکل کر زبردستی کوٹھے پر بٹھا دوں گا۔ تاکہ اس کی عصمت تار تار ہوتی رہے اور راحیلہ کی مظلومیت کا انتقامی سلسلہ جاری رہے لیکن اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میرے سامنے چند دشواریاں بھی تھیں چنانچہ میں نے گفتگو کے دوران اچانک ہوٹل کے مالک کو معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تمھارا کاروبار کیسا چل رہا ہے، بالک؟"

"مہاراج کی دُعا سے پیٹ بھر روٹی مل جاتی ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔ "تمھاری کرپا ہو جائے تو کاروبار اور بھی چمک جائے گا۔"

"ایک بات پوچھوں، جواہر؟" میں نے اس بار ہوٹل کے مالک کو اس کے نام سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آگیا دو مہاراج!" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"میرا اندازہ ہے کہ تمھارے ہوٹل میں سندر شریروں (خوبصورت جسموں) کا بھی دھندا ہوتا ہے۔" میں نے یونہی تاریکی میں ایک تیر چھوڑا تھا لیکن وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھا۔ جواہر ایک لمحے کو میری بات سن کر خوفزدہ ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے سر جھکا کر بولا۔ "یہ شہر ہے مہاراج! یہاں ہوٹلوں میں مسافروں کا خیال نہ کیا جائے تو وہ اپنا ٹھکانہ بدل دیتے ہیں۔"

"اوہ! ۔۔۔ گویا میرا خیال ٹھیک ہی تھا۔"

"تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، مہاراج۔ پر تو میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ہاتھ کبھی گندے نہیں ہوئے۔" جواہر نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "چوری چھپے جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ سب نندا کرتا ہے۔ میرے ملازم بھی اس چکر سے دُور رہتے ہیں۔"

"یہ نندا کون ہے؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"رنڈیوں کا دلّال ہے، مہاراج۔" جواہر نے مُردہ لہجے میں کہا۔ "تم کہو تو میں اس کا ہوٹل میں آنا جانا بھی بند کر دوں۔۔۔ مجھ پر وشواس کرو مہاراج میں اس کاروبار کی ایک دمڑی بھی اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، بالک کہ تو نردوش ہے۔ مجھے کوئی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔ اس دھرتی پر جو پاپ کرتا ہے وہی اس کا ذمے دار ہوتا ہے۔ پیٹ کے کارن تو منش کبھی کبھی اپنی لوٹیاں بھی چبانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔"

"مجھ پر وشواس کرو مہاراج! شروع شروع میں، میں نے ہوٹل میں غلط عورتوں کا آنا جانا پسند نہیں کیا تھا لیکن کاروبار تباہ ہونے لگا تو مجھے مجبوراً پیٹ کے آگے گھٹنے جھکانے پڑے۔" جواہر بار بار اپنی صفائی پیش کر رہا تھا اور اپنا دُکھڑا سنا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔۔۔ پھر میں نے اُسے دلاسہ دیتے ہوئے اچانک کہا۔ "جواہر۔۔۔ میں نندا سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا اس وقت وہ یہاں ہو گا؟"

"ضرور ہو گا مہاراج، لیکن۔۔۔ کیا تم۔۔۔ نندا سے ملو گے؟" جواہر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، جواہر۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ نندا بھی سُدھر جائے اور تمھارا کاروبار چلتا رہے۔"

جواہر مطمئن ہو گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ کام کا ایک آدمی بیٹھے بٹھائے میرے ہاتھ آ گیا۔ جواہر کچھ دیر بعد چائے کے برتن لے کر جانے لگا تو میں نے اسے تاکید کر دی کہ وہ رات میں کسی وقت نندا کو میرے کمرے میں بھیج دے۔ جواہر نے اثبات میں گردن کو جنبش دی پھر خاموشی سے برتن سمیٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

جیون لال اندھیرا ہوتے ہی شہر سے واپس آ گیا۔ اس کے پاس میرے لیے کوئی اہم اطلاع نہیں تھی۔ خان ایاز کے بارے میں اس نے بتایا کہ وہ اسپتال سے گھر منتقل ہو گیا ہے۔ ایک ٹانگ کٹ جانے کی وجہ سے اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ پولیس کے اعلیٰ افسروں نے خان ایاز کے صحت یاب ہونے کے بعد حادثے کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن خان ایاز نے بھی اسے انسپکٹر رحمان کے دماغی توازن بگڑ جانے کا سبب بتا کر خاموشی اختیار کر لی تھی۔ غالباً اس کے کچھ نجی راز بھی انسپکٹر رحمان کو معلوم تھے جس کی وجہ سے وہ واقعات کی چھان بین سے گریز کر رہا تھا۔ انسپکٹر رحمان کے بارے میں جیون لال نے بتایا کہ اس نے عدالت کے رُوبرو صحتِ جرم ماننے سے بار بار انکار کیا تھا لیکن عینی گواہوں کی تعداد اس کی بے گناہی کے مقابلے میں اتنی زیادہ تھی کہ مجسٹریٹ کو اس کا فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ انسپکٹر رحمان کو عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی جس کے خلاف اس نے اعلیٰ عدالت میں اپیل دائر کر رکھی تھی اور فی الحال جیل میں تھا۔

رات نو بجے جواہر سر جھکائے دوبارہ میرے پاس آیا۔ اس کے ساتھ گٹھے ہوئے جسم کا ایک شخص اور بھی تھا جس کی صورت دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ نندا دلال کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت وہ بھی سہما سہما نظر آ رہا تھا۔ اس نے نظریں جھکا رکھی تھیں لیکن بار بار کنکھیوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ غالباً جواہر نے اسے پہلے ہی سے میرے بارے میں بتا دیا تھا۔ چنانچہ اس نے ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کیا۔ ۔۔۔ پھر جواہر سے ایک قدم پیچھے ہی کھڑا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ جواہر اس کا تعارف کراتا میں نے خود ہی اسے ٹھوس لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تم ہی نندا ہو؟"

"جی، مہاراج!" وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا لیکن اس کی نظریں بدستور فرش پر بھٹک رہی تھیں۔

"تم جاؤ جواہر۔ مجھے نندا سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" میں نے معاً جواہر کو مخاطب کیا تو وہ تیزی سے باہر چلا گیا لیکن نندا کی حالت مزید خراب ہو گئی۔ وہ میرے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا اور اضطرابی حالت میں کبھی اپنے ہاتھ ملنے لگتا اور کبھی ہونٹ چبانے لگتا۔ میں اسے گھورتا رہا۔ اپنے جنتر منتر کے پھیروں کے ذریعے میں نے اس کے ماضی کے بارے میں کچھ باتیں بھی معلوم کر لیں۔۔۔ پھر قدرے نرمی سے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں مُورکھ کہ تو سر سے پیر تک گندگی میں لتھڑا ہوا ہے۔ پرنتو، تو خود نہیں بگڑا، تجھے حالات نے غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔"

نندا بدستور خاموش کھڑا رہا۔

"تو نہیں جانتا لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔" میں نے اس بار ٹھوس اور بھاری لہجہ اختیار کیا۔ "جسے تو اپنا متر (دوست) سمجھتا تھا۔ اسی نے تیرے بھائی کے کان بھرے تھے اور تجھے تیرے بھائی نے دھکّے دے کر گھر سے نکال دیا تھا۔ اس مُورکھ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ تیرے متر اور اس کی دھرم پتنی کے درمیان شریر کا سمبندھ قائم تھا۔"

"مہاراج۔۔۔!" نندا چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ میری بات سن کر اس کے ذہن کو شدید جھٹکا پہنچا ہے۔

"دھیرج سے کام لے بالک۔۔ من کو شانت رکھ۔" میں نے تسلی دی۔ "جو بیت گیا، سو بیت گیا۔ اب پلٹ کر دیکھنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ کل کیا ہونے والا ہے صرف اس کا دھیان رکھ۔"

"تم من کا بھید پڑھنے کی شکتی رکھتے ہو، مہاراج۔" نندا میرے قریب آ کر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تم ہی بتاؤ۔ جب پاپ کسی اور نے کیا تھا۔ تو اس کی سزا مجھے کیوں ملی؟ میرا کیا دوش تھا؟"

"سب کچھ بھول جا۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "سنسار کے تمام رشتے ناطے جھوٹے ہوتے ہیں۔ سچا متر اور سچا سمبندھ وہی ہے جو وقت پر منش کے کام آئے۔ پاپ اور پن، گناہ اور ثواب، کے پھیر میں پڑے گا تو دھرتی پر سانس لینے والے کیڑے مکوڑے بھی تیرے دشمن ہو جائیں گے، تو کسی پل چین نہ پائے گا۔ جو گزر گیا اسے پلٹ کر مت دیکھ۔ آنکھیں موند لے۔"

"میں نے ایسا ہی کرنے کی کوشش کی ہے مہاراج۔" نندا نہایت عاجزی سے بولا۔ "لیکن من کی اگنی کبھی کبھی لوٹ کر بھڑک کر جلانے لگتی ہے، دم گھٹنے لگتا ہے، مہاراج۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ لوں۔"

"من اگر بیاکل رہتا ہے تو من کو مار ڈال۔" میں نے کہا۔ "میں پھر کہتا ہوں مورکھ۔ مڑ کر پیچھے مت دیکھ۔"

"تم چاہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے مہاراج۔" نندا نے میرے پیر پکڑ لیے۔ "میں بنتی کرتا ہوں مہاراج! مجھے بھی اپنے چرنوں میں تھوڑی سی جگہ دے دو۔ میں سارا جیون تمھاری سیوا میں گنوا دوں گا۔"

"اتنی جلدی سنسار سے ناطہ توڑ رہا ہے۔" میں نے نندا کے ماضی کو کریدتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو تجھے ان پاپیوں سے انتقام لینا ہے جنہوں

نے تجھے باپ کے دھندے میں بھی چین کا سانس نہیں لینے دیا۔ دھرتی پر زندہ رہنا چاہتا ہے تو اپنے شریر میں شکتی پیدا کر۔ جو تیرا من چاہے وہ کر... جو چیز تجھے پسند آئے اسے مانگ کر مت لے، ہاتھ بڑھا کر چھین لے... جھپٹ لے۔ بلوان بن جائے گا تو سب تیرے قدموں میں سر جھکائیں گے۔ پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کرے گا تو لوگ تجھے پتھر ماریں گے۔"

"مہاراج..." نندا نے مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے مجھے کیا صرف یہی کہنے کے لیے بلایا تھا؟"

"ہاں..." میرا لہجہ ٹھوس ہو گیا۔ "تیرے بھاگیہ (قسمت) میں جو لکھا ہے وہ اوش پورا ہو کر رہے گا۔ پرنتو، میں تجھے راستہ دکھاؤں گا۔ میرے کہنے پر چلے گا تو کوئی تیرے اوپر انگلی نہیں اٹھا سکے گا۔ میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں بالک، جو جیون تیاگ دیتے ہیں وہ من کا بھید بھی پڑھ لیتے ہیں۔ فاصلے ان کے لیے مٹ جاتے ہیں۔ ان کی آنکھیں دور دور تک دیکھنے کی شکتی پراپت کر لیتی ہیں۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ بھی بائی نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے۔ مجھے یہ بھی خبر ہے بالک کہ ستارا بائی آج اسی انمول اور سندر ہیرے کی بدولت دھن میں نہا رہی ہے، جو اس نے تجھ سے کوڑیوں کے مول خریدا تھا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اب تو ستارا بائی کے کوٹھے پر قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔"

"مہاراج..." نندا نے میرے پیروں کو دباتے ہوئے عقیدت سے کہا۔ "تم سب کچھ دیکھ سکتے ہو، سب جانتے ہو۔ مجھے بتاؤ مہاراج کہ اب میں کیا کروں؟"

"من کو شانت رکھ۔" میں نے اصل مقصد پر آتے ہوئے کہا۔ "میں تیری مٹھی میں ایسا ہیرا ابھی دے سکتا ہوں جس کی چمک دمک سے ستارا بائی کے کوٹھے کی روشنی پھیکی پڑ سکتی ہے اور اس ویشیا کی آنکھیں بھی چندھیا سکتی ہیں لیکن اس سے پہلے میں تیرے ساتھ اس گندے بازار میں بھی چلوں گا۔ مجھے دیکھنا ہے کہ اس کے بدمعاش تجھے سیڑھیوں پر چڑھنے سے کس طرح روکتے ہیں۔"

نندا کا چہرہ میری باتیں سن کر خوشی سے دمک اٹھا۔ اسے پوری طرح شیشے میں اتار لینے کے خاطر میں اسی وقت اس کے ساتھ ہوٹل سے روانہ ہوا اور اس بازار میں پہنچ گیا جہاں جسموں کا کاروبار ہوتا تھا۔ تماش بینوں کی نگاہیں مجھ پر پڑیں تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ ان کے چبھتے ہوئے فقرے میرے کانوں سے ٹکراتے تو میرا خون کھول اٹھتا تھا۔ گشت پر موجود پولیس والے بھی مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے لیکن مجھے ان کی کوئی پروا نہیں تھی۔ میں ہنگاموں کے بیچ سے گزرتا رہا۔ پھر نندا کے اشارے پر ایک دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا، جہاں سے ناچ گانے کی آواز آ رہی تھی۔ راستے میں نندا کے ہم پیشہ دلالوں اور اس کے واقف کاروں نے اسے روکنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اس نے سب کو ٹال دیا تھا۔ میں نے نندا کو تاکید کر دی تھی کہ وہ محض ایک خاموش تماشائی کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہے اور جب تک میں اسے کوئی حکم نہ دوں وہ اپنی زبان بند رکھے۔

نندا نے مجھے جس دروازے کے سامنے رکنے کا اشارہ کیا تھا، وہ ستارا بائی کا کوٹھا تھا۔ دروازے سے بل کھاتی ہوئی سیڑھیاں کوٹھے تک چلی گئی تھیں۔ دروازے کے باہر ایک ہٹا کٹا شخص کھڑا تھا اور کوٹھے پر آنے جانے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر جب میرے چہرے سے ہٹ کر نندا کے چہرے پر پڑی تو اس نے حقارت سے منہ دوسری طرف کر کے تھوک دیا... پھر نندا کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔

"کیا ستارا بائی کا کوٹھا یہی ہے؟" اس نے اسی شخص سے دریافت کیا۔

"جاؤ... اپنا راستہ ناپو سادھو مہاراج! ستارا بائی کے کوٹھے پر تمہارا کیا کام؟" اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

"ہم بھی من رکھتے ہیں مہاشے۔ دو گھڑی بیٹھ کر دل خوش کریں گے اور واپس چلے جائیں گے۔" میں نے بدستور نرمی سے کہا۔

"اور کون کون ہے تمہارے ساتھ؟" اس نے کنکھیوں سے نندا کو گھورتے ہوئے کہا۔ جواب میں میں نے جیون لال اور نندا کی طرف اشارہ کیا تو وہ شخص بگڑے ہوئے تیور سے چھاتی ٹھونک کر بولا۔ "وکرم کے ہوتے ہوئے یہ زینے پر قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔" اس کا اشارہ نندا کی طرف ہی تھا۔

"پجاریوں کے سامنے چھاتی مت ٹھونکو، وکرم۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہم سے چھیڑ چھاڑ کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔"

"ابے جا..." وکرم نے بدمعاشوں کی طرح مجھے دھتکارتے ہوئے کہا۔ "بہت دیکھے ہیں تیرے جیسے ایکا بھگت۔ سیدھی طرح یہاں سے ٹل جا، نہیں تو ایک ہی جھٹکے میں آنتیں باہر نکال دوں گا۔"

"جیون لال۔" میں نے پلٹ کر جیون لال کو مخاطب کیا۔ "اسے اپنے ساتھ لے جا کر کسی گندے گٹر میں پھینک آؤ۔ میں نندا کے ساتھ اوپر جا کر من بہلاتا ہوں۔"

میں نندا کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی جانب بڑھا تو وکرم راستے میں حائل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے جیون لال نے کوئی ایسا منتر پڑھ کر پھونکا کہ وکرم نے جھک کر باری باری میرے اور نندا کے پیروں کو ہاتھ لگایا پھر خاموشی سے ایک طرف چلنے لگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو جیون لال بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ نندا کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔ اسے اپنی قوتِ بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

ستارا بائی کی محفل اس وقت پورے شباب پر تھی۔ مجھے وہاں بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار نظر آئے۔ وہ اس نوخیز رقاصہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے جو ان کے درمیان بجلی کی طرح کوند رہی تھی۔ اندر کہیں تل دھرنے

کی جگہ نہیں تھی۔ ستارا بائی سازندوں کے قریب گلوری منہ میں دبائے، بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ میں دروازے پر کھڑا ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ نندا دو سیڑھیاں پیچھے تھا اس لیے ابھی تک ستارا بائی کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ میں کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر میں نے ایک منتر پڑھ کر اپنے بیروں کو حکم دیا کہ رقص ختم ہوتے محفل برخواست کر دیں اور ہوا بھی ایسے ہی جیسے ہی رقاصہ نے ناچ ختم کیا۔ ایک ایک کر کے سب اٹھ گئے۔ ستارا بائی اور سازندوں کو حیرت تھی کہ یہ سب اچانک کیوں اٹھ گئے؟ محفل سونی ہو گئی تو ستارا بائی کی نظر مجھ پر پڑی۔ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "تم یہاں کیا لینے آئے ہو سادھو مہاراج؟" اس نے نفرت سے پوچھا۔

میں جواب دینے کے بجائے ایک گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ گیا۔ نندا بھی میرے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوا تو ستارا بائی غصے سے پیچ و تاب کھاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ سازندوں کے تیور بھی نندا کو دیکھ کر خراب ہو گئے تھے۔ نوخیز رقاصہ بھی نندا کو خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"تو اوپر کیسے آ گیا؟" ستارا بائی نے نندا کو ایک جانی پہچانی گالی دیتے ہوئے کہا۔ "کیا تیرے دن پورے ہو گئے ہیں؟"

"یہ میرے ساتھ آیا ہے ستارا بائی۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "کیا تم دو گھڑی ہمارا من بہلانے کا بندوبست نہیں کرو گی؟"

"تم دونوں کو بہلانے کا بندوبست تو میں ابھی کرتی ہوں۔" ستارا بائی پیچ و تاب کھا کر بولی۔ سازندے بھی صورت و شکل کے اعتبار سے بدمعاش نظر آتے تھے، جو تیوریوں پر بل ڈال کر اٹھ کھڑے ہوئے تو ستارا بائی نے نوخیز رقاصہ سے کہا۔ "چندا رانی، تو اندر چلی جا۔"

رقاصہ اٹھ کر جانے لگی تو میں نے اسے روکتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔ "چندا رانی! اگر مکتی چاہتی ہے تو رک جا۔ دو گھڑی ناچ گا کر ہمارا من بہلا دے۔ ہم تجھے دعا دے کر واپس چلے جائیں گے۔ پرنتو، اگر تو نے پجاریوں کا دل توڑنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا۔"

"بنے خاں۔" ستارا بائی نے چیخ کر ایک سازندے سے کہا۔ "کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے۔ لگا دے ان دونوں حرامیوں کو ٹھکانے۔ بعد میں جو ہوگا وہ میں نمٹ لوں گی۔"

بنے خاں نامی سازندہ جو شکل ہی سے چھٹا ہوا بدمعاش نظر آ رہا تھا۔ آستینیں چڑھاتا ہوا میری طرف بڑھا تو نندا نے بھی اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے ہاتھ تھام کر روک دیا۔ ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو بنے خاں تیورا کر فرش پر گرا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ دوسرے سازندوں کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ میں نے ستارا بائی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "ستارا بائی! پجاریوں سے جھگڑا مول لے کر تم سکھی نہیں رہو گی۔ چندا رانی سے کہو کہ وہ کچھ دیر ہماری دلجوئی کرے اور ہاں، آئندہ نندا کے ساتھ تمہارا سلوک بھی دوستانہ ہونا چاہیے۔"

ستارا بائی کے چہرے پر بھی گھبراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ بنے خاں بدستور فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے اس کی روح اور جسم کا رشتہ ٹوٹنے والا ہو۔ ستارا بائی نے ایک بار سہمی ہوئی نظروں سے بنے خاں کو گھورا... پھر چندا رانی کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن چندا رانی حقارت سے ہمیں گھورتی ہوئی بولی۔ "میں مر جاؤں گی لیکن ان بھکاریوں کے سامنے نہیں ناچوں گی۔"

"بڑا گھمنڈ ہے تمہیں اپنے سندر شریر پر کیوں چندا رانی؟" میں نے براہِ راست رقاصہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"ہاں..." وہ غرور سے بولی۔ "میں تم جیسے ٹکڑ گدوں کی صورت پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

چندا رانی بڑھ چڑھ کر بول رہی تھی۔ اس کی جوانی واقعی ایسی تھی جسے سراہا جاتا۔ اس کے ناز نخرے اٹھائے جاتے۔ کوئی اور موقع ہوتا تو شاید میں اس کی دلجوئی کی کوشش کرتا، اسے پیار سے مناتا لیکن نندا کی موجودگی میں مجھے چندا رانی کا لہجہ پسند نہیں آیا۔ یوں بھی حالات کے پیشِ نظر اپنی منزل سر کیے بغیر میں کہیں ستانا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نندا نے بھی میری پیروی کی تھی۔ دوسرے سازندے اپنی اپنی جگہ خاموش کھڑے ہمیں خوف زدہ نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ ستارا بائی کی حالت بھی غیر نظر آتی تھی لیکن چندا کی نگاہوں میں ہمارے لیے حقارت ہی حقارت تھی۔ میں نے اسے نفرت سے دیکھا پھر ستارا بائی کو مخاطب کیا۔ "میں جا رہا ہوں، ستارا بائی تم نے ہم پجاریوں کا اپمان کر کے اچھا نہیں کیا لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں کسی وقت میری ضرورت پیش آ جائے، نندا میرا سیوک ہے۔ ضرورت پڑے تو اس سے میرا پتہ پوچھ لینا۔"

اس سے پیشتر کہ ستارا بائی کوئی جواب دیتی، میں نے ایک منتر پڑھ کر چندا کی طرف پھونکا اور سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آ گیا۔ نندا میرے ساتھ ساتھ تھا۔ سڑک پر آ کر میں نے اسے تاکید کی کہ وہ کسی سے الجھنے کی کوشش نہ کرے اور جیون لال واپس آئے تو اسے ہوٹل بھیج دے۔ اس کے بعد میں نے اسی بازار سے ایک سواری پکڑی اور ہوٹل کی طرف چل دیا۔

میں ہوٹل پہنچ گیا تو ایک گھنٹے بعد جیون لال بھی واپس آ گیا۔ میں نے اس سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی کہ اس نے وکرم کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

دوسری صبح جو واقعہ پیش آیا وہ میرے لیے غیر متوقع نہیں تھا۔ میں ناشتے سے فارغ ہو کر بیٹھا ہی تھا کہ نندا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک برقعہ پوش عورت بھی تھی۔ نندا کے چہرے پر جو فتحمندانہ سرخی جھلک رہی تھی، میں اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ برقع پوش عورت ستارا بائی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ برقع پوش عورت نے

میرے قریب آکر نقاب ہٹاتے ہوئے گڑگڑانا شروع کر دیا۔ وہ ستارا بائی تھی۔ "مہاراج! مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی کی تھی۔ جب تک تم معاف نہیں کرو گے میں تمہارے چرن نہیں چھوڑوں گی۔ میں منتی کرتی ہوں، مہاراج!"

"بہت بیاکل (پریشان) نظر آ رہی ہو ستارا بائی۔" میں نے حقارت سے پوچھا "کیا ہوا، کوئی بپتا آن پڑی ہے کیا؟"

"مجھے اتنی کڑی سزا مت دو، مہاراج!" وہ میرے قدموں پر سر رکھ کر بولی... پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی "چندا ابھی کمسن ہے۔ اسے اتنی کڑی سزا نہ دو۔ وہی ہمارا سب کچھ ہے مہاراج۔ ہم سے جو بھول ہو گئی ہے، ہم اس کی معافی مانگتے ہیں۔"

"کیا ہوا چندا رانی کو؟" میں نے زہریلے لہجے میں پوچھا "کیا وہ ابھی تک ہم بھکاریوں سے روٹھی ہوئی ہے؟"

"رات تمہارے جانے کے بعد سے اس کی آواز بند ہو گئی ہے۔" ستارا بائی گڑگڑاتی رہی "صبح سے وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہونے کے قابل بھی نہیں رہی۔ بھگوان کے لیے، مہاراج ہمارا قصور معاف کر دو۔"

"نندا کے بارے میں اب تمہارے کیا وچار ہیں؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

ستارا بائی جلدی سے ہاتھ جوڑ کر بولی "یہ آج سے میرے کاروبار میں برابر کا شریک ہوگا۔ میں وچن دیتی ہوں مہاراج اب وہی ہوگا جو تم کہو گے۔"

"اسے میرے کہنے پر شما کر دو، مہاراج۔" نندا نے پہلی بار ستارا بائی کی سفارش کی "اس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے، وہی بہت ہے۔"

"تو میرا سیوک ہے نندا۔ تو کہتا ہے تو میں اسے معاف کیے دیتا ہوں۔" میں نے فراغ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا... پھر ستارا بائی کو مخاطب کر کے بولا "میں نے چندا کو جو سزا دی تھی، وہ بھی واپس لے لیتا ہوں۔"

"تمہاری بڑی کرپا، مہاراج۔ ہم سارا جیون تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔" ستارا بائی کے چہرے پر زندگی کے آثار پھیل گئے۔

"ستارا بائی۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا "ہم پجاری لوگ کسی کا نقصان نہیں چاہتے۔ اگر تو نے سچے دل سے نندا کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیا ہے تو میں تجھے ایک اور ور دان کروں گا۔"

"میں سمجھی نہیں، مہاراج۔" ستارا بائی نے میری بات سن کر چونکتے ہوئے کہا۔

مجھے فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا چنانچہ میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا "جو ور مجھے ملنے والا ہے وہ چندا سے زیادہ انمول اور سندر ہے۔ جو دھرم سے منہ موڑ کر غلطیاں کرتے ہیں انہیں اپنے کیے کی سزا بھی بھگتنا پڑتی ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی مرضی پوری ہو کر رہتی ہے۔ ہم پجاری ہیں۔ ہمیں آکاش سے جو سندیش ملتا ہے، اسے پورا کرنا ہمارا دھرم ہے۔" میں نے مختصراً کہا "اتنا دھیان رہے کہ اس کنیا (لڑکی) کو تمہیں کڑی نگرانی میں رکھنا ہوگا۔ اگر وہ تمہارے جال سے نکل گئی تو پھر دیوتا تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ تمہارا جیون نشٹ ہو جائے گا... پھر تمہاری سہائتا کرنا پنڈت، پجاری کے بس کا روگ نہیں ہوگا۔"

"ہم ویسا ہی کریں گے، مہاراج جیسا تم کہو گے۔" ستارا بائی اور نندا نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔

"اب تم جا سکتی ہو ستارا بائی۔ تمہارے گھر پہنچنے تک چندا ٹھیک ہو چکی ہوگی پرنتو، آئندہ خیال رکھنا۔ پجاریوں کا من توڑنا اچھا نہیں ہوتا۔ ہم منش سے کچھ مانگنے کے بجائے اسے کچھ دان ہی کر دیتے ہیں۔"

"اب ایسا کبھی نہیں ہوگا، مہاراج۔" ستارا بائی نے عقیدت سے جواب دیا... پھر میرے قدم چومتی ہوئی واپسی کے لیے اٹھ گئی۔ میں نے نندا کو جاتے وقت شام کو دوبارہ ملنے کا حکم دیا اور آنکھیں بند کر کے آنے والے حالات پر غور کرنے لگا۔ جیون لال نے میری گفتگو کے دوران ایک بار بھی زبان کھولنے کی جسارت نہیں کی تھی۔ کسی سچے خدمت گزار کی طرح گردن جھکائے کھڑا رہا تھا۔

اسی رات میں جیون لال اور نندا کے ساتھ انسپکٹر رحمان کے مکان پر پہنچ گیا۔ نندا نے ایک گاڑی کا بندوبست کر لیا تھا۔ میں ذاتی طور پر اس کام میں کسی چوتھے آدمی کی موجودگی پسند نہیں کر رہا تھا لیکن نندا نے مجھے یقین دلا دیا کہ گاڑی کا ڈرائیور اس کے اعتماد کا آدمی ہے اور ایسے معاملوں میں اکثر نندا کا ساتھ دے چکا ہے۔ میں نے مجبوراً اجازت دے دی۔ اس وقت رات کے سوا بارہ بجے تھے۔ اتنی رات گئے انسپکٹر رحمان کی بہن کو اغوا کر کے پیدل کہیں لے جانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اپنے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت میں نے نندا کی گاڑی کو انسپکٹر رحمان کی رہائش سے کچھ دور ایک ایسی موڑ پر رکوایا تھا۔ جہاں سے اس کا مکان نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ نندا کو اگر اس کا علم ہو گیا کہ اغوا کی جانے والی لڑکی کسی پولیس انسپکٹر کی بہن ہے تو شاید وہ خوف زدہ ہو کر میرے کام آنے سے انکار کر دیتا۔ میں اسے اپنے منتر کے ذریعے بھی اپنے اشاروں پر چلا سکتا تھا لیکن میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ فی الحال نندا کو مکان سے دور ہی رکھا جائے۔ مزید احتیاط کی خاطر میں نے گاڑی سے اترنے کے بعد جیون لال کو نندا کے پاس چھوڑا اور خود اپنی منزل مقصود کی جانب بڑھ گیا۔

انسپکٹر رحمان کے مکان کے صدر دروازے پر پہنچ کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا۔ دُور دُور تک سناٹے کا راج تھا۔ میں نے بے دھڑک آگے بڑھ کر دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ تین چار بار دستک

دینے کے بعد میں چند لمحوں کے لیے رک کر دوسری جانب سے کسی آہٹ کا انتظار کرنے لگا۔ اسی لمحے خوشبو کا وہی مانوس جھونکا میرے ناک سے ٹکرایا۔ جو رابرٹ جم کی روح کا پتہ دیتا تھا۔

"تم..." میں نے سرگوشی کی "یہاں کیوں آئے ہو؟"

"امجد علی! یہ تمہاری زندگی کے سب سے قیمتی لمحات ہیں۔ ان کی قدر کرو۔" رابرٹ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اگر یہ وقت بھی گزر گیا تو پھر سوائے پچھتاووں کے تمہارے پاس اور کچھ نہ ہوگا۔"

"اس سلسلے میں، میں تمہیں اپنے فیصلے سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں مسٹر رابرٹ۔" میں نے تیزی سے جواب دیا "تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"ضد مت کرو میرے دوست! میں زیادہ دیر یہاں نہ رک سکوں گا۔ میری درخواست ہے کہ تم الٹے قدموں واپس اپنے ہوٹل چلے جاؤ ورنہ تم نے اب تک جو کچھ جمع کیا ہے وہ سب لٹ جائے گا۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کون لٹتا ہے اور کون برباد ہوتا ہے اس کا اندازہ تمہیں بعد میں ہوگا میرے دوست۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "جہاں تک تمہارا تعلق ہے۔ میں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ راحیلہ کا انتقام پورا ہو جانے کے بعد میں تمہارے دشمنوں سے بھی تمہاری خواہش کے عین مطابق بھرپور اور ہولناک بدلہ لوں گا۔"

"امجد علی! اب بھی وقت کی ڈور تمہارے ہاتھ میں ہے۔" البرٹ کے لہجے میں گھبراہٹ تھی "انسپکٹر رحمان کی بہن دستک سن کر جاگ چکی ہے۔ میں منت کرتا ہوں، امجد علی۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول کر تمہارے سامنے آئے، یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے مسٹر رابرٹ کہ میرا شکار خود چل کر قریب آنے والا ہے۔ تمہاری اطلاع کا بے حد شکریہ۔"

"پاگل مت بنو، امجد علی۔" رابرٹ کا لہجہ کسی انجانے خوف سے کانپ رہا تھا "تم نہیں جانتے کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ اگر اب بھی تم نے میرا کہا نہ مانا تو خود شکار ہو جاؤ گے۔ بھاگ جاؤ امجد علی... بھاگ جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ میں روح کی باتوں کا کوئی جواب دیتا، خوشبو تیزی سے زائل ہو گئی۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر آہٹ لی۔ کوئی قریب آ رہا تھا۔ میں پوری طرح محتاط ہو گیا۔ میرے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ میں نے ایک ایسے منتر کا جاپ شروع کر دیا جو قوتِ گویائی سلب کر دینے کے لیے بے حد موثر تھا۔

قدموں کی چاپ دروازے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ میں نے جلدی سے منتر مکمل کر کے پھونک ماری۔ چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا۔ اندھیرے میں ایک حسین صورت اور نوجوان جسم میرے سامنے آ گیا۔ روح نے مجھے بتا دیا تھی کہ دستک سن کر کون اٹھا تھا۔

میں نے عقاب کی طرح جھپٹ کر اس کی کلائی تھامی اور ایک ہی جھٹکے میں کھینچ کر اسے باہر نکال لیا۔ میرے منتر نے اس کی آواز بند کر رکھی تھی۔ اس نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کے لیے تڑپنا شروع کر دیا لیکن میرا شکنجہ اتنا کمزور نہیں تھا۔ میرے دل میں انتقام کے شعلے شدت سے بھڑکنے لگے۔ میں نے سوچا۔ اسی طرح وحشیوں نے راحیلہ کو بھی بے بس کیا ہوگا۔ اس کے تڑپنے پر قہقہے بلند کیے ہوں گے۔ اس کی بے بسی پر مسکرائے ہوں گے... میری آتشِ انتقام اور بھڑک اٹھی۔ میں نے پوری قوت سے اس کی نازک کلائی موڑ کر جھٹکا دیا تو وہ لڑکھڑا کر سڑک پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی غزالی آنکھوں میں موت کے خوفناک سائے لرز رہے تھے۔ وہ خود کو بچانے کے لیے تیزی سے اٹھی لیکن میں نے لپک کر اسے اپنے آہنی ہاتھوں کے حصار میں لے لیا۔ پھر برق رفتاری سے اپنے بازو میں سمیٹ کر کسی کھلونے کی مانند اپنی گود میں اٹھا لیا اور تیزی سے اس جانب بڑھا جدھر میرے ساتھی موجود تھے مگر ابھی میں چند قدم ہی بڑھا تھا کہ کوئی ٹھوس شے میرے قدموں کے درمیان اس طرح آئی کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑا کر سڑک پر گر پڑا۔ انسپکٹر رحمان کی بہن میرے نیچے دب کر کسی مچھلی کی طرح تڑپی تھی۔ اگر اس کی آواز بند نہ ہوتی تو یقیناً اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ ضرور بلند ہوئی ہوتی۔

میں نے خود کو سنبھالنے کے لیے جلدی سے اپنا بوجھ دوسری طرف گرایا پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میرے قریب ہی چند قدم کے فاصلے پر وہی بوڑھا پاگل کھڑا مجھے گھور رہا تھا جو پہلے بھی دو تین موقعوں پر مجھے اپنی حماقتوں سے غصہ دلا چکا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک آڑی ترچھی لکڑی بھی موجود تھی۔ غالباً اس پاگل نے وہی لکڑی میری ٹانگوں کے درمیان پھنسا دی تھی اور میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا۔

غصے اور انتقام کے ملے جلے جذبات نے جیسے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ میری آنکھوں سے حقارت کی چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ میں انسپکٹر رحمان کی بہن کو وقتی طور پر فراموش کر کے اس دیوانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

دیوانے کی جسارت نے مجھے آگ بگولا کر دیا۔
وقتی طور پر میں نے انسپکٹر رحمان کی خوب صورت اور نوجوان بہن کو نظر انداز کر دیا۔ غصے کی شدت نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ میں سب کچھ بھول کر بوڑھے کو گھورنے لگا جو بدستور میرے سامنے کھڑا مجھے عجیب انداز سے گھور رہا تھا۔ انسپکٹر رحمان کی بہن کو کوٹھے تک پہنچا کر میں، راحیلہ کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ مجھے اپنے مقصد میں خلاف توقع آسانی سے کامیابی نصیب ہو چکی تھی۔ رنڈا کی کار سامنے والے موڑ پر موجود تھی۔ انسپکٹر رحمان کی بہن کو شناخت کرنا ایک دشوار مسئلہ تھا جسے رابرٹ کی روح نے حل کر دیا تھا لیکن عین اس وقت جب میں اس کی زبان بند کر کے اسے ہاتھوں پر اٹھائے گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا، بوڑھے نے اپنی آڑی ترچھی لکڑی میرے پیروں کے درمیان پھنسا کر مجھے اوندھے منہ پختہ سڑک پر گرا دیا تھا۔ اگر انسپکٹر رحمان کی بہن کا گداز جسم میرے ہاتھوں پہ نہ ہوتا تو میرا چہرہ یقیناً لہولہان ہو جاتا۔

بوڑھا جس انداز میں مجھے دیدے نچا نچا کر دیکھ رہا تھا، اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے خائف نہیں ہے۔ شاید اس نے میری قوت کا اندازہ لگانے میں حماقت کی تھی۔ اسے غالباً معلوم نہیں تھا کہ میری آنکھوں کی ایک جنبش اس کے وجود کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر سکتی تھی۔ میں پہلے دو موقعوں پر اس دیوانے کو طرح دے گیا تھا لیکن اس وقت میں نے طے کر لیا تھا کہ اسے عبرت ناک انجام سے دوچار کر دوں گا۔ عام حالات میں شاید میں اس کو پاگل سمجھ کر معاف کر دیتا۔ یوں بھی میرے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی مگر اس وقت اس نے میرے راستے میں حائل ہو کر میرے غیض و غضب کو للکارنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے ایک ہولناک منتر کا جاپ شروع کر دیا۔ بوڑھا بدستور مجھے گھور رہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں اپنا جاپ مکمل کر کے اس کے ناتواں وجود کو خاکستر کرتا وہ سرد لہجے میں بول پڑا۔

"امجد علی... خیریت چاہتا ہے تو اپنی زبان روک لے۔"

بوڑھے کی زبان سے خلاف توقع اپنا اصل نام سن کر میں چونک پڑا۔ میں نے منتر کا ادھورا چھوڑ دیا اور بوڑھے کو قہر آلود نظروں سے گھورنے لگا۔ میرے خیالات نے کروٹ بدلی۔ معاً میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ بوڑھا مجھے بہت عرصے سے جانتا ہے۔ غالباً وہ پولیس کا کوئی جاسوس تھا، جو رشی پور میں میرے داخلے کے بعد سے سائے کی طرح میرا تعاقب کر رہا تھا۔ مجھے یاد آ گیا۔ جب میں نے منوہر داس کی ایما پر اپنا پہلا جاپ مکمل کیا تھا تو اس وقت بھی وہ اچانک میرے سامنے نمودار ہوا تھا... پھر وہاں تباہی مچنے کے بعد روپوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بھی وہ ایک دو موقعوں پر اچانک میرے سامنے آیا تھا۔ یقیناً میرا خیال درست تھا۔ وہ میرا تعاقب کرتے ہوئے غالباً رشی پور کے مندروں کے کالے کاروبار کا کھوج لگانا چاہتا تھا۔

مجھے اپنی آنکھوں میں خون کی حدت محسوس ہونے لگی۔ بوڑھے کا

وجود میرے لیے تباہی کا سبب بن سکتا تھا۔ اس نے میرے بارے میں یقیناً بہت ساری معلومات اکٹھا کر رکھی ہوں گی۔ رشی پور میں دھرم کی آڑ میں جو کچھ ہو رہا تھا اس کی تہہ تک پہنچنے کے بعد اس کی زبان میرے بارے میں کھل سکتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس طرح میرے کئی جرم بے نقاب ہو سکتے ہیں۔ میں غضبناک انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے گھورتا رہا۔ پھر مجھے اس کی حماقت پر ہنسی آ گئی۔ بوڑھے نے میرے ماضی کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر لیا ہو گا لیکن اس کے باوجود غالباً اسے میری پراسرار قوتوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اگر اسے میری شکتیوں کا علم ہوتا تو شاید وہ یوں میرے سامنے کھڑا رہنے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔

"کون ہو تم؟" میں نے اسے سرد لہجے میں مخاطب کیا۔ "میرے نام کے علاوہ میرے بارے میں اور کیا کچھ جانتے ہو؟"

"تیرے بارے میں..." بوڑھا حقارت سے بولا۔ "تیرے بارے میں میں سب کچھ جانتا ہوں، بدبخت۔"

"پولیس کے لیے کام کر رہے ہو... کیوں؟" میں نے مضحکہ اڑاتے ہوئے دریافت کیا۔

"مجھ سے کیوں پوچھ رہا ہے۔ اپنی ناپاک قوتوں کو آواز دے۔ ان سے پوچھ لے میرے بارے میں۔"

"کھاگ ہونے کے ساتھ ساتھ تجربے کار بھی معلوم ہوتے ہو۔" میں مسکرایا۔ "تمہاری جگہ کوئی ناتجربہ کار ہوتا تو میرے مقابلے پر اس طرح تن کر نہ جما رہتا... لیکن یقین رکھو کہ اس بار میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے، آواز کیوں نہیں دیتا اپنی شیطانی طاقتوں کو۔" بوڑھا گرج کر بولا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے میرے بارے میں کیا کیا باتیں معلوم کی ہیں۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔ "جب موت تمہارا مقدر بن چکی ہے تو زبان بند رکھنے سے فائدہ؟ جو کچھ تمہارے اندر دفن ہے اسے اگل ڈالو۔ ذہن کا بوجھ مرنے سے قبل ہلکا ہو جانے تو روح پرسکون ہو جاتی ہے اور جسم بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔"

بوڑھے نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش کھڑا مجھے گھورتا رہا۔ اندھیرے کے باوجود میں دیکھ رہا تھا کہ وہ سرتاپا لرز رہا ہے۔ شاید موت کے تصور نے اسے بہت زیادہ خوف زدہ کر دیا تھا۔ ہاتھ میں دبی ہوئی لکڑی پر اس کی گرفت بار بار پھسل رہی تھی۔

"موت کا تصور بہت بھیانک ہوتا ہے لیکن اگر تم سچے دل سے وعدہ کر لو کہ پھر میرے تعاقب کی حماقت نہیں کرو گے اور میرے بارے میں جو کچھ جانتے ہو مجھے بتا دو گے تو میں تمہارے بارے میں رعایت کے لیے غور کر سکتا ہوں۔"

"تو... اور میرے ساتھ رعایت برتے گا۔" بوڑھا کپکپاتی آواز میں بولا۔ "میاں... اور اس کے لیے تمہیں مجھ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگنی پڑے گی۔"

"چلا جا۔" بوڑھے نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دھتکارتے ہوئے کہا۔ "میں کہتا ہوں میرے سامنے سے دور ہو جا نہیں تو پچھتائے گا۔"

"خوب..." میں بے اختیار ہنس دیا۔ "گویا تم میرے ساتھ وہی داؤ چل رہے ہو جو میں اختیار کر رہا ہوں۔ دلچسپ آدمی ہو۔"

"وقت کی قدر کر، بدبخت۔" وہ بدستور غصے سے بولا۔ "اس معصوم لڑکی کا خیال ترک کر کے اپنی منحوس صورت میرے سامنے سے ہٹا لے۔"

"اوہ... سمجھا۔" میں نے قدرے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے غالباً انسپکٹر رحمان کی بہن کو بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگائی ہے۔"

"بحث مت کر، بدنصیب۔ میں کہتا ہوں میرے سامنے سے دور ہو جا۔" بوڑھا سرتاپا لرز رہا تھا۔ "جس نے تیرے ساتھ برا کیا ہے جا کر ان کے ساتھ سر پھوڑ۔ بدبخت کسی معصوم اور بے گناہ کو کیوں برباد کرنا چاہتا ہے؟"

"گھبراؤ نہیں بوڑھے سراغ رساں۔ میں انسپکٹر رحمان کی بہن کی بربادی سے پہلے تمہارے دل کی دھڑکنوں کو ہمیشہ کے لیے بند کر دوں گا۔" میں نے اس بار کرخت لہجہ اختیار کر لیا۔ "دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس انتقامی کارروائی سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

"مردود! تو کفر بک رہا ہے۔ اب بھی وقت ہے، سیدھی راہ اختیار کر لے۔ توبہ کے دروازے بند ہو گئے تو ایک طویل عرصے تک بے چین رہے گا۔"

"بکواس بند کر بوڑھے اور مرنے کے لیے تیار ہو جا۔" میں نے حقارت سے کہا اور اسی ہولناک جاپ کا منتر شروع کر دیا۔

"میں کہتا ہوں ہوش میں آ جا، امجد علی۔" بوڑھا غضبناک لہجے میں بولا۔ "کیوں میرے جلال کو للکار رہا ہے۔ تباہی تیرا مقدر بن گئی تو سیدھے راستے کو تلاش کرتے کرتے تیری عمر بیت جائے گی۔"

میں نے بوڑھے کی باتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ میرے دل میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ میں اس دیوانے کو اپنے راستے سے ہٹانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ میں نے جاپ مکمل کر کے اشارہ کیا تو شعلے بھڑک کر اس کی سمت لپکے لیکن بوڑھے کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ مجھے پہلی بار مایوسی کا سامنا ہوا تو میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے یکے بعد دیگرے تمام منتروں کو آزما ڈالا۔ کبھی آسمان سے دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش ہوئی، کبھی زمین سے زہریلے ناگ نمودار ہو کر دیوانے کی جانب لپکے لیکن وہ بدستور محفوظ رہا اور اپنی جگہ کھڑا مجھے قہر آلود آنکھوں سے گھورتا رہا۔ میں ایک حملے کی ناکامی سے تلملا کر زیادہ شد و مد سے دوسرا حملہ کرتا لیکن ہر بار مجھے مایوسی ہوتی۔ تقریباً نصف گھنٹے تک میں اس پر خوفناک حملے کرتا رہا پھر پسینے میں شرابور ہو کر

ہانپنے لگا تو بوڑھا انتہائی سرد لہجے میں بولا۔

"اتنی جلدی ہانپنے لگا، بدبخت سنا پاک قوتوں پہ بس اتنا ہی گھمنڈ تھا تجھے ... مردود! دو چار منتر جنتر اور یاد ہوں تو انہیں بھی آزما ڈال۔ پھر میری باری آئے گی۔"

بوڑھے کی سرد آواز مجھے میرا وجود جھنجھوڑتے ہوئے محسوس ہوئی۔ میں نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن زبان نے میرا ساتھ نہ دیا۔ مجھے اپنی ناکامی پر حیرت ہو رہی تھی۔ میں نے لچھمن داس جیسے خطرناک پجاری سے بھی مقابلہ کرتے وقت خود کو اتنا بے بس اور کمزور نہیں محسوس کیا تھا جتنا اس وقت ایک بوڑھے کے مقابلے میں محسوس کر رہا تھا اور پھر...

معاً میرے ذہن میں رابرٹ کی روح کا تصور ابھر آیا۔ اس نے مجھے انسپکٹر رحمان کی بہن کو اغوا کرنے سے متعدد بار روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے ضد نہ چھوڑی تو میرا سب کچھ برباد ہو جائے گا۔ ڈھکے چھپے لفظوں میں اس نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر میں نے ارادہ تبدیل نہ کیا تو کوئی پراسرار قوت میری تمام شکتیاں مجھ سے چھین لے گی۔ میں نے خوف زدہ نگاہوں سے بوڑھے کی طرف دیکھا۔ غالباً رابرٹ کا اشارہ اسی بوڑھے کی طرف تھا، جو مجھ سے زیادہ قوتوں کا مالک ثابت ہوا تھا۔ رابرٹ نے کہا تھا کہ اگر بندشیں عاید نہ ہوتیں تو وہ مجھے آنے والے خطرے کی نوعیت سے آگاہ کر دیتا لیکن وہ مجبور تھا۔ اس وقت بھی جب میں نے انسپکٹر رحمان کے دروازے پر دستک دی تھی۔ روح نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں زندگی کے ان سب سے قیمتی لمحات کی قدر کروں اور وقت برباد کرنے کے بجائے وہاں سے ہٹ جاؤں لیکن میں نے رابرٹ کی ہر بات کو ٹھکرا دیا تھا... اور اب میں بے بسی کے عالم میں کھڑا اس بوڑھے کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا، جس کے وجود کو کچھ دیر پہلے تک میں بے حد حقیر اور کمزور سمجھ رہا تھا۔

"کیوں... چپ کیوں کھڑا ہے۔" بوڑھا غصیلے انداز میں بولا۔ "محدود سے اجیت کمار مہاراج بن کر تو اپنی اوقات بھول گیا تھا۔ ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ کافر... اندھا ہو گیا تھا، بدبخت۔"

میں بدستور چپ کھڑا رہا۔ میری زبان جیسے گنگ ہو گئی تھی۔ مجھے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ کوئی پراسرار اور نادیدہ قوت جیسے اندر ہی اندر میرے وجود کو کھوکھلا کر رہی تھی۔ میرا دم گھٹنے لگا۔ میں نے زور زور سے سانس لینی شروع کر دی۔ بوڑھے کی گرجدار آواز بدستور میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"پتھروں پر ناز کر رہا تھا۔ استنجے کا ڈھیلا جس نے پیدا کیا، اسے بھول گیا اور جنتر منتر یاد کرنے لگا۔"

"جج... جی... وان... لل... لا... ل۔" میں نے گھبرا کر اپنی مدد کے لیے جیون لال کو پکارنا چاہا لیکن میری آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ میں نے راہِ فرار اختیار کرنے کا فیصلہ کیا لیکن شاید وہ میرا ارادہ بھانپ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی آڑی ترچھی لکڑی فضا میں بلند کی اور اسے گھما کر میری طرف پھینکا۔ میں نے خود کو بچانا چاہا لیکن بچ نہ سکا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ لکڑی کی ضرب نے مجھے سڑک پر گرا کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے پر مجبور کر دیا۔ میں نہ جانے کتنی دیر تک زندگی اور موت کی کش مکش سے دوچار رہا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میرا ذہن کب تاریکیوں میں ڈوبا اور کب ہوش نے حواس کا ساتھ چھوڑا مجھے یہ بھی یاد نہیں۔

دوسری بار ذہن بیدار ہوا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ میں انسپکٹر رحمان کی رہائش گاہ کے سامنے پختہ سڑک پر بے ہوش ہوا تھا لیکن اس وقت میں ایک خوب صورت اور آراستہ کمرے میں ایک مسہری پر دراز تھا۔ کمرے کا ساز و سامان اور اس کی آرائش بتا رہی تھی کہ صاحبِ جائداد اعلیٰ ذوق کا مالک ہے۔ میں چند ثانیے تک بستر پر پڑا ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ مجھے گزری ہوئی باتیں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔ میں نے اپنے جسم کو ٹٹولا۔ وہاں کسی زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میں آہستہ سے اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں صرف ایک ہی دروازہ تھا، جو بند نظر آ رہا تھا۔ نہ جانے مجھے اس کمرے تک کون اٹھا لایا تھا۔ میرے ذہن میں جیون لال اور رتندا کا خیال آیا۔ یقیناً ان دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہوگا۔ مجھے واپسی میں دیر ہوئی ہوگی تو وہ مجھے دیکھنے کے لیے نکلے ہوں گے پھر مجھے سڑک پر بے ہوش دیکھ کر وہ مجھے اس کمرے تک لے آئے ہوں گے۔

میں بستر سے اتر کر فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین پر ٹہلنے لگا۔ مجھے خوب یاد تھا کہ بوڑھے کی لکڑی جسم سے مس ہوتے ہی مجھ پر کرب اور اذیت کا شدید حملہ ہوا تھا مگر اس وقت مجھے کسی درد، کسی تکلیف کا کوئی احساس نہیں تھا۔ شاید جیون لال نے اپنی قوتوں کی مدد سے مجھے ٹھیک کر دیا تھا۔

میں کچھ دیر تک ٹہلتا رہا پھر یک لخت مجھے اپنی پراسرار قوتوں کا خیال آیا تو میری دھڑکن تیز ہو گئی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ایک منتر پڑھنا شروع کیا لیکن اس کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ کچھ دیر بعد میں نے دوسرا منتر آزمایا لیکن منتروں کے بیروں نے میرے اشاروں پر عمل نہیں کیا۔ میری پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ مجھے ایک بار پھر اپنی بے بسی کا احساس ہوا۔ روح نے جو کچھ کہا تھا وہ درست ثابت ہوا تھا۔ بوڑھے کی ایک ہی ضرب نے میری تمام قوتوں کو ختم کر دیا تھا۔ میری جھولی خالی رہ گئی تھی۔ میں نے جن طاقتوں کو برسوں میں حاصل کیا تھا، وہ لمحوں میں مجھ سے چھن گئی تھیں۔ انتقام کی آگ نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میں نے رابرٹ کی باتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ بوڑھے نے بھی جلالی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے مجھے اپنی نگاہوں سے دور چلے جانے

کو کہا تھا... مگر بدنصیبی میرا مقدر بن چکی تھی۔ میں اس کے مقابلے کے درپے رہا۔ وہ ضرور کوئی اللہ کا برگزیدہ بندہ تھا، کوئی بزرگ تھا، مجذوب تھا، جسے میں دیوانہ اور پاگل سمجھتا تھا لیکن... اب ان باتوں پر کفِ افسوس ملنا بے کار تھا۔ جو ہونا تھا، ہو چکا تھا۔ گزرے ہوئے لمحات اور کمان سے چھوٹا ہوا تیر واپس نہیں آ سکتے تھے۔

میں نے اپنے ذہن سے تمام پریشان خیالات جھٹک دیئے۔ یہ جاننے کے لیے کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور مجھے یہاں تک کون لایا ہے میں نے دروازے کی طرف قدم اٹھائے لیکن ابھی میں دروازے تک پہنچ بھی نہیں سکا تھا کہ کواڑ تیزی سے کھلے۔ اپنے سامنے لچھمن داس کو دیکھا تو میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ میں اس وقت دوستوں میں نہیں بلکہ دشمنوں میں تھا۔

"اوہ... آ مجھے اپنے پیروں پر کھڑے دیکھ کر لچھمن داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مہاراج ہوش میں آ گئے۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا جس میں خنجر کی سی کاٹ تھی۔

"مجھے یہاں کون لایا ہے؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے دریافت کیا۔ "یہ کس کا مکان ہے؟"

"دھیرج سے کام لو اجیت کمار مہاراج!" وہ زہریلے انداز میں بولا۔ "چین سے بھوجن کرو دیو! سیرے ہوتے تمہیں کس بات کی چنتا ہے۔"

"جیون لال کہاں ہے؟" میں نے ٹھوس لہجے میں پوچھا۔ میں کم از کم پجاری لچھمن داس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میری شکتیاں چھن چکی ہیں۔ یوں بھی میں اسے اپنا دشمن سمجھتا تھا اور دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنا میری مردانگی کے خلاف تھا۔

"مجھے بھی اپنا سیوک ہی سمجھو مہاراج!" لچھمن داس نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "جیون لال کی کیا ضرورت آ پڑی ہے؟"

"یہ شاید تمہارا مکان ہے کیوں، لچھمن داس؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اب تم یہاں آ گئے ہو مہاراج، تو اسے بھی اپنا ہی گھر سمجھو۔" لچھمن داس بدستور طنزیہ لہجے میں بولا۔ "کچھ بھوجن پانی لاؤں مہاراج؟"

"لچھمن داس۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "شاید تم بھول رہے ہو کہ ایک بار میں کرتوال کے احاطے میں تمہیں شما کر چکا ہوں۔"

"مجھے یاد ہے، مہاراج!" لچھمی داس یک لخت پینترا بدل کر بولا۔ "پرنتو، مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے تم سے کیا کہا تھا... میں نے کہا تھا کہ ایک بار رشی پور جا کر منوہر داس سے مل لوں پھر تم سے دوبارہ پنجہ لڑاؤں گا۔"

"مل آئے منوہر داس سے؟" میں نے حقارت سے کہا۔ "کوئی نیا گر سیکھا؟"

"میں بہت کچھ سیکھ آیا ہوں، اجیت کمار لیکن اب تمہیں اپنے چرنوں

پر جھکانے کے لیے مجھے کسی جنتر منتر کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" چمپن داس نہایت اعتماد سے بولا۔ "اب حالات نے تمہیں مجبور کر دیا ہے کہ میرے چرنوں میں ڈھول کی طرح پڑے رہو۔"

میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ شاید چمپن داس کو حالات کا علم ہو چکا تھا کہ اب میرے ترکش میں کوئی ایسا تیر نہیں رہا جو اس پر چھوڑا جا سکے۔ ایک لمحے کو میں اپنی بیچارگی پر ہونٹ چبا کر رہ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے طے کر لیا کہ چمپن داس کے سامنے جھکنے کے بجائے موت زیادہ پرسکون ہوگی۔ چنانچہ میں نے لاپروائی سے کہا۔ "چمپن داس! تم شاید جاگتے میں سندر سپنے دیکھنے کے عادی ہو۔"

"سپنے سندر ہوں تو کسی سمے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔" چمپن داس نے حقارت سے جواب دیا۔ پھر اس نے زور سے تالی بجائی۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ تالی بجانے کا سبب کیا ہے کہ میرے دل پر ایک اور چرکہ لگا۔ تالی کی آواز سن کر جو خوب صورت لڑکی لہراتی، بل کھاتی چمپن داس کے قریب آکر رکی تھی وہ بیچاری ثریا کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔ مجھے اپنا دل ٹوٹتا محسوس ہوا۔ ثریا اس وقت نیم عریاں حالت میں غضب ڈھا رہی تھی۔ کبھی وہ اس انداز میں میرے پہلو کی زینت بنی تھی لیکن اس وقت وہ میرے دشمن کے بازوؤں میں سمٹی ایسی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ چمپن داس نے مجھے جلانے کی خاطر ثریا کے حسین وجود کو پوری قوت سے بھینچ لیا... پھر مجھ سے کہا۔ "یہ سپنا کیسا ہے اجیت کمار؟ پسند آیا تمہیں؟"

میں جواباً ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ حالات کے پیش نظر میں اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

"اجیت کمار۔" ثریا نے اجنبی لہجے میں چمپن داس سے کہا۔ "یہ شبھ نام شاید میں پہلے بھی کہیں سن چکی ہوں۔"

"یہ ہمارے نئے سیوک کا نام ہے ثریا رانی۔" چمپن داس نے ثریا کی دراز زلفوں کو چومتے ہوئے کہا۔ "دھرتی پر بسنے والوں نے اس بیچارے کے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔ سڑک پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ میں رحم کھا کر اسے اٹھا لیا۔ میں نہ لاتا تو شاید آوارہ کتے..."

"چمپن داس...!" میں چیخ اٹھا۔ "یہ ٹھیک ہے کہ میری جہان قوتیں مجھ سے چھن گئی ہیں لیکن اتنا یاد رکھو کہ ابھی میرے اندر شریر کی شکتی باقی ہے۔" میں نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ "میرے بازوؤں میں ابھی اتنی قوت ہے کہ تمہارا مقابلہ کر سکوں۔"

"مجھے ایسا سیوک نہیں چاہیے، مہاراج! جو مالک کے ٹکڑے چاٹنے کے بجائے پاگل کتوں کی طرح اس پر بھونکنا شروع کر دے۔" ثریا نے چمپن داس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے نفرت سے کہا۔ "تم نے اس پر رحم کھا کر اچھا نہیں کیا۔ اسے جہاں سے اٹھا کر لائے تھے وہیں پھینکوا دو۔"

"جو حکم ثریا رانی۔" چمپن داس نے تیزی سے کہا اور تالی بجا کر کسی کا انتظار کرنے لگا۔

ثریا کی بدزبانی میرے لیے ناقابل برداشت تھی۔ میں سمجھ چکا تھا کہ چمپن داس نے مجھے ذلیل کرنے کے لیے اپنا گھر لیا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ چمپن داس میری عزت کی دھجیاں اڑاتا، میں ثریا کے چہرے کو مسخ کرنے کے لیے اس کی طرف لپکا۔ چمپن داس برق رفتاری سے اچھل کر میرے سامنے آگیا۔ اس کا بھرپور ہاتھ گھوما تو میں لڑکھڑا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ اسی لمحے تالی کی آواز سن کر چمپن داس کے بہت سے چیلے آگئے۔ میں سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ وہ مجھ پر خونخوار بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔

"اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر اسے دوبارہ وہیں پھینک آؤ جہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔" کمرے میں چمپن داس کی خوفناک آواز ابھری تو اس کے چیلوں کے حملے میں بھی تیزی آگئی۔

میں زمین پر گرا تو چمپن داس کے بہت سے چیلوں نے مجھ پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ میں اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پیر چلاتا رہا۔ کربناک چیخیں میرے حلق سے بلند ہوتی رہیں... پھر آہستہ آہستہ میری چیخ و پکار بھی دم توڑنے لگی۔ یکے بعد دیگرے تین چار ٹھوکریں میرے سر پر پڑیں تو میری پلکوں کے نیچے بجلیاں سی کوند کر یک لخت گھپ اندھیروں میں معدوم ہوتی چلی گئیں۔

میں نے کراہ کر آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک بار پھر نرم و گرم بستر پر پڑا پایا۔ میرا پورا جسم درد میں جکڑا ہوا تھا۔ چمپن داس کے بہت سے چیلوں نے جو میری پٹائی کی تھی اس کی شدت کا اندازہ مجھے ہوش میں آتے ہی ہو گیا تھا۔ میرا جوڑ جوڑ پیپ بھرے پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا۔

میں نے ماحول کا جائزہ لیا تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ میں اس وقت کسی اسپتال کے کمرے میں ہوں۔ مجھے اسپتال تک کون لایا تھا، اس کی بھی مجھے کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھے اپنے سر سے ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے کراہتے ہوئے اپنا سر ٹٹولا تو وہاں پٹیاں موجود تھیں۔ شاید شدید ٹھوکروں نے میرے سر کو لہولہان کر دیا تھا۔ میں نے ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لیے۔ حالات نے جس برق رفتاری سے پلٹا کھایا تھا، اسے سوچ کر میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگا۔

گزری ہوئی کربناک گھڑیوں کا ایک ایک لمحہ مجھے یاد آ رہا تھا۔ میں نے خود اپنے پیروں پر اپنے ہاتھوں سے کلہاڑی کا وار کیا تھا۔ رابرٹ کی روح نے قدم قدم پر میری رہنمائی کرنی چاہی تھی لیکن انتقام کی آگ نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میں نے اس خدا کے برگزیدہ بندے کی بات بھی نظرانداز کر دی تھی جو یقیناً مجذوب تھا اور میری اصلاح کی خاطر اشارے کنایوں میں مجھے سمجھانا چاہتا تھا۔ طاقت کے نشے نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میں راستے سے بھٹک کر اتنی دور نکل گیا تھا کہ میری واپسی اب ناممکن ہو گئی تھی۔ میں نے

اسی طاقت کے لیے اپنا مذہب بھی تبدیل کر دیا تھا۔ خدا اور رسول کو بھول کر دیوی دیوتاؤں کے جنتر منتر کے چکروں میں الجھ گیا تھا۔ مجذوب کے اشارے مجھے بار بار چونکاتے تھے۔ اسے میری بہتری منظور تھی۔ وہ مجھے سچائی کا راستہ دکھانا چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں پر جھوٹی طاقت کے دبیز پردے تھے۔ اس نے مجھے جھنجوڑ کر جگانے کی کئی بار کوشش کی تھی مگر پراسرار قوتوں کے سنہری جال نے مجھے اتنا الجھا رکھا تھا کہ میں خود کو سلجھا نہ سکا اور آج... آج میں زخموں سے چور چور اسپتال کے بستر پر پڑا خود اپنی محرومیوں پر آنسو بہا رہا تھا۔ مجھے اپنے بارے میں خود بھی کسی بات کا علم نہیں تھا۔ کون مجھے بے ہوشی کے عالم میں سڑک سے اٹھا کر چمپن داس کے مکان پر لے گیا تھا۔ پھر کس نے میری کس مپرسی پر رحم کھا کر مجھے اسپتال پہنچایا تھا۔ مجھے کسی بات کی خبر نہیں تھی۔

خاصی دیر تک میں آنکھیں بند کیے حالات پر غور کرتا رہا پھر آہٹ سن کر میں نے پلکوں کے درمیان ذرا سی جھری پیدا کی تو اسپتال کی ایک سفید پوش نرس کو دیکھا جو ہاتھ میں ٹرے لیے میرے قریب آ رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول لیں۔

نرس نے مجھے آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھا تو اس نے جلدی سے ٹرے میرے بستر کے قریب ایک میز پر رکھی اور نرم لہجے میں بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم ہوش میں آگئے۔ میں ابھی جا کر ڈاکٹر کو اطلاع کرتی ہوں۔"

"نرس!" میں نے ڈوبتے لہجے میں اسے آواز دی۔ "کیا تم بتا سکتی ہو کہ مجھے یہاں کون لایا تھا... اور میری زندگی کی کتنی سانسیں باقی رہ گئی ہیں؟"

"مایوسی گناہ ہے بابا جی۔" نرس نے میرے حلیے کے اعتبار سے مجھے باباجی کے خطاب سے نوازتے ہوئے کہا۔ "اب تم ہوش میں آگئے ہو تو تمہیں زیادہ خطرہ لاحق نہیں ہے۔ البتہ اگر تمہاری بے ہوشی کچھ اور طویل ہو جاتی تو صورت حال خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔"

"کیا... کیا میں کئی گھنٹوں کے بعد ہوش میں آیا ہوں؟" میں نے نقاہت سے دریافت کیا۔

"ہاں باباجی! تم نے آج تیسرے روز آنکھیں کھولی ہیں۔" نرس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "لیکن اب تمہاری حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"مجھے یہاں کون لایا تھا؟" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"زیادہ باتیں مت کرو۔ تم بہت کمزور ہو اور تمہیں آرام کی شدید ضرورت ہے۔ چپ چاپ لیٹے رہو۔ میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر چلی گئی اور میں ایک بار پھر اپنی زندگی کے بارے میں غور کرنے لگا۔ نرس کے بیان کے مطابق میں تین روز تک مسلسل بے ہوش رہا تھا۔ ڈاکٹروں کی شب و روز کوششوں نے میری اکھڑتی سانسوں کو پھر سے بحال کر دیا تھا۔ انہیں شاید میرے داغدار ماضی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اگر معلوم ہوتا تو بھی وہ اپنے پیشے کے تقدس کی خاطر میری مسیحائی سے گریز نہ کرتے۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن ڈاکٹر آخری وقت تک اپنی جدوجہد میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔

نرس جلد ہی واپس آگئی۔ اس بار اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھا، جس نے آتے ہی میری نبض دیکھی اور نرس کو کوئی انجکشن تیار کرنے کی ہدایت کی۔ نرس انجکشن تیار کرنے لگی تو میں نے خفیف آواز میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ "ڈاکٹر! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"زندگی سے منہ موڑنا بہادروں کا شیوہ نہیں۔ ہمت سے کام لو۔" ڈاکٹر نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

"مجھے مر جانے دو ڈاکٹر۔" میں نے اپنی وحشتوں سے چھٹکارا پانے کے لیے درخواست کی۔ "زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"فی الحال تمہیں آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔" ڈاکٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا اور نرس کے ہاتھ سے انجکشن لے کر میرے قریب آگیا۔

سرنج کا محلول میرے وجود میں تحلیل ہوا تو مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ غالباً وہ دوا خواب آور تھی۔ میرے پپوٹے بوجھل ہو کر آہستہ آہستہ بند ہوتے چلے گئے۔ ہر احساس بتدریج مگر تیزی کے ساتھ نیند کی وادیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

میں تقریباً پندرہ روز تک اسپتال میں بستر پر پڑا رہا... پھر اس قابل ہو گیا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکوں۔ نرس اور ڈاکٹروں کی مسیحائی میرے حق میں تریاق ثابت ہوئی۔ میرے زخم ایک ایک کر کے مندمل ہو گئے۔ میں نے حالات سے مفاہمت کر لی۔ خود کو وقت کے دھارے پر ڈال کر ہونٹ سی لیے۔ کچھ سوالات تھے جو اکثر میرے ذہن کو پریشان کرتے رہتے۔ مجھے اسپتال تک لانے والا کون تھا؟ اگر مجھے محض خدا ترسی کی خاطر زخموں سے چور حالت میں علاج کے لیے لایا گیا تھا تو مجھے لاوارث مریضوں کی طرح کسی جنرل وارڈ میں ہونا چاہیے تھا؟ میرے لیے علیحدہ کمرے کی کیا ضرورت تھی؟ اس اہتمام کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا؟ ڈاکٹر اور نرسیں میرے سلسلے میں ہر وقت محتاط کیوں نظر آتے تھے؟ میرے سوالوں کے جواب میں وہ مسکرا کر پہلوتہی کس لیے اختیار کر لیتے تھے؟ میں اکثر ان سوالات کے بارے میں سوچتا رہتا لیکن ایک دفعہ مجھے ان سوالات کا جواب مل گیا۔ اس روز میں ناشتے سے فارغ ہو کر بیٹھا ہی تھا کہ اسپتال کا ڈاکٹر ایک خوش پوش اجنبی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اجنبی بھرے ہوئے خدوخال اور ادھیڑ عمر کا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ذہانت اور سخت گیری کے ملے جلے تاثرات دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ ڈاکٹر نے بغیر کسی تمہید کے اجنبی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر اجیت! ان سے ملو۔ یہ مسٹر وجے ناتھ ہیں اور محکمہ سراغرسانی میں ایس پی کے عہدے پر مامور ہیں۔"

مجھے اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ وجے ناتھ نے نہایت سرد مہری سے ہاتھ ملایا... پھر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر کچھ دیر بعد واپس چلا گیا تو وجے ناتھ نے نپے تلے

انداز میں گفتگو کا آغاز کیا: "اجیت سنگھ! مجھے خوشی ہوئی کہ تم مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔"

"کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زمین کا بوجھ بن جاتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"لیکن ہمیں تمہاری شدید ضرورت تھی۔" وجے ناتھ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جس وقت ہم نے تمہیں زخمی حالت میں اسپتال پہنچایا تھا، اس وقت تمہارے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اگر تم مر جاتے اجیت سنگھ! تو ہمارے کچھ کام ادھورے رہ جاتے۔" آخری جملہ وجے ناتھ نے نہایت معنی خیز لہجے میں ادا کیا تھا۔

"گویا میں اسپتال میں پولیس کا مہمان تھا کیوں مسٹر وجے؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے۔" وجے ناتھ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ پھر یک لخت مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا: "سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ تمہیں کن حالات میں اور کن لوگوں نے زخمی کیا تھا؟"

"میں اندھیرے کی وجہ سے ان کے چہرے نہیں دیکھ سکا۔" میں نے وجے ناتھ کو اپنے ماضی کے بارے میں کچھ نہ بتانے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ "حملہ پشت سے کیا گیا تھا۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ حملہ کرنے والے ایک سے زیادہ تھے۔"

"کیا تم اس حملے کا سبب بتا سکتے ہو؟ میرا خیال ہے کہ اتنے جان لیوا حملے بلا وجہ نہیں کیے جاتے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تاریکی کی وجہ سے حملہ آور کسی اور کے دھوکے میں مجھ پر ٹوٹ پڑے ہوں۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وجے ناتھ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "ہمارے پاس تمہاری مکمل فائل موجود ہے۔ البتہ درمیان کی کچھ کڑیاں ادھوری رہ گئی ہیں۔ جنہیں تم مکمل کرو گے۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر وجے ناتھ کہ آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

وجے ناتھ نے رشی پور میں میرے قیام سے لے کر کوتوالی سے میرے فرار تک ... اور پھر میری رہائی سے انسپکٹر رحمان کی بہن کے اغوا تک کی تفصیل دہرا ڈالی اور مجھے سرد نگاہوں سے گھورتے ہوئے کرخت لہجے میں بولا۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے ہاتھ خون میں رنگے ہوئے ہیں اور میں تمہاری اصلیت سے بھی واقف ہوں۔"

"انسان کی اصلیت ہمیشہ ایک ہوتی ہے البتہ اس کے رنگ اور روپ بدلتے رہتے ہیں۔" میں نے دل کڑا کر کے جواب دیا۔ "آپ نے میرے بارے میں جو تفصیل بیان کی ہے میں اس کی صحت سے بھی انکار کر سکتا ہوں۔"

"ہمارے پاس عینی گواہ موجود ہیں۔" وجے ناتھ غرایا۔

"پھر آپ مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟" میں نے اس بار بھی لاپرواہی سے جواب دیا۔

وجے ناتھ آپے سے باہر ہو کر بولا: "امجد علی! میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کن لوگوں نے زخمی کیا تھا اور تم کس مقصد سے انسپکٹر رحمان کی بہن کو اغوا کرنا چاہتے تھے؟"

"یہ غلط ہے۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے احتجاج کیا۔ "مجھ پر انسپکٹر رحمان کی بہن کو اغوا کرنے کا الزام بے بنیاد ہے۔"

"جیون لال کو جانتے ہو؟" وجے ناتھ نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، وہ میرا ساتھی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے قانون کی گرفت تک پہنچانے والوں نے اس کے ساتھ بھی کوئی اچھا سلوک نہیں کیا ہو گا۔"

میں نے روانی میں جیون لال کو اپنا ساتھی مان کر جو حماقت کی تھی اس کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب وجے ناتھ اٹھ کر دروازے تک گیا اور جیون لال کو ساتھ لے کر دوبارہ میرے سامنے آ گیا۔ میں نے جیون لال کو غور سے دیکھا تو لرز اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے دوستی کا معمولی سا شائبہ تک نہیں تھا۔ میں نے اپنے ہونٹ کاٹنے شروع کر دیئے۔

"جیون لال!" وجے ناتھ نے کہا۔ "کیا تم بتاؤ گے کہ یہ انسپکٹر رحمان کے مکان پر رات گئے کس مقصد سے گیا تھا؟"

جواب میں جیون لال نے ندا سے میری ملاقات اور ستارا بائی کے کوٹھے پر ہونے والے واقعات کی تفصیل دہراتے ہوئے کہا کہ میں ندا کے ذریعے انسپکٹر رحمان کی بہن کو اغوا کر کے کوٹھے تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جیون لال نے وجے ناتھ کو یہ بھی بتا دیا کہ میرے انتقام کی بنیاد کیا تھی۔

جیون لال کی زبان میرے ماضی کے اوراق الٹتی رہی۔ میں گنگ سا بیٹھا رہا۔ حالات نے میرے اطراف جو جال بنا تھا، وہ ہر لمحے اتنا سخت ہوتا جا رہا تھا کہ مجھے فرار کی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ میرے جرائم کی فہرست طویل ہو رہی تھی اور میں خود کو بے بس پا رہا تھا۔ جیون لال میرے بارے میں تمام معلومات اگل چکا تو میرا دل چاہا کہ لچھمن داس اور رشی پور کے دھرماتما کو بھی اپنے ساتھ بے نقاب کر دوں لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مجھے احساس ہوا کہ اگر میری زبان کھل جاتی تو خود میرے ہی خلاف ایک اہم ثبوت مہیا ہو جاتا۔ میں نے نچلا ہونٹ اس شدت سے دانتوں تلے دبایا کہ وہاں خون جم کر رہ گیا۔ میرے پاس اپنے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ میں اپنی زبان بند رکھوں اور اس وقت تک وجے ناتھ کے روبرو خاموش رہوں جب تک وہ مجھے عدالت میں پیش نہ کر دے۔ عدالت میں کھڑے ہو کر میں جو چاہتا کہہ سکتا تھا۔

"کیوں، مہاراج؟" وجے ناتھ نے جیون لال کے خاموش ہونے کے بعد زہریلے لہجے میں کہا۔ "اب کیا خیال ہے تمہارا؟"

"مجھے فی الحال اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہنا۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"میں صرف ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" وجے ناتھ نے پھر اپنا پرانا سوال دہرایا۔ "تمہیں کن لوگوں نے زخمی کیا تھا؟"

"میرے دشمنوں نے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے میرے دوست نہیں ہو سکتے تھے۔"

"وجے ناتھ مجرموں کی زبان کھلوانے میں بھی مہارت رکھتا ہے، اس کا اندازہ تمہیں سرکاری مہمان خانے میں پہنچنے کے بعد ہو جائے گا۔" وجے ناتھ نے خونخوار لہجے میں کہا اور اپنے ان ساتھیوں کو اندر بلایا جو ابھی تک کمرے کے باہر موجود تھے۔ میں نے اپنی گرفتاری پر قطعاً مزاحمت نہیں کی۔

اسپتال کے باہر پولیس کی مسلح گاڑی موجود تھی۔ سپاہیوں نے جانوروں کی طرح مجھے دھکا دے کر ایک بند گاڑی کے اندر دھکیل دیا اور دو سنگین بردار سپاہی میری نگرانی کے لیے اندر آ گئے۔ گاڑی کا انجن بیدار ہو گیا اور پولیس کی گاڑی حرکت میں آ گئی۔

جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے اور بند کمروں میں مجھ پر جو گزری اس کی تفصیل بیان کرنا میری برداشت سے باہر ہے۔ وجے ناتھ نے میری زبان کا قفل توڑنے کے لیے جو مظالم ڈھائے اور جو طریقے اختیار کیے ان کی فہرست بہت طویل اور شرمناک ہے۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اپنی خونچکاں داستاں قلم بند کرنے کے لیے زندہ نہ رہتا لیکن موت نے بھی غالباً میری طرف سے منہ موڑ لیا تھا۔ مجھ پر روزانہ نت نئے ستم ڈھائے جاتے۔ میں روز مرتا اور روز جیتا تھا۔ کبھی مجھے ننگا کر کے میرے جسم پر کوڑے برسائے جاتے تو کبھی مجھے الٹا لٹکا کر میرے نیچے آگ روشن کر دی جاتی۔ جب میرے منہ اور ناک سے خون جاری ہو جاتا تو نیچے اتار کر میرے جسم پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیئے جاتے۔ کبھی میرے ہاتھ پیروں کو شکنجوں میں جکڑ کر کوڑا مروڑا جاتا اور کبھی میرا کوئی ناخن اکھاڑنے کی کوشش کی جاتی۔ میں بے دم ہونے لگتا تو میری سانسوں کا سلسلہ برقرار رکھنے کے لیے میرا علاج کیا جاتا۔ مجھ میں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگتے تو پھر زدوکوب کرنے کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ کئی کئی دنوں تک مجھے بھوکا پیاسا رکھا جاتا تھا۔ پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑنے لگتے تو پانی کی جگہ کوئی غلیظ سیال پینے پر مجبور کیا جاتا۔ غرضیکہ مجھ پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے جاتے تھے جنہیں میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وجے ناتھ نے تمام ہتھکنڈے آزما ڈالے۔ اس کے پاس میرے خلاف لاتعداد ثبوت موجود تھے۔ ندا اور جیون لال کے علاوہ ستارہ بائی کی گواہیاں مجھے پھانسی کے پھندے تک لے جا سکتی تھیں لیکن وجے ناتھ کو ضد ہو گئی تھی کہ وہ ہر قیمت پر میری زبان سے ان لوگوں کے نام سنے گا جنہوں نے مجھے زخمی کر کے سڑک پر پھنکوا دیا تھا۔ میں چاہتا تو لچھمن داس اور رشی پور کے لوگوں کا نام لے کر وجے ناتھ کی بربریت سے کچھ خلاصی حاصل کر سکتا تھا لیکن نہ جانے کیوں میں نے خاموش رہنے کی قسم کھالی تھی۔

میرا خیال تھا کہ وجے ناتھ گرفتاری کے بعد مجھے میرے جرائم کی فہرست اور ثبوت کے ساتھ کسی عدالت کے روبرو پیش کرے گا جہاں میری زبان آزاد ہو گی۔ میں اپنے بچاؤ کے لیے جو چاہوں گا، آسانی سے کہہ سکوں گا لیکن وجے ناتھ نے جیسے میرے دل کا بھید پا لیا تھا۔ اس نے بیس روز گزر جانے کے بعد بھی مجھے عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا۔ دن بھر میرے جسم پر سنگین ظلم توڑے جاتے اور رات کو جب میں نڈھال ہونے لگتا تو مجھے ایک کوٹھری میں سنگلاخ فرش پر پھینک دیا جاتا۔

اس رات بھی میرے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ دن بھر زبان بند رکھنے کے جرم کی پاداش میں میرے زخموں پر پسی ہوئی مرچیں لگا کر مجھے کوٹھری میں تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ میں درد سے چلاتا رہا، کراہتا رہا پھر میں نے اپنے کچلے ہوئے زخمی وجود کو آہستہ آہستہ سمیٹنا شروع کیا۔ میرے ذہن میں اس رات اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ روز روز مرنے سے بہتر ہے کہ ایک بار ہی مر جاؤں۔ کوٹھری کی دیواریں اس رات پہلی بار مجھے اپنی نجات دہندہ محسوس ہو رہی تھیں۔ میں ان آہنی دیواروں سے اپنا سر ٹکرا کر پاش پاش کر لیتا تو زندگی کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا۔ مجھ میں حرکت کرنے کی سکت بھی نہیں تھی لیکن آزادی کے تصور نے میرے خون کے اندر حرارت پیدا کر دی۔ میں نے اپنے وجود کو سمیٹ کر آہستہ سے اٹھنا چاہا لیکن لڑکھڑا گیا۔

دوسری بار میں نے اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں کو سنبھال کر دیوار کا سہارا لیا اور آہستہ آہستہ اٹھنا شروع کیا۔ میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ میرے زخموں میں ناقابلِ برداشت تکلیف ہو رہی تھی۔ میں ابھی اپنی کوششوں میں مصروف تھا کہ اچانک خوشبو کا وہی مانوس جھونکا میری ناک سے ٹکرایا، جو رابرٹ کی روح کا پتہ دیتا تھا۔ روح اس وقت میرے قریب ہی موجود تھی۔ اس احساس کے ساتھ ہی میں فرش پر بے حس و حرکت لیٹ گیا۔

"تت... تت... تم!" میں نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان ہذیانی لہجے میں کہا۔

"ہاں امجد علی! یہ میں ہوں۔" رابرٹ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "جو کچھ تم پر بیتی ہے، اس کا مجھے دکھ ہے، لیکن تم نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا تھا۔"

"پرانے زخموں کو کریدنے سے کیا حاصل!" میں کراہ کر بولا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے میرے دوست۔" رابرٹ نے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"میرا ایک کام کر سکتے ہو رابرٹ؟" میں نے دردبھرے لہجے میں پوچھا۔

"فی الحال میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔" روح نے جواب دیا۔ "ادوا تال پر بندشوں کے ساتھ ساتھ کچھ اخلاقی پابندیاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ تمہیں

جس بزرگ نے سزا دی ہے میں اس کا توڑ کرنے سے قاصر ہوں... البتہ اگر تم سمندر پار کر لو تو میں تمہارے لیے بے حد مددگار ثابت ہو سکتا ہوں۔ تمہارے حالات دوبارہ خوش گوار ہو سکتے ہیں۔"

"سمندر پار؟" میں کرب میں مبتلا ہونے کے باوجود مسکرا دیا۔ میرے لیے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا بھی دشوار تھا اور روح مجھے سمندر پار جانے کا مشورہ دے رہی تھی۔

"میں براہِ راست تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا لیکن ایسے اسباب ضرور پیدا کر سکتا ہوں، جو تمہیں موجودہ پریشانیوں سے نجات دلا سکتے ہیں۔"

"رابرٹ... کیا تم مجھے موت سے ہمکنار کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے؟" میں نے رندھی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

"زندگی سے اس قدر مایوس کیوں ہو رہے ہو، میرے دوست۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے حالات ایک بار پھر اپنا رُخ بدلیں گے۔"

"میری حالت تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔" میں تڑپ اٹھا۔ "کیا تم مجھے اس حالت میں زندگی کی نوید دینا چاہتے ہو۔"

"مجھ پر بھروسہ رکھو میرے دوست۔" رابرٹ کے لہجے میں اعتماد تھا۔ "میں کسی بزرگ کے معاملات میں دخل اندازی سے معذور ہوں لیکن ان لوگوں کے ہاتھ ضرور پکڑ سکتا ہوں جنہوں نے تمہاری یہ درگت بنائی ہے۔"

"بہت جلد تمہیں میری کسمپرسی پر رحم کرنے کا خیال آ گیا۔" میں کراہ کر بولا۔

"میں تمہارے سفر کے لیے اسباب فراہم کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے ندامت ہے۔" رابرٹ نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم میرا مشورہ قبول کر لیتے تو آج اس حال میں نہ ہوتے لیکن اب بھی حالات سازگار ہو جائیں گے۔ وقت ہر زخم کے لیے بہترین مرہم ثابت ہوتا ہے۔"

"مجھے کسی مرہم کی نہیں بلکہ موت کی خواہش ہے۔" میں چڑ کر بولا۔ "اگر تم میرے ہمدرد ہو تو اپنی قوتوں کو بروئے کار لا کر مجھے اس کرب ناک زندگی سے چھٹکارا دلا دو۔ اگر مجبور ہو تو جھوٹی تسلیاں دے کر نمک پاشی بھی مت کرو۔"

"میں قبل از وقت کچھ نہیں بتا سکتا میرے دوست۔ تم اس وقت جو چاہو کہہ لو لیکن تمہیں بہت جلد احساس ہو جائے گا کہ میں تمہارے حق میں کیا ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"چلے جاؤ رابرٹ! مجھے تنگ مت کرو۔" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ "مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

جواب میں رابرٹ نے مجھے پھر اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ وہ آنے والے کل کے بارے میں میرے لیے خوش آئند پیش گوئیاں کرتا رہا لیکن میں نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کراہتا رہا اور اپنے مقدر پر آنسو بہاتا رہا۔ روح نے متعدد بار پکارا لیکن میں نے زبان بند کر لی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ تیز خوشبو اچانک زائل ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ روح میری کال کوٹھری سے جا چکی ہے۔

اگلے روز مجھے گھسیٹ کر اس کمرے تک لے جایا گیا جہاں وجے ناتھ میرے صبر کا امتحان لیتا تھا۔ وجے ناتھ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے معطر رومال نکال کر اپنی ناک پر رکھ لیا اور حقارت سے مجھے گھورنے لگا۔ جو لوگ مجھے گھسیٹتے ہوئے وہاں تک لائے تھے وہ وجے ناتھ کے اشارے پر مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹے تو میں کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح دھڑام سے پختہ فرش پر گر پڑا۔ میری ٹانگوں میں اب اتنا دم ہی کہاں تھا کہ وہ میرا بوجھ برداشت کر سکتیں۔ میرے جسم کے باقی حصے بھی اب آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ صرف اکھڑی اکھڑی سانسیں تھیں جو ابھی تک میرے مسخ شدہ وجود کا ساتھ نبھا رہی تھیں۔

زمین پر گرنے کی وجہ سے میرا چہرہ دوسری طرف ہو گیا تھا۔ یہ بات وجے ناتھ کو ناگوار گزری تو اس نے کرخت لہجے میں اپنے آدمیوں کو میرا رُخ بدلنے کا حکم دیا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے گھسیٹ کر لانے والوں میں سے ایک میرے قریب آ گیا۔ اس نے میرے گلے سڑے جسم کو ہاتھ لگانے کے بجائے ٹھوکروں سے دھکیل کر میرا رُخ وجے ناتھ کی سمت کر دیا جو بدستور اپنی ناک پر رومال جمائے کھڑا مجھے سخت نفرت بھرے انداز میں گھور رہا تھا۔

"کیوں، اب کیا جواب ہے تمہارا؟ کیا تم اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ تمہیں کن لوگوں نے زخمی کیا تھا؟"

"مم... میں... کچھ... نہیں... جانتا۔" میں نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ پختہ فرش پر مجھے جس بے دردی سے گھسیٹا گیا تھا، اس کے باعث میرے زخم تازہ ہو گئے تھے اور ان سے ناقابل برداشت ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

"تمہیں زبان کھولنی پڑے گی۔" وجے ناتھ کا لہجہ سفاک تھا۔ "انکار کی صورت میں اس بار تمہیں پہلے سے کہیں ہولناک اور بھیانک اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں تمہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"وجے ناتھ..." میں نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان کہا۔ "میں تم سے ایک آخری درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"بکو... لیکن مجھ سے کسی رحم کی توقع مت رکھنا۔"

"مم... مجھے، بار بار مارنے کے بجائے ایک ہی بار ختم کر دو۔" میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

وجے ناتھ نے فلک شگاف قہقہہ لگایا... پھر یک لخت سنجیدہ ہو کر غرایا۔ "سور کے بچے۔ اب تجھے احساس ہوا کہ بے بسی اور اپاہجوں کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ حرامزادے! اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ۔ تو نے خان ایاز کو اپاہجوں کی طرح زندہ رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تیری بدولت انسپکٹر رحمان عمر قید کی سزا بھگتنے پر مجبور ہو گیا۔ ان لوگوں پر ظلم کرتے وقت تجھے کسی بات کا احساس نہیں ہوا تھا لیکن آج وہی صورت

حال تیرے ساتھ پیش آئی تو موت کی بھیک مانگ رہا ہے۔"

وجے ناتھ میرے ماضی کے اوراق پلٹنے کے ساتھ ساتھ مجھے گھناؤنی گالیوں سے بھی نوازتا رہا۔ میں نے خاموشی میں عافیت سمجھی۔ پلٹ کر یہ بھی نہ کہہ سکا کہ خان ایاز اور انسپکٹر رحمان نے بھی میرے ساتھ شرمناک سلوک کیا تھا۔ وجے ناتھ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا جب وہ دل کی بھڑاس نکال چکا تو فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ "میں تجھ سے آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ کیا تو میرے سوالوں کے جواب دینے پر تیار ہے؟"

"نہیں..." میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "تم اپنے مظالم کی انتہا کر ڈالو تب بھی میں، تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"پھر سوچ لے حرامزادے میں تجھے اتنی عبرت ناک سزائیں دوں گا کہ تیری روح بھی بلبلا اٹھے گی۔"

"میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا، وجے ناتھ۔"

میرا جواب سن کر وجے ناتھ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے چیخ کر اپنے ماتحت سے کہا۔ "اسے یہاں سے اٹھا کر اسپیشل روم میں لے جاؤ اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ کر پھینک دو لیکن اتنا خیال رہے کہ اسے مرنا نہیں چاہیے۔ اسے ہر قیمت پر زندہ رکھا جائے لیکن اس طرح کہ موت بھی اس کی حالت پر رحم نہ کھا سکے۔" یہ ہولناک حکم صادر کرنے کے بعد وجے ناتھ نے ایک بار پھر مجھے حقارت سے گھورا اور پلٹ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

وجے ناتھ کے جانے کے بعد سادہ لباس سنتریوں نے پھر سے مجھے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ میرے لیے ان کے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ اس لیے میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ وجے ناتھ کی سخت گیر طبیعت کا اندازہ مجھے پہلی ہی نگاہ میں ہو چکا تھا۔ وہ جو کہتا تھا اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا۔ اپنی شان دار کارکردگی کی وجہ سے محکمے کے اعلیٰ افسران تک اس کی عزت کرتے تھے۔ ہر وہ کیس اس کے سپرد کر دیا جاتا تھا جسے دوسروں کے نزدیک ناممکن کیس تصور کیا جاتا ہو۔ وجے ناتھ اسے اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر حل کر لیا کرتا تھا۔

کال کوٹھری سے نکال کر مجھے عمارت کی پشت پر بنے ہوئے آخری کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں فرنیچر نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس کمرے کا فرش کچا تھا اور اس کی سطح ناہموار تھی۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ کمرے کا فرش غالباً اسی لیے کچا رکھا گیا تھا کہ وہاں انسانوں یا ان کے جسم کے کٹے ہوئے اعضا کو بہ آسانی دفن کیا جا سکے۔ ایک لمحے کو مجھے زندگی کی رنگینیوں کا خیال آیا۔ میں نے سوچا، اگر اب بھی میں اپنی زبان پر پڑے قفل کو کھول لوں تو وجے ناتھ میرے ہاتھ کاٹنے کا حکم واپس لے لے گا اور مجھے عدالت کے روبرو پیش کر دے گا مگر دوسرے ہی لمحے میں نے اس فرسودہ خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ حالات نے مجھے زندگی کے جس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا وہاں روشنی کی ایک کرن بھی نہیں تھی۔ اس اذیت ناک صورتِ حال سے چھٹکارا پانے کے لیے میرے پاس صرف ایک ہی حل تھا، موت کی آرزو۔ میں نے اسی پر اکتفا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مجھے کمرے کے درمیان کچے فرش پر ڈھیر کرنے کے بعد دو سپاہی وہیں رُکے اور دو باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد کمرے میں چند نئے چہرے نظر آئے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر تھا جس نے اپنا چرمی بیگ کھول کر چند آلات نکالے اور میرے جسم کا معائنہ کرنے لگا۔ قریب کھڑے ہوئے دوسرے آدمی سے جو صورت شکل سے کوئی افسر معلوم ہوتا تھا، دبی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ میں ان کی باتوں کو تفصیل سے سننے سے قاصر تھا لیکن ایک بات میں نے فوراً ہی محسوس کر لی کہ ڈاکٹر کی آنکھوں میں میرے لیے رحم کا جذبہ ہے۔ گفتگو کرتے کرتے وہ بار بار میری جانب رحم کی نگاہ سے دیکھنے لگتا تھا۔ چند لمحے ان دونوں کے درمیان بات چیت ہوتی رہی پھر ڈاکٹر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے فوراً ہی بعد ایک جلاد نما شخص اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ اندر آ گیا۔ اس کے ساتھ دو دراز قد اور بھی تھے جنہوں نے ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے مجھے ایسی ہی نگاہوں سے دیکھا جیسے کوئی بے رحم قصائی ذبح کرنے سے پہلے مظلوم جانور کو دیکھتا ہے۔

"شمشیر خاں۔" ڈاکٹر سے گفتگو کرنے والے افسر نے جلاد نما شخص کو مخاطب کیا۔ "تمہیں اس شکار کے سلسلے میں اپنی خاص مہارت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ایس پی صاحب اسے ہر قیمت پر زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں، جناب! شمشیر خاں ویسا ہی کرتا ہے، جیسا حکم دیا جاتا ہے۔"

"ڈاکٹر ماتھر کا خیال ہے کہ ایک ہی وقت میں اگر اس کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے تو یہ زندہ نہیں رہے گا۔"

شمشیر خاں نے اثبات میں سر ہلایا اور میرے قریب آ کر گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے خونخواری جھلک رہی تھی۔ اس نے میرے بازوؤں کو ٹٹولا اور ہاتھ کے جوڑ پٹھوں کا معائنہ کرنے لگا۔ ایک بار اس کا کھردرا ہاتھ میرے زخم پر پڑا تو میں ضبط کرنے کے باوجود کراہ اٹھا۔ شمشیر خاں نے اپنی خونخوار سرخ سرخ آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں اور بے ہودہ لہجے میں بولا۔ "عورتوں کی طرح سسکاریاں کیوں لے رہا ہے۔ کیا زیادہ تکلیف ہو رہی ہے، تجھے؟"

میں نے نچلا ہونٹ شدت سے دانتوں تلے دبا لیا۔

شمشیر خاں نے قریب کھڑے ہوئے افسر سے کہا۔ "اس کے جوڑ پٹھوں میں ابھی جان باقی ہے، جناب! میں نے اچھی طرح دیکھ بھال لیا۔ ویسے جو آپ کا حکم۔"

"اچھی طرح سوچ لو شمشیر خاں۔ اگر یہ الو کا پٹھا مر گیا تو ایس پی صاحب ہمارا حلیہ درست کر دیں گے۔"

"آپ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں جناب۔" شمشیر خاں نے اپنے ساتھیوں

کو تھیلا کھولنے کا اشارہ کرتے ہوئے اعتماد سے کہا: "ڈاکٹر کے آلات شمشیر خاں کے تجربے سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ میں ابھی منٹوں میں اس حرامی کو ٹھنڈا کئے دیتا ہوں اور یہ زندہ بھی رہے گا۔"

"ذمہ داری تمہاری ہو گی، شمشیر خاں! یہ دھیان رہے۔" افسر نے سنجیدگی سے کہا۔

شمشیر خاں نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور وزنی تھیلے پر جھک گیا۔ وہ تھیلے سے تیز دھار آلات نکال نکال کر فرش پر جمانے لگا۔ میں اپنی آنکھوں سے اپنی موت کا یہ اہتمام دیکھ رہا تھا۔ وقتی طور پر دُکھ، درد کا احساس موت کے بھیانک تصور تلے دب گیا۔ میں نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ کچھ دیر بعد میرے ہاتھ میرے جسم سے جدا ہونے والے تھے۔ اس کے بعد گزرنے والی زندگی کا تصور ہی اتنا بھیانک تھا کہ میرے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔ میری قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ میں نے خود سے کہا: "امجد علی! اب بھی وقت ہے۔ اپنی ضد سے باز آ جاؤ۔ انہیں سب کچھ بتا دو ورنہ دونوں ہاتھوں سے محروم ہونے کے بعد تمہاری رُوح بھی تم سے نفرت کرنے لگے گی۔" قریب تھا کہ میں زبان کھول دیتا کہ اچانک خوشبو کا تیز جھونکا میرے اطراف پھیل گیا دوسرے ہی لمحے رُوح کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی: "امجد علی، میں آ گیا ہوں۔ تم مطمئن رہو۔ اب یہ لوگ تم پر کوئی ظلم نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے اذیت ناک موت نہیں چاہیے میرے دوست۔" میں نے رُوح کو دل ہی دل میں مخاطب کیا۔ "مجھے زندگی کی بھی تمنا نہیں۔ اگر تم میرے دوست ہو تو مجھ پر یہ کرم کرو۔ مجھے کسی نہ کسی طرح فوری موت سے ہمکنار کر دو۔"

"ہمت مت ہارو، میرے دوست۔ مجھ پر اعتماد کرو۔"

"نہیں رابرٹ۔ میرے دوست، نہیں۔" میں نے سسک کر کہا۔ "میری درخواست قبول کر لو۔ میں قیامت تک تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

روح نے اس بار میری درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری طرف شمشیر خاں تیز دھار آلات اُٹھائے میری جانب آ رہا تھا۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے میرا ایک ہاتھ رسیوں میں جکڑ دیا پھر لکڑی کا ایک کندہ میرے قریب جما کر میرا ہاتھ اس پر اس طرح جمایا کہ میں درد سے بلبلا اٹھا۔ میری آنکھوں تلے اندھیرا پھیلنے لگا۔ میں نے روح کو پکارا لیکن صرف خوشبو کا دائرہ میرے وجود کے اطراف رقص کرتا رہا۔ شمشیر خاں اپنی پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ ایک گنڈاسا زمین پر ٹکا کر وہ مجھ پر وار کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے خود کو بچانے کی ایک آخری جدوجہد کی لیکن رسیوں کی بندش اتنی سخت اور شمشیر خاں کے آدمیوں کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ میں ذرا سی بھی جنبش نہ کر سکا۔

شمشیر خاں کے چہرے پر میرے کرب سے دلی خوشی کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ اس نے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر نما تیز دھار ہتھیار کو عقیدت سے چوما اور اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کر لیا۔ میں نے مایوسی سے آنکھیں بند کر لیں۔ رُوح کی مانوس مہک اب بھی میرے قریب موجود تھی لیکن شاید وہ بھی میری بے بسی اور کسمپرسی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔

میرے لیے ایک ایک لمحہ بھاری ہو رہا تھا۔ دفعتہً کمرے میں ایک کرب ناک چیخ اُبھر کر فوراً ہی ختم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی رسیوں کے وہ سرے جو شمشیر خاں کے ساتھیوں نے پکڑ رکھے تھے ڈھیلے ہوتے چلے گئے۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ شمشیر خاں کا وار میرے ہاتھ کے بجائے اپنے ایک ساتھی کی گردن پر پڑا تھا اور اس کی گردن دو حصوں میں منقسم ہو کر کچے فرش پر تڑپ رہی تھی۔ کمرے میں جتنے افراد موجود تھے، سب دم بخود تھے۔ کسی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ خود شمشیر خاں کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس طرح اپنے ساتھی کا انجام دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہو۔

"شمشیر خاں!" سب سے پہلے اس افسر کی آواز کمرے کے سکوت کو درہم برہم کرتی ہوئی اُبھری جس نے شمشیر خاں کو میرے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ "یہ تم نے کیا کر دیا۔ اس غریب کو کیوں مار دیا؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں سرکار! نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔" شمشیر خاں نے خنجر نما ہتھیار کو بوکھلاہٹ میں پھینکتے ہوئے جواب دیا۔

"تم... تم شاید اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو شمشیر خاں!" افسر کا لہجہ مزید کرخت ہو گیا۔ "تم نے دیدہ و دانستہ اپنے ساتھی کو قتل کیا ہے۔"

"مجھے یہ بھی نہیں معلوم، جناب۔" شمشیر خاں نے خالی خالی نظروں سے افسر کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "میں کچھ نہیں جانتا۔ میرا سر گھوم رہا ہے... ہم... میں۔"

پھر شمشیر خاں نے ایک دو بار آگے پیچھے جھکولے کھائے اور فرش پر اوندھے منہ گر گیا۔ تیز خوشبو کا مانوس جھونکا اب بھی میرے گرد موجود تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دُشواری نہیں ہوئی کہ کمرے میں جتنے بھی بیشتر خونی ڈرامہ کھیلا گیا تھا، اس میں کس کے ارادے کو دخل تھا۔ مجھے پہلی بار اندھیرے میں اُمید کی ایک کرن نظر آئی۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہو چکا تھا کہ جب تک رُوح میرے قریب موجود ہے کوئی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

سادہ لباس والوں نے اپنے افسر کے حکم پر آگے بڑھ کر میرے شکنجے ڈھیلے کیے پھر مجھے اُٹھا کر اسی کال کوٹھری میں پہنچا دیا گیا، جہاں سے لایا گیا تھا۔ اس بار ان لوگوں نے مجھے زمین پر گھسیٹنے کے بجائے خاصی احتیاط سے کام لیا تھا۔ مجھے کوٹھری میں چھوڑ کر وہ واپس چلے گئے تو کچھ دیر بعد ایک ڈاکٹر اندر آیا اور خود اپنے ہاتھوں سے میرے زخموں پر مرہم لگانے لگا۔

رُوح نے در پردہ میری مسیحائی کا آغاز کر دیا تھا۔

•••

دو روز تک مجھے کال کوٹھری سے باہر نہیں نکالا گیا۔ اس دوران میں ڈاکٹر

دونوں وقت میری تیمارداری کے لیے آتا رہا۔ میرے زخم حیرت انگیز طور پر مندمل ہو رہے تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ وجے ناتھ نے اب تک میری طرف توجہ کیوں نہیں دی۔ شاید روح نے اسے بھی روک رکھا تھا یا پھر ممکن تھا کہ شمشیر خاں کے معاملے سے الجھ گیا ہو۔ بہرحال، اتنا میں سمجھ رہا تھا کہ میرے زخموں کے مندمل ہونے میں ڈاکٹر کی مسیحائی سے زیادہ رُوح کی پُراسرار قوتوں کو دخل تھا۔

تیسرے روز مجھے پہننے کے لیے اُجلے کپڑے دیئے گئے۔ مجھ پر مظالم ڈھانے والوں کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔ دو روز تک مناسب غذا ملنے سے میرے جسم میں تھوڑی بہت توانائی بھی آ گئی۔ زخموں میں اب ٹیس اور جلن بھی بڑی حد تک کم ہو گئی تھی۔ میرے ساتھ جو نرم سلوک ہو رہا تھا، میں نے اس کی وجہ کسی سے دریافت نہیں کی۔ رُوح کی خوشبو کا جھونکا دو روز سے میری ناک سے نہیں ٹکرایا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے غافل نہیں ہے۔ رُوح ہر لمحے میری نگہبانی کر رہی تھی۔

چوتھے روز ڈاکٹر کے بعد ایک پولیس افسر دو سپاہیوں کے ساتھ میرے پاس آیا۔ میرے جسم میں اب بھی اتنی توانائی نہیں تھی کہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا۔ سپاہیوں نے سہارا دیا تو میں اُٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ ان کے ساتھ چلنے لگا۔ باوردی پولیس افسر نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ مجھے کسی بڑے افسر کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جب مجھے اسی کمرے میں سامنے روکا گیا جس میں وجے ناتھ بیٹھتا تھا تو میری دھڑکن تیز ہونے لگی... شاید بُرے دن پھر قریب آ رہے ہیں۔ میں سپاہیوں کے سہارے کھڑا آنے والے لمحوں کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اندر سے طلبی ہوئی۔ سپاہی مجھے سہارا دے کر آگے بڑھے۔ میری سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں مگر جب میں نے وجے ناتھ کی کرسی پر ایک دوسرے افسر کو دیکھا تو قدرے سکون ہوا۔ سپاہیوں نے مجھے لے جا کر ایک کرسی پر بٹھا دیا اور اپنے افسر کو سلام کر کے تیزی سے باہر نکل گئے۔

کمرے میں اب میرے اور بڑے افسر کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ چند لمحے تک وہ تیز نگاہوں سے میرے چہرے کا بغور جائزہ لیتا رہا... پھر ٹھوس لہجے میں بولا: "میں تمہیں کس نام سے مخاطب کروں، امجد علی یا اجیت کمار؟"

"میرے والدین نے میرا نام امجد علی ہی رکھا تھا۔" میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ "حالات نے بعد میں اجیت کمار بننے پر مجبور کر دیا۔"

"میں تمہارا کیس فائل پڑھ چکا ہوں۔ ذاتی طور پر مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن قانون کی نظروں میں تم بہرحال ایک مجرم ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کمرے میں کچھ دیر تک بوجھل سکوت طاری رہا... پھر اس نے میرا جواب نہ پا کر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"وجے ناتھ نے تمہارے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے مجھے اس پر بھی افسوس ہے۔ شاید تمہیں یہ جان کر خوشی ہو گی کہ اُن کا تبادلہ دوسرے شہر کر دیا گیا ہے اور اب ان کی جگہ مجھے تعینات کیا گیا ہے۔" نئے افسر نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں بہت جلد تمہیں عدالت کے رُوبرو پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم صرف اپنے مقدمے کی پیروی سے تعلق رکھو گے، جو کچھ کوتوالی کے اندر ہو چکا ہے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔"

"مجھے اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہنا۔" میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "گزرے ہوئے لمحات یوں بھی واپس نہیں آ سکتے۔"

"سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔ پھر امجد علی!" ایس پی نے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ تمہارے ساتھ یہاں جو زیادتیاں ہوئی ہیں اس کا کچھ ازالہ ہو سکے۔"

"آپ یقین رکھیں جناب! پولیس کے خلاف اپنی زبان بند رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔" نئے ایس پی نے اس بار سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اس نے گھنٹی بجا کر سپاہیوں کو طلب کیا اور مجھے تسلی دے کر واپس کر دیا۔

میں اپنی بربادیوں کی اس طویل داستان کے بکھرے ہوئے واقعات کو سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے مزید ایک ہفتے تک اسی کال کوٹھری میں مقید رکھا گیا جہاں ڈاکٹر برابر میرا علاج کرتا رہا۔ مجھے اچھی غذا ملتی رہی اور ایک سپاہی کو باقاعدہ میری دیکھ بھال کے لیے تعینات کر دیا گیا۔

میں ان تمام مہربانیوں کا مقصد سمجھ رہا تھا۔ وجے ناتھ کے تبادلے میں یقیناً رُوح کی قوتوں کا دخل تھا۔ نئے ایس پی نے وجے ناتھ کی کرسی پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے میری فائل طلب کی تھی۔ اس نے میرے حالات کا بغور مطالعہ کیا تو وجے ناتھ کا انجام محسوس کرتے ہوئے میرے لیے نرم برتاؤ اختیار کرنے کے حکم جاری کر دیے۔ کال کوٹھری میں ڈاکٹر کی مسلسل آمدورفت، صحت مند غذا کی فراہمی اور میرے اُٹھنے بیٹھنے کا خیال رکھنا، یہ تمام باتیں اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ پولیس میرے جسم کے ان نشانات کو مٹانا چاہتی تھی، جو وجے ناتھ کی مہربانیوں نے مجھے عنایت کیے تھے۔ وہ میرے ساتھ رحم کا برتاؤ نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنے خلاف وہ زندہ ثبوت مندمل کر رہے تھے، جو میرے تمام جسم پر موجود تھے۔

آٹھویں روز مجھے کال کوٹھری سے نکال کر ایک روشن اور ہوادار کمرے میں منتقل کر دیا گیا جہاں دن رات سنگین بردار سپاہی میری نگرانی پر تعینات تھے۔ تازہ ہوا اور کھلی روشنی نے میری صحت پر خوشگوار اثر ڈالا۔ تیزی سے رُوبصحت ہو رہا تھا۔ اپنے قدموں پر کسی سہارے کے بغیر اُٹھ سکتا تھا، چل پھر سکتا تھا۔ میرے زخم بڑی حد تک مندمل ہو چکے تھے۔ میرے ذہن میں زندگی کی اُمید جاگی تو میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی بحال ہونے لگی۔

دس روز تک مجھے اسی روشن ہوادار کمرے میں رکھا گیا تو میں پوری طرح چاق و چوبند ہو گیا۔ میرے جسم پر جو زخم پولیس کے خلاف موجود تھے ان کی کھرنڈ اتر چکی تھی اور دواؤں کے اثر نے انہیں محض ماضی کی یادگار کی صورت میں دھندلا کر بطور یادگار باقی چھوڑ دیا تھا۔

ایک روز مجھے دوبارہ نئے ایس پی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس روز مجھے نیم گرم پانی سے غسل دیا گیا۔ میرے جسم کی غلاظت اور گندگی کو دور کیا گیا اور نئے صاف ستھرے لباس میں سجا بنا کر میری نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ وجے ناتھ کی جگہ آنے والے ایس پی نے مجھے مسکراتی آنکھوں سے دیکھا اور مجھے میرا وعدہ دوبارہ یاد دلایا۔ مجھے نرم لہجے میں سختی سے تاکید کی گئی کہ اگر میں نے عدالت میں پیش ہونے کے بعد پولیس کے مبینہ مظالم کے بارے میں اپنی زبان کھولی تو میرے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔ مجھے حالات کے دونوں رُخ دکھائے گئے اور پولیس کے باقاعدہ لاک اپ میں بھیج دیا گیا۔

دوسرے روز مجھے ایک بند گاڑی میں عدالت لے جایا گیا جہاں ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ پولیس کے ایک افسر نے مجسٹریٹ کو میرے بارے میں تفصیل سے بتانا شروع کیا۔ کچھ جرائم ایسے تھے جو مجھ سے سرزد ہو چکے تھے لیکن کچھ ایسے جرائم بھی میری ذات سے وابستہ کیے جا رہے تھے، جن سے میرا دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا مگر میں اپنے وعدے پر قائم رہا۔ میں نے زبان بند رکھی اور گردن جھکا کر سب کچھ سنتا رہا۔ پولیس افسر نے اپنا بیان مکمل کر کے مجسٹریٹ سے پندرہ دن کا ریمانڈ حاصل کر لیا تاکہ میرے خلاف جو تفتیش باقی رہ گئی ہے اس کو بھی مکمل کر لیا جائے۔ میں نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا۔ مجرموں کی طرح خاموش کھڑا رہا۔ مجسٹریٹ نے ریمانڈ کا حکم جاری کر دیا تو پولیس والے مجھے دوبارہ بند گاڑی تک لے آئے۔ مجھے اس گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا گیا اور وہی دو سنگین بردار سپاہی پھر اندر آ گئے جو کہ تو اس سے میری نگرانی پر تعینات کیے گئے تھے۔ گاڑی کا پچھلا حصہ دروازے بند ہونے کے بعد تاریک ہو گیا۔ صرف چھت کی مختصر سی کھڑکی سے جس پر لوہے کی موٹی جالی موجود تھی، تھوڑی تھوڑی روشنی اندر آ رہی تھی۔

گاڑی حرکت میں آئی تو میں نے پشت گاہ سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں اور اپنے ماضی اور حال کے اوراق پلٹنے لگا۔ میرے ذہن کے پردوں پر بار بار لچھمن داس کا چہرہ ابھرتا تھا۔ اگر اس نے مجھے زدوکوب کر کے زخمی حالت میں دوبارہ سڑک پر نہ پھنکوا لیا ہوتا تو میں پولیس کی دسترس سے دُور رہ سکتا تھا۔ پولیس کی فائل پر میرے خلاف جو ثبوت آئے تھے وہ جیون لال کی مہربانی سے پیدا ہوئے تھے۔ میرے اطراف جو جال بُنا گیا تھا، وہ خاصا مضبوط تھا۔ میرے ذہن میں منوہر داس اور رشی پور کے علاقے کا تصور بھی جاگ رہا تھا۔ منوہر داس نے میرے ساتھ جو نوازشیں کی تھیں اُن میں اس کی اپنی خود غرضیوں کا دخل تھا۔ اسی کی ایما پر لچھمن داس نے مجھ سے زیادہ طاقت ور ہونے کے باوجود مجھے ڈھیل دے رکھی تھی لیکن منورما کے قتل نے ان کے کان کھڑے کر دیئے تھے۔ منورما مجھے رشی پور تک لے جانے کا سب سے حسین ذریعہ تھی۔ منوہر داس اور لچھمن داس کو اس خوب صورت پجارن کی موت پر یقیناً صدمہ ہوا ہو گا... مگر انہوں نے منورما کی موت کو بھی برداشت کر لیا۔ غالباً میں پُراسرار شکتیاں حاصل کر لینے کے بعد رشی پور کے باسیوں کے لیے منورما کے مقابلے میں زیادہ کارآمد بن گیا تھا لیکن جب مندوب کا عتاب نازل ہوا اور میری تمام قوتیں مجھ سے چھن گئیں تو میں منوہر داس کے لیے کسی کام کا نہیں رہ گیا تھا۔ لچھمن داس نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مجھے پولیس کے جال میں پھنسا دیا اور جیون لال کے ذریعے تمام ثبوت مہیا کر دیئے گئے۔

میں گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا رہا۔ میرے سینے میں انتقام کی گرم راکھ میں کہیں کوئی چنگاری دبی رہ گئی تھی جو خون کی گردش کے ساتھ ساتھ پھر بھڑکنے لگی تھی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر قسمت نے یاوری کی اور حالات کبھی سازگار ہوئے تو میں رشی پور کے مہان پجاریوں سے اپنا حساب ضرور برابر کروں گا، خواہ اس کے بعد مجھے پھانسی کے پھندے پر ہی کیوں نہ پہنچا دیا جائے۔ میں ابھی مستقبل کے منصوبے کو ترتیب دے رہا تھا کہ معاً رُوح کی علامتی خوشبو کا جھونکا میری ناک سے ٹکرایا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے رابرٹ کی رُوح کی آمد کا بڑی شدت سے انتظار تھا۔ شمشیر خاں والے واقعے کے بعد سے رُوح میرے قریب نہیں آئی تھی۔

"تم...!" میں نے روح سے خیالی رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے، رابرٹ؟"

"گھبراؤ نہیں، میرے دوست! مجھے تمہاری بے چینی کا علم ہے۔ میں تم سے دُور ضرور تھا لیکن تمہاری طرف سے غافل نہیں رہا۔" رابرٹ کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ "مجھے ایک ایک لمحے کی خبر ہے جو کچھ ہوتا رہا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں، میرے محسن۔" میں نے نہایت عقیدت سے کہا۔ "تم بروقت میری امداد نہ کرتے تو شاید آج میں زندہ نہ ہوتا۔"

"ایسی باتیں مت کرو، امجد علی! جب ہم ایک دوسرے کو دوست تسلیم کر چکے ہیں تو پھر ہمیں تکلفات سے کام نہیں لینا چاہیے۔" رابرٹ کی آواز میں بے پناہ خلوص اور دوستی کا بھرپور انداز موجود تھا۔

"پولیس نے میرا پندرہ روز کا ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔" میں نے رابرٹ کو آگاہ کیا۔ "ریمانڈ کی میعاد گزر جانے کے بعد مجھے دوبارہ عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

"تم مادی دُنیا میں ہو اس لیے تمہارا خیال اپنی جگہ درست...

...ہے مگر روحوں پر وقت اور فاصلوں کی بندشیں نہیں ہوتیں۔" رابرٹ کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "تم شاید نئے ایس پی کی نرم گفتاری سے بھی مزید متاثر ہوئے ہو گے لیکن میں جانتا ہوں میرے دوست کہ اس نے تمہارے خلاف کیا منصوبہ بنایا ہے۔ فی الحال وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے تمہارے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر ثبت کرنے میں کامیابی حاصل کر چکا ہے لیکن جس روز حالات نے اپنا رُخ بدلا، تمہاری خوش فہمیاں کراہ اُٹھیں گی۔ تمہیں یہ جان کر حیرت ہو گی کہ نیا ایس پی وجے ناتھ کا پرانا دوست اور محکمہ پولیس میں اس کا بہترین دوست ہے۔ اسی لیے وجے ناتھ کی جگہ اُسے تعینات کیا گیا ہے کہ تم سے گن گن کر انتقام لے سکے۔"

"پھر...؟" میں نے بوکھلا کر سوال کیا۔ "اب کیا ہو گا؟ کیا میں دوسری بار عدالت میں پیش ہوں تو سب کچھ اُگل دوں؟"

"پریشان مت ہو، میرے دوست۔" رابرٹ نے مجھے تسلی دی۔ "اب تمہیں دوسری بار عدالت میں پیش کیے جانے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا پندرہ دن گزرنے سے پہلے ہی مجھے..."

"خود کو سنبھالو امجد علی۔ اپنے دوستوں پر اعتماد کرنا سیکھو۔" رُوح کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ موجودہ حالات میں براہِ راست میں، تمہاری مدد کرنے سے مجبور ہوں لیکن ایک بار تم سمندر پار کر لو گے تو مجھ پر سے تمام بندشیں ختم ہو جائیں گی۔"

"مجھے تم پر اعتماد ہے، میرے دوست لیکن ابھی تم نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے دوبارہ عدالت میں پیش ہونے کی نوبت نہیں آئے گی۔"

"میں قبل از وقت تم سے کچھ نہیں بتا سکتا۔" رابرٹ کی آواز آئی۔ "فی الحال اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری پریشانیوں کا دور ختم ہو چکا ہے۔ آنے والے لمحات تمہیں میری باتوں کا یقین دِلا دیں گے۔"

"مجھے کھل کر بتاؤ رابرٹ کہ تم، مجھے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں اُلجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تمہاری یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"ابھی سے اپنے ذہن کو اُلجھانے کی کوشش مت کرو، اپنی ذہنی صلاحیتوں کو سنبھال کر رکھو۔" رابرٹ نے کہا۔ "اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ فی الحال یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ دوبارہ ہم اس وقت ملیں گے، جب تم سمندر پار کر لو گے۔"

"رابرٹ..." میں جھلا گیا۔ "تم بھی شاید میرے ساتھ کوئی دلچسپ مذاق کر رہے ہو۔"

"اس کا فیصلہ دوسری ملاقات تک اٹھا رکھو۔ فی الحال میری بات غور سے سنو، تمہاری گردش کے ایام پورے ہو چکے ہیں۔ تمہیں اب نئے حالات سے دوچار ہونا ہے۔ ان نئے حالات سے تمہیں مفاہمت کرنی پڑے گی۔ ماضی کو اپنے ذہن سے کھرچ ڈالو۔ جو کچھ گزر گیا ہے، اسے بھول جاؤ۔ جو کچھ پیش آنے والا ہے اس سے اپنی مستقبل کی خوشیوں کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ یاد رکھو، اگر تم نے نئے حالات سے سمجھوتا نہ کیا اور تمہارے قدم لڑکھڑا گئے تو شاید پھر میں بھی تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں۔"

"میں تمہارے مشوروں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا لیکن..."

"لیکن ویکن کے چکر میں مت پڑو امجد علی۔" رابرٹ نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اپنے ذہن کو کچھ دنوں کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ صرف میرے مشورے پر عمل کرتے رہو۔ میں تمہیں حسین مستقبل کی ضمانت دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم آنے والے لمحات پر حیرت زدہ یا خوف زدہ ہونے کے بجائے انہیں پوری طرح اپنانے کی کوشش کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا مگر اس شرط پر کہ تم مستقبل میں مجھے چند ایسے لمحات فراہم کر سکو کہ میں منوہر داس، لچھمن داس اور دوسرے دشمنوں سے اپنا حساب بے باق کر سکوں۔"

"مجھ پر بھروسہ رکھو امجد علی! اس وقت تم جو کچھ سوچ رہے ہو وہ بہت کم ہے۔ تم اس سے کہیں زیادہ کر سکو گے لیکن صرف اسی صورت میں کہ آنکھ بند کر کے پیش آنے والے حالات سے سمجھوتہ کر لو۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے فوری طور پر اقرار کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی خوشبو کا جھونکا زائل ہو گیا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ کہیں میری نگرانی کرنے والے میرے چہرے کے تاثرات سے میرے دل کی کیفیت نہ بھانپنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں۔ روح سے میرا رابطہ خیالی تھا لیکن بہرحال میرے چہرے نے میرے جذبات کی ترجمانی ضرور کی ہو گی۔ میں نے آہستہ سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلا اور اطمینان کی گہری سانس لی۔ میرے دونوں نگراں بے خبر تھے۔ شاید وہ سو رہے تھے جو ان کے جسم گاڑی کے ہچکولوں کے ساتھ ساتھ ملنے لگتے تھے۔ ان کی رائفلیں گاڑی کے فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ اچانک میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں موجود تھیں لیکن اس کے باوجود میں ایک معمولی سی کوشش کر کے فرار ہو سکتا تھا۔

ارادے کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے میں نے ذرا سا کھسک کر ایک رائفل اٹھائی۔ اب لمحوں کی دیر رہ گئی تھی۔ میں نے دونوں سپاہیوں کو غور سے دیکھا۔ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ میں منٹوں میں ان کے جسم چھلنی کر سکتا تھا لیکن پھر فوراً ہی میں نے یہ ارادہ ترک کر کے رائفل واپس رکھ دی۔ فائرنگ سے میرے جرائم کی فہرست میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہتھکڑیوں کی وجہ سے مجھے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس وقت میں شہر کے کس حصے سے گزر رہا ہوں۔ سڑک پر موجود

رانگیر میرے فرار کو ناکام بنا سکتے تھے۔

میں نے اپنے فرار کا ارادہ خطرناک امکانات کی روشنی میں ترک کر دیا اور ان سپاہیوں کو گھورتا رہا جو بدستور گہری نیند میں غرق تھے۔ انہیں میرے ارادے کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ میں نے کب ان کی رائفل اُٹھائی کب ایک دھماکا ان کے بھیجوں کو کھوپڑیوں سے اڑا سکتا تھا، کب اور کن خدشات کے پیش نظر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کیا اور کب رائفل واپس رکھی۔ ان کو کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ گاڑی کو لگنے والے دھچکے اور ہچکولے بھی ان کی نیند میں کوئی خلل نہیں ڈال رہے تھے۔ غالباً وہ ایسے حالات میں گہری نیند سو جانے کے عادی تھے۔

گاڑی کا سفر جاری تھا اور اس کے ساتھ ہی میرا ذہن ان آنے والے حالات کے بارے میں خیالی باتوں سے الجھ رہا تھا۔ جن کی پیشگوئی روح نے کی تھی۔ میں روح کی قوتوں کا کرشمہ دیکھ چکا تھا۔ رشی پور میں روح ہی نے مجھے اس وقت موت کے چنگل سے بروقت بچایا تھا جب جیون لال ایک بھاری پتھر سے مجھے کچل ڈالنا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی روح نے ہی میری مدد کی تھی۔ مجھے اس انتقامی ارادے کے ہولناک نتائج سے بھی اشارے کنایوں میں آگاہ کیا تھا مگر میں نے اس کا مشورہ قبول نہیں کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں مجھے پولیس کے اذیت ناک مظالم سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کے بعد جب وجے ناتھ نے میرے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو روح نے ہی تخشیر خاں جیسے جلاد صفت اور تجربہ کار شخص کا ذہن پلٹ دیا اور اس کے ہاتھوں اس کا ایک ساتھی موت کے گھاٹ اتر گیا۔

رابرٹ کی روح کے مجھ پر بے شمار احسانات تھے۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ آئندہ رونما ہونے والے حالات میں رابرٹ کے مشوروں کو کبھی نظر انداز نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ میرے پاس اپنے بچاؤ کی اور صورت بھی کیا تھی؟

گاڑی کا سفر میرے اندازے کے خلاف خاصی دیر تک جاری رہا... پھر اس کی رفتار بتدریج کم ہونے لگی۔ دونوں نگراں بدستور گہری نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میری منزل قریب آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس بار مجھے نئے ایس پی کے سامنے پیش کیا گیا تو میں محتاط انداز میں گفتگو کروں گا۔ اس کے نرم لب و لہجے نے وقتی طور پر میرے دل میں یہی خیال پیدا کیا تھا کہ وہ وجے ناتھ کے مقابلے میں با اصول اور قانون پسند ہے مگر روح نے مجھے ہوشیار کر دیا تھا۔ نئے ایس پی نے میرے ساتھ نسبتاً شاطرانہ اور خطرناک انداز اختیار کیا تھا۔ میری زبان بندی کے لیے اس نے وجے ناتھ کی طرح کھل کر اپنی سخت گیری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا بلکہ نہایت خوب صورتی سے مجھے اپنے جال میں آہستہ آہستہ الجھانا چاہتا تھا۔

گاڑی کی رفتار بتدریج کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو گئی۔ انجن بھی بند کر دیا گیا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اگلی نشست پر بیٹھا ہوا پولیس افسر جب میرے نگرانوں کو محوِ خواب دیکھے گا تو اس کی برہمی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا۔ میری نگاہ دروازے پر جمی ہوئی تھی۔ باہر سے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔

دروازہ کھلا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ پولیس کی یہ گاڑی کوتوالی کے بجائے کسی ہال کے اندر لا کر روکی گئی تھی۔ دروازہ کھولنے والا میرے لیے اجنبی تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں اسٹین گن تھام رکھی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے اسٹین گن کا رُخ ہماری طرف کر دیا لیکن سپاہیوں کو نیند میں ڈوبا دیکھ کر اس نے گن کی نال نیچے کر لی۔ اس کے بعد اس نے اشارہ کیا تو دو آدمی تیزی سے سامنے آ گئے۔ انہوں نے انتہائی برق رفتاری سے سپاہیوں کو گھسیٹ کر کندھوں پر ڈالا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اسٹین گن والے نے لپک کر سپاہیوں کی رائفلیں اٹھائیں اور اس طرح دونوں رائفلوں کو فرش پر اچھال دیا جیسے وہ اس کے لیے لکڑی کے کھلونوں سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی ہوں۔ نقش و نگار کے اعتبار سے وہ جاپانی لگ رہا تھا۔ جس انداز میں اس نے اب تک حرکت کی تھی، اس سے یہی محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم میں بجلیاں بھری ہوئی ہوں۔

میں نے ابھی تک اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی۔ روح کی پیشگوئی درست ثابت ہو رہی تھی۔ میں خاموش بیٹھا حالات پر غور کرتا رہا۔ اسٹین گن والا ابھی تک مجھ سے مخاطب ہوا تھا اور نہ ہی اس نے مجھے نیچے آنے کا حکم دیا تھا۔ مجھے صورتِ حال کا اندازہ نہیں تھا لیکن روح نے جو کچھ کہا تھا اس کی روشنی میں مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں اس وقت پولیس کی تحویل میں نہیں ہوں۔

مجھے کن لوگوں نے اور کس مقصد کے پیش نظر پولیس کی دسترس سے آزاد کرایا تھا، مجھے اس بات کا بھی علم نہیں تھا۔

میں نہایت بے چینی سے آنے والے لمحات کا انتظار کرنے لگا۔

موت کے تصور سے انسان کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے لیکن میں پُر سکون تھا۔

مجھے یہ احساس ہو چکا تھا کہ اس وقت میں پولیس کی دسترس میں نہیں ہوں بلکہ کچھ دوسرے لوگوں نے مجھے راستے سے اغوا کر لیا ہے... مگر انہوں نے یہ حرکت محض تفریحاً نہیں کی ہوگی بلکہ اس کی پشت پر کسی اہم سازش کا احساس ہو رہا تھا۔ جس انداز میں مجھے اس نامعلوم عمارت تک لایا گیا تھا وہ مجھے اس بات کا احساس بھی دلا رہا تھا کہ مجھے اغوا کرنے والے یقیناً کسی منظم گروہ کے افراد تھے۔ جنہوں نے نہایت آسانی سے مجھے پولیس کے چنگل سے نکالا تھا۔ ان کے پاس اسٹین گنیں تھیں جن کی موجودگی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ موت کا ہولناک کھیل کھیلنے کے عادی ہیں۔

میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں بند گاڑی کے اندر موجود تھا اور وہ جاپانی نژاد ... جس نے پولیس کی رائفلوں کو کھلونے کی طرح اچھال دیا تھا، بدستور گاڑی کے کھلے دروازے پر اسٹین گن سنبھالے پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ اس کے اشارے پر اس کے آدمی میری نگہبانی کرنے والے پولیس کے بے ہوش سپاہیوں کو بھی کاندھے پر اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں گاڑی میں تنہا تھا اور میرے ہاتھوں میں آہنی ہتھکڑیاں موجود تھیں۔

آنے والے لمحات میرے مستقبل کے لیے ایک نئے باب کی حیثیت رکھتے تھے لیکن میں اس کی تمہید سے بھی لاعلم تھا۔ البتہ رابرٹ کی روح نے گاڑی کے سفر کے دوران مجھ سے جو کچھ کہا تھا۔ اس کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں گونج رہا تھا۔ میں نے روح کے مشورے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مجھے پولیس کی دسترس سے کن لوگوں نے نجات دلائی تھی؟ ان کے ارادے کیا تھے؟ مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا لیکن میں اتنا ضرور جانتا تھا کہ پولیس کی نگاہوں میں میری شخصیت پہلے کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ میرا ریکارڈ مرتب کرنے والوں نے پہلی فرصت میں مجھے مفرور ملزم قرار دیا ہوگا۔ کسی خطرناک تنظیم سے میرا تعلق ظاہر کیا گیا ہوگا اور اب میری تلاش میں وہ پہلے سے زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ کریں گے۔

اگر مجھے اغوا نہ کیا جاتا تب بھی میری زندگی جیل کی سلاخوں کے پیچھے ایڑیاں رگڑتے ہوئے گزرتی۔ وجے ناتھ کی جگہ آنے والے نئے ایس پی نے جس انداز میں میرے گرد جال بنا تھا اس سے بچ نکلنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میرے لیے کھلی فضا میں سانس لینے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے تھے۔ رابرٹ کی روح نے نئے ایس پی کی دہری چال اور سازش کا انکشاف کیا تھا تو مجھے پسینے آ گئے تھے لیکن حالات نے فوری طور پر میرے حق میں جو پلٹا کھایا تھا میں اسے اپنے لیے خوش آئند سمجھنے پر مجبور تھا۔ اسی وجہ سے میں نے طے کر لیا تھا کہ اب جو حالات بھی میرے سامنے آئیں گے میں ان سے مفاہمت کرنے کی کوشش کروں گا اور اپنی آزادی کو دوبارہ سلب نہیں ہونے دوں گا۔ قسمت نے مجھے جو موقع فراہم کیا تھا میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا

تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہیں کی۔ خاموش بیٹھا اسٹین گن والے کو دیکھتا رہا جو اشاروں ہی کسی کو ہدایات دے رہا تھا۔

... دوسرا شخص میری نظروں کے سامنے نہیں تھا۔ کچھ دیر تک وہ ایک ہاتھ میں اسٹین گن تھامے دوسرے سے اشارے کرتا رہا پھر اچانک اس نے دونوں ہاتھوں سے اسٹین گن پکڑی اور بالکل فوجی انداز میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ میں ابھی اس کا مقصد سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک اور شخص نمودار ہوا۔ آنے والا یقیناً اسٹین گن والے سے عہدے میں بڑا تھا۔

ادھیڑ عمر کا یہ نووارد دراز قد اور چھریرے بدن کا مالک تھا۔ اس کے قوی بظاہر مضمحل نظر آ رہے تھے لیکن اس کی آنکھوں میں درندوں جیسی چمک تھی۔ میں بدستور اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھا رہا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک مجھے کوئی حکم نہ دیا جائے گا اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کروں گا نہ اپنے کسی عمل اور لب و لہجے سے اس بات کا اظہار ہونے دوں گا کہ میں ان سے خائف ہوں۔ نووارد چند ثانیے مجھے تیز نظروں سے گھورتا رہا... پھر خلافِ توقع بے حد نرم اور شگفتہ لہجے میں بولا۔

"کیا تمہارا نام امجد علی ہے؟"

"کچھ لوگ مجھے اجیت کمار کے نام سے بھی جانتے ہیں۔" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"گویا تم وہی ہو جس کی ہمیں تلاش تھی۔" نووارد سنجیدگی سے بولا۔

"اس کا جواب وہ زیادہ بہتر طور پر دے سکتا ہے جس نے تم لوگوں کو میری تلاش پر مامور کیا ہے۔" میں نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ "ویسے میں صرف اس بات کی تصدیق کر سکتا ہوں کہ امجد علی اور اجیت کمار میری ہی شخصیت کے دو مختلف نام ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم صاف گوئی سے کام لے رہے ہو۔" نووارد زیرِ لب مسکرایا پھر اس نے مجھے گاڑی سے اترنے کا اشارہ کیا۔ میں اٹھ کر نیچے آ گیا۔ گاڑی سے نیچے اترتے ہوئے میرے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہتھکڑیاں کھڑکھڑائیں تو نووارد نے حقارت سے ہتھکڑیوں کی طرف دیکھا۔ "مسٹر امجد مجھے افسوس ہے کہ پولیس نے تمہارے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔" اس نے کہا پھر اسٹین گن والے کو کسی ایسی زبان میں مخاطب کیا جو میرے لیے غیر مانوس تھی۔ جب تک نووارد بولتا رہا اسٹین گن والا خاموش رہا۔ جب نووارد خاموش ہوا تو اسٹین گن والا اثبات میں سر ہلا کر تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے جیب سے لوہے کا ایک تار نما آلہ نکالا اور پل بھر میں ہتھکڑیوں کا قفل کھل گیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ ڈاکٹر گھوش تمہارے منتظر ہوں گے۔" نووارد نے کہا۔

میں نے ڈاکٹر گھوش کے بارے میں دریافت کرنے کے بجائے نووارد کے ساتھ قدم ملا کر چلنا شروع کر دیا۔ ہال سے گزر کر ہم عمارت میں داخل ہوئے تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہاں کی ہر چیز اعلیٰ اور شاندار تھی۔ کمروں اور راہداریوں کی آرائش قابلِ دید تھی۔ فرش پر دبیز قالین کی وجہ سے قدموں کی آہٹ بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں خاموشی سے نووارد کے ساتھ چلتا رہا۔ اسٹین گن والا ہم سے چار قدم پیچھے تھا۔ راستے میں ہماری ملاقات کسی نئے آدمی سے نہیں ہوئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پوری عمارت ویران پڑی ہو۔

نووارد مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے باہر رکنے کی ہدایت کر کے تنہا اندر جانے کا ارادہ رکھتا ہے یا پھر دروازے پر دستک دے کر اپنی آمد کا اعلان کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی بلکہ دروازے کے قریب ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ مجھے اس کی خاموشی گراں گزر رہی تھی لیکن میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی دروازے کے اوپر لگے ہوئے کسی خفیہ مائک سے ایک بھاری بھرکم آواز ابھری۔ "مسٹر ہوشنگ! میں تمہاری شاندار کارکردگی سے خوش ہوں۔"

"شکریہ ڈاکٹر۔" نووارد نے ادب سے جواب دیا۔ "باس کے اعتماد نے ہوشنگ کے بازو ہمیشہ مضبوط رکھے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا مشن پوری طرح کامیاب رہا ہے؟"

"ہوشنگ اپنے جسم پر عقابی نظر رکھتا ہے ڈاکٹر۔ راز داری اور احتیاط میرے زریں اصول ہیں۔"

"میں جانتا ہوں... اسی لیے باس تم پر بھرپور اعتماد کرتا ہے۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" ہوشنگ نے دریافت کیا۔

"مسٹر امجد کو اندر بھیج دو اور تم باقی لوگوں کو اس طرح ٹھکانے لگا دو کہ ان کی راکھ بھی اڑ کر باہر نہ جا سکے۔"

"ایسا ہی ہوگا ڈاکٹر۔" ہوشنگ نے تیزی سے جواب دیا... پھر مجھے اندر جانے کا اشارہ کرتا ہوا خود واپس چلا گیا۔ اسٹین گن والا بدستور چار قدم کے فاصلے پر موجود تھا۔

میں نے دزدیدہ نظروں سے دروازے کے اوپر دیکھا مگر مجھے مایوسی ہوئی۔ جس مائک سے آواز ابھر رہی تھی، وہ غالباً چوکھٹ کے اندر اس طرح لگایا گیا تھا کہ باہر سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے دروازہ کھولنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ہوشنگ نے کوئی ایسی ہدایت بھی نہیں دی تھی۔ چنانچہ میں خاموش کھڑا رہا... ابھی بمشکل تیس سیکنڈ بیتے تھے کہ خفیہ مائک پھر جاگ اٹھا۔ "دروازہ کھول کر اندر آ جاؤ مسٹر امجد۔"

میں نے اس بار وقت ضائع نہیں کیا اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے کی آرائش کے لیے بھی ویسا ہی ساز و سامان استعمال کیا گیا تھا جیسا میں دوسرے کمروں میں دیکھ چکا تھا۔ دروازے کے بالکل سامنے ایک بیضوی شکل کی میز رکھی ہوئی تھی جس کی دوسری طرف ریوالونگ چیئر پر ایک بوڑھا مجھے جذبات سے عاری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ میں اس کی عمر کا اندازہ لگانے سے قاصر تھا لیکن پہلی نظر میں

میرا اندازہ یہی تھا کہ وہ چلنے پھرنے سے یقیناً معذور ہوگا۔ اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ سر اور ڈاڑھی کے تمام بال سفید تھے۔ چہرے کا گوشت ہڈیوں کا ساتھ چھوڑ کر لوتھڑے کی صورت میں نیچے لٹک رہا تھا۔ سکڑنے کی وجہ سے اس کی گردن اور دونوں ہاتھ برابر متحرک نظر آ رہے تھے۔ پستہ قد ہونے کی وجہ سے بڑی کرسی کے اوپر اس کا لاغر وجود انتہائی پُراسرار لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر سفید رنگ کا بے داغ سوٹ تھا جس نے اس کی شخصیت کو کرسی پر چڑھے ہوئے چاکلیٹی رنگ کے مخملی کپڑے کے درمیان بے حد اجاگر کر رکھا تھا۔ میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا میز کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ بیرونی خودکار دروازہ میرے اندر آتے ہی بند ہو چکا تھا۔

"بیٹھ جاؤ مسٹر امجد۔" بوڑھے نے خشک لہجے میں کہا۔

"شکریہ..." میں نے آہستہ سے کہا اور ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں اجیت کمار بھی کہہ سکتا ہوں۔" بوڑھے کا لہجہ معنی خیز تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ نارمل ہو گیا۔ "یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"

"حالات کے پیشِ نظر اگر مجھے اجیت کمار ہی رہنے دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"گڈ... اجیت کمار اچھا نام ہے بلکہ صرف اجیت۔" بوڑھے نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام گھوش ہے... ڈاکٹر گھوش، ڈاکٹر کوئی نام نہیں صرف پیشے کی نمائندگی کرتا ہے لیکن میں خود کو صرف ڈاکٹر کہلوانا پسند کرتا ہوں... تمہارا کیا خیال ہے؟"

"آپ درست کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔" میں نے تائید کی۔ "نام اور شخصیت دو متضاد چیزیں ہیں۔"

"ذہین ہو۔" ڈاکٹر نے تیزی سے کہا... پھر اچانک خشک لہجے میں بولا۔ "جانتے ہو تمہیں پولیس کی تحویل سے کیوں آزاد کرایا گیا ہے؟"

"میں نے ابھی تک اس بارے میں غور نہیں کیا۔" میں نے خود کو لاپروا ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"کیوں؟" ڈاکٹر نے حقارت سے پوچھا۔ "کیوں غور نہیں کیا؟ کیا تم کسی خوش فہمی کا شکار ہو؟"

"حالات سازگار ہوں تو انسان کو بلاوجہ ذہن پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"معقول بات ہے۔" ڈاکٹر نے تعریفی انداز اختیار کیا لیکن دوسرے ہی لمحے معنی خیز لہجے میں بولا۔ "اگر حالات ناسازگار ہو جائیں تو تم کیا کرو گے؟"

"انسان جب ڈوبنے لگتا ہے تو زندگی بچانے کی خاطر ہاتھ پیر بھی ضرور مارتا ہے۔" میں نے مضبوط آواز میں جواب دیا۔

"صرف ہاتھ پیر ہلانے کی حد تک..." ڈاکٹر کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "خشکی پر تیراکی کی جدوجہد کی جائے تو انسان کا چہرہ لہولہان ہو جاتا ہے۔"

"ہاتھ پاؤں مارے بغیر مر جانا میرے نزدیک بزدلی کی علامت ہے۔"

"موت عبرتناک ثابت ہو رہی ہو تو گھٹنے ٹیک دینا دانشمندی کی دلیل ہے۔"

"ہر آدمی کا اپنا ایک نظریہ ہوتا ہے، ڈاکٹر۔"

"اپنا انداز تمہیں بھولنا ہوگا، مسٹر اجیت۔" ڈاکٹر گھوش نے سفاکی سے کہا۔ "تمہیں ہمارے نظریات کی پیروی کرنی ہوگی۔ ہمارے اشاروں کو اپنانا ہوگا ورنہ جانتے ہو کیا ہوگا... لیکن ٹھہرو! تم شاید اتنی آسانی سے ڈاکٹر گھوش کی باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔ ڈاکٹر کو سمجھنے کے لیے تمہیں ایک عمر درکار ہوگی... مگر میں تمہیں دکھاؤں گا کہ ڈاکٹر کی باتوں پر عمل نہ کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر کے لہجے میں درندگی تھی۔ اس نے اپنا جملہ ختم کر کے میرے چہرے پر اپنی باتوں کا ردِعمل دیکھا تو یوں لرزنے لگا جیسے اس کے جسم کو بجلی کے شدید جھٹکے لگ رہے ہوں۔ میں خاموش بیٹھا ڈاکٹر کی بدلتی ہوئی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ چند لمحے کمرے میں موت کی سی خاموشی طاری رہی پھر ڈاکٹر نے ایک دراز کھولی اور شیشے کا چھوٹا سا مرتبان نکال کر میز پر رکھ دیا۔ مرتبان کے پانی میں تین زندہ مینڈک تیر رہے تھے۔ ڈاکٹر نے ایک مینڈک مرتبان سے نکال کر قالین پر اچھال دیا۔ میں بدستور چپ بیٹھا ڈاکٹر کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک غصے کے تاثرات موجود تھے۔

مینڈک کو قالین پر اچھالنے کے بعد ڈاکٹر نے ایک کھلونے نما پستول دوسری دراز سے نکالا اور اس کی چرخی کو چھوڑ کر اس کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس کے ہاتھوں کا رعشہ ختم ہو گیا تھا۔ نظریں گھما کر اس نے مینڈک کو دیکھا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "مسٹر اجیت! تم نے دیکھا، میں نے اس مینڈک کو مرتبان کی قید سے آزادی بخشی تھی لیکن یہ میری دسترس سے دور بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔"

اس نے اپنی کرسی گھمائی اور پستول والا ہاتھ اٹھا کر مینڈک کا نشانہ لینے لگا۔ شاید وہ مجھ پر اپنی نشانہ بازی کا رعب جمانا چاہتا تھا۔ میرا دل چاہا کہ ڈاکٹر کی اس طفلانہ حرکت پر دل کھول کر قہقہے لگاؤں لیکن دوسرے ہی لمحے میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابلِ یقین تھا۔ ڈاکٹر نے لبلبی دبائی تو ایک باریک سوئی پستول میں سے نکلی اور مینڈک کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے مینڈک دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔ کمرے میں گوشت جلنے کی ہلکی سی بو پھیل گئی۔ "تم نے دیکھا مسٹر اجیت!" ڈاکٹر نے پستول کو دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ڈاکٹر گھوش کی اپنی ایجاد ہے۔"

"حیرت انگیز..." میں نے مختصراً کہا۔ خوف کی لہر میرے اعصاب کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

"تمہارے چہرے پر یہ ڈاڑھی قطعی نامناسب ہے۔" ڈاکٹر نے بدلے ہوئے انداز میں کہا۔ "جوانی میں بڑھاپے کے روگ نہیں پالنے چاہئیں۔ ویسے

بھی جب ڈاکٹر نے تمہیں اپنا مہمان بنایا ہے تو تمہیں حالات سے پردہ پوشی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم آج ہی بلکہ ابھی اپنے چہرے سے اس جھاڑ جھنکار کو دور کر دو۔ میں روبی کو بلاتا ہوں۔ وہ تمہاری میزبانی کے فرائض بخوبی انجام دے سکتی ہے۔"

ڈاکٹر نے روبی کا نام لے کر اسے اندر آنے کی ہدایت کی۔ دوسرے ہی لمحے بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور ایک خوب صورت لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔ لباس کے اعتبار سے وہ مغربی سی تھی لیکن اس کے خدوخال اور اس کے جسمانی نشیب و فراز میں مشرقیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں جب روپ نگر میں تھا تو سریتا اور منورما میری دلجوئی پر تعینات کی گئی تھیں۔ منور کی ایک سے ایک حسین پجارن اور دیو داسیاں موجود تھیں لیکن روبی ان سب سے دلکش اور خوب صورت تھی۔

اس کے جسم کا گداز جنسِ مخالف کو دیوانہ کر دینے کے لیے کافی تھا۔ اس کے گالوں کی سرخی اور نگاہوں کی مستی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ توبہ شکن تھیں۔ اس کا نام روبی کے بجائے نیلم، زمرد یا پکھراج ہونا چاہیے تھا۔ قدرت نے اس ہیرے کو تراشنے میں غالباً اپنی تمام تر صناعی کو استعمال کر دیا تھا۔ میں نے روبی کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالی، پھر پھولوں سے لدی شاخ کی طرح لچکتی، بل کھاتی ڈاکٹر کے سامنے رک گئی۔ خوشی کا ایک لطیف جھونکا اس کے جسم سے پھوٹ رہا تھا اور پورے ماحول کو معطر کر رہا تھا۔

"روبی..." ڈاکٹر نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ "ان سے ملو۔ یہ ہمارے نئے مہمان ہیں مسٹر اجیت! بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ اسی لیے میں ان کو تمہارے سپرد کر رہا ہوں اور اس تاکید کے ساتھ کہ مسٹر اجیت کو کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔"

"آپ مطمئن رہیں ڈاکٹر! میں اپنے فرائض کو سمجھتی ہوں۔" روبی کی مترنم آواز میں گھنگروؤں کی جھنکار تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم مسٹر اجیت کو آج ہی ان کے اصلی روپ میں لے آؤ۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جب تک تمہیں میری طرف سے کوئی دوسری ہدایت نہ ملے تم خود کو ان ہی کے لیے مخصوص سمجھو۔"

"جو حکم ڈاکٹر..." روبی نے تعظیماً جھکتے ہوئے جواب دیا... پھر پلٹ کر میرے قریب آئی اور بڑے ادب سے بولی۔ "آیئے مسٹر اجیت!"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھوں کے سحر نے جیسے مجھے مسحور کر دیا ہو۔ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا تو ڈاکٹر کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "مسٹر اجیت! کیا میں امید رکھوں کہ تم میری توقعات پر پورے اترو گے؟"

ڈاکٹر کا لہجہ معنی خیز تھا۔ اس نے روبی کی موجودگی میں کھل کر مجھے کوئی تنبیہ نہیں کی تھی لیکن میں اس کا مفہوم سمجھ گیا تھا۔

"مطمئن رہیئے ڈاکٹر!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ نے میرے ساتھ جو مہربانی کی ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کر دوں گا۔"

"اس عمارت کے اندر تم کو ہر بات کی مکمل آزادی ہوگی۔ تم سے کسی قسم کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی لیکن..."

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر!" میں نے جلدی سے کہا۔ "میری بھرپور کوشش یہی ہوگی کہ خود کو حالات کے نئے سانچے میں ڈھال لوں۔"

میں نے اپنی توجہ روبی کی طرف مبذول کر لی اور اس کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔

میں بڑے تسدڑ تے قدِ آدم آئینے کے سامنے گیا تو خود اپنا حلیہ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ مجھے اپنی بینائی پر شبہ ہونے لگا۔ میں خود اپنے آپ کو شناخت کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ میرے چہرے کی رنگت، داڑھی اور مونچھیں صاف ہونے کے بعد کچھ زیادہ ہی نکھر آئی تھی۔ سر پر انگریزی فیشن کے بال نظر آ رہے تھے اور جسم پر قیمتی سوٹ تھا۔

روبی نے پوری توجہ سے میرا حلیہ تبدیل کیا تھا۔ وہ مجھے اس کمرے میں لے آئی تھی جو میرے لیے مخصوص تھا۔ یہاں میرے لیے دنیا کی ہر آسائش اور روز مرہ کے استعمال کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ الماری میں میری ناپ کے لباس بھرے ہوئے تھے۔ جو سوٹ اس وقت میرے جسم پر تھا، اس کا انتخاب خود روبی نے کیا تھا۔ اسی نے میرے بالوں کو سنوارا تھا... اور پھر آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔

"مسٹر اجیت!" اچانک میری سماعت سے روبی کی مترنم آواز ٹکرائی۔ "کیا آپ کو میری محنت میں کہیں کوئی کمی نظر آ رہی ہے؟"

"نہیں... قطعی نہیں۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے اتنا بدل دیا ہے کہ مجھے خود اپنی آنکھوں پر شبہ ہو رہا ہے۔"

"مجھے خوشی ہوئی کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔" روبی نے پہلی بار مجھے پُرشوخ نگاہوں سے دیکھا۔

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" میں نے اس کی نگاہوں کے سحر سے بچنے کے لیے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"حکم...!" روبی نے حیرت سے کہا۔ "آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ڈاکٹر نے آپ کو ہر بات کی مکمل آزادی دی ہے اور مجھے آپ کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔"

روبی کو متحیر دیکھ کر میں نے فوراً ہی کوئی پینترا نہیں بدلا۔ حالات کی ستم ظریفی نے غالباً ابھی تک میرے اعصاب سے اپنا تسلط ختم نہیں کیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں خود کو سرزنش کی۔ ڈاکٹر کے مشورے پر میں نے نئی

صورت حال سے مکمل مفاہمت کا ارادہ کر لیا تھا لیکن ایک خوب صورت عورت کے سامنے مجھے اپنی شخصیت اور مردانگی کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا۔ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں ڈاکٹر سے چند لمحوں کے لیے مل لوں؟"

"آپ چاہیں تو میں ڈاکٹر کو آپ کے ارادے سے آگاہ کر سکتی ہوں۔" روبی نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم ڈاکٹر تک میرا پیغام پہنچا دو۔"

روبی نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور کمرے سے نکل گئی۔

دس منٹ بعد مجھے ڈاکٹر گھوش سے دوبارہ ملنے کا شرف حاصل ہوا لیکن اس بار ہماری ملاقات اس کمرے میں نہیں ہوئی تھی۔ جہاں ہم پہلی بار ملے تھے۔ یہ ڈاکٹر کی خواب گاہ تھی جہاں وہ ایک مسہری پر نیم دراز تھا۔ میں کمرے میں داخل ہوا تو ڈاکٹر نے مجھے غور سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرے مشورے کو قبول کر کے تمہاری شخصیت خاصی نکھر گئی ہے۔"

"میں نے کہا تھا ڈاکٹر کہ خود کو نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"اسی میں تمہاری بہتری ہے مسٹر اجیت۔" ڈاکٹر نے سپاٹ لہجے میں کہا، پھر دوستانہ انداز اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم ہمارے کہنے پر چلو گے تو اپنے ماضی کو فراموش کر دو گے۔ تم نے اب تک جو قوتیں حاصل کی تھیں وہ سب عارضی اور بے کار تھیں۔ ہم تمہیں ایسی قوتوں کا مالک بنا دیں گے کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو جاؤ گے لیکن وفاداری شرط ہے... کیا سمجھے؟"

"ڈاکٹر... کیا میں آپ سے کچھ دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم کیا پوچھو گے۔" ڈاکٹر مسکرانے لگا۔ "تمہارے ذہن میں جو سوالات کلبلا رہے ہیں مجھے ان کا اندازہ ہے مگر ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا۔ فی الحال تم چند روز آرام کرو... پھر ہم نئے سرے سے تمہاری تربیت کریں گے۔ تمہیں ایسی قوتوں سے روشناس کرائیں گے جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ باس ایسے لوگوں سے کوئی رعایت نہیں کرتا جو تنظیم سے غداری کا سنگین جرم کرتے ہیں۔"

"آپ کی تنظیم میں میری کیا حیثیت ہوگی؟" میں نے ڈاکٹر کو کریدنا شروع کیا۔

"یہ تمہارے اپنے اوپر منحصر ہے۔ اگر تم ہمارے امتحان میں کامیاب ہوتے رہے تو تمہاری حیثیت دوستوں جیسی ہوگی۔"

"میرا خیال ہے کہ باس نے میرا انتخاب کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم مجھے اپنی اہمیت کا احساس دلانا چاہتے ہو؟"

"آپ غلط سمجھے ڈاکٹر!" میں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "میرا مقصد یہ تھا کہ باس کو میرے ماضی کے بارے میں تمام باتوں کا علم بخوبی ہوگا۔ اگر میں قابلِ اعتماد نہ ہوتا تو وہ میرا انتخاب کبھی نہ کرتا۔"

"ذہانت اور صاف گوئی اچھی باتیں ہیں مسٹر اجیت لیکن تمہیں باس کے سلسلے میں زیادہ محتاط ہو کر گفتگو کرنی ہوگی۔"

"میں آپ کے مشوروں پر ضرور عمل کروں گا ڈاکٹر لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہو... کیا بات ہے؟"

"میرے مذہب میں خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔" میں نے نپے تلے الفاظ میں کہنا شروع کیا۔ "بزدلی کی موت مرنا میرے اصول کے خلاف ہے اس لیے میں صرف یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ میرے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے اگر میرے اصولوں کو سامنے رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم دلیر آدمی ہو لیکن یہاں ہر فیصلے باس کی مرضی سے کئے جاتے ہیں اور تنظیم کا ہر فرد باس کے فیصلے کا پابند ہوتا ہے۔"

"میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا ڈاکٹر۔" میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "میرا ماضی آپ لوگوں کے لیے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ میں بنیادی طور پر ایک سیدھا سادھا فرد تھا، عام اور امن پسند شہریوں کی طرح زندگی گزار رہا تھا لیکن حالات نے مجھ سے میری روش چھین لی۔ مجھے اپنا راستہ بدلنا پڑا۔ وقت کے ساتھ ساتھ میں قانون کی نگاہوں میں مجرم گردانا گیا۔ طاقت کے حصول کی خاطر میں نے وقتی طور پر اپنا مذہب، اپنا حلیہ اور نام سب کچھ بدل ڈالا۔ مجھے اپنی موت کا یقین ہے اس لیے موت کا تصور کبھی مجھے ہراساں نہیں کر سکا۔ میں نے جیل میں جن اذیت ناک سختیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے اس کی روداد بہت طویل ہے لیکن میں آج بھی زندہ ہوں۔ مجھے زندگی کی رنگینیوں سے بھی کوئی عشق نہیں ہے، اگر میں پولیس کی قید سے آزاد نہ کرایا گیا ہوتا تو شاید مجھ پر زندگی مزید تلخ اور حرام کر دی جاتی لیکن آپ لوگوں نے مجھے پولیس کی حراست سے آزاد کرا لیا۔ ایک نئی زندگی کا آغاز میرے لیے بے حد خوش آئند ہے ڈاکٹر! آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ اس وقت میری زبان میرے دلی جذبات کی ترجمانی کر رہی ہے۔ میں اپنے ذہن سے تمام بوجھ اتار پھینکنا چاہتا ہوں۔ میں صرف اتنی سی التجا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے سلسلے میں باس کو اس بات کا یقین دلا دیں کہ میں قابلِ اعتماد ہوں۔ میں باس کے ہر حکم اور ہر اشارے پر زندگی کی بازی لگا سکتا ہوں لیکن میری آزادی کو کبھی سلب کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ میں ہر ممکن تعاون کا بھرپور یقین دلاتا ہوں۔ میں یہ بات بھی پورے اعتماد سے کہہ رہا ہوں کہ جس روز میں نے خود کو آپ لوگوں کی کسوٹی پر پورا نہ پایا اور حالات نے مجھے گھٹن سے دوچار کیا، میں اسے اپنی زندگی کا آخری دن تصور کروں گا۔ آپ کو سرزنش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آ سکے گی۔ میں

خود اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گا سمجھا اور کچھ نہیں کہتا ڈاکٹر۔

ڈاکٹر گھوش انہماک سے میری باتیں سن رہا تھا۔ اس کی تجربہ کار آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور اُتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ گرگٹ کی طرح منٹ منٹ میں رنگ بدلنا ڈاکٹر کی خاصیت تھی۔ میں جب تک بولتا رہا وہ خاموش رہا لیکن اس عرصے میں اس کا چہرہ کئی رنگ بدل چکا تھا۔ غالباً وہ، مجھے اپنے چہرے کی متضاد کیفیتوں سے اس بات کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اس کے ایک ایک لفظ کو پرکھ رہا ہے۔ میں نے اپنی گفتگو میں کہیں کوئی لچک کوئی جھول نہیں آنے دیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ خود کو ایک ہی بار اس کے سامنے بے نقاب کر دوں۔ جو کچھ طے ہونا ہے ایک ہی بار طے ہو جائے۔ اسی طرح میرے لیے آئندہ کسی دُشواری کے امکانات کم ہو سکتے تھے۔

"اجیت... "میرے چُپ ہونے کے کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے بڑے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "مجھے تمہارا اندازِ گفتگو پسند آیا۔ میں باس سے تمہاری سفارش ضرور کروں گا لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو، باس قبل از وقت کسی پر اعتماد کرنے کا قائل نہیں۔ وہ اپنی ہی کسوٹی پر اپنے ساتھیوں کو پرکھنے کا عادی ہے۔ تمہیں بہت جلد کٹھن اور سخت امتحانوں سے گزرنا ہوگا۔ مستقبل میں تمہاری کامیابی اور ناکامی کا انحصار تمہاری اپنی صلاحیتوں پر ہے۔ اپنے ذاتی مشاہدوں کی بنیاد پر میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم ہماری تنظیم میں ایک گراں قدر اضافہ ہو گے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں کچھ مشورے بھی دینا چاہتا ہوں۔"

"یہ میری خوش بختی ہوگی ڈاکٹر! آپ کے مشورے میری کامیابیوں کی ضمانت ثابت ہوں گے۔"

"باس چرب زبانی یا ایسے جاہ خوشامد کو حقارت سے دیکھتا ہے تمہیں اس کے سامنے ہمیشہ کھل کر گفتگو کرنی ہوگی۔"

"یہ اچھا اصول ہے۔" میں نے تعریف کی۔

"درمیان میں مت بولو۔ میری باتوں کو غور سے سنتے رہو۔" ڈاکٹر نے مجھے ٹوکتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تنظیم کا ہر فرد باس کی نگاہوں میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاتی البتہ سب کے ذمے الگ الگ کام سونپ دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر شخص اپنے کام کا براہِ راست ذمے دار سمجھا جاتا ہے۔ تنظیم میں میری اور ہوشنگ کی شخصیت قدرے مختلف ہے۔ میرے قویٰ کمزور ہو چکے ہیں اس لیے میں بھاگ دوڑ کے کاموں میں شریک نہیں ہوتا۔ یوں بھی میرا شعبہ الگ ہے اس لیے میں ہمیشہ دُور رہ کر حالات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہوشنگ کو اگر تم ایک زندہ مشین سمجھو تو زیادہ مناسب ہوگا۔ وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ بظاہر وہ ایک سیدھا سادھا شخص ہے لیکن اس کا ظاہر اس کے باطن سے بالکل مختلف ہے۔ تم آہستہ آہستہ اس کی صلاحیتوں اور اس کی شخصیت کے خوف ناک پہلوؤں سے واقف ہو جاؤ گے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہوشنگ کے سلسلے میں زیادہ محتاط رہنا۔ باس اسے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد سمجھتا ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ بھی یہی ہے کہ ہوشنگ ناقابلِ تسخیر اور لازوال صلاحیتوں کا مالک ہے۔"

ڈاکٹر بولتا رہا اور میں خاموش سنتا رہا۔

"ہوشنگ کے علاوہ تم عنقریب تنظیم کے ایک اور اہم رکن ہنری ماتھر سے ملو گے۔ . . . . ہنری ماتھر کی حیثیت تنظیم میں باس کے نائب کی ہے۔ عام طور پر وہی سب کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس کی شخصیت کے ہزاروں پہلو ہیں اور ہر پہلو میں سینکڑوں اسرار پوشیدہ ہیں۔ وہ آدھا ہندو اور آدھا انگریز ہے۔ اس کی پیدائش جنوبی ہندوستان میں ہوئی تھی۔ جوانی کا بیشتر حصہ اس نے بنگال میں گزارا... پھر باس نے اسے اپنی تنظیم میں شامل کر لیا تو وہ خود کو مغرب کا باشندہ سمجھنے لگا۔ اسی نسبت سے اس نے اپنا نام ہنری ماتھر رکھا ہے۔ وہ دُنیا کے بیشتر پُراسرار علوم کا ماہر ہے۔ مختصر یوں سمجھ لو کہ سانپ کا کاٹا زندگی کی اُمید کر سکتا ہے لیکن ہنری ماتھر جس کا دشمن ہو جائے، اسے کوئی طاقت محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اس کے لیے فاصلوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کی نگاہیں سمندر کی تہہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ تمہیں ہنری ماتھر کے سامنے ہمیشہ اپنی زبان پر تالا لگا کر رکھنا ہوگا۔ وہ دلوں کی گہرائی میں جھانک سکتا ہے اس لیے اس کے سامنے اپنے دل میں بھی کوئی غلط خیال لانے کی جرأت نہ کرنا۔"

ڈاکٹر جس انداز میں ہنری ماتھر کا تذکرہ کر رہا تھا اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی ہنری ماتھر سے خائف ہے۔ میں پوری توجہ سے ڈاکٹر کے مشوروں کو ذہن نشین کرتا رہا۔ اس نے مختصر الفاظ میں تنظیم کے دوسرے لوگوں کا بھی ذکر کیا... پھر چند لمحے توقف کرنے کے بعد بولا۔ "تم پہلے فرد ہو جسے میں نے اتنی جلدی اعتماد کے قابل سمجھ کر بہت کچھ بتا دیا ہے۔ ان باتوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا۔ کسی دوسرے کے سامنے زبان کھولنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری شخصیت مشکوک ہو جائے گی۔"

"میں آپ کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا ڈاکٹر۔" میں نے خلوص سے جواب دیا۔

"ایک آخری بات اور ذہن نشین کر لو۔ تنظیم کے کسی فرد کو کبھی تنظیم کے بارے میں کریدنے کی کوشش مت کرنا۔"

"آپ مطمئن رہیں ڈاکٹر! میں آپ کے مشوروں کو کبھی نظر انداز نہیں کروں گا۔"

"روبی تمہیں کیسی لگی؟" اچانک ڈاکٹر نے ایک ایسا سوال کیا جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔

"میں سمجھا نہیں ڈاکٹر۔" میں نے وضاحت چاہی۔

ڈاکٹر نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تنظیم کی لڑکیاں تنظیم کے مردوں کی اہم ضرورت سمجھی جاتی ہیں۔ یہاں کسی خوب صورت اور نوجوان لڑکی کو اس سے زیادہ سمجھنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کیا باس کی طرف سے لڑکیوں کے سلسلے میں کوئی بندش نہیں ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"بندش اور ضرورت میں بڑا فرق ہے، میرے دوست۔" ڈاکٹر بے تکلفی سے بولا۔ "جہاں تک ضرورت پوری کرنے کا تعلق ہے تنظیم کے ہر فرد کو مکمل آزادی ہے... البتہ یہاں کسی کو کسی کے لیے مخصوص نہیں سمجھا جاتا بشرطیکہ اوپر سے ایسا کوئی حکم نہ دیا جائے۔"

"میری تربیت کا آغاز کب سے ہوگا؟"

"فی الحال صرف عیش کرو۔ روبی خاصی جاندار لڑکی ہے۔ جب تربیت کا وقت آئے گا تو تمہیں آگاہ کر دیا جائے گا۔" ڈاکٹر کا لہجہ بدستور دوستانہ تھا۔

"میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ڈاکٹر کہ آپ نے مجھے اعتماد کے قابل سمجھا۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مرتے دم تک آپ کا وفادار رہوں گا اور آپ کے احسانوں کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔"

میں ڈاکٹر سے اجازت لے کر اس کی خوابگاہ سے باہر آ گیا۔

مجھے پولیس کی قید سے رہائی ملے ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ میں جس عمارت میں تھا اس کی چار دیواری میں مجھے مکمل آزادی حاصل تھی۔ کوئی بندش یا کسی قسم کی روک ٹوک نہیں تھی۔ مجھے ہر قسم کی آسائش اور آرام میسر تھا۔ میری خدمت پر روبی جیسی حسین اور گداز جسم والی لڑکی مامور کی گئی تھی۔ ڈاکٹر نے تنظیم میں خوب صورت لڑکیوں کی موجودگی کا مقصد مجھے سمجھا دیا تھا لیکن میں نے ابھی تک حد سے تجاوز نہیں کیا تھا۔

اس دوران میں میری ملاقات ڈاکٹر گھوش اور ہوشنگ سے بھی ہوئی۔ ڈاکٹر کی باتوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ مجھ پر مہربان ہے لیکن ہوشنگ ابھی تک مجھ سے کھل کر نہیں ملا تھا۔ میں نے اسے کریدنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ حالات کا تقاضا تھا کہ جب تک تنظیم کے دوسرے افراد مجھ سے بے تکلف نہ ہو جائیں، میں خود کو لیے دیئے رکھوں۔

دن بھر میں اپنی خواب گاہ میں رہتا یا ڈاکٹر گھوش کے پاس چلا جاتا تھا۔ روبی ہر وقت میری خدمت کی تاک میں رہتی تھی۔ میں نے اس سے خاصی بے تکلفی پیدا کر لی تھی لیکن رات کو جب وہ میرے قریب آتی تو میں کسی نہ کسی بہانے اسے ٹال دیتا تھا یا کمرے سے باہر چلا جاتا تھا۔

آٹھویں روز میری تربیت کا آغاز بھی ہو گیا۔ عمارت کا وہ حصہ ابھی تک میری نظروں میں نہیں آیا تھا اس لیے جب ہوشنگ مجھے وہاں لے گیا تو میں اس تربیت گاہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ تربیت گاہ جدید سامان سے لیس تھی۔ یہاں میں نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جنہوں نے مجھے گاڑی سے اتارنے سے قبل پولیس والوں کو اُٹھایا تھا۔ ہوشنگ نے تربیت گاہ میں موجود تمام افراد سے باری باری میرا تعارف کرایا... پھر مجھے تربیت گاہ کے نگران کے حوالے کر کے واپس چلا گیا۔ یہ وہی جاپانی نژاد شخص تھا جسے میں نے عمارت میں سب سے پہلے دیکھا تھا۔ ہوشنگ نے مجھے اس کا نام جم وانگ بتایا تھا۔

تربیت گاہ کے نئے ماحول اور نئے چہروں کے درمیان مجھے کچھ کچھ اجنبیت کا احساس ہو رہا تھا لیکن جم وانگ نے اس احساس کو زیادہ دیر برقرار نہیں رہنے دیا۔ تربیت گاہ کے دوسرے افراد بھی دو تین روز میں اس طرح گھل مل گئے جیسے ہمارے درمیان برسوں سے گہری شناسائی ہو۔ شروع شروع میں مجھے مختلف اقسام کی ورزشوں تک محدود رکھا گیا... پھر جوڈو اور کراٹے کی تربیت شروع ہوئی۔ اس میدان میں، میں نے نمایاں دلچسپی کا اظہار کیا تو جم وانگ نے خاص طور سے اس فن میں میری رہنمائی شروع کر دی۔ اس نے بہت جلد مجھے اس فن کے بیشتر پہلوؤں سے روشناس کرا دیا۔ تربیت کے دوران میں مقابلے بھی ہوتے رہے۔ جم وانگ نے جوڈو اور کراٹے کے فن میں مجھے ایسا طاق کر دیا کہ میں باقی لوگوں پر بھاری پڑنے لگا۔ اس کے بعد نشانہ بازی کی مشقیں ہوئیں۔ میں نے اس میدان میں بھی حیرت انگیز طور پر نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔

تربیت کے دوران مجھے کئی دوسرے فن بھی سیکھنے پڑے جن میں شمشیر زنی، پیراکی، نشانہ بازی، دیسی بدیسی کشتی، ڈرائی اسٹائل فائٹنگ اور جمناسٹک سے لے کر جدید آتشی اسلحے کے استعمال تک سبھی کچھ شامل تھا۔ تربیت کی یہ مدت تقریباً ڈیڑھ ماہ تک جاری رہی۔ اس دوران مجھے زیادہ تر جوڈو اور کراٹے سے ہی دلچسپی رہی۔ تربیت گاہ کے دوسرے افراد کو تعجب تھا کہ میں نے اتنی جلدی سب کچھ کیسے سیکھ لیا۔ ایک روز جم وانگ نے میری پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ "اجیت! تم نے جو نمایاں کامیابی حاصل کی ہے مجھے اس پر خوشی ہے اور حیرت بھی ہے۔"

"سب کچھ تمہاری مہربانیوں کا نتیجہ ہے مسٹر جم۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"نہیں..." اس نے تردید کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں تمہاری صلاحیتوں کو بڑا دخل ہے۔ اکثر میں یہی سوچتا ہوں کہ کہیں تمہارے اندر کسی بڑے فائٹر کی رُوح تو نہیں چھپی بیٹھی ہے۔"

میں جم وانگ کی بات سن کر چونکا۔ مجھے رُوح کا خیال آ گیا۔ ہو سکتا ہے کہ میری کامیابیوں میں رابرٹ کی رُوح کا بھی دخل ہو لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ "روحیں فنِ سپہ گری کا مظاہرہ نہیں کیا کرتیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تم نے جتنی جلدی اپنی تربیت مکمل کی ہے، وہ میرے لیے بھی حیرت انگیز ہے۔"

میں اپنی بے مثال کامیابی پر بہت خوش تھا۔ ڈاکٹر گھوش نے بھی مجھے خاص طور سے مبارکباد دی تھی لیکن ہوشنگ نے کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا۔ جم وانگ نے ہوشنگ کے سامنے بھی میری تعریف کی تھی اور میری

صلاحیتوں کے مختلف پہلوؤں کو سراہا تھا۔ ہوشنگ خاموشی سے سب کچھ سنتا رہا... پھر اس نے مجھے گہری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا: "تربیت کا اصل راز اس وقت کھلتا ہے مسٹر اجیت جب انسان دشمنوں کی صف میں گھر جاتا ہے۔"

"حالات پر منحصر ہے مسٹر ہوشنگ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا: "وقت آنے پر آپ کو اس کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

"گڈ..." اچانک ہوشنگ کی آنکھیں چمک اٹھیں: "مجھے تمہاری بات پسند آئی لیکن کسی امتحان سے گزرے بغیر تمہیں خود پر اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔"

"خود اعتمادی بڑی چیز ہے۔" میں نے برجستہ کہا: "ہار جیت کو تو اتفاق ہی سمجھو۔"

"اوہ..." ہوشنگ نے پھنکارتے ہوئے کہا: "میرے ساتھ آؤ۔"

ہوشنگ سے میری گفتگو تربیت گاہ کے باہر ایک کمرے میں ہو رہی تھی لیکن وہ مجھے ساتھ چلنے کا حکم دے کر تربیت گاہ کی جانب قدم اٹھانے لگا۔ اس کے تیور خطرناک نظر آ رہے تھے۔ میں نے وضاحتی نظروں سے جم وانگ کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکائے۔ ہوشنگ کا انداز اس کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا لیکن تربیت گاہ میں پہنچ کر جب ہوشنگ نے اپنا لباس تبدیل کیا اور رنگ میں آیا تو میرے علاوہ جم وانگ کی آنکھوں میں بھی الجھن اور بے چینی کے تاثرات ابھر آئے۔ ابھی میں حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہوشنگ کی سرد آواز میری سماعت سے ٹکرائی: "مسٹر اجیت! کپڑے تبدیل کر کے رنگ میں آ جاؤ۔ میں تمہاری خود اعتمادی کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر گھوش نے مجھے ہوشنگ کی صلاحیتوں کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس کے پیش نظر میرا اس سے مقابلے کے لیے آمادہ ہونا مناسب نہیں تھا مگر مفر کی کوئی صورت نہیں تھی۔ مجبوراً میں نے ڈریسنگ روم میں جا کر کپڑے تبدیل کیے اور رنگ میں آ گیا۔ ہوشنگ نے ایک فائٹر کے انداز میں آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر معنی خیز لہجے میں بولا: "مسٹر اجیت! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہمارے درمیان جو مقابلہ ہو وہ فیصلہ کن ہو۔"

"میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں، جناب۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے نرمی سے جواب دیا۔

"کیوں... کیا تمہیں اب اپنی خود اعتمادی پر اعتبار نہیں رہا۔" ہوشنگ نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔

"میں نے تنظیم سے وفاداری کا عہد کیا ہے مسٹر ہوشنگ۔" میں نے ٹھوس لہجہ اختیار کیا: "آپ میرے محسن بھی ہیں اور محسنوں پر ہاتھ اٹھانا میرے اصول کے خلاف ہے۔ البتہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میری صلاحیتوں کو آزما لیجیے۔ میں صرف دفاع کرتا رہوں گا، حملہ نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے... آؤ!"

ہمارے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔ ہوشنگ بلاشبہ انتہائی پھرتیلا اور چالاک فائٹر ثابت ہو رہا تھا۔ ایک دو بار اس کے حملے اتنے بھرپور اور شدید تھے کہ اگر میں ذرا چوک جاتا تو اپنی پسلیوں کی ایک آدھ ہڈی ضرور تڑوا بیٹھتا۔ بس اس کا اچٹتا ہوا ہاتھ میرے جسم سے ٹکرایا تھا لیکن اس کے باوجود مجھے دن میں تارے نظر آ گئے تھے۔ جم وانگ رنگ سے باہر کھڑا یہ مقابلہ دیکھ رہا تھا۔ میں نے صرف دفاع کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے ہوشنگ پر حملہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ ہوشنگ میری زد پر آگیا۔ اگر میں چاہتا تو ایک ہی وار میں اس کی غلطی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے ایک ہاتھ سے محروم کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اور حملہ کرنے کے بجائے قلابازی کھا کر رنگ کی دوسری جانب چلا گیا۔ ہوشنگ نے اپنی غلطی اور میری برتری کو محسوس کیا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کینوس پر قدم جما کر اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کو قینچی کے انداز میں گھما کر اس کے حملے کو ناکام بنایا اور تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔

ہوشنگ کے حملے متعدد بار ناکام ہوئے تو اس کا غصہ مزید بھڑک اٹھا۔ اس کے حملوں میں پہلے سے زیادہ تیزی اور شدت آگئی۔ میرے لیے اب صرف اپنا بچاؤ اور دفاع کے اصولوں پر عمل کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ میں بھی پلٹ کر حملہ کرتا اور اسے محتاط رہنے پر مجبور کرتا لیکن ایسی صورت میں مجھ پر بدعہدی کا الزام آ سکتا تھا۔ میں نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ ایک بار ہوشنگ مجھ پر حملہ کر کے پلٹا تو میں نے جان بوجھ کر لڑکھڑاتے ہوئے خود کو کینوس پر رسی کے قریب گرا دیا... پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا۔ ہوشنگ نے مجھے کینوس پر پڑے دیکھ کر درندے کی طرح جست لگائی اور مجھے دبوچ لینا چاہا۔ میں چاہتا تو تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ کر ہوشنگ کو منہ کے بل گرنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اس طرح مقابلہ ختم نہیں ہو سکتا تھا بلکہ شدت اختیار کر جاتا... چنانچہ میں نے وہی کیا جو عین اس وقت میرے ذہن میں تھا۔ ہوشنگ فضا میں اڑتا ہوا جیسے ہی میرے اوپر آیا میں نے اپنی ٹانگیں بلند کیں اور ہوشنگ کو رنگ سے باہر اچھال دیا۔

میں نے جس خوب صورتی سے یہ حرکت کی تھی اسے کوئی ماہر جج بھی میری جانب سے جوابی حملہ قرار نہیں دے سکتا تھا۔ البتہ اسے بچاؤ اور حملے کی ملی جلی صورت کہا جا سکتا تھا۔ بہرحال مجھے اپنے منصوبے میں ناکامی نہیں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ ہوشنگ دوبارہ رنگ میں آتا میں برق رفتاری سے اٹھا اور رسی پکڑ کر خود بھی رنگ سے باہر کود گیا۔ ہوشنگ فرش سے اٹھ چکا تھا۔ میں نے تیزی سے اس کے قریب جا کر پہلے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے۔ پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تعظیماً جھک گیا۔ گویا میں نے ہوشنگ کو اپنے سے برتر تسلیم کر لیا تھا۔ قاعدے کی رو سے اس کے بعد مقابلہ جاری نہیں رہ سکتا تھا۔

میں چونکہ جھکا ہوا تھا اس لیے ہوشنگ کی گرفت اپنے بازوؤں پر محسوس کی تو اٹھ کھڑا ہوا اور پھر جو کچھ مجھے ہوشنگ کے چہرے اور اس کی آنکھوں میں نظر آیا اس نے میرے جسم میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔ ہوشنگ مجھے تعریفی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت حقارت کے تاثرات نہیں تھے۔

"اجیت...!" اس نے میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا: "ہوشنگ تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہے۔"

"میں اس اعزاز کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے تم ہماری تنظیم میں ایک شان دار اضافہ ثابت ہو گے۔ باس نے تمہارا انتخاب یقیناً بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔" ہوشنگ نے بدستور مجھے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر جم وانگ کی شاندار تربیت پر اس کی بھی تعریف کرنے لگا۔

اسی رات جب میں اپنی خواب گاہ میں لیٹا اپنی کامیابی پر مسرور ہو رہا تھا تو روبی میرے پاس آ گئی۔ وہ اس وقت بہت خوش تھی۔ شب خوابی کے لباس میں پہلے بھی میں اسے متعدد بار دیکھ چکا تھا لیکن آج کچھ اور ہی بات تھی۔ آج ہوشنگ کی تعریفوں نے مجھے خود اپنی نگاہ میں بہت بلند کر دیا تھا چنانچہ میں نے بے تکلفی سے کترانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے جسم کا گداز اور نشیب و فراز مجھے کچھ زیادہ ہی دلکش نظر آ رہے تھے۔ شب خوابی کے باریک لباس سے اس کا کندن جیسا جسم چھلک چھلک کر مجھے گستاخیوں پر اکسا رہا تھا۔ میں محو تماشہ تھا۔ ایک عرصے بعد آج مجھے اپنی تنہائیوں کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ جنس مخالف کی گھنیری زلفوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں اور تپتے جسم کو سکون کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میری تشنہ لبی مجھے بے چین کر رہی تھی۔ مجھے کفر توڑنے پر آمادہ کر رہی تھی۔ میرے اندر سوئے ہوئے جذبات توبہ شکن انگڑائی لے کر بیدار ہو رہے تھے۔

روبی کو میری کامیابی کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ مجھے مبارکباد دینے آئی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی مبارکباد قبول کر لی۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ میں صرف نظروں کی زبانی اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ روبی نے میری نگاہوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ شاید اس لیے کہ وہ مغربی تہذیب کی پروردہ تھی جہاں بیباکی کو اظہار کا ذریعہ بنایا جاتا ہے... یا پھر میرے ابتدائی رویے نے اسے مایوس کر دیا تھا۔ وہ جب بھی میرے قریب آنے کی کوشش کرتی میں پہلو بچا جاتا تھا۔ میری سرد مہری نے غالباً میرے وجود پر اس کے لیے "برف" کی چھاپ لگا دی تھی لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی۔ برف ہمیشہ برف نہیں رہتی، پگھلتی بھی ہے۔ آج میں اسے برف کی تاثیر بتانا چاہتا تھا کہ وہ گرم ہوتی ہے... چنانچہ میں اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ٹٹولتا رہا۔ وہ میری نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ سکی۔ میری خاموشی کو میری بے اعتنائی پر محمول کرتی ہوئی اٹھ کر بولی: "میں اپنے کمرے میں واپس جا رہی ہوں۔ کوئی ضرورت ہو تو آواز دے لیجیے گا۔"

"کیا نیند ستا رہی ہے؟" میں نے لب کشائی کی۔ اس کے جسم کی مہک میرے وجود کو سرشار کر رہی تھی۔

"جی نہیں..." اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"میرے قریب آ جاؤ۔ کچھ دیر باتیں کریں گے۔"

"اٹس یور وش..." اس نے کہا اور قریب آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے مبارکباد دی تھی۔" میں نے مسہری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ کیا آپ کو خوشی نہیں ہوئی کہ آپ نے مسٹر ہوشنگ کے مقابلے پر..."

"روبی..." میں نے تیزی سے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے محتاط انداز میں کہا: "تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ مسٹر ہوشنگ نے محض میری حوصلہ افزائی کی خاطر مجھے طرح دی تھی ورنہ اگر وہ چاہتے تو آسانی سے زیر کر سکتے تھے۔ ویسے بھی میں مسٹر ہوشنگ کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ آپ نے اپنی تربیت حیرت انگیز طور پر بہت جلد مکمل کر لی ہے؟" وہ مجھے معنی خیز نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"یہ درست ہے کہ میری ذاتی صلاحیتوں نے مجھے بہت جلد کامیابی سے ہمکنار کر دیا ہے۔"

"میں نے مسٹر جم وانگ کو ڈاکٹر سے گفتگو کرتے سنا تھا۔" روبی بولی۔ "وہ آپ کی بہت تعریف کر رہے تھے۔"

"میں مسٹر وانگ کا بھی شکر گزار ہوں انہوں نے مجھ پر خاص توجہ دی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ اب آپ کو تنظیم کے کسی اہم کام پر لگا دیا جائے گا۔"

"شاید..." میں نے روبی کی سحر انگیز آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا: "لیکن ابھی میری تربیت کا ایک شعبہ باقی ہے۔"

"وہ کون سا...؟" روبی میری نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ سکی۔

"وہ... وہ شعبہ تم ہو روبی۔" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

میرے ہاتھوں کا لمس میرے دل کی زبان بن گیا۔ وہ بات جو میری نگاہیں روبی کو نہ سمجھا سکی تھیں میرے جسم کی تپش نے اسے سمجھا دی۔ اس کی آنکھوں میں مستی کے جام چھلکنے لگے۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تو سینے کا تموج بھی گنگنانے لگا: "آپ شاید مذاق کر رہے ہیں۔" اس نے خمار بھری نظروں سے مجھے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ آہستہ سے اسے گھسیٹ کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس کا قرب قیامت خیز تھا۔ اس کے تپتے ہوئے جسم کی گرمی اور سانسوں کی مہک مجھے مدہوش کر رہی تھی۔ میں نے زلف پریشاں کو اس کے چہرے سے ہٹاتے ہوئے سرگوشی کی: "روبی..."

"کیا حکم دینا چاہتے ہیں آپ؟" اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

"اگر میں کوئی گستاخی کر بیٹھوں تو۔۔؟" میں نے اپنی باہنوں کا حصار تنگ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے آپ کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے آپ کو ہر بات کا اختیار ہے۔" اس نے اپنے گلابی رخساروں کو میرے گال پر ملتے ہوئے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ وہ تیزی سے پگھل رہی تھی۔ اس کی سانسوں کا اُلجھنا میرے جذبات کو بھڑکا رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن اس کے نشیب و فراز کے ذریعے میرے وجود کو گرما رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے اسے کچھ اور قریب کر لیا۔

"میں تمہیں محبت سے تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اس کے لبوں کی تھوڑی سی سُرخی چُراتے ہوئے سرگوشی کی۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی اجیت۔" روبی نے بے خودی کی زبان اختیار کی۔ "آج تک جس نے بھی مجھے تسخیر کیا ہے قوت اور درندگی سے تسخیر کیا ہے۔ میں تسخیر ہونے پر مجبور ہوں لیکن تم۔۔ تم پہلے مرد ہو جو مجھے محبت سے۔۔ بنانا چاہتے ہو۔۔۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی اجیت۔ یہ لمحے میری زندگی کے سب سے خوشگوار لمحے ہیں۔" اس نے بیباکی سے اظہار کیا۔

"اجازت ہو تو ان لمحوں کو یادگار کے طور پر اپنے سینے کی گہرائیوں میں نقش کر لوں۔"

"میں اسے اپنی زندگی کا ایک گرانقدر انعام سمجھ کر قبول کر لوں گی۔" وہ میرے سینے کی گہرائی میں پناہ لیتے ہوئے بولی۔

"روبی۔۔۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم صرف میرے لیے مخصوص کر دی جاؤ؟"

"کل کیا ہو گا یہ کوئی نہیں جانتا۔" یکلخت وہ تڑپ کر بولی۔ "یہاں کوئی لڑکی کسی کے لیے مخصوص نہیں کی جاتی، اجیت سا ایسی باتیں کر کے میری رُوح کے زخموں کو مت کریدو۔ جو لمحے خوشگوار گزر جائیں، وہی زندگی کا سرمایہ کہلاتے ہیں۔" وہ میرے وجود میں مدغم ہو جانے کے لیے بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ میرے حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ ایک عرصے بعد مجھے روبی کی شکل میں ارغوانی شراب کا لبریز جام میسر آیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس جام کو جکڑ لیا اور اپنی تشنگی دُور کرنے لگا۔۔۔

دوسرے روز میں ناشتے سے فارغ ہو کر بیٹھا ہی تھا کہ جم وانگ نے آ کر مجھے تیاری کا حکم دیا۔ مجھے ہنری ماتھر کے سامنے پیش کیا جانا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے لباس تبدیل کیا اور وانگ کے ساتھ ہو لیا۔ ڈاکٹر گھوش نے مجھے ہنری ماتھر کے بارے میں جو تفصیل بتائی تھی وہ میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ راستے میں وانگ نے بھی مختصر طور پر مجھے اس بات کی تاکید کر دی کہ مجھے ہنری ماتھر کے سامنے بہت محتاط ہو کر گفتگو کرنی چاہیے۔

کچھ دیر بعد میں ہنری ماتھر کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ میں نے ایک ہی نظر میں اندازہ لگا لیا کہ ڈاکٹر نے مجھے ہنری ماتھر کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ اس سے کہیں پُراسرار شخصیت کا مالک ہے۔

جس وقت اس نے میری طرف نگاہ اُٹھائی۔ مجھے اپنے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھوں کی تیز چمک مجھے اپنے وجود کی گہرائیوں میں دُور تک اُترتی محسوس ہو رہی تھی۔ ہنری ماتھر دوہرے بدن کا دراز قد آدمی تھا۔ اُس کے نقش و نگار میں کرختگی تھی۔ اُس کے جسم پر ہلکا آسمانی تھری پیس سُوٹ تھا۔ چہرے پر فرنچ کٹ ڈاڑھی نے اس کی شخصیت کو اور زیادہ جاذبِ نظر بنا دیا تھا۔ اُس نے قدیم عربوں جیسی پگڑی باندھ رکھی تھی جس پر درمیان میں ایک سُرخ ہیرے کا نگینہ چمک رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کو دہکتے ہوئے سُرخ انگارے کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو گا۔ چہرے کے نقوش نہ صرف دلکش تھے بلکہ اپنے اندر بے پناہ ساحرانہ کشش بھی رکھتے تھے۔

چند ثانیوں تک وہ صرف مجھے تیز نگاہوں سے گھُورتا رہا۔۔۔ پھر اُس کی نگاہوں کی سُرخی بتدریج کم ہونے لگی۔ کمرے میں وانگ بھی موجود تھا لیکن وہ دروازے کے قریب سر جھکائے کھڑا تھا۔

"تمہارا نام ڈاکٹر گھُوش نے اجیت بتایا ہے۔" اچانک کمرے میں ہنری ماتھر کی آواز اُبھری۔ خلافِ توقع اُس کا لہجہ بیحد نرم اور دوستانہ تھا۔

"یس سر۔۔۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "امجد علی کے مقابلے میں ڈاکٹر کو اجیت زیادہ مُناسب لگا تھا۔"

"ماضی کی باتیں ماضی کے ساتھ دفن ہو چکی ہیں۔ انہیں بھُول جاؤ۔" ہنری ماتھر بدستور میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا "وانگ اور ہوشنگ نے مجھ کو بتایا ہے کہ تم باصلاحیت آدمی ہو۔ ڈاکٹر نے بالخصوص تمہاری سفارش کی ہے لیکن میں قبل از وقت کسی نو وارد پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ تمہیں اپنی صلاحیتوں کے مظاہرے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ تم تنظیم میں کوئی مُناسب مقام حاصل کر لو گے۔"

"میں کوئی مقام حاصل کیے بغیر بھی تنظیم کی خدمت کو اپنا فرض سمجھوں گا۔"

"گُڈ۔۔۔" ہنری ماتھر نے میری بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ "ہو سکتا ہے دو روز بعد ہی ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں اور تمہاری آزمائش کا کوئی موقع نکل آئے۔"

"میں خود کو آپ کے معیار پر پُورا ثابت کرنے کے لیے بھرپور کوشش کروں گا۔"

"روانگی سے قبل ضروری ہے کہ پولیس کے پاس سے تمہارا فائل واپس لے لیا جائے۔ کیا تم اس افسر کا نام جانتے ہو جو تمہارے سلسلے میں تفتیش کر رہا تھا؟"

"اس کا نام جنسی لال ہے۔" میں نے کہا۔ "وجے ناتھ کے تبادلے کے بعد اسی کو تعینات کیا گیا تھا لیکن کیا میرا فائل پولیس کے ریکارڈ سے نکالنا آسان ہو گا؟"

"اجیت۔۔۔!" یکلخت ہنری ماتھر نے قدرے ناگواری سے کہا۔ "ہماری لغت میں ناممکن کا لفظ نہیں ہے۔ تمہیں بھی اس کا خیال رکھنا ہو گا۔"

میں گڑبڑا کر رہ گیا۔ مجھے یاد آ گیا کہ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ہنری ماتھر کے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہنری ماتھر نے مجھ سے مزید کچھ نہیں کہا۔ وانگ کو فوری طور پر کوئی فائل لانے کی تاکید کرنے لگا۔ میں خاموش کھڑا ہنری ماتھر کی پُراسرار شخصیت کا جائزہ لیتا رہا۔ وانگ کمرے سے چلا گیا تو اُس نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔ "کیا تمہیں ہماری تنظیم کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کی گئی ہیں؟"

"جی نہیں۔۔۔"

"تم نے کوئی اندازہ لگایا؟"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

"کوئی خاص وجہ۔۔۔؟" ہنری ماتھر نے میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔

"میرے موجودہ حالات، سابقہ اذیت ناک ماحول سے کہیں خوشگوار ہیں۔" میں نے نپے تُلے الفاظ استعمال کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ایسی صورت میں، میں نے اپنے ذہن پر بوجھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ یوں بھی مجھے یہاں ہر قسم کا آرام اور سکون میسر ہے۔"

"وفادار رہو گے تو عیش کی زندگی گزار سکو گے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ وانگ واپس آ گیا۔ اس نے ایک البم نما موٹی فائل ہاتھ میں تھام رکھی تھی۔ ہنری ماتھر فائل لے کر اس کے اوراق پلٹنے لگا پھر ایک صفحے پر پہنچ کر وہ رُکا۔ چند لمحوں تک وہ کچھ دیکھتا رہا پھر مجھے قریب بُلا کر وہ ورق دکھایا۔ اس صفحے پر جنسی لال ایس پی کی تصویر چسپاں تھی اور تصویر کے نیچے اُس کے کوائف درج تھے۔

میں نے تصویر کی تصدیق کر دی تو ہنری ماتھر نے مجھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور تصویر کو گھُورنے لگا۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے کی سنجیدگی بڑھتی جا رہی ہے۔ آنکھوں کی سُرخی بتدریج گہری ہو کر دہکتے ہوئے انگاروں کا رُوپ دھار رہی تھی۔ ہنری ماتھر کسی پتھر کے بیجان بُت کی طرح ساکت و جامد کھڑا جنسی لال کی تصویر کو گھُورتا رہا۔ اُس کی پلکوں میں ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں ہو رہی تھی۔ کمرے میں موت کا سا ویران اور ہولناک سناٹا طاری تھا اور تب کچھ دیر بعد ہنری ماتھر کی ٹھوس آواز کمرے کی خاموشی کا سینہ چیرتی ہُوئی اُبھری۔ "جنسی لال۔۔۔، خبردار، چونکنے یا حیرت زدہ ہونے کی کوشش مت کرنا۔۔۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں صرف اسے ذہن نشین کرتے رہو اور جب میری آواز تمہاری سماعت سے ٹکرانا بند کر دے تو تمہیں میری ہدایتوں پر عمل کرنا ہو گا۔۔۔ اِس طرح کہ کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہو۔۔۔ سُنو۔۔۔ تمہیں ایس پی وجے ناتھ کی جگہ تعینات کیا گیا تھا۔۔۔ تمہارے سپُرد پُجاری اجیت کمار کا کیس بھی کیا گیا تھا۔۔۔ ہاں، پُجاری اجیت کمار جس نے تمہارے محکمے کے ایک ڈی ایس پی خان ایاز کو اپنے پُراسرار عِلم کے ذریعے انسپکٹر رحمان کے ہاتھوں زخمی کرا دیا تھا۔ خان ایاز آج کل اپاہجوں کی سی زندگی گزار رہا ہے۔ انسپکٹر رحمان جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے ہے اور تمہارا جگری دوست ایس پی وجے ناتھ بھی اسی اجیت کمار کی وجہ سے تبدیل کر دیا گیا۔۔۔ تمہیں اس پُجاری سے اپنے ساتھیوں کا انتقام لینا ہے۔ نہیں، جنسی لال۔ اپنے ذہن کو ٹٹولنے کی کوشش مت کرو، صرف میری بات سُنتے رہو۔۔۔ پُجاری اجیت کمار کا فائل کہاں ہے تمہیں اس کا بخوبی علم ہے۔ میری بات مکمل ہونے کے بعد تم اسی وقت جا کر رازداری سے اس فائل کو دفتر سے نکالو گے اور اسے لے کر سیدھے گیارھویں شاہراہ کی طرف جاؤ گے۔ گیارھویں شاہراہ پر میوزیم کے قریب پہنچ کر تم گاڑی روک دو گے۔ وہاں ایک شخص سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ وہ تمہارے لیے قطعی اجنبی ہو گا لیکن کیس فائل کا حوالہ ملنے کے بعد تم اسے گاڑی میں بٹھا لینا۔ وہ تمہیں میرے پاس پہنچا دے گا۔ اس بات کا خیال رہے کہ تم یہ تمام کام رازداری سے کرو گے۔ میری باتوں کا ذکر تم کسی اور سے ہرگز نہیں کرو گے اور گاڑی میں بھی تمہارے ساتھ کوئی دوسرا شخص نہیں ہونا چاہیے۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اس پر تمہیں عمل کرنا ہے۔۔۔ عمل کرنا ہے۔۔۔ بے حد رازداری کے ساتھ۔۔۔ کسی اور کو تمہارے ارادوں کا علم نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ اپنی حرکات و سکنات پر ٹاپ سیکرٹ کا لیبل چسپاں کر لو۔۔۔ ٹاپ سیکرٹ"

ہنری ماتھر خاموش ہو گیا لیکن اس کی آنکھیں جو بدستور دہکتے انگاروں کی طرح روشن تھیں، ایس پی جنسی لال کی تصویر پر مرکوز تھیں۔ وانگ دروازے کے قریب خاموش کھڑا تھا اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہنری ماتھر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ کمرے میں تقریباً دس منٹ تک مکمل سکُوت طاری رہا۔۔۔ پھر ہنری ماتھر نے ایک ہاتھ وانگ کی طرف اُٹھا کر آہستہ سے کہا۔ "ہوشنگ سے کہو کہ فوراً میوزیم پہنچے۔ اسے ایس پی کو اپنے ساتھ لے کر میرے پاس آنا ہے۔ اگر درمیان میں کوئی خطرہ نظر آئے تو اسے میری طرف سے مکمل آزادی ہو گی۔"

وانگ ہدایت پا کر تیزی سے باہر چلا گیا۔ ہنری ماتھر جس وقت

وانگ کو ہدایت دے رہا تھا اس وقت بھی اس کی نگاہیں ایک پل کو جنسی لال کی تصویر سے نہیں ہٹی تھیں۔ وانگ کے جانے کے بعد بھی وہ تصویر کو گھورتا رہا۔ اُس کی آنکھیں بدستور انگاروں کی طرح روشن تھیں۔ جس انداز میں اُس نے وانگ کو ہوشنگ کے لیے ہدایت جاری کی تھی اس سے یہی ظاہر ہُوا تھا جیسے ہنری ماتھر کی دہکتی ہوئی آنکھیں جنسی لال کی تصویر کو چیرتی ہوئی اُس کے اصل وجود تک پہنچ گئی ہوں اور اُس کی ایک ایک پل کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہی ہوں۔

مجھے اپنے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑتی محسوس ہوئی... میرا جسم پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ کمرے کا ماحول مجھے سحر زدہ لگ رہا تھا۔ ہنری ماتھر کی شخصیت ہر لمحے پُر اسرار تر بنتی جا رہی تھی۔ وہ کسی بُت کی طرح اپنی جگہ ایستادہ تھا۔ وہ جنسی لال کی تصویر میں اِتنا غرق تھا کہ شاید اسے کمرے میں میری موجودگی کا احساس بھی نہیں رہا تھا۔ میرے دل کی کیفیت دِگرگوں ہونے لگی۔ مجھے ہنری ماتھر سے خوف محسوس ہونے لگا۔ میرا دل چاہا کہ کمرے سے نکل جاؤں لیکن مجھ پر اس وقت جو دہشت طاری تھی اُس نے میرے قدموں کو جکڑ رکھا تھا۔ مَیں چاہنے کے باوجود اپنی جگہ سے ایک اِنچ بھی جنبش کرنے سے قاصر تھا۔ وانگ کو کمرے سے گئے بیس منٹ گزر گئے تو اچانک ہنری ماتھر کے ساکت جسم میں جان پڑ گئی۔ اُس نے فائل بند کر کے اِس طرح فرش پر پھینک دیا جیسے اب اس فائل میں اس کی دلچسپی کا کوئی سامان باقی نہ رہا ہو۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند ثانیے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں تو بالکل نارمل نظر آنے لگا۔ آنکھوں کی سُرخی اور چہرے کی ہولناکی یکلخت نہ جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔ تب اُس نے میری جانب غور سے دیکھا اور معنی خیز انداز میں مسکراتے ہُوئے بولا۔ "تمہارا دُشمن خود تمہارا کیس فائل لے کر یہاں آ رہا ہے۔"

"یہ سب کچھ میرے لیے اِنتہائی پُر اسرار اور حیرت انگیز ہے۔" مَیں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"نان سنس" ہنری ماتھر نے نفرت سے کہا۔ "ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے یہ گھٹیا کھیل تماشے اب بہت پُرانے ہو چکے ہیں۔ مغرب کے شعبدہ باز مشرق میں آ کر ان ہی فضول علوم کے ذریعے اپنے پیٹ کا جہنم پاٹتے ہیں۔ مَیں نے وقت کی تنگی کے پیشِ نظر اس وقت اس فن کا مظاہرہ کیا تھا ورنہ... لیکن ابھی نہیں۔ ابھی تمہیں اِن باتوں کو سمجھنے میں وقت لگے گا۔ ہنری ماتھر کیا ہے؟ آج تک باس کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکا۔"

"سَر...!" مَیں نے بڑی جسارت سے کام لیا۔ "کیا آپ مجھے بھی ان علوم سے روشناس کرا دیں گے؟"

"یہ تمہاری صلاحیتوں اور تنظیم سے تمہاری وفاداری پر منحصر ہے۔" ہنری ماتھر بولا۔ "اگر تم ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوتے رہے تو مَیں تم کو ایسے علوم بھی سکھاؤں گا جن کا تصوّر بھی تمہارے لیے ناقابلِ یقین ہو گا۔"

مَیں کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن اُسی لمحے دروازہ کھُلا اور سب سے آگے آگے جو شخص داخل ہُوا اُسے دیکھ کر مَیں اُچھل پڑا۔ وہ شخص ایس پی جنسی لال کے سِوا کوئی نہیں تھا۔ اُس کی پُشت پر ہوشنگ اور جم وانگ بھی موجود تھے۔ جنسی لال مشینی انداز میں چلتا ہُوا ہنری ماتھر کے سامنے جا کھڑا ہُوا۔ ہنری ماتھر اور جنسی لال کی نگاہوں کا تصادم ہو رہا تھا۔ مَیں نے ہنری ماتھر کی آنکھوں میں پھر ایک نمایاں چمک محسوس کی تھی۔ جنسی لال کی حیثیت اس وقت کسی ایسے معمول جیسی تھی جو پُوری طرح اپنے عامل کے قبضے میں بے بس ہوتا ہے...

"جنسی لال!" ہنری ماتھر نے اُسے گھُورتے ہُوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "کیا تم پُجاری اجیت کمار کا فائل لے آئے ہو؟"

"ہاں..." جنسی لال خوابیدہ آواز میں بولا اور اُس نے فائل ہنری ماتھر کو دے دیا لیکن اُس کی نظریں بدستور ہنری ماتھر کی نگاہوں سے ٹکراتی رہیں۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کے علاوہ پولیس کے ریکارڈ میں اجیت کمار کے خلاف کوئی اور ثبوت موجود نہیں ہے؟"

"مجھے یقین ہے۔"

"اگر مَیں تم سے یہ کہوں کہ تم اپنے ذہن سے اجیت کمار کے نام اور کیس فائل کے تمام حوالے دھو ڈالو تو کیا تم ایسا کر دو گے؟"

"مَیں ایسا کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اِن تمام باتوں کو یکسر ذہن سے نکال دو۔ اپنے لاشعور اور شعور دونوں کو واش کر ڈالو۔"

"ہاں۔ مَیں نے اپنے ذہن سے تمام باتوں کو کھُرچ کر نکال دیا ہے۔"

"جنسی لال...!" ہنری ماتھر نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ ہم ابھی کس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے؟"

"نہیں... مجھے کچھ یاد نہیں۔" جنسی لال نے اسی خوابیدہ کیفیت میں جواب دیا۔

"تم میری آنکھوں کو دیکھ رہے ہو۔ کیا یہ تمہیں یاد رہیں گی؟"

"ہاں۔ اِن آنکھوں کو مَیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ اس وقت تم کس عمارت میں موجود ہو؟"

"نہیں..." جنسی لال نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اِتنا یاد ہے کہ اِس عمارت تک مَیں اس شخص کے ذریعے پہنچا تھا جس سے میری

ملاقات میوزیم کے قریب ہوئی تھی۔"

"واپسی میں بھی وہی شخص تمہاری رہنمائی کرے گا لیکن تم گھر جا کر کسی سے گفتگو کیے بغیر سونے کی کوشش کرو گے اور صبح جب بیدار ہو گے تو اس شخص کو بھُول جاؤ گے۔"

"ہاں، مَیں اسے بھی بھُول جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ مَیں اب تمہیں واپسی کا حکم دے رہا ہوں۔" ہنری ماتھر نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "اِن آنکھوں کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا۔ دوبارہ جب بھی یہ آنکھیں تمہیں کوئی ہدایت دیں تمہیں اس پر عمل کرنا ہو گا۔"

"ہاں، مَیں ان آنکھوں کا حکم نہیں ٹال سکتا۔"

"اب تم جا سکتے ہو۔" ہنری ماتھر نے تحکمانہ انداز میں جنسی لال کو حکم دیا۔ وہ مشینی انداز میں پلٹا اور قدم اُٹھاتا ہُوا کمرے سے نکل گیا۔ اُس نے میری جانب بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ مَیں دِل ہی دِل میں ہنری ماتھر کی ساحرانہ شخصیت کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے جنسی لال کے سلسلے میں ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی اور خواب و بیداری کی کیفیتوں کو جس انداز میں یکجا کر دیا تھا، وہ حیرت انگیز تھیں۔

تیسرے روز اچانک مجھے ہوشنگ کی طرف سے اپنا سامان پیک کرنے کا حکم مِلا۔ مجھے صرف اِتنا بتایا گیا تھا کہ تنظیم کے بعض افراد کے ساتھ مجھے بحری راستے سے باہر بھیجا جا رہا ہے۔ مَیں نے سفر اور منزل کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا اور اپنا سامان باندھ کر تیار ہو گیا۔ حالات کے پیشِ نظر اب مجھے ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔ پولیس کی قید میں مجھ پر جو مظالم ڈھائے گئے تھے۔ انہوں نے میرا دِل پتھر کر دیا تھا۔ مَیں نے وحشت زدہ ہونا چھوڑ دیا تھا۔ وانگ کی تعلیم نے مجھے نڈر اور بے خوف بنا دیا تھا۔ مجھے اپنا آبائی وطن چھوڑنے کا کوئی افسوس نہیں تھا البتہ اِتنا قلق ضرور تھا کہ مَیں راحیلہ کا انتقام پُورا نہ کر سکا۔ مجھے پُجاری لچھمن داس اور پُجارن سُرتیا کی نفرتوں کا حساب بھی صاف کرنا تھا۔ جیون لال کا بھی کچھ حساب مجھ پر نکلتا تھا۔ مَیں اسے بھی چکتا کرنا چاہتا تھا لیکن فی الحال مَیں یہ سب کچھ کرنے سے قاصر تھا۔ تنظیم میں قدم جمائے بغیر مَیں، ہوشنگ یا ہنری ماتھر پر اپنی کسی خواہش کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا مگر مَیں نے طے کر لیا تھا کہ اگر زندگی نے وفا کی اور حالات نے ساتھ دیا تو مَیں اپنے دُشمنوں کو ضرور ٹھکانے لگاؤں گا۔

مَیں رات کے کھانے سے فارغ ہُوا ہی تھا کہ تنظیم کا ایک آدمی میرا سامان لے گیا... پھر مَیں باقی ساتھیوں کے ساتھ ساحل تک پہنچا، جہاں ایک چھوٹا جہاز لنگر انداز تھا۔ اگر اسے ایک بڑی لانچ کہا جائے تو زیادہ مُناسب ہو گا۔ جس گاڑی میں مجھے ساحل کی جانب بھیجا گیا تھا اس میں میرے اور ہوشنگ کے علاوہ تین افراد تھے۔ کُل کتنے آدمیوں کو روانگی کا حکم مِلا تھا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن لانچ پر پہنچنے کے بعد مجھے اِس کا عِلم ہو گیا۔ ہوشنگ، جم وانگ اور میرے علاوہ اکیس آدمی شریکِ سفر تھے۔ ہمارے ساتھ زُوبی کے علاوہ چار دُوسری لڑکیاں بھی تھیں۔ لانچ روانہ ہونے سے کچھ دیر پہلے ہنری ماتھر بھی ہمارا شریکِ سفر ہو گیا۔

لانچ پر کیبنوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی اِس لیے ایک ایک کیبن میں چار چار افراد کو رہنا تھا۔ ایک کیبن پانچوں لڑکیوں کے لیے مخصوص تھا۔ ایک میں جم وانگ اور ہوشنگ نے قبضہ جما لیا تھا۔ ہنری ماتھر کا کیبن لانچ کے عرشے پر کپتان کے کمرے سے ملحق تھا۔ ڈاکٹر گھوش ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ مجھے بطورِ خاص ڈاکٹر کی کمی محسوس ہو رہی تھی لیکن مَیں نے اس کا اظہار کسی پر نہیں ہونے دیا۔

دو روز تک ہمارا سفر کھُلے سمندر میں جاری رہا۔ اس دوران کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں پیش آیا۔ سفر کے ابتدائی مرحلے میں میری طبیعت قدرے بگڑ گئی کیونکہ مَیں بحری سفر کا عادی نہیں تھا۔ اِس دوران میں میرے کیبن کے ایک ساتھی نادر خان نے میرا بڑا خیال رکھا اور ضروری ادویات اور اپنے تجربوں سے مستفید کرتا رہا۔ کیبن میں نادر خان کے علاوہ جو افراد تھے اُن کے نام شیکھر اور ڈیوڈ تھے لیکن نادر خان نسبتاً دلیر اور خوش مذاق شخصیت کا مالک تھا۔ شیکھر دُبلا پتلا اور پستہ قد تھا مگر انتہائی پھُرتیلا اور زیرک تھا۔ ڈیوڈ شراب اور شباب کا رسیا تھا۔ دِن رات اُسے عورت اور شراب کے سِوا کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اُس کی عمر بھی ڈھلنے لگی تھی لیکن نادر خان نے مجھے بتایا کہ ڈیوڈ نقب زنی کے معاملات میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اُس کے ذمے صرف یہی ایک کام تھا۔

لانچ پر دُوسروں کے قریب رہنے سے مجھے اِس بات کا اندازہ بھی ہو گیا کہ ڈاکٹر کے کہنے کے بموجب تنظیم کا ہر فرد اپنی جگہ مکمل طور پر آزاد تھا۔ ہوشنگ اور جم وانگ کی موجودگی میں بھی وہ کام نہ ہونے کی صورت میں واہی تباہی بکتے رہتے تھے اور ایک دوسرے سے بے تکلفی سے پیش آتے تھے۔ البتہ جب ہنری ماتھر سامنے ہوتا تھا تو سب ہی کو سانپ سونگھ جاتا تھا۔ مَیں نے نادر خان سے دو روز میں خاصی دوستی بڑھا لی تھی۔ میری طرح اسے بھی پولیس کی تحویل سے اغوا کیا گیا تھا۔ اس پر ایک قتل کا مقدمہ زیرِ سماعت تھا لیکن ایک روز پیشی سے واپس جیل جاتے ہوئے اُسے ہوشنگ اور اس کے آدمیوں نے راستے سے اُڑا لیا۔ نادر خان نے مجھ سے یہ بات بڑی صاف گوئی سے بتا دی کہ تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے سے پہلے وہ چار قتل کر چکا تھا۔

لیکن ایک بار بھی نہیں پکڑا گیا۔ بانجواں قتل اُس نے ایک طوائف کے کوٹھے پر کیا تھا اور وہاں سے بھی فرار ہوگیا تھا مگر بعد میں طوائفوں کے دلالوں کی مخبری اور نشان دہی پر ایک روز اسے پولیس نے گرفتار کرلیا۔ اسی پانچویں قتل کے مقدمے کے دوران میں اسے ہوشنگ نے اغوا کرکے تنظیم میں شامل کرلیا تھا۔

بہ ہر حال، مَیں اب اصل کہانی کی طرف واپس آتا ہوں۔ دو روز تک ہماری لانچ سمندر میں سفر کرتی رہی۔ تیسرے روز ٹھنڈی ہواؤں کی شدت نے ہمیں اپنے کیبنوں میں بند رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ مَیں اور نادر خان بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ شیکھر کسی دُوسرے کیبن میں چلا گیا تھا... البتہ ڈھوڈُو موجود تھا اور حسبِ معمول بوتل سے منہ لگائے اپنے بستر میں گھسا چُسکیاں لگا رہا تھا۔ نادر خان اور میرے درمیان عام سی باتیں ہو رہی تھیں۔ ماضی کے قصّے کہانیاں دُہرائی جا رہی تھیں کہ اچانک نادر خان نے نہایت رازداری سے پُوچھا۔ "اجیت! یہ رُوبی اور تمھارے درمیان کس قسم کے تعلقات ہیں؟"

"کیا... ؟" مَیں نے اس اچانک سوال پر چونکتے ہوئے کہا۔ "مَیں سمجھا نہیں، نادر خان!"

"نادر خان سے اُڑنے کی کوشش مت کرو، دوست۔" وہ مُسکرا کر بولا۔ "مَیں اِن خوبصورت تتلیوں کی اُڑان خوب سمجھتا ہوں۔ مَیں نے خاص طور پر محسوس کیا ہے کہ رُوبی اور تم ایک دوسرے میں گہری دِلچسپی لے رہے ہو۔ خاص طور پر رُوبی... وہ جب بھی ہمارے درمیان ہوتی ہے، خاص طور پر تمھیں کنکھیوں سے دیکھتی رہتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے تمھارا خیال درست ہو۔" مَیں نے ٹالتے ہوئے کہا۔ "تنظیم میں شامل ہونے کے بعد ڈاکٹر نے اُسے کچھ دِنوں کے لیے میری خدمت کے لیے مخصوص کردیا تھا لیکن مَیں نے کبھی زیادہ دِلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔"

"ایک مشورہ دے رہا ہوں، تمھیں۔" اِس بار نادر خان نے میرے اور قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کی۔ "رُوبی سے محتاط ہی رہنا۔ اپنا کوئی راز کبھی اُس پر ظاہر نہ کرنا ورنہ خطرات میں گھر جاؤگے۔"

"کیوں، کوئی خاص بات ہے؟" مَیں نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"پہلے مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری باتوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھوگے۔ کسی اور سے ذِکر نہیں کروگے۔"

"تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو، دوست۔" مَیں نے نادر خان کو یقین دِلایا۔

"مجھے شبہ ہے کہ رُوبی ہوشنگ سے مِلی ہوئی ہے اور تنظیم کے لوگوں کے دِلوں کا احوال معلوم کرکے ہوشنگ تک پہنچاتی رہتی ہے۔"

"اوہ! یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔" مَیں سنجیدگی سے بولا۔ "مَیں نے دوستی کے ناطے تمھیں خطرے کا سِگنل دے دیا ہے۔ آگے تم جانو اور تمھارا کام۔"

اِس سے پیشتر کہ مَیں کوئی جواب دیتا کیبن میں لگا ہُوا خطرے کا بزر چیخنے لگا۔ نادر خان نے کمبل پھینک کر بستر سے اُترنے میں کچھ زیادہ ہی تیزی کا مظاہرہ کیا تھا۔ مَیں نے بھی اس کی پیروی کی اور لپکتا ہُوا عرشے پر آگیا، جہاں باقی لوگ بھی جمع ہو رہے تھے۔ ہنری ماتھر اپنے کیبن کے باہر آنکھوں سے دُوربین لگائے کھڑا دُور سمندر میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہوشنگ اور وانگ اُس کے قریب ہی موجود تھے۔ باقی افراد جب عرشے پر جمع ہو گئے تو ہنری ماتھر نے دُوربین آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔ "کوئی گشتی لانچ ہمارے کاغذات کی جانچ پڑتال کے لیے آ رہی ہے۔"

"ہمارے لیے کیا حکم ہے سَر؟" نادر خان نے بلند آواز میں پوچھا۔ "اجازت ہو تو اسے رینج میں آنے سے پہلے ہی اُڑا دیا جائے۔"

"نہیں، تم یہ کام پہلے بھی کر چکے ہو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آج اپنے نئے ساتھی اجیت کو اس کا موقع دیا جائے۔" ہنری ماتھر نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"مَیں تیار ہوں، سَر۔" مَیں نے قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تمھیں ایک لائف بوٹ میں بیٹھ کر گشتی لانچ کی سمت جانا ہوگا، ہوشنگ تمھیں ایک تباہ کُن بم دے گا۔ قریب پہنچ کر تمھیں اس لانچ کو تباہ کرنا ہوگا لیکن اِس طرح کہ خود محفوظ رہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم ان کی نظر میں آجاؤ۔ ایسی صورت میں گشتی لانچ کی سَرچ لائٹ تمھیں اپنے گھیرے میں لے لے گی۔ تم نے فرار کی کوشش کی تو تمھارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔"

"مجھے لائف بوٹ اور بم دے دیا جائے سَر۔" مَیں نے بے خوفی سے کہا۔ "آگے جو ہوگا اسے بھی دیکھ لیا جائے گا۔"

میرے دوسرے ساتھی مجھے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن ہنری ماتھر کی نگاہیں مسکرا رہی تھیں۔ ہوشنگ نے فوری طور پر مجھے ایک بم فراہم کردیا جو ایک پلاسٹک پیپر میں لپٹا ہُوا تھا تاکہ پانی سے محفوظ رہ سکے۔ وانگ اور اُس کے چند ساتھیوں نے لائف بوٹ سمندر میں اُتار دی۔ پھر رسیاں لٹکا دی گئیں۔ مَیں اسی کے ذریعے لائف بوٹ میں اُترنے کے لیے آگے بڑھا تو ہنری ماتھر کی آواز پھر کانوں سے ٹکرائی۔ "اجیت، تم چاہو تو کسی تجربے کار ساتھی کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔"

"مَیں تنہا جانا زیادہ پسند کروں گا سَر۔" مَیں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے اُمید ہے کہ مَیں اِس لانچ کو آسانی سے تباہ کردوں گا۔"

مَیں نے عرشے پر کھڑے ہوئے ساتھیوں پر الوداعی نظر ڈالی اور رسّی پکڑ کر لائف بوٹ میں پہنچ گیا۔ تربیت کے دوران مجھے ایسے حالات سے نبرد آزما ہونے کے طریقے بھی بتلائے گئے تھے لیکن اِس وقت مَیں جس امتحان پر جا رہا تھا، وہ میرے لیے قطعی نیا تھا۔ مَیں نے ہنری ماتھر کے سامنے جھجک کر اپنی بزدلی کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ زندگی کی اذیتوں نے یُوں بھی مجھے موت کے ہولناک تصور سے لاپروا کر دیا تھا۔ مَیں نے لائف بوٹ میں اُتر کر رسّی چھوڑ دی اور لائف بوٹ کو آہستہ آہستہ اپنی لانچ سے دُور کھینے لگا۔

زندگی کا وہ ہولناک تجربہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ کچھ حادثے ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں یادگار بن جاتے ہیں۔ اُس رات کا حادثہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ مَیں نے جذبات کی رَو میں آکر ہنری ماتھر سے گشتی لانچ کی تباہی کی حامی بھر لی تھی لیکن اس سلسلے میں میرا تجربہ صفر تھا۔ گشتی لانچ اگر ہمارے جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اُنھوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ایسی صُورت میں وہ ہماری طرف سے کسی جوابی کارروائی کی توقع بھی ضرور رکھتے ہوں گے اور ہر قسم کے خدشات سے نمٹنے کے لیے بھی پُوری طرح تیار ہوں گے۔ مَیں ان کی سرچ لائٹ سے کس طرح خود کو محفوظ رکھ سکوں گا، مجھے اِس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ روانگی سے پیشتر مَیں نے ہنری ماتھر سے گشتی لانچ کی سمت کے بارے میں بھی دریافت نہیں کیا تھا۔ بس اندازے سے اس سمت بڑھ رہا تھا جس طرف ہنری ماتھر دُوربین سے دیکھ رہا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک مَیں کھُلے سمندر میں تنہا سفر کرتا رہا۔ موسم پُرسکون نہ ہوتا تو کوئی بپھری ہُوئی لہر اب تک لائف بوٹ کو اُلٹ چکی ہوتی۔ سردی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی لیکن پیش آنے والے حالات کی سنگین نوعیت نے سردی کا احساس میرے ذہن سے مٹا رکھا تھا۔ مَیں تاریکی میں اسی سمت بڑھتا رہا جدھر گشتی لانچ کی موجودگی کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ میرا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہُوا۔ کچھ دیر بعد گشتی لانچ نظر آنے لگی۔ اندھیرے میں یُوں لگ رہا تھا جیسے کوئی عفریت مجھے ہڑپ کر جانے کے لیے میری طرف تیزی سے بڑھتا چلا آ رہا ہو۔ مَیں نے پتوار چلانے بند کر دیے۔ گشتی لانچ میری سیدھ میں تھی اور اِس طرح مجھے بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا چنانچہ مَیں نے سوچا کہ اگر لائف بوٹ کو ذرا بائیں جانب موڑ کر بڑھا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا لیکن ابھی پتوار کو دوبارہ ایک نئے زاویے سے چلانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ رابرٹ کی رُوح کی تیز مہک میری ناک سے ٹکرائی اور میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ ایک لمحے کو مجھے یقین نہیں آیا۔ رابرٹ نے کہا تھا کہ جب تک مَیں سمندر پار نہ کرلوں گا وہ مجھ سے نہیں ملے گا۔ تو کیا رُوح کی موجودگی کا احساس محض میرا دھوکہ تھا؟ مَیں نے سوچا لیکن دُوسرے ہی لمحے رابرٹ کی مانُوس آواز میرے کانوں میں گونجی تو مجھے حقیقت کا اندازہ ہوگیا۔

"اجیت علی! میرے دوست، مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے مشورے پر نئے حالات سے سمجھوتہ کرلیا اور اِس خطرناک مہم کو سَر کرنے کے لیے اپنی آمادگی کا اظہار بھی کردیا۔ مَیں تمھیں حیاتِ نَو کے لیے مُبارکباد دیتا ہُوں۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ سمندر پار کرنے کے بعد مجھ سے ملوگے۔" مَیں نے کہا۔

"اِن باتوں میں اُلجھنے کی کوشش مت کرو، میرے دوست۔" رُوح کی مانوس آواز میرے کانوں میں اُبھری۔ "مَیں تمھیں ایک نئی خوشخبری بھی سُنانا چاہتا ہُوں۔ خشکی چھوڑتے ہی تم اِس مجذوب کی بددُعا سے بھی آزاد ہو گئے ہو جس نے تمھاری پُراسرار قوتوں کو چھین لیا تھا۔"

"کیا... کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" مَیں نے دھڑکتے ہُوئے دِل سے پُوچھا۔ "کیا مَیں ان طاقتوں اور جنتر منتروں کو دوبارہ استعمال کر سکتا ہوں؟"

"ہاں، چاہو تو آزما کر دیکھ لو۔" رُوح نے جواب دیا۔ "مَیں نے اسی لیے ایسے حالات پیدا کیے تھے کہ تم کسی طرح اپنی دُنیا سے دُور ہو جاؤ۔ مجھے معلوم تھا کہ تم اپنی کھوئی ہوئی قوتیں اسی طرح واپس حاصل کر سکتے ہو لیکن میں تمھیں قبل از وقت کچھ بتانے سے مجبور تھا... لیکن ٹھہرو، ایک بات اور غور سے سن لو۔ تم ہنری ماتھر کی موجودگی میں ان باتوں کو دل کی گہرائی سے بھی الگ ہی رکھنا۔ وہ لامحدود قوتوں کا مالک ہے۔ اگر اسے اندازہ ہو گیا کہ تمھیں پُراسرار قوتیں دوبارہ مل چکی ہیں تو وہ تمھیں اپنے علم کا کوئی درس نہیں دے گا جبکہ میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے بہت کچھ سیکھنے کی کوشش کرو۔"

"میں تمھارے مشورے پر عمل کروں گا، میرے دوست لیکن کیا تم مجھے اس تنظیم کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤگے جس میں تمھارے کہنے پر شمولیت اختیار کی ہے؟"

"ابھی ان باتوں میں اُلجھنے سے گریز کرو۔ وقت آنے پر تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال اپنی صلاحیتوں سے ہنری ماتھر کو اپنا دوست بنانے کی کوشش جاری رکھو۔ اگر اس نے تمھیں اپنا شاگرد بنا لیا تو یقین جانو کہ تم دُنیا کے سب سے خوش قسمت انسان ہو گے۔ تنظیم میں اس کی حیثیت دوسرے نمبر پر ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ تنظیم کی سربراہ بھی ہنری ماتھر کی بے پناہ حیرت انگیز قوتوں کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"تو کیا تنظیم کی سربراہ کوئی عورت ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں... لیکن میرا مشورہ ہے کہ تم سربراہ سے زیادہ ہمیشہ ہنری ماتھر کا دل جیتنے کی کوشش کروگے۔ اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

اور اس کے ساتھ ہی خوشبو کا تیز جھونکا زائل ہو گیا۔

رُوت سے گفتگو کرتے وقت میں نے گشتی لانچ کو بھی نظر انداز کر دیا۔ خوشبو زائل ہونے پر میں نے دوبارہ حالات کا جائزہ لیا تو ایک لمحے کو گھبرا گیا۔ گشتی لانچ اور میری لائف بوٹ کا درمیانی فاصلہ بمشکل سو ڈیڑھ سو گز رہ گیا تھا۔ اگر رُوت نے مجھے پُراسرار قوتیں واپس ملنے کی خوشخبری نہ سنائی ہوتی تو شاید

گشتی لانچ کو قریب دیکھ کر میرے ہاتھ پاؤں پھول جاتے لیکن اب مجھے کسی بات کا خطرہ نہیں تھا میں نے پلاسٹک پیپر میں لپٹے ہوئے بم کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ چند لمحے پہلے وہ بم میری اُمیدوں کا آخری سہارا تھا لیکن اب وہ میرے لیے حقیر کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

میں نے گشتی لانچ پر نظر ڈالی۔ اس کا اور میری لائف بوٹ کا درمیانی

فاصلہ تیزی سے گھٹ رہا تھا میں نے پورے یقین کے ساتھ ایک آزمودہ منتر کا جاپ شروع کر دیا میرے ہونٹ تیزی سے منتر کا جاپ کر رہے تھے لیکن میری نگاہیں گشتی لانچ پر مرکوز تھیں۔ رُوت سے گفتگو کے بعد میں خود کو مضبوط اور مستحکم محسوس کر رہا تھا جاپ مکمل کر کے میں نے لائف بوٹ میں قدم جما کر خود کو کھڑا کر لیا۔ بم کا تھیلا میرے شانے پر لٹک رہا تھا میں نے اسے شانے سے اُتار کر سمندر کی گہرائیوں میں غرق کر دیا... پھر میرے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہو گئے۔ میری آنکھیں گشتی لانچ پر مرکوز تھیں۔ درمیانی فاصلہ ہر لمحے کم ہو رہا تھا۔ اسی گز ستر گز اور پھر میں نے بند مٹھیوں کو کھول کر دونوں ہاتھ تیزی سے گشتی لانچ کی سمت جھٹک دیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور گشتی لانچ سے... بھیانک شعلے بلند ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چیخ و پکار کی آوازیں بھی بلند ہونے لگیں شعلوں کی روشنی میں گشتی لانچ سے کچھ افراد کو میں نے سمندر میں چھلانگ لگاتے بھی دیکھا۔

میرا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا۔ مجھے میری کھوئی ہوئی پُراسرار قوتیں واپس مل چکی تھیں۔ رُوت نے میرے ساتھ جس ہمدردی کا مظاہرہ کیا تھا وہ اپنی مثال آپ تھی۔ اس نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی تھی، دوستی کا حق ادا کیا تھا اور اس وقت... اس وقت بھی میں رُوت کی بروقت اطلاع کی وجہ سے ہی کامرانیوں سے ہمکنار ہوا تھا اور لائف بوٹ پر بیٹھا گشتی لانچ کو خوفناک شعلوں کے درمیان گھرا دیکھ رہا تھا۔

میں نے ہوشنگ کا دیا ہوا بم سمندر میں پھینک دیا تھا تاکہ ہنری ماتھر گشتی لانچ سے بلند ہونے والے شعلوں کو دیکھ کر یہی اندازہ قائم کرلے کہ میں نے دستی بم پھینک کر کامیابی حاصل کی ہے۔ رابرٹ کے مشورے کے بعد میں نے طے کر لیا تھا کہ ہنری ماتھر سے اپنی قوتوں کو ہمیشہ پوشیدہ رکھوں گا اور اس کی دوستی حاصل کر کے اس سے وہ علوم بھی مزید سیکھوں گا جن کی وجہ سے تنظیم کی سربراہ بھی ہنری ماتھر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ رابرٹ نے مجھے یہی بتلایا تھا۔

میں لائف بوٹ میں بیٹھا ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ میں نے گشتی لانچ کو بھڑکتے شعلوں کے درمیان گھرا دیکھ کر خود کو لانچ کی طرف سے کسی جوابی کارروائی سے قطعی بے نیاز کر لیا تھا میرا خیال تھا کہ گشتی لانچ کی تباہی نے اس کے عملے کو افراتفری سے دوچار کر دیا ہوگا عملے کو اس وقت صرف اپنی زندگی بچانے کی فکر لاحق ہوگی۔ اتنا ہوش بھلا کس کو ہوگا کہ وہ لانچ کی تباہی کی وجہ دریافت کرے لیکن جو کچھ میں نے سوچا تھا وہ میری بھول تھی۔ اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے اور سنسناتی ہوئی گولیاں میرے وجود کو دہلاتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئیں۔ میں نے برق رفتاری سے پتواروں پر گرفت مضبوط کی اور لائف بوٹ کو جلتی ہوئی گشتی لانچ سے دور ہٹانے لگا لیکن ابھی میں اپنی کوشش میں مصروف تھا کہ اچانک جلتی ہوئی لانچ سے دوسرا برسٹ مارا گیا۔ بھڑکتے ہوئے طوفانی شعلوں کی روشنی میں غالباً مجھے دیکھ لیا گیا تھا اور اب انتقامی کارروائی کے تحت مجھ پر فائرنگ کی جا رہی تھی۔

سنسناتی ہوئی گولیاں میرے قریب سے گزر رہی تھیں۔ ایک دو گولیاں لائف بوٹ سے بھی ٹکرائی تھیں۔ موجودہ حالات میں کسی منتر سے کام لینا بھی دشوار تھا۔ میں نے پتوار کو اور تیزی سے چلانا شروع کیا۔ لانچ سے اب مستقل فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ جو کوئی بھی رہا ہو خود کو شعلوں سے نہیں بچا سکتا لیکن شاید اس نے خود مرنے سے پہلے میرے وجود کو چاٹ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ دیوانہ وار گولیاں برسا رہا تھا... اور پھر اچانک تاریکی میں سناتی ہوئی ایک گولی میرے بائیں بازو کو چھیدتی ہوئی لائف بوٹ سے ٹکرائی تو پتوار میرے ہاتھوں سے چھوٹ گیا پگھلے ہوئے سیسے کی تپش نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور موجوں کا سینہ چیرتا ہوا اپنے جہاز کی طرف تیرنے لگا۔ لائف بوٹ دشمنوں کی نگاہوں میں آچکی تھی اس لیے میرا اس پر موجود رہنا موت کو دعوت دینے سے کم نہ تھا۔ تربیت کے دوران میں نے تیراکی میں بھی مشاقی حاصل کی تھی لیکن اس وقت میں نے اپنی تیراکی کی مہارت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کر کے ایک اور حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ گولی کا زخم تازہ تھا اس لیے مجھے فوری طور پر درد کی شدت کا احساس نہیں ہوا تھا لیکن جب سمندر کے کھارے پانی نے میرے زخم پر نشتر چبھونے شروع کیے تو میں تلملا اُٹھا۔

میں نے موت کو شکست دینے کے ارادے سے اپنے ہاتھوں کو اور تیز تیز چلانا شروع کر دیا لیکن میری طاقت آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھی میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہو رہی ہے۔ میں نے خود کو بیدار رکھنے کی کوشش کی۔ ایک بازو زخمی ہونے کی وجہ سے کچھ دیر بعد بے کار ہونے لگا تو میں نے دوسرے سے تیرنے کی کوشش جاری رکھی لیکن ذہن پر طاری ہونے والی غنودگی ہر لمحے میرے وجود پر اپنی گرفت مضبوط کرتی جا رہی تھی اور پھر... پھر مجھے اپنی آنکھوں کے نیچے گھپ اندھیرا پھیلتا محسوس ہوا۔ میرے پپوٹے آہستہ آہستہ بند ہو رہے تھے میرے ہاتھ پاؤں حرکت کرنے سے جواب

دینے لگے تو میرا وجود سمندر کی لہروں کے رحم و کرم پر ڈولنے لگا۔ میں نے آخری بار اپنے ذہن کے اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا مجھے بس اتنا یاد ہے کہ ایک بڑی لہر نے میرے وجود کو پوری طرح اپنے اندر سمو کر میرے حواس گم کر دیئے تھے اور اس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو اپنی لانچ کے اسی کیبن میں اپنے بستر پر پایا جہاں میرے تین ساتھی موجود تھے۔ ڈیوڈ حسب دستور اس وقت بھی بوتل ہاتھوں میں دبائے چسکیاں لے رہا تھا، شیکھر کسی انگریزی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا اور نادر خان۔۔۔ اسے غالباً میرے ہوش میں آنے کا انتظار تھا چنانچہ جیسے ہی ہماری نگاہیں چار ہوئیں نادر خان کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا۔

"اب کیا محسوس کر رہے ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے اپنے ذہن کی قوتوں کو یکجا کرتے ہوئے جواب دیا۔ پھر اچانک مجھے اپنے بازو کا خیال آیا جہاں گولی لگی تھی۔ میں نے بازو پر نظر ڈالی تو وہاں پٹی بندھی دیکھ کر سمجھ گیا کہ میرے زخموں کا علاج کیا جا چکا ہے۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے ورنہ جس وقت ہم نے تمہیں سمندر سے نکالا تھا تمہارے بچنے کی امید بہت کم نظر آتی تھی۔"

"گشتی لانچ کا کیا حشر ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"جل بھن کر خاک ہو گئی۔" نادر خان نے آہستہ سے کہا۔ "باس نے تمہاری کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔"

"مجھے سمندر سے کس نے نکالا؟" میں نے دریافت کیا۔ "میرا خیال ہے کہ جس وقت مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی اس وقت دور دور تک ہماری لانچ کا کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔ گشتی لانچ سے بلند ہونے والے شعلے اتنے ہولناک تھے کہ سمندر دور تک روشن نظر آ رہا تھا۔"

"باس اگر دور اندیشی سے کام نہ لیتا تو شاید تم آبی جانوروں کی درندگی کا شکار ہو چکے ہوتے۔" نادر خان نے جواب دیا۔ "جس وقت تمہیں گشتی لانچ کی تباہی کے لیے روانہ کیا گیا تھا اس کے کچھ دیر بعد باس نے مجھے اور شیکھر کو بھی تمہارے پیچھے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا، دراصل باس کو شبہ تھا کہ تم اس مہم کو سر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا کہ تمہاری ناکامی کی صورت میں ہم گشتی لانچ کو ٹھکانے لگا دیں اور اگر تم کسی مصیبت میں پھنسو تو تمہاری گلو خلاصی کرائی جائے لیکن ہم گشتی لانچ سے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ تمہیں ناکامی نہیں ہوئی پھر جب فائرنگ شروع ہوئی تو ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ تم کسی مصیبت میں پھنس گئے ہو چنانچہ ہم نے رفتار تیز کر دی پھر یہ اتفاق ہی تھا کہ میں نے تمہیں لہروں پر بہتا دیکھ لیا اگر ذرا بھی چوک ہو جاتی تو پھر شاید ہمارے فرشتے بھی تمہیں تلاش نہ کر لیتے۔"

"مجھے لانچ پر آئے کتنی دیر گزر چکی ہے؟"

"چوبیس گھنٹے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔" نادر خان نے کہا۔ "باس نے خود اپنے ہاتھوں سے تمہارے زخموں کی مرہم پٹی کی تھی اور مجھے یقین ہے کہ باس کی اس تیمارداری نے تنظیم کے کچھ ممبروں کے دل میں حسد کی آگ بھی ضرور بھڑکا دی ہو گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تنظیم کے کچھ افراد اس گشتی لانچ کی تباہی کو پسند نہیں کرتے تھے؟"

"تم غلط سمجھے۔" نادر خان نے سرگوشی کی۔ "دراصل باس کے لیے زندگی اور موت دونوں کی کوئی حقیقت نہیں، تنظیم کے ممبران باس کے لیے حقیر کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے چنانچہ آج تک باس نے کبھی کسی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کیا، تم سے پہلے بھی بے شمار لوگ حادثات کا شکار ہوتے رہے ہیں لیکن باس نے کسی ایک کی بھی مزاج پرسی نہیں کی مگر آج پہلی بار ہم نے اس کی نگاہوں میں تمہارے لیے ہمدردی محسوس کی، لانچ کا ڈاکٹر تمہارے زخموں پر مرہم پٹی کرنا چاہتا تھا لیکن باس نے اسے روک دیا پھر اس نے خود تمہارے زخموں کو دھو کر اس پر مرہم پٹی کی، بیشتر لوگوں نے باس کی اس تبدیلی کو محسوس کیا ہے۔"

"میں باس سے زیادہ تمہارا شکر گزار ہوں میرے دوست۔" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ "تم نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔"

"بےکار باتیں مت کرو اجیت، اچھا اب میں باس کو تمہارے ہوش میں آنے کی خبر دینے جا رہا ہوں، اس نے کہا تھا کہ جیسے ہی تمہاری بےہوشی ختم ہو اسے فوراً مطلع کیا جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نادر خان نے اٹھ کر میرے جسم پر کمبل ڈالا پھر تیزی سے کیبن سے باہر چلا گیا۔ میں نے ڈیوڈ کی جانب دیکھا، اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی بوتل نصف سے زیادہ خالی ہو چکی تھی۔ شیکھر بدستور انگلش میگزین کی تصویروں سے دل بہلانے میں محو تھا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی میری طرف توجہ دی اور نہ ہی مجھے نئی زندگی پر مبارکباد دینے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ میں نے زخمی بازو کو آہستہ سے حرکت دی، درد کا احساس ابھی قائم تھا۔

نادر خان کی واپسی میں زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ ہنری ماتھر اور ہوشنگ بھی اس کے ساتھ ساتھ کیبن میں داخل ہوئے۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہنری ماتھر نے مجھے روک دیا پھر میرے قریب آ کر بولا۔ "اجیت میں تمہیں پہلے امتحان کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"تھینک یو سر۔" میں نے کہا۔ "آپ مجھے آئندہ بھی تنظیم کے ہر کام کے لیے ہمہ وقت تیار پائیں گے۔"

"کل کیا ہو گا۔ اس کے بارے میں ہم کوئی حتمی اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تمہارے ستارے روشن ہیں۔ تم ہماری تنظیم کے لیے کارآمد ثابت ہو گے۔"

"اور میری کامیابی اسی صورت میں ممکن ہو گی جب مجھے بار بار خدمت کا موقع دیا جاتا رہے گا۔"

"فی الحال آرام کرو۔" ہنری ماتھر نے سپاٹ آواز میں کہا پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "ایک بات ہمیشہ ذہن میں محفوظ رکھنا۔ تنظیم کے لیے کام کرتے وقت تمہیں سینکڑوں خطرات درپیش ہو سکتے ہیں۔ ایسے موقع پر تمہیں تنظیم کی بقا کے لیے اپنی زندگی کی بازی لگانی ہو گی۔ اپنی زندگی کو تنظیم پر کبھی ترجیح دینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ اس کے نتائج اچھے نہیں مرتب ہوں گے۔"

"میں اپنے محسنوں کے ساتھ غداری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"دو روز آرام کرو، مجھے یقین ہے کہ تم دو روز میں مکمل طور پر صحت یاب ہو جاؤ گے۔" ہنری ماتھر نے بڑے وثوق سے کہا پھر الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ ہوشنگ بھی اس کے ساتھ واپس ہوا تھا۔ کیبن میں صرف وہی چار افراد رہ گئے جو پہلے سے مقیم تھے۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ ڈیوڈ یا شیکھر نے ہنری ماتھر یا ہوشنگ کے آنے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ پہلے کی طرح اب بھی وہ اپنے شغل میں مصروف تھے۔ میں نادر خان سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے بھی مجھے آرام کا مشورہ دیا چنانچہ میں نے اپنا چہرہ بھی کمبل کے اندر کر لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ ڈیوڈ اپنے بستر پر جا چکا تھا۔

میں دو روز بعد مکمل طور پر صحت مند ہو گیا۔ بےہوشی کی حالت میں میرے زخموں کی جو مرہم پٹی ہوئی تھی اسے دوبارہ تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ تیسرے روز لانچ کے ڈاکٹر نے پٹی کھول دی اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میرے زخم بڑی حد تک مندمل ہو گئے تھے۔

لانچ کو کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے پانچ روز گزر چکے تھے لانچ کی منزل کیا تھی۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے اس سلسلے میں کسی سے پوچھنے سے بھی گریز کیا۔ حالات کے پیش نظر احتیاط شرط تھی۔ رابرٹ کی روح نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا چنانچہ میں نے نادر خان کے علاوہ کسی اور سے راہ و رسم بڑھانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ سلوینہ سے ایک دو بار ملاقات ہوئی لیکن میں نے دوسرے افراد کی موجودگی میں اس سے بھی کھل کر بات نہیں کی۔ ہنری ماتھر زیادہ تر اپنے کیبن تک محدود رہتا تھا۔ میرا زیادہ تر وقت نادر خان کے ساتھ گزرتا تھا۔

پانچ روز تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ ہر فرد اپنی دھن میں مگن نظر آتا تھا۔ چھٹے روز میں شام کے وقت نادر خان کے ساتھ عرشے پر ریلنگ کے قریب کھڑا محو گفتگو تھا کہ اچانک کسی نے میرے شانے کو تھپتھپایا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ڈیوڈ تھا لیکن خلاف توقع اس وقت اس کے تیور کچھ اچھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ جس انداز میں وہ مجھے گھور رہا تھا اس میں حقارت اور نفرت کا احساس بھی شامل تھا۔ قبل اس کے کہ میں ڈیوڈ سے کچھ پوچھتا اس نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اجیت، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ ہم ایک عورت کی خاطر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں؟"

"عورت:-" میں نے تعجب کا اظہار کیا "میں سمجھا نہیں؟"

"میں روبینہ کے بارے میں کہہ رہا ہوں" ڈیوڈ کے تیور بدستور خطرناک تھے "تمہیں شاید علم نہیں ہے کہ تنظیم میں کسی لڑکی کو کسی آدمی کے لیے مخصوص نہیں کیا جاتا"

"مجھے علم ہے مسٹر ڈیوڈ لیکن تمہیں شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے روبینہ کو اپنے لیے مخصوص نہیں کیا"

"ڈیوڈ، عورت اور شباب کا رسیا ہے مسٹر اجیت" اس نے بدستور حقارت سے کہا "کسی خوب صورت لڑکی کی خاطر ڈیوڈ اپنے باپ کے خون سے بھی اپنے ہاتھ رنگ سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے روبینہ کو مخصوص نہ کیا ہو لیکن جانتے ہو وہ مجھ سے کیوں کتراتی ہے؟ اس لیے کہ تم اور ہم ایک ہی کیبن میں ہیں اور وہ شرافت تمہاری موجودگی میں ڈیوڈ کا پہلو گرم کرتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہے"

"اوہ" میں نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے قدرے خشک لہجے میں جواب دیا "میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے"

"قصور کس کا ہے یہ تم جانو... میں روبینہ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ کیبن میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے کترا رہی ہے" ڈیوڈ نے جیب سے شراب کی بوتل نکال کر دو چار گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا "تم اس کو سمجھاؤ کہ وہ ڈیوڈ سے جھگڑا مول لینے کی کوشش نہ کرے ورنہ..."

"مسٹر ڈیوڈ" اچانک مجھے غصہ آ گیا "یہ تمہارا اور روبینہ کا معاملہ ہے۔ میں اسے تمہارا پہلو گرم کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا"

"ڈیوڈ کے بارے میں تمہاری معلومات شاید ابھی ادھوری ہیں" وہ آستین سے ہونٹ صاف کرتے ہوئے بولا "جو لوگ ڈیوڈ کو جانتے ہیں وہ اس سے جھگڑا مول لینے کی حماقت نہیں کرتے اور جو ایسا کرتے ہیں ان پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے"

ڈیوڈ کا انداز تخاطب بے حد گھٹیا اور بازاری تھا۔ اس نے جس انداز میں مجھے دھمکی دی تھی اس کو برداشت کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ نادر خان ابھی تک خاموش کیوں کھڑا ہے۔ اس نے بھی ڈیوڈ کو بیہودگی سے منع نہیں کیا تھا۔ شاید وہ ڈیوڈ سے خائف تھا یا پھر کوئی مصلحت اسے زبان بند رکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں آئی کہ اپنے جنتر منتر کو آزماؤں اور اپنے بیروں کو حکم دوں کہ وہ ڈیوڈ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں لیکن میں نے فوراً ہی اس خیال کو دل سے نکال دیا۔ رابرٹ کی روح نے مجھے سختی سے تاکید کی تھی کہ میں کوئی ایسی حماقت نہ کروں جو ہنری ماسٹر کو میری پُراسرار قوتوں سے باخبر کر دے۔ ایسی صورت میں ہنری ماسٹر مجھے اپنے علوم سے آگاہ نہیں کرے گا۔ میں نے فوراً ہی ڈیوڈ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے تک اسے نگاہوں میں تولتا رہا پھر بڑے ضبط سے بولا

"مسٹر ڈیوڈ، کیا میں یہ سمجھوں کہ تم روبینہ کے سلسلے میں مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو"

"قتل..." ڈیوڈ بھونڈے انداز میں مسکرایا پھر یک لخت سرد اور خشک لہجے میں بولا "ڈیوڈ اپنے دشمنوں کو محض قتل نہیں کرتا۔ تڑپا تڑپا کر اور سسکا سسکا کر مارنے کا عادی ہے"

"ڈیوڈ... تم مسٹر اجیت کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو" نادر خان نے پہلی مرتبہ درمیان میں بولنے کی کوشش کی۔

"تم درمیان میں مت بولو نادر خان" ڈیوڈ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا "تنظیم کا ہر فرد انفرادی حیثیت کا حامل ہے اور ایک دوسرے کے معاملے میں ٹانگ اڑانا سربراہ کی نظروں میں ناقابل معافی جرم ہے"

"ڈیوڈ کا خیال ٹھیک ہے نادر خان، تم ہمارے درمیان آنے کی کوشش مت کرو" میں نے نادر خان کو کچھ کہنے سے باز رکھا پھر ڈیوڈ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"اپنے معاملات کو میں خود بھی حل کر سکتا ہوں"

"روبینہ سے کہو کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دے" ڈیوڈ نے مجھ سے کہا "ایسی صورت میں تم ڈیوڈ کی دوستی بھی حاصل کر سکتے ہو"

"مجھے افسوس ہے مسٹر ڈیوڈ" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا "روبینہ کے سلسلے میں، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا"

"تمہیں شاید اپنے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے" ڈیوڈ نے تیکھے انداز میں کہا۔

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے مسٹر ڈیوڈ" میں نے اس بار زیادہ سرد لہجے میں کہا "اندازے کی غلطی تمہاری جانب سے بھی ثابت ہو سکتی ہے"

"اوکے۔ اوکے" ڈیوڈ مٹھیاں بھینچ کر بولا "اس بات کا فیصلہ چوبیس گھنٹے کے اندر ہو جائے گا کہ کس نے کس کے سلسلے میں غلط اندازہ قائم کیا تھا"

"مجھے تمہارا چیلنج قبول ہے اور... اب تم جا سکتے ہو" میں نے بدستور نفرت سے جواب دیا تو ڈیوڈ کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس نے بوتل میں بچی ہوئی شراب ایک ہی بار حلق کے نیچے اتاری، بوتل فرش پر پٹخی اور مجھے گھورتا ہوا اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

"اجیت" ڈیوڈ کے جانے کے بعد نادر خان نے مجھے مخاطب کیا "ڈیوڈ کی عمر پر مت جاؤ وہ بے حد خوفناک شخصیت کا مالک ہے۔ اس کی بوڑھی ہڈیوں میں غالباً کوئی شیطانی روح حلول کر گئی ہے۔ لڑکیوں کے معاملے میں وہ زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ تم پہلی فرصت میں باس سے اس کی شکایت کر دو۔ صرف باس کی دخل اندازی ہی ڈیوڈ کو کسی شاطرانہ چال سے باز رکھ سکتی ہے"

"مجھے اپنے بازوؤں پر اعتماد ہے نادر خان۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "باس سے شکایت کر کے میں بزدلی کا ثبوت نہیں دینا چاہتا۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنے کیبن کی جانب چلا گیا۔ وہاں ڈیوڈ ایک اور لڑکی جینی کے ساتھ دادِ عیش دے رہا تھا۔ میں نے لاپروائی سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے بستر پر چھلانگ لگا دی۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو کیبن میں بالکل تنہا پایا۔ ابھی میں اپنے بستر سے نکلنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ جینی بھاگتی ہوئی کیبن میں آئی اور میرے قریب آ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میرے ساتھ چلو، ڈیوڈ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ جہاز کے سارے لوگ اس کی لاش کے گرد جمع ہیں۔"

"کسے مار ڈالا ڈیوڈ نے؟" میں نے کمبل ایک طرف پھینک کر بستر سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

"روبینہ کو۔" جینی نے تیزی سے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ کل رات ڈیوڈ کو زیادہ چڑھ گئی تھی جو وہ بار بار روبینہ کو مار ڈالنے کا ذکر کر رہا تھا لیکن اس بڑھے درندے نے حقیقتاً اس بیچاری کو ذبح کر ڈالا۔"

میں نے جینی سے زیادہ بات نہیں کی اور تیزی سے کیبن سے نکل کر اس طرف قدم اٹھانے لگا جدھر لوگ جمع تھے۔ میں بھیڑ میں گھستا ہوا موقعہ واردات تک پہنچا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ روبینہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے سلسلے میں ڈیوڈ نے بہت درندگی کا ثبوت دیا تھا۔ روبینہ کی لاش بھیگے تختوں پر چت پڑی تھی اور اس کا لباس تار تار نظر آ رہا تھا۔ سینے اور چہرے پر گہرے گہرے زخموں کے نشانات تھے اور آنکھیں حلقوں سے باہر ابل پڑی تھیں۔ میں جھرجھری لے کر رہ گیا۔

میں نے مجمع پر نظر ڈالی۔ تماشائیوں میں ڈیوڈ بھی موجود تھا جو مجھے فاتحانہ انداز میں گھور رہا تھا۔ میں ہونٹ چبا کر رہ گیا لیکن میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا۔ روبینہ کو میری وجہ سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا تھا اور اس کا قاتل میرے سامنے کھڑا مجھے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں صبر کا دامن میرے ہاتھوں سے نہ نکل جائے میں نے اپنی توجہ دوسرے لوگوں کی طرف مبذول کر لی۔ میں نے ایک ایک چہرے کا بغور جائزہ لیا لیکن مجھے کسی ایک چہرے پر بھی مرنے والی سے ہمدردی کے تاثرات نظر نہیں آئے۔ میں بھیڑ کو چیرتا ہوا باہر نکلا تو نادر خان میرے سامنے آ گیا۔

"مجھے یقین تھا کہ ڈیوڈ روبینہ کو ضرور قتل کر دے گا۔ اسی لیے میں نے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ باس کو حالات سے آگاہ کر دو۔" نادر خان نے سرگوشی کی۔

"اب میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ڈیوڈ مجھے بھی ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ لانچ پر ایسی حماقت نہیں کر سکتا لیکن مجھے اس بات کا یقین ضرور ہے کہ وہ تمہیں لانچ سے اترنے کے بعد نقصان پہنچانے کی کوشش ضرور کرے گا۔ تمہیں آئندہ اس سے محتاط رہنا ہو گا۔"

"مجھے صرف تنظیم کے قواعد و ضوابط کا خیال ہے نادر خان ورنہ ڈیوڈ میرے لیے کسی خارش زدہ کتے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔"

"تم ڈیوڈ کو نہیں جانتے میرے دوست۔ وہ انتہائی کینہ پرور اور عیار طبیعت کا مالک ہے۔"

"حالات کے تقاضوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے نادر خان۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "مجھے باس کی ناراضگی کا بھی خیال ہے ورنہ اس وقت روبینہ کی لاش کے قریب ہی ڈیوڈ کی لاش بھی لوگوں کی دلچسپی میں اضافہ کرتی مگر میں نہیں چاہتا کہ باس کو میرا کوئی اقدام ناگوار گزرے۔"

"دور اندیشی کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ تم اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرو۔" نادر خان مجھے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "باس اس بات کو کبھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھے گا کہ کسی لڑکی کی خاطر تنظیم کے دو فرد آپس میں خون خرابہ کریں۔"

"لیکن قصور سراسر ڈیوڈ کا ہے۔" میں نے تلملا کر جواب دیا۔ "اس نے خود ہی مجھ سے بھڑنے کی کوشش کی ہے۔"

"ختم کرو میرے دوست، جو کچھ ہو گیا اسے بھولنے کی کوشش کرو اور میرے اس مشورے پر عمل کرو کہ تم ہمیشہ ڈیوڈ کے سائے سے بھی محتاط رہنے کی کوشش کرو گے۔"

میں کچھ جواب دینا چاہتا تھا کہ نادر خان نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے کی تاکید کی۔ اس کی نگاہیں میری پشت پر کسی کو دیکھ کر سنجیدگی اختیار کر چکی تھیں۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو ہنری ماتھر اور ہوشنگ ہماری طرف آ رہے تھے۔ شاید روبینہ کے قتل کی خبر ان دونوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تھی۔ میں خاموش کھڑا اپنے دل کی دھڑکنیں گنتا رہا۔ ہنری ماتھر میرے قریب سے گزرتا ہوا بھیڑ کی طرف جا رہا تھا۔ مجمع اسے دیکھ کر کائی کی طرح پھٹ گیا۔ روبینہ کی مسخ شدہ لاش کے قریب جا کر ہنری ماتھر نے اسے غور سے دیکھا۔ پھر اس نے مجمع پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا۔

"اس کی ذمے داری کس پر عائد ہوتی ہے؟"

"یہ کارنامہ میں نے انجام دیا ہے سر۔" ڈیوڈ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کے خوب صورت جسم کے اندر غالباً کوئی بدروح گھر کر گئی تھی۔ اس نے میرا پہلو گرم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے میری مردانگی کی ہتک بھی کی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی لاش اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔" ہنری ماتھر لاپروائی سے بولا۔ لانچ کے دو خلاصی لپک کر سامنے آ گئے۔ دوسرے ہی لمحے روبینہ کی لاش کو دونوں خلاصیوں نے گھسیٹ کر ریلنگ کے قریب کیا پھر اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

میں نے اپنا چہرہ دوسری جانب کر لیا۔ میرے خون کی گردش تیز ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے، مبادا میرے حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکے۔ روبینہ کے انجام نے میری غیرت کو کچوکے لگائے تھے۔ میری مردانگی کو للکارا تھا لیکن حالات کے تقاضوں نے مجھے بے بسی سے دوچار کر دیا تھا۔ میں نے وہاں سے ہٹ جانا مناسب سمجھا لیکن ابھی میں نے اپنے کیبن کی جانب قدم بڑھایا ہی تھا کہ ہنری ماتھر نے مجھے آواز دی۔ میں پلٹ کر تیزی سے اس کے قریب چلا گیا اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں کہیں بھی رہوں مسٹر اجیت، حالات سے بے خبر نہیں رہتا۔" ہنری ماتھر نے مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔ میری نگاہیں زمین کے اندر وہاں تک بھی دیکھ سکتی ہیں جہاں تک انسان کے تصور کی رسائی محال ہے۔"

"میں جانتا ہوں سر۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "ڈاکٹر گھوش نے مجھ کو یہی بتلایا تھا کہ آپ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"لیکن میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا مسٹر اجیت جو میری خفگی کا خیال کر کے اپنے دل کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"سر۔" میں نے ہنری ماتھر کا مفہوم بھانپتے ہوئے قدرے جذباتی انداز اختیار کر لیا۔ "آپ کی خوشنودی کی خاطر میں اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر سکتا ہوں لیکن میرے کسی عمل سے آپ کو دکھ پہنچے یہ مجھے منظور نہیں۔"

"آج کا کام کل پر ٹالنا میرے نزدیک کاہلی کی علامت ہے اور یوں بھی جو مسئلہ مردانگی اور بہادری سے طے ہو جائے وہ زیادہ مناسب ہوتا ہے۔" ہنری ماتھر کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "موقع کی تلاش میں وقت برباد کرنا اور چھپ کر پشت سے وار کرنا میرے نزدیک بزدلی کی دلیل ہے اور میں تنظیم میں بزدلوں کی موجودگی برداشت نہیں کرتا۔"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں سر، لیکن . . ."

"میں مصلحتوں کی آڑ لے کر گفتگو کرنے والوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔" ہنری ماتھر نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "میرے کان ہزاروں میل دور تک کی آوازیں سننے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ تمہارے اور نادر کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی میں اسے بھی سن چکا ہوں اور کل رات ڈیوڈ نے تم سے جو باتیں کی تھیں وہ بھی میرے علم میں ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے سر۔" میں نے سر بلند کر کے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اور ڈیوڈ کل کے بجائے آج ہی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر ڈالو، طاقت کا کھیل تنظیم کے لوگوں کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہو گا۔" ہنری ماتھر نے سنجیدگی سے کہا پھر ہوشنگ کے ساتھ ایک اونچے مقام پر جا کر رک گیا۔ عرشے پر جو لوگ موجود تھے وہ ہٹ کر ریلنگ کے قریب چلے گئے۔ درمیان میں صرف میں اور ڈیوڈ رہ گئے۔ میں نے ڈیوڈ پر نظر ڈالی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا بدستور مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ جسمانی طور پر وہ میرے مقابلے میں بڑا حقیر لگ رہا تھا لیکن اس کے تیور اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ وہ خود کو مجھ سے برتر سمجھ رہا ہے۔

"ڈیوڈ۔" میں نے کچھ سوچ کر اسے بلند آواز میں مخاطب کیا۔ "چھیڑ خانی کی ابتدا تم نے کی تھی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ موت اور زندگی کے کھیل کی پہل بھی تمہاری جانب سے ہو۔"

ڈیوڈ جواب دینے کے بجائے قدم جما کر آہستہ آہستہ میری سمت بڑھنے لگا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کچھ اس انداز میں پھیلا لیے تھے جیسے ایک ہی وار میں مجھے ختم کر ڈالنا چاہتا ہو۔ میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا اور ڈیوڈ کی ایک ایک حرکت پر غور کر رہا تھا۔ درمیانی فاصلہ بتدریج گھٹ رہا تھا۔ پھر میری توقع کے خلاف ڈیوڈ نے اچانک ایک جست لگائی اور اس سے پیشتر کہ میں خود کو بچا سکتا وہ پوری طرح مجھے اپنے بازوؤں میں لپیٹ کر فرش پر گرا اور دوسرے ہی لمحے اس نے قلابازی کھائی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے جسم کی بے شمار ہڈیاں چٹخ گئی ہوں۔ ڈیوڈ کی طرف سے اس قدر اچانک حملے اور حیرت انگیز پھرتی کے مظاہرے نے مجھے ہکا بکا کر دیا لیکن پھر میں محتاط ہو گیا۔

ڈیوڈ دوبارہ ہاتھ پھیلائے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ پھر جست لگا کر مجھے دبوچنے کی کوشش کرے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ میرے قریب پہنچ کر برق رفتاری سے اپنا سر فرش پر ٹکا کر ٹانگیں ہوا میں لہراتا ہوا میرے اوپر جھپٹا۔ یہ ایک خطرناک داؤ تھا۔ اس طرح اگر وہ میری گردن کو ٹانگوں کے درمیان پھنسا کر قینچی لگانے میں کامیاب ہو جاتا تو میری گردن کی ہڈی ٹوٹ جانا لازمی امر تھا۔ اس کے پہلے حملے نے اگر مجھے محتاط رہنے پر مجبور نہ کیا ہوتا تو شاید میں دھوکا کھا جاتا لیکن میں اب پوری طرح محتاط تھا چنانچہ اس کی ٹانگیں جیسے ہی میرے اوپر آئیں۔ میں نے تیزی سے پینترا بدل کر اس کی ایک ٹانگ دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور اچھل کر اس کی کمر پر بھرپور لات ماری۔ ڈیوڈ چیخ اٹھا۔ مجھے یقین تھا کہ لات کے اس جوابی داؤ نے ڈیوڈ کی ریڑھ کی ہڈی کو ضرور دو حصوں میں منقسم کر دیا ہو گا۔ میرا اندازہ درست ہی ثابت ہوا۔ ڈیوڈ پر جوابی حملہ کرنے کے بعد میں اچھل کر ایک طرف ہو گیا اور اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا لیکن ڈیوڈ دوبارہ اٹھنے کے بجائے بھیگے فرش پر پڑا کرب کے عالم میں تڑپتا رہا۔

"اٹھنے کی کوشش کرو مسٹر ڈیوڈ۔" میں نے اسے للکارا۔ "گرے ہوئے دشمن پر وار کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"یو باسٹرڈ۔ سن آف اے بچ۔" ڈیوڈ نے مجھے گندی گالیوں سے نوازتے ہوئے کہا۔ "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" پھر اس نے پوری قوت یکجا کر کے ایک بار اٹھنے کی کوشش کی لیکن کراہ کر پھر فرش

پر اندھا ہوگیا۔

"تم بازی ہار چکے ہو ڈیوڈ۔" میں نے گرج کر کہا۔ "باس کی موجودگی میں اگر تم اپنی شکست قبول کر لو تو میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں اور تمہاری طرف دوبارہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہوں۔"

"ڈیوڈ مر جائے گا باسٹرڈ لیکن تمہاری دوستی قبول نہیں کرے گا۔"

"باس۔" میں نے پلٹ کر ہنری ماتھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب میرے لیے کیا حکم ہے۔ میں تنظیم کے نام پر اسے معاف کر دوں یا اس کی بوٹیاں خونی مچھلیوں میں تقسیم کر دوں۔"

"موت اور زندگی کے کھیل کا انجام ہمیشہ بھیانک اور ہولناک ہونا چاہیے اجیت۔" ہنری ماتھر نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں مگر گرے ہوئے دشمن پر وار کرنا خلافِ مردانگی ہے۔"

"تم بہادر بھی ہو اور بے باک بھی۔" ہنری ماتھر اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا پھر اس نے اپنے گلے سے ہڈیوں کی ایک عجیب و غریب مالا اتار کر میری طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "ہنری ماتھر کی جانب سے تمہارے لیے پہلا انعام۔"

میں نے مالا چوم کر اپنے گلے میں پہن لی۔ ہنری ماتھر نے اسی وقت ہوشنگ کو کچھ اشارہ کیا جس کے جواب میں ہوشنگ نے اپنے نیفے سے ایک چمک دار خنجر نکالا پھر اسے پھرتی سے تول کر ڈیوڈ کی جانب پھینکا۔ ڈیوڈ کے حلق سے ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔ وہ کچھ دیر تڑپا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔ ہوشنگ کے اشارے پر جہاز کے خلاصیوں نے اس کی لاش بھی اٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔ میرا سینہ فخر سے تن گیا۔ روبینک کی موت کا انتقام پورا ہو چکا تھا۔ میں نے ریلنگ کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ ان کی نظریں میرے چہرے کے بجائے ہڈیوں کی مالا پر جمی ہوئی تھیں۔ شاید انہیں اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی خود کو ہنری ماتھر کی جانب سے کسی اعزاز کا مستحق ثابت کر سکوں گا۔

پھر ہنری ماتھر بلند مقام سے اتر کر نیچے آیا اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے اپنے ساتھ اپنے کیبن میں لے گیا۔ میرے ساتھی بدستور میری جانب معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ساتویں روز ہماری لانچ بندر عباس کے ساحل پر لنگر انداز ہوگئی لیکن کوئی مسافر نیچے نہیں اترا لانچ کے دوسرے مسافروں کی طرح میں بھی عرشے پر موجود تھا۔ ہنری ماتھر، ہوشنگ اور رحیم وانگ کے ساتھ میں ایک طرف موجود تھا۔ کچھ دیر بعد لانچ پر سیڑھی لگا دی گئی اور کسٹم کے عملے کا ایک مقامی افسر سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر آگیا۔ میرا خیال تھا کہ ہنری ماتھر آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کسٹم آفیسر کے اوپر آتے ہی وہ اپنے کیبن کی جانب چلا گیا۔ میں نے کسٹم آفیسر کو بھی اس کے تعاقب میں جاتے دیکھا۔ ہوشنگ اور رحیم وانگ ابھی تک ہمارے قریب کھڑے تھے۔ دوسرے افراد ساحل کی گہما گہمی دیکھنے میں مصروف تھے۔ "کیا یہی ہماری منزل ہے؟" میں نے نادر خان سے پوچھا۔

"نہیں۔" نادر خان مدھم آواز میں بولا۔ "ہمیں ابھی اور آگے جانا ہے لیکن شاید ہمارے ایک دو ساتھیوں کو یہاں اترنا پڑے۔"

"میرے دوست، تم نے ابھی تک مجھے تنظیم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" میں نے پہلی بار نادر خان کو کریدتے ہوئے پوچھا۔

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟" نادر خان نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ شاید اُسے میری بات ناگوار گزری تھی۔

"مجھے غلط زاویے پر پرکھنے کی کوشش مت کرو دوست!" میں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "میں تنظیم کا وفادار ہوں لیکن اگر مجھے اس کی نوعیت اور بنیادی باتوں کا علم ہو جائے تو میں زیادہ بہتر طور پر اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکوں گا۔"

"اجیت۔" نادر خان بدستور خشک آواز میں بولا۔ "اگر تم تنظیم کے وفادار ہو تو پھر آئندہ اس کے بارے میں زبان بند ہی رکھنا۔ سربراہ کی جانب سے جو حکم ملے اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے رہو۔ تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ لگانا سربراہ کا کام ہے۔"

میں نے فوری طور پر باتوں کا رخ بدل دیا۔ نادر خان نے جس انداز میں مجھے زبان بند رکھنے کی تاکید کی تھی اس سے یہی ظاہر ہوا کہ تنظیم کے بارے میں گفتگو بھی سربراہ کی نگاہوں میں جرم سمجھی جاتی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہنری ماتھر کی پُراسرار شخصیت نے تنظیم کے افراد کو خوف زدہ کر رکھا ہو۔ وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس کے کان دور دور کی آوازیں بھی سن سکتے تھے۔ وہ دنیا کے بے شمار پُراسرار علوم کا ماہر تھا۔ جسمانی طور پر نہ سہی لیکن روحانی طور پر وہ ہر وقت گروہ کے تمام افراد کی شہ رگ کے قریب رہتا تھا۔

کسٹم آفیسر کو ہنری ماتھر کے کیبن میں گئے چالیس منٹ گزرے تھے۔ نادر خان کے ساتھ ریلنگ پر کھڑا گفتگو کر رہا تھا کہ جم میرے قریب آکر بولا۔ "مسٹر اجیت! باس تمہیں اپنے کیبن میں یاد کر

میں نے ایک نظر نادر خان پر ڈالی پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہنری ماتھر کے کیبن میں داخل ہوا۔ کیبن میں کسٹم آفیسر کے علاوہ موجود تھی۔ کسٹم آفیسر جینی کو دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ گداز جسموں کی لڑکیاں اس کی کمزوری تھی۔ میں نے ایک سرسری کیبن کا جائزہ لیا اور ہنری ماتھر کے قریب ہاتھ باندھ کر کھڑا گشتی لانچ کی تباہی کی کامیابی نے مجھے سرفراز کیا تھا پھر ڈیوڈ دینے کے بعد ہنری ماتھر نے مجھے ہڈیوں کی مالا کا تحفہ دے سے اور قریب کر لیا تھا۔

"اجیت میرے دوست آقائے شیرازی سے ملو۔ یہ بہترین ساتھی ہیں۔" ہنری ماتھر نے کسٹم آفیسر کی سمت اشارہ کرتے

ہوئے کہا۔ میں نے آگے بڑھ کر بڑی گرمجوشی سے شیرازی سے ہاتھ ملایا لیکن یہ بھی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ شیرازی مجھ سے ہاتھ ملاتے وقت ہنری ماتھر کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ میرے سلسلے میں کچھ وضاحت چاہتا تھا جسے ہنری ماتھر کی دُور رس نگاہوں نے محسوس کر لیا چنانچہ وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے علم تھا آقائے شیرازی کہ تم ایک نئے چہرے کو دیکھ کر ضرور چونکو گے لیکن میں نے اس کام کے لیے اس کا انتخاب کیا ہے۔ ہماری تنظیم میں مسٹر اجیت کی شمولیت ابھی حال ہی میں ہوئی ہے لیکن اس نے مجھے بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ موجودہ کام میں بھی اس کی صلاحیتوں کو آزمایا جائے۔"

"تمہاری مرضی۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن اگر مسٹر اجیت کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے کام بگڑ گیا تو اس کی ذمے داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔" شیرازی کے لہجے میں صاف گوئی تھی۔

"میں سوچ چکا ہوں آقائے شیرازی۔" ہنری ماتھر نے بڑی لاپروائی سے جواب دیا۔ "دو چار کروڑ کا نقصان میری نظروں میں کچھ زیادہ اہمیت بھی نہیں رکھتا۔"

"مسٹر اجیت۔ کیا تم اس علاقے میں پہلے بھی کبھی آچکے ہو؟" شیرازی نے اس بار براہ راست مجھ سے پوچھا۔ "میرا مقصد ہے کہ اگر تم شہر کے راستوں سے ناواقف ہوئے تو تمہیں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں آقائے شیرازی لیکن کامیابی یا ناکامی کا انحصار زیادہ تر حالات کی نوعیت اور ذہانت کے بروقت استعمال پر ہوتا ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"تم پریشان نہ ہو آقائے شیرازی، اجیت کے ساتھ جینی بھی اس کی رہنمائی کے لیے موجود ہوگی۔"

"گڈ... گڈ..." شیرازی نے ایک بار پھر للچائی ہوئی نظروں سے جینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "جینی کی موجودگی میں مسٹر اجیت کو بہتر سہولتیں میسر آسکیں گی۔"

پھر شیرازی کچھ دیر بعد لانچ سے واپس چلا گیا۔ جینی بھی اشارہ پا کر کیبن سے نکل گئی تو ہنری ماتھر نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر کچھ دیر تک وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد بے تکلفی سے بولا۔

"اجیت، میں اس بار تم کو ایک بہت اہم کام سونپ رہا ہوں۔ ناکامی کی صورت میں تنظیم کو کروڑوں کا خسارہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ اس مہم میں جینی بھی تمہارے ہمراہ ہوگی۔ تمہاری حیثیت سیاحوں کی سی ہوگی۔ تفصیلات روانگی سے پیشتر تمہیں گوش گزار کرا دی جائیں گی۔ فی الحال میں تمہیں اتنا باور کرانا چاہتا ہوں کہ تم اس مہم پر روانگی سے لے کر واپسی تک میری نظروں میں ہو گے اس لیے کسی موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش مت کرنا۔ جو لوگ ہنری ماتھر سے فریب کرتے ہیں ان کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ تم اس کی تصدیق عملے کے افراد سے کر سکتے ہو۔"

"ایک گزارش میں بھی کردوں گا سر۔" میں نے اپنے گلے سے ہڈیوں کی مالا اتار کر اسے ہنری ماتھر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس مقدس مالا کو واپس لے لیا جائے۔"

"اجیت۔" یکلخت ہنری ماتھر کا لہجہ سفاک ہوگیا۔ اس کی پُراسرار آنکھوں میں خون کی گہری سرخیاں تیرنے لگیں۔ "تم نے ہنری ماتھر کا اعزاز واپس کرنے کی جسارت کیسے کی؟"

"حالات کا تقاضا یہی تھا سر۔" میں نے بیباکی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ مالا مجھے بہادری کے انعام کے طور پر دی گئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ یہ اعتماد کا نشان بھی ہے لیکن غالباً ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ اسے اس وقت مجھے واپس دیا جائے جب آپ کو میری ذات پر مکمل بھروسہ اور اعتماد ہو جائے۔"

"اوہ!" ہنری ماتھر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ چند ثانیے تک وہ مجھے گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اس نے مالا دوبارہ میرے گلے میں ڈالتے ہوئے دوستانہ انداز میں کہا۔ "اجیت، تم پہلے شخص ہو جس کی بھرپور صلاحیتوں اور بیباک باتوں نے ہنری ماتھر کو متاثر کیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ موجودہ مہم میں تمہاری کامیابی کے بعد میں تمہیں ایک اور بڑے اعزاز سے نوازوں گا۔ ایسا اعزاز جو آج تک تنظیم کے کسی فرد کو حاصل نہیں ہوا۔"

"میں آپ کو وفاداری کا یقین دلاتا ہوں سر۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "اس مہم میں میری حیثیت کیا ہوگی۔ میرا مطلب ہے کہ کیا مجھے آقائے شیرازی کی جانب سے ہدایات ملیں گی یا حالات کے تقاضوں کے تحت مجھے خود اپنی صلاحیتوں سے کام لینا ہوگا؟"

"تمہیں میری جانب سے پورے اختیار حاصل ہوں گے۔" ہنری ماتھر بولا۔ "اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے تم ہر قدم اٹھا سکتے ہو۔"

"میری روانگی کب ہوگی؟"

"آج ہی۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہونی چاہیے۔ رازداری شرط ہے۔"

"میں رازداری کی اہمیت سمجھتا ہوں سر۔" میں نے اعتماد سے جواب دیا پھر کیبن سے باہر نکل آیا۔ باہر عرشے پر کھڑے ہوئے کچھ افراد اب بھی مجھے بڑی معنی خیز نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا اپنے کیبن میں چلا گیا۔

اسی رات گیارہ بجے مجھے دوبارہ ہنری ماتھر نے طلب کر کے ضروری ہدایتیں دیں پھر رحیم وانگ مجھے اپنے کیبن میں لے گیا۔ جہاں اس نے میک اپ کر کے میرے نقش و نگار میں تبدیلیاں پیدا کیں اور

سیاحوں کی ضروریات کی چیزیں بھی فراہم کیں۔ میک اپ کے بعد مجھے پھر ہنری ماتھر کے سامنے جانا پڑا۔ اس نے تنقیدی نظروں سے میرے چہرے کو دیکھا پھر مزید مشورے دینے لگا۔ میں اس کی ایک ایک بات کو ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

ٹھیک بارہ بجے جینی بھی معمولی میک اپ کر کے اسی کیبن میں آگئی۔ ہنری ماتھر نے میرے چہرے کی تبدیلی کی مناسبت سے میرا عارضی نام مورگن تجویز کیا تھا۔ جینی کے آنے کے بعد ہنری ماتھر خود ہم دونوں کو لے کر عرشے پر اس جانب گیا جہاں سامان اسٹور کیا جاتا تھا۔ ہوشنگ پہلے سے وہاں ہمارا منتظر تھا۔ لانچ سے رسیوں کی سیڑھی نیچے اتاری گئی۔ ایک چھوٹی سی کشتی وہاں تیار تھی۔ پہلے میں نیچے اترا پھر جینی بھی کشتی پر آگئی۔ لانچ سے سیڑھی کھینچی گئی تو کشتی کے ملاح نے چپو چلا کر اسے ساحل سے دور کرنا شروع کیا۔ شاید اس لیے کہ ہمارا تعلق لانچ سے ظاہر نہ ہو۔ پھر وہی ہوا جو میرا اندازہ تھا۔ کشتی کھلے سمندر کا تھوڑا سا چکر کاٹ کر اس مقام پر لا کر روک دی گئی جسے بطور گھاٹ کے استعمال کیا جاتا تھا۔ ایک دو موٹر بوٹس وہاں پہلے سے کھڑی تھیں۔ میں نے پہلے جینی کا ہاتھ تھام کر اسے لکڑی کی سیڑھیوں تک جانے میں مدد دی پھر سامان کا چرمی تھیلا اٹھا کر خود کو کشتی سے دور کیا اور بڑی بے تکلفی سے جینی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اوپر ایک سیاہ رنگ کی لمبی کار موجود تھی۔ ہم جیسے ہی اوپر پہنچے اسٹیرنگ پر بیٹھا ہوا شخص تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ آقائے شیرازی تھا جو اس وقت اپنی وردی کی بجائے تھری پیس سوٹ میں بے حد اسمارٹ لگ رہا تھا۔

"ہیلو مسٹر مورگن۔" شیرازی نے آگے آکر مجھ سے ہاتھ ملایا پھر جینی کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی طرف لپکا۔ ہم دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تو شیرازی نے اسٹیرنگ پر جا کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی کو پورٹ کے علاقے سے نکال کر کشادہ سڑک پر لے آیا۔ میں نے ابھی تک اپنی جانب سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ شیرازی تھوڑے تھوڑے وقفے سے جینی سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے اچانک مجھ سے کہا۔

"مسٹر اجیت! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آپ لوگ ہوٹل کے بجائے میرے غریب خانے پر قیام کریں؟"

"میرا نام اجیت نہیں مورگن ہے آقائے شیرازی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اس کے مشورے کو رد کرتے ہوئے بولا۔ "باس نے ہوٹل الجبران میں قیام کی تاکید کی تھی۔ اس لیے ہمیں وہیں جانا چاہیے۔"

"جیسی تمہاری مرضی مسٹر مورگن۔" شیرازی نے خشک آواز میں کہا۔ "تم میرے ہاں قیام کرتے تو پھر تمہارا مطلوبہ شخص وہاں تک لایا جا سکتا تھا۔"

اس کے بعد راستے میں میری اور شیرازی کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ جینی نے اسے اپنی باتوں میں الجھا لیا تھا۔ سیاہ گاڑی کشادہ سڑکوں پر فراٹے بھرتی رہی پھر ایک بڑے ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی۔ اس کے صدر دروازے پر الجبران کا نیون سائن خودکار طریقے پر جل بجھ رہا تھا۔ میں نے اپنا سفری بیگ سنبھالا اور نیچے اتر آیا۔

کچھ دیر بعد ہم تیسری منزل کے ایک خوب صورت کمرے میں موجود تھے۔ شیرازی نے پہلے ہی سے ہمارے لیے دو کمروں کا ایسا سوٹ مخصوص کرا لیا تھا جس کا راستہ اندر سے بھی تھا۔ میں کمرے میں پہنچ کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا تو شیرازی جینی کو اس کا ملحقہ کمرہ دکھانے لے گیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جینی پر بری طرح ریجھ گیا ہے چنانچہ میں نے ان دونوں کے ساتھ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ شیرازی نے ہمارے لیے کافی منگوائی۔ میں خاموش بیٹھا کافی پینے میں مصروف تھا کہ شیرازی نے مجھ سے پوچھا۔

"کس خیال میں گم ہو مسٹر مورگن؟"

"مہم کے بارے میں غور کر رہا تھا۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"فکر مت کرو مائی ڈیئر۔ شیرازی کی موجودگی میں کوئی تمہارے اوپر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ بس تمہیں صرف اپنے مطلوبہ آدمی سے مل کر سامان کی ڈلیوری لینی ہوگی۔ اس کے بعد میں تم دونوں کو بخیریت لانچ تک پہنچا دوں گا۔"

"آقائے شیرازی۔" میں نے اچانک کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ ہمارا مطلوبہ شخص کہاں مقیم ہے؟"

"کیوں؟ کیا مسٹر ہنری نے تمہیں اس کا اڈریس نہیں بتایا؟"

"میرا مقصد کچھ اور تھا۔" میں نے شیرازی کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتے ہوئے جلدی سے بات بنائی۔ "اگر آپ کو اس کا گھر معلوم ہے تو کیوں نہ آپ ہی سامان کی ڈلیوری لے کر ہم تک پہنچا دیں۔ اس طرح ہم کسی متوقع دشواری سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"آں... ہاں۔" شیرازی نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس کا جواب کل دوپہر تک دے سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے، کل دوپہر تک میں آپ کا انتظار کروں گا۔ یوں بھی ہمیں سامان کی ڈلیوری کل نصف شب کے بعد ہی ملے گی۔"

"رائٹ۔" شیرازی نے مختصراً کہا پھر اٹھ گیا۔ جینی اسے دروازے تک چھوڑنے گئی تھی۔ میں اپنی جگہ بیٹھا آئندہ پیش آنے والے حالات پر غور کرتا رہا۔

شیرازی کی باتوں نے مجھے مشکوک کر دیا تھا۔ ہنری ماتھر کی جانب سے ملنے والی ہدایت کے مطابق مجھے سامان کی ڈلیوری ہوٹل الجبران ہی میں ملنی تھی اور اس کے لیے کل شام سات بجے کا وقت مقرر تھا۔ میں نے دیدہ دانستہ شیرازی کو آزمانے کی خاطر دروغ گوئی سے کام لیا تھا اور اس کے جواب کے بعد دو باتیں ثابت ہوئی تھیں، اول

یہ کہ شیرازی کو پروگرام کا علم تھا لیکن وہ رازداری کی وجہ سے زبان بند رکھنے پر مجبور تھا۔ دوسری صورت یہ بھی تھی کہ شیرازی کو سرے سے پروگرام کے بارے میں تاریکی میں رکھا گیا تھا اور وہ مجھ سے پروگرام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ہنری ماتھر نے لانچ پر ہمارا تعارف کراتے ہوئے شیرازی کو اپنا بہترین ساتھی کہا تھا۔ ایسی صورت میں ضروری تھا کہ شیرازی ہنری ماتھر کے اصولوں سے بھی ضرور واقف رہا ہوگا لیکن اس کے باوجود اس نے ہمیں الجبران کے بجائے اپنے مکان پر قیام کی دعوت دی تھی۔ مجھے سب سے زیادہ یہ بات کھٹک رہی تھی کہ جب شیرازی ہنری ماتھر کا بہترین ساتھی تھا تو پھر تنظیم نے کسی دوسرے آدمی کو سامان کی ڈلیوری لینے پر کیوں مامور کیا گیا؟ یہ کام شیرازی بھی کر سکتا تھا۔ اگر اسے اپنی حیثیت کا خیال لاحق تھا تو وہ اپنے کسی مقامی آدمی سے بھی وہ کام کرا سکتا تھا۔ بہرحال میں شیرازی کی طرف سے ذاتی طور پر مطمئن نہیں تھا اور میں نے طے کر لیا تھا کہ شیرازی سے پوری طرح محتاط رہوں گا۔

جینی شیرازی کو باہر تک چھوڑنے چلی گئی تھی۔ ممکن ہے شیرازی اور جینی کے درمیان پہلے سے ہی تھوڑے بہت مراسم رہے ہوں لیکن میں نے حالات کے پیشِ نظر جینی سے بھی ہوشیار رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کچھ دیر بعد جینی کمرے میں واپس آگئی۔ دروازے کو اندر سے بولٹ کرنے کے بعد اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی پھر میرے قریب آکر بے تکلفی سے بولی۔

"اب کیا ارادہ ہے مورگن ڈیئر؟"

"ہمیں فی الحال آرام کرنا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا اور اٹھ کر کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ جینی نے مجھے اکسانے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا تو وہ خفگی کے انداز میں دولت بجاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی اور درمیانی دروازہ بھی بند کر لیا۔ میں نے نائٹ بلب روشن کر کے باقی بتیاں بجھائیں اور اپنے بستر پر لیٹ کر حالات پر مزید غور کرنے لگا۔

معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہنری ماتھر کو شیرازی کی نیت پر شبہ ہو اور وہ اسے آزمانا چاہتا ہو۔ اس خیال نے میرے ذہن میں مزید شکوک اجاگر کر دیے۔ میں بہت دیر تک شیرازی کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ ہنری ماتھر نے تنظیم کے پرانے لوگوں کے مقابلے میں میرا انتخاب کیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ کروڑوں کا نقصان بھی اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن وہ اتنا لاپروا بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کروڑوں کا نقصان آسانی سے برداشت کر لیتا۔ یقیناً اس نے اپنے کسی قابلِ اعتماد آدمی کو میری نگرانی پر بھی مامور کیا ہوگا۔ شاید اسی لیے ہنری ماتھر نے مجھے روانگی سے قبل ہر انتہائی اقدام کی مکمل آزادی دے دی تھی۔

میں اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ ذہن میں وسوسے سر ابھار رہے ہوں تو نیند بھی غائب ہو جاتی ہے۔ میں جس قدر حالات کی کڑیوں کو سلجھانے کی کوشش کرتا وہ اتنی ہی الجھتی جا رہی تھیں۔ پھر یکلخت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے جینی کے کمرے کا بیرونی دروازہ کھلا ہو۔ وہ مدھم سی کلک کی آواز میرا واہمہ بھی ہو سکتی تھی لیکن اس واہمے کی تصدیق میں کوئی مضائقہ بھی نہیں تھا۔ میں اپنے وہم کی تصدیق کی خاطر ابھی بستر سے نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کمروں کے درمیانی دروازے پر آہستہ سے دستک دی گئی پھر جینی کی واضح آواز ابھری۔ "مورگن ڈیئر! کیا سو گئے؟"

جینی کے کمرے میں یقیناً کوئی دوسرا فرد بھی موجود تھا۔ وہ اس بات کی تصدیق کرنا چاہتی تھی کہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ اس امر کی تصدیق کے لیے وہ درمیانی دروازہ کھول کر میرے کمرے میں بھی آ سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں دم سادھے خاموش پڑا رہا۔ میری نظریں درمیانی دروازے پر مرکوز تھیں اور حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے ہوشنگ کا فراہم کردہ پستول تکیے کے نیچے سے نکال کر اس کے دستے پر اپنی گرفت جما لی تھی۔ ایک بار مجھے آواز دینے کے بعد جینی کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے تھوڑے تھوڑے وقفے سے مزید دو بار دروازے پر دستک دی اور مجھے قدرے اونچی آواز میں پکارا پھر شاید اسے یقین آگیا تھا کہ میں خواب خرگوش میں گم ہوں۔ کسی نئے آدمی سے جینی جیسی گھاگ عورت کو اس بات کی توقع بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ ضرورت سے زیادہ محتاط ہو سکتا ہے۔

میں خاصی دیر تک کوئی حرکت کیے بغیر بستر پر خاموش پڑا رہا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم روشنی موجود تھی اور میری کسی حرکت کو دوسری طرف سے چابی کے سوراخ کے ذریعے دیکھا جا سکتا تھا چنانچہ میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو میں آہستہ سے اٹھا اور پنجوں کے بل چلتا ہوا درمیانی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھ کر میں نے چابی کے سوراخ سے دوسری جانب دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دوسرے کمرے میں جینی کے بستر پر شیرازی بھی موجود تھا۔ جینی نے اپنے کمرے کا نائٹ بلب نہ بجھا کر یقیناً حماقت کا ثبوت دیا تھا۔

میں چابی کے سوراخ سے آنکھ لگائے ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ چند ثانیے تک وہ بوس و کنار میں مصروف رہے پھر شیرازی نے جینی کے بالوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "ڈارلنگ، اگر یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو ہم دونوں کو پچھتانا پڑے گا۔ کامیابی کی صورت میں دونوں تمام زندگی عیش کر سکتے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں لیکن تمہیں باس کی پُراسرار قوتوں کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔" جینی نے بھی بے حد مدھم آواز میں کہا۔ "وہ ہمیں پاتال سے نکال سکتا ہے۔"

"محض تمہارا خیال ہے جینی۔ اگر وہ اتنا ہی طاقتور ہوتا تو اسے

میری خدمات حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ بے حد پراسرار ہے اور جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔"

"او جینی، مائی ڈونٹ بی سلی۔" شیرازی نے اسے ایک جھٹکے سے اپنی آغوش میں گراتے ہوئے سرگوشی کی "میں بھی تو تمہارے ساتھ ہوں اور پھر تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ہمیں ڈیوڈ کی موت کا انتقام بھی لینا ہے۔"

جینی نے تیزی سے جواب دیا "میں ڈیوڈ کی موت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ وہ زندہ ہوتا تو ہمارے ہاتھ زیادہ مضبوط ہو سکتے تھے اس نے روبینہ کو اسی لیے راستے سے ہٹایا تھا کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو اس مشن پر اسی کو بھیجا جاتا لیکن افسوس کہ وہ بھی مارا گیا۔ اجیت اس کے مقابلے میں خلاف توقع زیادہ چالاک ثابت ہوا۔"

"اور اگر تم تیار ہو جاؤ تو ہم اجیت کو ڈیوڈ سے بدتر انداز میں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔"

"میں تیار ہوں مسٹر شیرازی۔" جینی نے بڑی لگاوٹ سے اپنے عریاں بازو شیرازی کے گلے میں حمائل کرتے ہوئے کہا "اجیت اس وقت بے خبر ہے۔ تم اسے میرے سامنے اسی وقت ذبح کر ڈالو۔ ہم باس کے سامنے اس کی موت کے ہزاروں جواز پیش کر سکتے ہیں۔ تم باس سے کہہ بھی چکے ہو کہ مشن کی ناکامی کی ذمے داری کسی نئے آدمی کے انتخاب کی صورت میں تمہارے اوپر نہیں ہوگی۔"

"جذباتی مت ہو جینی ڈارلنگ!" شیرازی نے جینی کو خود سے اور قریب کرتے ہوئے کہا "میں گناہ بے لذت کا قائل نہیں ہوں۔ پہلے اجیت کو ڈلیوری لے لینے دو پھر ہم اسے ٹھکانے لگا دیں گے اور مال ہمارے قبضے میں ہوگا۔"

"کیا تم حقیقتاً اس آدمی سے ناواقف ہو جو ہمیں ڈلیوری دینے آئے گا۔" جینی نے دریافت کیا۔

"ہاں، میں اسے نہیں جانتا۔ اگر جانتا ہوتا تو اب تک اسے اپنی سرکاری حیثیت سے کب کا شکار کر چکا ہوتا۔" شیرازی نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "ان معاملات میں ہنری بے حد چالاک واقع ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ "کوڈ" مقرر کرتا ہے اور اسی خفیہ اور طے شدہ اشاروں سے پارٹی ایک دوسرے کو شناخت کرتی ہے۔ کوڈ صرف اسی کو بتلایا جاتا ہے جو ڈلیوری لیتا اور دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خفیہ اشارہ اجیت کو معلوم ہوگا۔"

"پھر سوچ لو آغائے شیرازی، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں بعد میں کسی الجھن کا شکار ہونا پڑے۔"

"تم اس کی فکر مت کرو جان من! کامیابی کے فوراً بعد میں تم کو کچھ عرصے کے لیے انڈر گراؤنڈ کر دوں گا۔ ایسی جگہ جہاں تمہارے باس کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا پھر حالات سازگار ہوتے ہی ہم پیلس سے کسی اور سمت نکل جائیں گے۔"

میں دروازے کے قریب سے ہٹ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ جب تک سامان کی ڈلیوری نہیں ہو جاتی یہ لوگ میری زندگی لینے کی کوشش نہیں کریں گے۔ یہ سوچتا ہوا میں دوبارہ اپنے بستر پر آ گیا...

تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔

☆

اگلے روز حسب وعدہ شیرازی دوپہر کے کھانے پر ہمارے ساتھ موجود تھا۔ جینی میری موجودگی میں بھی اس سے بڑی بے تکلفی اور بے باکی سے گفتگو کر رہی تھی۔ صبح اس نے پہلی بار مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ باس نے اسے بطور خاص شیرازی کو خوش رکھنے پر مامور کیا ہے اور میں نے بظاہر مسکراتے ہوئے جینی کی بات مان لی تھی، چنانچہ اس وقت میں بھی شیرازی سے گھل مل کر باتیں کر رہا تھا۔ کھانے کے بعد میں نے شیرازی سے گذشتہ روز والی بات دریافت کی تو وہ ایک لمحے کو چونکا، پھر بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری مسٹر موہن! دراصل کل رات اچانک مجھے ایک سرکاری کام پیش آ گیا تھا، اس لئے میں تمہارا کام بھول گیا تھا لیکن تم مطمئن رہو ہنری میرا بہترین دوست ہے اس لئے میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

"باس نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ آپ کی موجودگی میں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوگا۔" میں نے دل ہی دل میں شیرازی کی شاندار اداکاری کی داد دیتے ہوئے کہا۔

"آف کورس! تم بے خوف و خطر ہو کر سامان کی ڈلیوری لے لو۔ میں رات دس بجے تک یہاں آ جاؤں گا لیکن اس وقت ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوں گے اس کا خیال رکھنا۔"

پھر شیرازی کچھ دیر بعد اجازت لے کر چلا گیا۔ میں نے جینی سے شہر گھومنے کے لئے کہا لیکن وہ آرام کا بہانہ کر کے ٹال گئی۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ اس وقت میرے ساتھ نہ جائے چنانچہ میں نے ہوٹل سے باہر آ کر ایک ٹیکسی پکڑی اور شہر کے بے معنی چکر لگاتا رہا۔ ٹیکسی ڈرائیور مجھے سیاح ہی سمجھ رہا تھا اس لئے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھے مختلف مقامات کے نام بتاتا جا رہا تھا۔ دو گھنٹے تک شہر کا چکر لگانے کے بعد میں نے ڈرائیور سے ساحل کی جانب چلنے کی درخواست کی پھر ساحل سے واپسی پر میں پوری توجہ سے ان راستوں کو ذہن نشین کرتا رہا جو ہوٹل تک جاتے تھے۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے ڈرائیور کو اصل کرائے کے ساتھ ایک خاصی معقول رقم بطور ٹپ دی اور اسے شام سات اور ساڑھے سات کے درمیان ہوٹل کے احاطے میں موجود رہنے کی تاکید بھی کر دی۔ ٹپ چونکہ ڈرائیور کی توقعات سے کہیں زیادہ تھی اس لئے وہ خوشی خوشی وعدہ کر کے چلا گیا۔ میں نے ٹیکسی کا نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد لفٹ کے ذریعے اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ دوسرے کمرے میں جینی محو خواب تھی۔ میں بھی کچھ دیر آرام کرنے کے ارادے

سے بستر پر دراز ہو گیا۔

شام کو چھ بجے اٹھ کر میں نے گرم پانی سے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کر کے ساڑھے چھ بجے نیچے بال میں آ گیا۔ جینی بھی اس وقت میرے ساتھ تھی۔ میں نے اپنے اور جینی کے لئے کافی کا آرڈر دیا۔ پروگرام کے مطابق ٹھیک سات بجے میرا مطلوبہ شخص وہاں آنے والا تھا۔ ہنری ماتھر نے اس کی پہچان کیلئے "سونے کی مکڑی" کا حوالہ دیا تھا، جو مطلوبہ شخص کے کوٹ کے کالر پر موجود ہوتی۔ اس نشان کے ساتھ مجھے وہ کوڈ بھی یاد کرایا گیا تھا، جو ہمارے درمیان شناختی رابطہ قائم کر دیتا۔ پھر مجھے اس سے ایک سیل بند چرمی پیکٹ وصول کر کے ہنری ماتھر تک پہنچانا تھا۔ ہنری ماتھر کے بیان کے مطابق ان باتوں کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔

کافی پینے کے دوران میں نے ایک بار اپنی دستی گھڑی پر بھی نظر ڈالی، سات بجنے میں دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر جلائی پھر ایک دو کش لینے کے بعد جینی سے کہا۔

"میرا خیال ہے تمہیں اس وقت نیچے ہال میں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"کیوں؟" جینی نے چونکتے ہوئے وضاحت چاہی۔

"احتیاطاً۔ ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کی نظروں سے دور رہیں۔"

"پہلا موقع ہے اس لئے شاید تم گھبرا رہے ہو۔" جینی مسکراتے ہوئے بولی۔

"نہیں گھبراہٹ کی بات نہیں ہے، احتیاط لازم ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کافی ختم کر کے کمرے میں چلو۔ میں بل دے کر آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" جینی نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں اس وقت تمہارا ہر حکم ماننے پر مجبور ہوں لیکن میرا خیال ہے باس نے تمہارا انتخاب سوچ سمجھ کر نہیں کیا۔"

میں نے جینی کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات پیدا کرنے جیسے میں حقیقتاً موجودہ حالات سے گھبرا گیا ہوں۔ جینی نے کافی ختم کی پھر مجھے گھورتے ہوئے اٹھی اور لفٹ کی طرف چلی گئی۔ میں نے بیرے کو بلا کر بل ادا کیا پھر جب سات بجنے میں ایک منٹ باقی رہ گیا تو میں ٹہلتا ہوا باہر آ گیا۔ اسی وقت ایک مرسیڈیز آ کر رکی تھی پھر اس میں سے جو آدمی نیچے اترا وہی میرا مطلوبہ آدمی تھا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ کوٹ کے کالر پر سونے کی مکڑی بھی موجود تھی۔ میری دھڑکنیں تیز ہونے لگیں وہ نووارد میرے قریب سے گزرنے لگا تو میں نے آہستہ سے رٹے ہوئے کوڈ کے الفاظ دہرائے۔ کوڈ کے جواب میں اس نے میری طرف گھوم کر اتنی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے سے واقف ہوں۔

"الجزائر کا ماحول آج کل خاصا خوشگوار نظر آ رہا ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"سیاحوں اور خوبصورت لڑکیوں کا جمگھٹا اکثر پریشانیوں کا سبب بھی بن جاتا ہے۔"

"سینٹ کی بھینی بھینی خوشبو دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے۔"

ہمارے درمیان مخصوص شناختی اشاروں کا تبادلہ ہوتا رہا پھر نووارد نے مجھ سے دوبارہ ہاتھ ملایا تو اس کے ہاتھوں میں سگریٹ کے ڈبے پیکٹ کے برابر ایک پیکٹ تھا۔ نووارد نے اسے بڑی خوبصورتی سے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے پھرتی سے وہ سیل بند چرمی پیکٹ اپنی جیب میں ڈال لیا۔ نووارد نے اسی لمحے اپنے کوٹ کے کالر سے سونے کی مکڑی اتار کر اندرونی جیب میں رکھی پھر کترا کر صدر دروازے سے اندر جانے کے بعد اس طرف چلا گیا جدھر ڈائنگ

بنی ہوئی تھیں۔

میرا دل اپنی کامیابی کی وجہ سے بلّیوں اچھل رہا تھا۔ معاً میری نظر احاطے میں کھڑی ہوئی اس ٹیکسی پر پڑی۔ جو میں نے انگیج کی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ہی ڈرائیور موجود تھا جسے میں نے ٹپ دی تھی میرا دل چاہا کہ اسی وقت بندرگاہ روانہ ہو جاؤں ... لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر مجھے فوری طور پر ایک انوکھی ترکیب سوجھ گئی۔ میں قدم بڑھاتا ہوا ٹیکسی ڈرائیور کے قریب پہنچا تو اس نے جلدی سے اتر کر دروازہ کھول دیا لیکن میں اندر بیٹھنے کی بجائے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا ایک قدرے نیم تاریک حصے کی طرف چلا گیا۔

"آقائے مورگن" ڈرائیور نے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔"

"ہاں بات ہی کچھ ایسی ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔ "وہ لڑکی جسے میں نے انگیج کیا تھا، میرا ایک دوسرا ساتھی لے اڑا۔ اب ان دونوں کی واپسی ساڑھے دس گیارہ سے پہلے نہیں ہوگی۔"

"کوئی بات نہیں جناب، میں ساڑھے دس بجے دوبارہ آ جاؤں گا۔" ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے اس کی جیب میں ایک بڑا نوٹ ڈالتے ہوئے کہا۔ "میرا قیام روم ڈبل ون سکس میں ہے۔ تم آنے سے پیشتر ساڑھے دس بجے فون کر دینا میں کوشش کروں گا کہ فون وہی لڑکی اٹھائے، اس کا نام جینی ہے۔ تمہیں جینی سے ذرا خشک لہجے میں صرف اتنا کہنا ہوگا کہ جہاز کی روانگی غیر متوقع حالات کے پیشِ نظر دو روز کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے اس لئے الجبران میں ہمارا قیام جاری رہے گا۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔ آپ اس طرح جینی کو مزید دو روز تک ..."

"سمجھ دار آدمی ہو۔" میں نے اس کا ہاتھ گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا۔ "لیکن خبردار اس فون کال کا علم تمہارے سوا کسی اور کو نہ ہونے پائے۔"

"ایسا ہی ہوگا، جناب۔"

میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو رخصت کیا پھر تیزی سے ہال میں پہنچ کر لفٹ کی جانب قدم اٹھانے لگا۔ دو منٹ بعد میں اپنے کمرے میں موجود تھا۔ جینی وہاں پہلے سے موجود تھی۔ اس کے چہرے پر مجھے دیکھتے ہی ایک بار پھر ناگوار تاثرات ابھر آئے۔ میں اسے نظر انداز کرتا ہوا سیدھا باتھ روم کی طرف چلا گیا پھر واپس آیا تو پوری طرح مطمئن تھا۔ چرمی پیکٹ کو میں نے ٹیپ کے ذریعہ اپنی پنڈلی پر کس کر باندھ لیا تھا تاکہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکے۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو ڈارلنگ؟" میں نے جینی کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ناراض نہیں تو کچھ زیادہ خوش بھی نہیں ہوں۔" اس نے روکھا سا جواب دیا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے جینی، کسی بڑے کام کے لئے یہ میرا پہلا اتفاق ہے اس لئے میں خود کو نروس محسوس کر رہا ہوں۔"

"مہم کے اصول کے مطابق تم سے میں کوئی بات دریافت نہیں کر سکتی لیکن اگر تم مناسب سمجھو اور مجھے معاملات سے آگاہ کر دو تو شاید میں تمہاری راہنمائی کر سکوں۔"

"ایک شرط پر" میں نے کہا۔ "تم اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرو گی۔ اگر باس کو علم ہو گیا تو میری مصیبت آ جائے گی۔"

"مجھ پر اعتماد رکھو، مائی ڈیئر، میں تمہیں باس کی نگاہوں میں شرمندہ نہیں ہونے دوں گی۔"

"پروگرام کے مطابق سامان کی ڈیلیوری ہمیں آج نو بجے ہوگی" میں نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "مطلوبہ شخص تین بار دستک دے گا اور اس کے بعد 'گلاب' کے خفیہ اشارے سے ہم ایک دوسرے کو شناخت کریں گے۔"

"لیکن تم نے شیرازی سے کہا تھا کہ سامان کی وصولیابی آج رات نصف گئے ہوگی۔"

"وہ غلط تھا جینی" میں تیزی سے بولا۔ "باس کی ہدایت یہی تھی کہ صحیح وقت صرف میری ذات تک محدود رہے۔ اس کے علاوہ باس نے اس بات کا امکان بھی ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے مقررہ وقت پر وصول نہ ہو، ایسی صورت میں ہمیں کوئی تیسرا آدمی لانچ کی روانگی کی اطلاع دے گا اور ہمیں واپس لانچ پر جا کر باس سے نئی ہدایت لینی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے، اب تم مطمئن رہو۔ میں حالات کو سنبھال لوں گی۔" جینی نے سنجیدگی سے کہا پھر بڑی لگاوٹ سے مسکراتی ہوئی میرے قریب آ گئی۔ میں اس کی حرکتوں کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ مجھ سے حالات کی تفصیل معلوم کر لینے کے بعد وہ بہت زیادہ خوش نظر آ رہی تھی۔ وہ میرے قریب آئی تو میں نے اپنی آغوش کشادہ کر کے اسے پوری قوت سے بھینچ لیا۔ اس کے جسم کا گداز مجھے گرما رہا تھا۔ میں نے اس موقعے سے فائدہ اٹھانے میں کسی بخل کا مظاہرہ نہیں کیا۔

نو بجے جینی کی بے چینی قابلِ دید تھی۔ اس کی نگاہیں اور کان دونوں دروازے پر جمے ہوئے تھے لیکن وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا میں نے یہی خدشہ ظاہر کیا کہ غالباً پروگرام تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جینی کچھ الجھی الجھی نظر آ رہی تھی۔ دس بجے شیرازی آ گیا۔ میں نے دیدہ و دانستہ فون کے قریب جینی کو رکھا تھا اور خود دوسرے صوفے پر بیٹھا تھا۔ شیرازی کے آنے کے بعد جینی کی الجھن قدرے کم ہو گئی۔

ہمارے درمیان ابھی گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ ساڑھے دس بجے فون کی گھنٹی بجی اور جینی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ ماؤتھ پیس پر پہلے اس نے دوسری جانب سے استفسار پر اپنا نام بتایا پھر دوسری جانب سے جو کچھ کہا گیا وہ اس نے حیرت سے سنا تھا، پھر وہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی۔ غالباً سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ اس نے ریسیور رکھ کر میری طرف دیکھا۔

"کس کا فون تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"نام نہیں بتایا گیا۔ البتہ ہمارے لئے ایک اہم پیغام ہے" جینی بولی "جہاز کی روانگی دو روز کے لئے ملتوی کر دی گئی اور ہمیں مزید دو روز الجبران میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

"گویا مسٹر ہنری کے مقامی ایجنٹ نے کسی متوقع خطرے کے پیشِ نظر پروگرام تبدیل کر دیا ہے" شیرازی نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"ہمیں لانچ پر واپس چلنا ہوگا" میں نے جینی سے کہا۔ "باس کی یہی ہدایت تھی کہ اگر پروگرام میں کوئی ردوبدل ہو تو ہمیں فوری طور پر لانچ پر پہنچ کر اس سے از سرِ نو ہدایت لینا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے" جینی بولی پھر اس نے شیرازی سے کہا "ہمیں لانچ پر واپس جانا چاہیے۔"

شیرازی پروگرام کی تبدیلی سے کچھ پریشان نظر آ رہا تھا لیکن مجھے تردد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جینی میری ہمراز بن چکی تھی۔ اس لئے اس نے خود ہی شیرازی کو مطمئن کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ہم تینوں اپنی لانچ پر ہنری ماتھر کے کیبن میں پہنچے۔ شیرازی نے پروگرام کی تبدیلی کے بارے میں ہنری ماتھر سے استفسار کیا تو ہنری ماتھر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے ایک لمحے کو مجھے سخت نگاہوں سے گھورا پھر شیرازی سے بولا۔

"پروگرام کی تبدیلی کی اطلاع تمہیں کیوں کر ہوئی؟"

"فون پر اطلاع ملی تھی کہ لانچ کی روانگی دو روز کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے" جینی نے تیزی سے جواب دیا۔ "مسٹر اجیت نے بتایا تھا کہ ایسی کسی اطلاع پر ہمیں آپ سے دوبارہ ملنا ہوگا۔"

"ہوں" ہنری ماتھر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "فون کس وقت موصول ہوا تھا؟"

"تقریباً ساڑھے دس بجے" جینی نے جواب دیا۔

ہنری ماتھر جینی سے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے مجھے گھورنے لگا۔ میں ابھی تک اپنی جگہ خاموش کھڑا تھا۔ ہنری ماتھر کی تیز نظریں مجھے اپنے وجود میں پیوست ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ شیرازی اور جینی کی نظریں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ہنری ماتھر کچھ دیر تک مجھے گھورتا رہا پھر اس کی سرد آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"اجیت تم نے ہنری ماتھر کے ساتھ ڈبل گیم کھیلنے کی جرأت کس لئے کی۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ہمارے مال پر ہاتھ صاف کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو؟"

حالات کا تقاضا یہی تھا باس۔ اگر میں نے عقلمندی سے کام نہ لیا ہوتا شاید اس وقت میری لاش کسی ویرانے میں پڑی ہوتی اور مسٹر شیرازی ... میں نے برق رفتاری سے ... ... اپنا پستول نکالا اور انتہائی پھرتی سے فائر کر دیا۔ اگر ایک لمحے کی دیر ہوتی تو شیرازی مجھ پر فائر کر چکا ہوتا۔ میں نے اسے جیب سے ریوالور نکالتے دیکھ لیا تھا اور میرا نشانہ بھی خطا نہیں گیا۔ شیرازی کے سیدھے ہاتھ کی کلائی سے خون بہہ رہا تھا اور اس کا ریوالور کیبن کی بائیں دیوار کے قریب چلا گیا تھا۔ میں نے تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ کر جینی کو کور کرتے ہوئے کہا۔

"تم کسی حماقت کا ثبوت مت دینا جینی، ورنہ تمہارا انجام بھی آقائے شیرازی سے مختلف نہ ہوگا۔"

ہنری ماتھر ایک ثانئے کو بوکھلا گیا پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے انتہائی خوفناک آواز میں کہا۔ "پستول ہاتھ سے گرا دو اجیت۔ ورنہ میری آنکھوں کی ایک جنبش ہی تمہاری ہلاکت کے لئے کافی ہوگی۔"

"نہیں باس بالیہ مت کرنا" میں نے چیخ کر کہا۔ "حالات سمجھنے کی کوشش کرو۔ جینی کی غداری کا سلسلہ ڈیوڈ اور روبینہ کی موت سے ملتا ہے۔ آقائے شیرازی بھی اس سازش میں برابر کے شریک ہیں۔"

فائرنگ کی آواز سن کر ہوشنگ بھی بھاگتا ہوا کیبن میں آگیا تھا اور حالات کی نزاکت پر الجھ رہا تھا کہ ہنری ماتھر نے میرا جواب سن کر آنکھیں بند کر لیں وہ کچھ دیر اسی طرح کھڑا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر ہوشنگ سے کہا۔

"جیک سے کہو شیرازی کو اٹھا کر لانچ کو کھلے سمندر کی طرف لے چلے۔"

"تم ایسا نہیں کروگے مسٹر ہنری" شیرازی چیخا۔ "ایک کسٹم آفیسر کو اغوا کر کے تم قانون کی نگاہوں میں مجرم بن جاؤگے۔"

"ہوشنگ آقائے شیرازی کو انجن روم میں پہنچا دو اور شیکھر کو تعینات کر دو۔"

پھر شیرازی نے خود کو بچانے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن ہوشنگ اسے کندھے پر اٹھا کر لے گیا۔ کیبن میں اب میرے علاوہ جینی اور ہنری ماتھر رہ گئے تھے۔ ہوشنگ کے جانے کے بعد میں نے سیل بند چرمی پیکٹ اپنی پنڈلی پر سے کھول کر ہنری ماتھر کو دیتے ہوئے تمام تفصیلات اس کے گوش گزار کر دیں۔ جینی کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ وہ کسی بے جان بت کی طرح خاموش کھڑی تھی۔ میں خاموش ہوا تو اس نے جینی کی طرف رخ کیا۔

"کیوں جینی، کیا تم اجیت کی باتوں کی تردید کر سکتی ہو؟"

"نن ... نہیں باس" جینی ہکلانے لگی۔ "شش ... شیرازی نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ میں اس کی باتوں میں آ گئی۔"

"ڈیوڈ کب سے تمہارا شریک کار تھا؟"

"وہ ... وہ ... رر ... رحم کرو باس" جینی ہذیانی انداز میں بولی۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ تنظیم سے وفادار رہوں گی۔"

"گھبراؤ نہیں جینی، میں تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کروں گا۔" ہنری ماتھر سفاکانہ آواز میں بولا پھر اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہکنے لگیں اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ جینی کی حالت قابل دید تھی وہ رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ اس کی آواز کافی بلند تھی لیکن پھر صرف اس کے ہونٹ ہلتے رہے آواز بند ہو گئی۔ غالباً ہنری ماتھر کی پُراسرار قوتوں نے اس کی آواز سلب کر لی تھی اور اس کے بعد میں نے جینی کے جسم سے آگ کے شعلے لپکتے دیکھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے کپڑوں پر پٹرول چھڑک کر ماچس دکھا دی ہو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے آگ نے جینی کے جسم کو کوئلہ بنا دیا۔ شعلے خود بخود سرد پڑ گئے تھے۔ ہرچند کہ میری حیثیت اس وقت ایک سیروکی سی تھی لیکن جینی کا بھیانک انجام دیکھ کر مجھے بھی جھرجھری سی آگئی۔ لانچ کا انجن اسٹارٹ ہو چکا تھا اور وہ آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہونے لگی تھی۔ ہنری ماتھر کے چہرے پر گہری سوچ طاری تھی۔ میں اپنی جگہ خاموش کھڑا ... اس کے چہرے کے آثار چڑھاؤ کو دیکھتا رہا پھر اچانک ہنری ماتھر ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے تنظیم کے لئے ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"میں نے صرف اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کی ہے مسٹر" میں نے جواب دیا۔ "اتفاق ہی تھا جو میں نے شیرازی اور جینی کی گفتگو سن لی ورنہ شاید وہ اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتے۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ کامیابی کی صورت میں تمہیں انعام سے نوازا جائیگا لیکن تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، وہ میری توقعات سے زیادہ ہے۔ اس لئے آج سے تم کو میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔"

"یہ مقام میرے لئے باعث افتخار ہے۔" میں نے انکسار سے کہا "آپ کا اعتماد ہی میرے لئے سب سے بڑا انعام ہے۔"

"تم پہلے شخص ہوگے مسٹر اجیت، جسے میں کچھ ایسے پُراسرار علم سے روشناس کر لوں گا۔ جو تمہارے لئے کارآمد ثابت ہوں گے۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سر۔"

"اب تم جا سکتے ہو۔" ہنری ماتھر بولا۔ "جیک آپ کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ اس کو ختم کر دو اور آرام کرو۔"

تب ہنری ماتھر کو سلام کر کے اپنے کیبن میں آگیا۔

بندر عباس والی مہم سر کرنے کے بعد ایک ہفتے تک ہماری لانچ سمندر میں سفر کرتی رہی۔ میرا زیادہ تر وقت ہنری ماتھر کے ساتھ اس کے کیبن میں گزرنے لگا۔ جہاں وہ مجھے تنہائی میں بیٹھ کر پُراسرار علوم کے بارے میں بتاتا رہتا۔ بلیک اور عمل تنویم کی مشقوں کے طریقے سے آگاہ کرتا لیکن ابھی تک اس نے ان علوم کے بارے میں میری باقاعدہ تعلیم نہیں شروع کی تھی۔ ویسے میں نے ذاتی طور پر کچھ مشقیں شروع کر دی تھیں۔

ریم وانگ میری ترقی پر بے حد خوش تھا۔ وہ ایک بہادر اور نیک دل کا آدمی تھا لیکن ہوشنگ کے رویئے سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ میری ترقی سے خوش نہیں ہے۔ اس ضمن میں ہوشنگ نے کھل کر اپنی ناگواری کا کوئی اظہار نہیں کیا تھا۔ بیشتر ملاقاتوں میں میری دلیری اور کارکردگی کی وہ تعریف کرتا تھا مگر نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ خیال پختگی اختیار کرتا جا رہا تھا کہ ہوشنگ ہنری ماتھر کی نگاہوں میں میری بڑھتی ہوئی عزت کو حسد کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔

آٹھویں روز اچانک مجھے ہوشنگ ہی کی زبانی یہ اطلاع ملی کہ ہنری ماتھر گذشتہ رات لانچ سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے کسی اہم مہم کیلئے روانہ ہو گیا ہے۔ لانچ کی کمان اب ہوشنگ کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ دو روز بعد ہم لندن کے ساحل پر اتریں گے۔ اسی روز شام کو مجھے لانچ پر دو نئی لڑکیوں کے چہرے نظر آئے۔ میں نے ان کے بارے میں نادر خاں سے سوال کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ دو نئی لڑکیوں کو روبینہ اور جینی کی جگہ پر کرنے کی خاطر لانچ پر بھیجا گیا ہے۔ گفتگو کے دوران میں مجھے احساس ہوا کہ ہنری ماتھر کے چلے جانے کے بعد نادر خاں کچھ کھل کر گفتگو کر رہا ہے چنانچہ میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی: "نادر خاں تمہیں معلوم ہے کہ شیرازی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا ہے؟"

"باس اپنے دشمنوں کو زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رکھتا۔" نادر خاں بولا۔ "شیرازی کو اس کی غداری کی سزا مل چکی ہے۔ لانچ بندر عباس سے روانہ ہو کر جیسے ہی کھلے سمندر میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی لاش کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے آبی جانوروں کی شکم سیری کیلئے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔"

"ہوشنگ نے مجھے بتایا ہے کہ ہم دو روز بعد لندن کے ساحل پر اتریں گے۔" میں نے پوچھا۔ "کیا وہاں ہمارے کاغذات کی جانچ پڑتال نہیں ہوگی؟"

"یقینی طور پر ہوگی۔" نادر خاں نے جواب دیا پھر مسکرا کر بولا۔ "میں تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن تمہیں اس سلسلے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں کسٹم کے عملے کے سامنے ڈیوڈ کی حیثیت اختیار کرنی پڑے گی۔ ساحل پر اترنے کے بعد تمہاری حیثیت پھر بدل جائے گی۔"

"کیا ہمارا قیام کچھ دنوں کے لئے لندن میں ہوگا؟" میں نے مزید کریدنا چاہی تو نادر خاں یک لخت سنجیدہ ہو گیا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں میرے دوست کہ تم نے بہت جلد تنظیم میں اپنے قدم جمائے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے بیوقوف بنالوگے۔"

"تم نے خواہ مخواہ میری باتوں کو غلط مطلب نکالا ہے۔"

نادر خاں کے انداز سے بھی غصہ ثابت نہیں ہوتا تھا۔ "مسٹر جمیت۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتے وقت ان کی انفرادی حیثیتوں کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔ یہ تمہیں پسند نہ ہو تو مجھ سے جو بات لیا کرو وہ عمل کر لیا کرو۔"

"میرے دوست! تمہیں میری کوئی بات ناگوار گزری ہے تو میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے ضبط ہوئے لہجے میں کہا۔

"اپنی غلطی کو تسلیم کرنا بھی بہادری ہے، میرے دوست!" نادر نے بڑی گرمجوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے جواب دیا پھر بولا۔ "پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"میں تنظیم کے بارے میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"تنظیم کے بارے میں میری معلومات بھی کچھ زیادہ نہیں ہیں میرے دوست، البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر لندن میں ہے لیکن اس کی شاخیں تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمیں اچانک کسی مہم پر روانگی کا حکم صادر کیا جاتا ہے، پھر وہاں ہیڈ کوارٹر بلا لیا جاتا ہے۔ تنظیم میں کتنے افراد شامل ہیں اس کا علم سربراہ کے سوا کسی اور کو نہیں مگر مجھے یہ ضرور علم ہے کہ تنظیم کے ہاتھ بے حد مضبوط ہیں۔"

"اسمگلنگ؟" میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا تو نادر خاں نے مسکرا کر کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم آئندہ اس سلسلے میں کسی اور کے سامنے زبان کھولنے کی حماقت نہیں کرو گے۔ تنظیم کے بارے میں کھوج لگانے والوں کو خواہ وہ کسی حیثیت کے ہوں، غداروں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے، اور غداروں کی سزا بڑی عبرتناک ہوتی ہے۔"

"میں تمہارے مشورے پر ضرور عمل کروں گا لیکن کیا ہم دوست کی حیثیت سے بھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کر سکتے؟"

"نہیں۔" نادر خاں بولا۔ "تنظیم سے وابستہ رہنا چاہتے ہو تو کبھی کسی کی دوستی پر اعتماد مت کرنا، ورنہ یہی اعتماد تمہاری بربادی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ مجھ سے اس کی وجہ مت دریافت کرنا میرے دوست، ہو سکے تو میری باتوں کو گرہ سے باندھ لو۔" پھر نادر خاں مزید کچھ کہنے کے بجائے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا عرشے کی دوسری جانب چلا گیا۔

پروگرام کے مطابق دو روز بعد ہماری لانچ لندن کے ساحل پر لنگر انداز ہو گئی۔ نادر خاں کا خیال درست تھا۔ کاغذات کی چیکنگ اور تلاشی کے وقت سختی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ میں ڈیوڈ کی حیثیت سے اترا تھا۔

بندرگاہ سے باہر آ کر میرے ساتھی تتر بتر ہو گئے اور مختلف سواریوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔ نادر خاں نے بھی مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے مجھ سے واقف ہی نہ ہو۔ البتہ جم واٹگ میرے قریب ہی موجود تھا۔ جو شنگ کسٹم والوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ میں نے سوچا کیوں نہ جم واٹگ سے اپنے متعلق دریافت کر لوں۔ آخر کب تک اپنا سفری بیگ اٹھائے احمقوں کی طرح کھڑا رہوں گا۔ پھر اسی خیال سے میں نے جم واٹگ کی طرف قدم بڑھانے کی کوشش کی تھی کہ سفید رنگ کی ایک بے داغ لمبی سی گاڑی میرے قریب آ کر رکی۔ اسٹیئرنگ پر ایک بے حد حسین انگریز لڑکی موجود تھی۔ گاڑی رکتے ہی وہ تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ سمجھتا وہ انتہائی بے تکلفی سے لپٹ کر مجھ سے یوں چمٹ گئی جیسے برسوں سے شناسائی ہو۔ سے غالباً میرے سلسلے میں غلط فہمی ہوئی تھی لیکن اسی لمحے لڑکی نے سرگوشی کی۔ "مسٹر جمیت! میرا نام لوسی مارٹن ہے۔ اور میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

"ہیلو لوسی۔" میں نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے لوسی سے گرمجوشی کا مظاہرہ کیا، پھر ایک ہاتھ سے اپنا سفری بیگ اٹھایا اور دوسرا ہاتھ لوسی کی کمر میں ڈالے ڈالے گاڑی تک آ گیا۔ سفری بیگ پچھلی نشست پر اچھال کر میں لوسی کے ساتھ اگلی سیٹ پر آ بیٹھا۔ میں نے کنکھیوں سے جم واٹگ کی طرف دیکھا اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا کر مجھے الوداع کہا پھر کسٹم شیڈ کی طرف چلا گیا۔ لوسی مارٹن نے گاڑی اسٹارٹ کر کے اس کا اسٹیئرنگ تیزی سے کاٹا پھر پورٹ کی حدود سے نکل آئی۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے دیکھ کر کسی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔" لوسی نے پہلی بار میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "باس نے یہی بتایا تھا کہ تم بہت ذہین اور دور اندیش واقع ہوئے ہو۔"

"ہاں باس نے مجھے یہی تعلیم دی ہے کہ حالات خواہ کیسے ہی ہوں ذہن کو پوری طرح قابو میں رکھا جائے۔" میں نے کہا۔

"لندن میں تمہارے قیام اور تمہاری دیکھ بھال کی ذمے داری مجھے سونپی گئی ہے۔" لوسی کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میں قبل از وقت اس بارے میں کسی مسرت کا اظہار نہیں کروں گا۔" میرا لہجہ کچھ خشک تھا۔

"مجھے تمہارا اصول پسند آیا۔" لوسی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "قبل از وقت نتیجے پر چھلانگ لگانے والے بہت جلد مار کھا جاتے ہیں۔"

"خصوصاً خوبصورت لڑکیوں کے معاملے میں۔" میں نے برجستہ کہا تو لوسی پھر مسکرا کر بولی۔

"خاصے تجربہ کار معلوم ہوتے ہو۔ خوبصورت لڑکیوں کے معاملے میں جو جذبات پر قابو نہ پا سکیں وہ حالات پر بھی قابو پانے میں ناکام رہتے ہیں۔"

"تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ وقت اچھا گزرے گا۔"

"یہ بھی آئندہ پیش آنے والے حالات پر منحصر ہے۔"

جواب میں لوسی نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا، پھر گاڑی آگے چوراہے سے موڑ کر ایک ویران سڑک پر ڈال دی۔ وہ راستہ غالباً کسی نواحی بستی کی طرف جاتا تھا۔ میں نے لوسی سے دریافت کیا تو اس نے میرے خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "تنظیم کے بیشتر ذمے دار افراد شہر کے ہنگاموں سے الگ تھلگ دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں۔"

"تم کب سے متعلق ہو اس تنظیم سے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ اس سوال کا جواب فی الحال میں تم کو نہیں دے سکتی۔"

"کوئی مصلحت؟"

"ہاں!" لوسی نے کہا۔ "میں بھی قبل از وقت کسی فرد پر اعتماد کرنے کے خلاف ہوں... خصوصاً خوبصورت نوجوانوں کے سلسلے میں۔"

لوسی نے بڑی خوبصورتی سے میرا ہی جملہ مجھے لوٹا دیا تھا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ وہ خاصی ذہین اور حاضر جواب لڑکی نظر آتی تھی۔ مجھے توقع تھی کہ لوسی کے ہمراہ لندن میں میرا وقت خاصا خوشگوار گزرے گا۔ میں ابھی کنکھیوں سے لوسی کی طرف دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک اس نے بریک لگا کر گاڑی روک دی۔ میں نے سامنے سڑک پر نظر ڈالی تو وہاں ایک گاڑی ہمارا راستہ روکے کھڑی تھی۔ پھر اس سے پیشتر کہ ہم میں سے کوئی اتر کر دوسری گاڑی میں بیٹھے ہوئے افراد سے کچھ استفسار کرتا، ایک پستہ قد آدمی تیزی سے دوسری گاڑی سے اتر کر ہمارے قریب آ گیا۔

"مجھے افسوس ہے محترمہ۔" اس نے بڑے مہذب لہجے میں لوسی سے کہا۔ "گاڑی کے پچھلے پہیے اچانک جام ہو گئے ہیں۔ ہم نے جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کی۔"

"کوئی بات نہیں میں گاڑی سائیڈ سے نکال لوں گی۔" لوسی نے جواب دیا پھر وہ گاڑی ریورس گیئر میں ڈالنا ہی چاہتی تھی کہ پستہ قد آدمی انتہائی پھرتی سے پچھلا دروازہ کھول کر اندر آ گیا پھر اس نے ریوالور نکال کر اس کی نال لوسی کی کنپٹی پر رکھ دی۔

"خاموشی سے میرے حکم پر گاڑی چلاتی رہو، اگر چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو کھوپڑی اڑا دوں گا۔ تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ میں ہمیشہ بے آواز ریوالور استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

"تمہیں غالباً ہمارے بارے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" لوسی نے لاپرواہی سے کہا۔

"وقت مت برباد کرو بے بی۔" پستہ قد آدمی سفاک آواز میں بولا۔ "چلو گاڑی بڑھاؤ۔"

لوسی کے پاس سوائے حکم کی تعمیل کرنے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ دوسری گاڑی دوبارہ حرکت میں آ چکی تھی۔ قرب و جوار میں کسی دوسری گاڑی کا وجود نہیں تھا چنانچہ لوسی نے جس گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے حالات کی نزاکت پر غور کر رہا تھا۔ صورتحال دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ دوسری گاڑی میں بیٹھے ہوئے افراد تنظیم کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور ہمیں اغوا کر کے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ لوسی مارٹن یقیناً ان کی کتاب میں پہلے سے درج ہو گی۔ دفعتاً میں نے پستہ قد آدمی سے پوچھا۔

"تم ہم دونوں سے کیا چاہتے ہو؟"

"صرف خاموشی اور میرے حکم کی تعمیل۔" وہ بدستور غراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "خلاف ورزی کی صورت میں مجھے اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ تم دونوں کو ٹھکانے لگا دوں۔"

حالات نے ایک بار پھر پلٹا کھایا تھا۔ میں زندگی کے اس منجدھار میں سب ہی سے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ آئندہ حالات کیا رخ اختیار کرنے والے تھے میں اس سے قطعی بے خبر تھا۔

دونوں گاڑیاں ایک محدود فاصلے سے آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ لوسی ... کی نگاہیں سامنے سڑک پر مرکوز تھیں اور ہاتھ اسٹیئرنگ پر جمے ہوئے تھے۔ ... ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا۔

... پستہ قد آدمی بدستور ... جیسے گاڑی میں اپنے علاوہ کسی کی موجودگی کا قطعاً احساس نہ ہو۔ میں نے ایک ... پر نظر ڈالی۔ پستہ قد آدمی بدستور ہاتھوں میں سائیلنسر لگا ریوالور لیے پوری طرح چوکنا تھا۔

حالات کے پیش نظر ہمارا اس طرح خاموش رہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ بندر عباس والی مہم نے میری شخصیت مسٹر ماتھر کی نگاہوں میں بہت بلند کر دی تھی۔ اس نے مجھے اپنا نائب مقرر کر کے مجھے سرفراز کیا تھا ایسی صورت میں اگر میں ہاتھ پیر چلائے بغیر دشمنوں کے ہاتھوں میں پوری طرح پھنس جاتا تو میری سبکی بھی ہو سکتی تھی جو مجھے کسی طور منظور نہیں تھی چنانچہ میرا ذہن مستقل

کسی جوابی اقدام کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ رابرٹ کی روح نے مجھے اپنی پراسرار قوتوں کے عام استعمال سے پرہیز کرنے کی تاکید کی تھی لیکن اس وقت میں جن حالات سے دوچار تھا انہیں عام حالات نہیں کہا جا سکتا تھا... لہٰذا میں نے فوری طور پر اپنے منتر کے بیروں سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ لوسی مارٹن کو اس بات کا علم ہو سکے کہ میں پراسرار قوتوں کا مالک ہوں چنانچہ میں نے ذہن میں ایک اسکیم مرتب کی اور ایک آزمودہ جنتر پڑھنے لگا۔

پستہ قد آدمی غافل نظر نہیں آ رہا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ میرے منتر کے بیر اسے ضرور غافل کر دیں گے اور یہی ہوا بھی... میں نے منتر پڑھ کر اپنا دایاں پیر آہستہ آہستہ گاڑی کے بریک کی طرف کھسکانا شروع کر دیا۔ یہ سب لوسی پر اپنی دلیری اور ذہانت کا سکہ جمانے کے لیے تھا ورنہ مجھے معلوم تھا کہ میرے بیروں نے پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے ہمارے دشمن کو بے بس کر دیا ہے۔

میرا سیدھا پاؤں آہستہ آہستہ حرکت کرتا رہا۔ لوسی نے میری حرکت محسوس کر لی تھی لیکن اس نے زبان کھولنے کی حماقت نہیں کی البتہ اسٹیئرنگ پر اپنی گرفت اور جما لی۔ غالباً وہ میرا ارادہ کسی حد تک سمجھ چکی تھی... پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ میرا پیر یک لخت بریک پر پڑا۔ گاڑی نے ایک جھٹکا لیا تو ہمارا دشمن جو میرے بیروں کے قبضے میں تھا، تیزی سے آگے کی جانب اچھلا اور اسی لمحے میں نے برق رفتاری سے اس کا ریوالور جھپٹ لیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں نے پلک جھپکتے میں پوری قوت سے ریوالور کے دستے سے پستہ قد آدمی کے سر پر شدید ضرب لگا کر اسے مکمل طور پر غافل بھی کر دیا۔ لوسی مجھے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ اسے شاید اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں محض لمحوں کی دیر میں بازی الٹ دوں گا۔

"گاڑی کو اسی رفتار سے چلاتی رہو، لوسی! ہمیں ابھی آگے جانے والوں سے بھی نمٹنا ہے۔" میں نے لوسی سے کہا... پھر پستہ قد بے ہوش آدمی کو پچھلی نشست کی پشت گاہ سے یوں لگا دیا جیسے وہ وقتی طور پر آرام کر رہا ہو۔

"تم نے حیرت انگیز اور ناقابل یقین پھرتی سے کام لیا تھا، مسٹر اجیت! اگر ذرا چوک ہو جاتی تو ہم دونوں کی موت یقینی تھی۔" لوسی نے گاڑی کی رفتار برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"میں بدصورت دشمنوں کے سلسلے میں چوکنے کا عادی نہیں ہوں، مائی ڈیر!" میں نے ظرافت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "ہاں! اگر مقابلے پر کوئی حسین لڑکی ہوتی تو ممکن تھا کہ میں اس قدر جارحانہ انداز میں حملہ نہ کر سکتا۔"

"خطرات میں گھر کر بھی مسکرا لینے والا یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔"

"اپنا اپنا اصول ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جو لوگ خطرے کی بو سونگھتے ہی ہاتھ پیر چھوڑ دیتے ہیں، وہ ہمیشہ غار دش زدہ کتوں کی موت مارے جاتے ہیں۔"

"مباس نے تمہاری تعریف غلط نہیں کی تھی۔" لوسی بولی۔ "اس نے یہی کہا تھا کہ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، جو ہمیں اغوا کرنا چاہتے ہیں؟" میں نے لوسی کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میں نے آج سے پہلے ان لوگوں کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"کیا اس سے پہلے بھی کبھی تنظیم کے لوگوں کو اس طرح اغوا کرنے کی کوشش کی جا چکی ہے؟"

"نہیں... یہ پہلا اتفاق ہے۔ کم از کم مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں جب لندن میں کسی نے ہماری طرف آنکھ اٹھانے کی بھی جسارت کی ہو..."

"ممکن ہے، تمہارا بیان درست ہو لیکن میں اس حادثے کو محض تمہارا اغوا سمجھنے کو بھی تیار نہیں ہوں۔"

"اب کیا ارادہ ہے تمہارا؟" لوسی نے پوچھا۔

"گاڑی کی رفتار بتدریج بڑھاتی جاؤ، ہم اچانک انہیں حیرت زدہ کر کے بہ آسانی مار سکتے ہیں۔"

"تم اگر مناسب سمجھو تو میں تنظیم کے دوسرے افراد کو بھی طلب کر سکتی ہوں۔ گاڑی میں ایسے آلات موجود ہیں جن پر ہم اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"نہیں، فی الحال اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی، تم گاڑی کی رفتار بڑھاؤ۔"

لوسی مارٹن نے جواب دینے کے بجائے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھایا تو گاڑی طوفانی انداز میں دوڑتی ہوئی آگے جانے والی گاڑی کے قریب پہنچ گئی، میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ دونوں گاڑیاں جیسے ہی قریب ہوئیں، میں نے ایک فائر کیا اور اگلی گاڑی کا پچھلا ٹائر ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ پھر اس سے پیشتر کہ وہ حالات کا جائزہ لے سکتے میں نے دوسرا فائر کیا اور دوسری گاڑی کا ڈرائیور اسٹیئرنگ پر جھکتا چلا گیا، اس کی گاڑی سڑک پر لہراتی ہوئی بجلی کے ایک کھمبے سے جا ٹکرائی۔ میں نے لوسی کو گاڑی کی رفتار کم کرنے کا حکم دیا اور دروازہ کھول کر سڑک پر چھلانگ دی۔ میں قلابازی کھاتا ہوا دوسری گاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ ڈرائیور میرے دوسرے فائر سے ہلاک ہو چکا تھا، اس کے دوسرے ساتھی پچھلی نشستوں کے درمیان بے ہوش پڑے تھے۔ میں نے وقت ضائع نہیں کیا۔ دونوں کو گولی ماری پھر تیزی سے دوڑتا ہوا اپنی گاڑی پر آ گیا جسے لوسی نے کچھ آگے جا کر سڑک کے کنارے روک لیا تھا۔

میں جیسے ہی نشست پر بیٹھا لوسی نے گاڑی چلا دی۔ پستہ قد

آدمی بدستور پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا تھا۔ ڈیڑھ دو گھنٹے سے پیشتر اس کا ہوش میں آنا ممکن نہیں تھا۔

"اس کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" لوسی نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس نے تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اس لیے یہ تمہارا شکار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا پھر بڑی بے تکلفی سے لوسی کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"تم حیرت انگیز خوبیوں کے مالک ہو اجیت۔" لوسی نے آہستہ سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے پر جذباتی انداز میں کہا۔

"گاڑی چلانے پر دھیان دو لوسی، میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کرائی اور ٹانگیں پھیلا کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

نواحی علاقے میں وہ ایک مختصر مگر حسین بنگلہ تھا جو میری رہائش گاہ کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ خوابگاہ اور نشست کے کمرے تمام تر سہولتوں سے مزین تھے۔ لوسی مارٹن مجھے میری خوابگاہ میں چھوڑ کر واپس چلی گئی تھی شاید وہ اس پستہ قد آدمی کے سلسلے میں اوپر سے کوئی احکام لینے گئی تھی جو ابھی تک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا تھا۔ میں نے اس ضمن میں لوسی سے کسی استفسار کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ قسمت میرے اوپر کچھ زیادہ ہی مہربان تھی...

پے در پے دو واقعات نے میری شخصیت اور کارکردگی کو تنظیم کی نگاہوں میں اجاگر کر دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تنظیم کے بڑے ہر نو وارد کے سلسلے میں پوری طور پر محتاط اور باخبر رہتے ہوں گے۔ انہیں پے در پے دوسرے کارنامے کا علم بھی ضرور ہو گیا ہو گا۔ ہمیں اغوا کرنے والے کون تھے۔ یہ جاننے کی فکر مجھے بھی تھی لیکن میں نے اس سلسلے میں خود کو لاپرواہ ظاہر کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ مجھے صرف اپنے کام سے کام ہے اور یہ کہ میں چھوٹے موٹے حادثات پر زیادہ توجہ دینے کا عادی بھی نہیں ہوں۔

لوسی کے جاتے ہی میں نے اپنے آپ کو مسہری کے نرم گدے پر ڈھیر کر دیا، میرا خیال تھا کہ لوسی دوسرے کمرے سے فون پر کسی سے رابطہ قائم کر کے حادثے کی اطلاع دے رہی ہو گی۔ میں اس کی واپسی کا منتظر تھا لیکن جب اسے دیر ہو گئی تو میں اسے دیکھنے کے ارادے سے اٹھا۔ لوسی مجھے عمارت میں کہیں نظر نہیں آئی۔ میں باہر نکلا تو گاڑی بھی موجود نہیں تھی۔ میں اندر آ گیا اور عمارت کا بغور جائزہ لینے لگا۔ تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد میں چھت پر آ گیا جہاں ایک مختصر کمرہ بھی تھا لیکن اس وقت باہر سے مقفل تھا۔ میں نے کھڑکیوں کے شیشوں کے ذریعے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اندر پردے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی اور چھت پر پڑی ہوئی

آرام کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر جلائی اور اس کے کش لینے لگا۔ سردیوں میں چمکتی ہوئی دھوپ خاصی خوش گوار سی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد مجھے سکون میسر آیا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس وقت تک خود کو حالات کے دھارے میں ڈالے رکھوں گا جب تک ہنری ماتھر مجھے اپنے پُراسرار علوم سے مکمل طور پر روشناس نہیں کرا دیتا۔

میں اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چھت پر میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ میں نے کوئی آہٹ نہیں سنی تھی لیکن اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر میں نے آنکھیں کھولیں تو ششدر رہ گیا۔ میرا خیال غلط نہیں تھا۔ میرے بالمقابل رابرٹ مجسم موجود تھا۔ اپنی مادی صورت میں اور بالکل اسی لباس اور حلیے میں جب میں نے اسے پہلی بار ایک عام جیتے جاگتے انسان کی حیثیت سے دیکھا تھا۔

"تم... میرے دوست رابرٹ؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا؟"

"نہیں میرے دوست۔ تم کوئی خواب نہیں دیکھ رہے ہو۔" رابرٹ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لل... لیکن... تم اس وقت اپنی اصلی حالت میں یہاں کیسے آ گئے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں اس بات کا خطرہ نہیں کہ ہنری ماتھر کی دور رس نگاہیں تمہیں دیکھ لیں گی؟"

"نہیں۔ وہ پُراسرار علوم کا ماہر ضرور ہے لیکن میری ذات کے اسرار اس کی دسترس سے سوا ہیں۔"

"کیا کوئی دوسرا بھی تمہیں نہیں دیکھ سکتا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"تم شاید ہوٹل بلیو مون والے واقعے کو فراموش کر چکے ہو۔" رابرٹ نے کہا۔ "تمہیں یاد نہیں کہ اپنے دوست شہباز کی موت کے بعد جب تم میرے تعاقب میں اس ہوٹل تک پہنچے تھے تو وہاں تمہیں کیا جواب ملا تھا؟"

"انہوں نے کہا تھا کہ ہوٹل کا وہ کمرہ ایک عرصے سے خالی پڑا ہے۔" میں اپنے ذہن کو کریدتے ہوئے بڑبڑایا۔

"اپنے ذہن پر زیادہ بوجھ مت ڈالو میرے دوست۔ صرف اتنا جان لو کہ اگر میں نہ چاہوں تو تم بھی مجھے مادی شکل میں نہیں دیکھ سکتے۔ اپنی موجودگی کا احساس دلانے کی خاطر مجھے ایک مخصوص خوشبو سے کام لینا پڑتا ہے لیکن اس وقت بھی میں اسی حالت میں موجود رہتا ہوں۔" رابرٹ مجھے مختلف اسرار سے روشناس کراتے ہوئے بولا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ میں دس آدمیوں کی موجودگی میں بھی تمہارے قریب اسی صورت میں موجود رہوں لیکن تمہارے علاوہ اور کوئی مجھے دیکھ نہ سکے لیکن میں ایسا نہیں کرتا۔ اس لیے کہ ایسی پوزیشن میں شاید تم اپنی نگاہوں پر قابو نہ پا سکو۔ تمہاری نظریں کسی نہ کسی بات کی وضاحت کے لیے میری جانب اٹھتی رہیں گی۔ جبکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم پورے اعتماد سے اپنے قدم جماتے رہو۔ جس دن میں نے محسوس کر لیا کہ تم ناقابلِ تسخیر بن گئے ہو اس روز میں ایک بار پھر تمہیں وطن واپس چلنے کا مشورہ دوں گا۔ جہاں تمہارے کچھ دشمن بھی موجود ہیں اور جہاں تمہیں میرے دشمنوں سے ہونا کا انتقام بھی لینا ہے۔ تم نے مجھ سے عہد کیا ہے میرے دوست تمہیں یاد ہے نا؟"

"مجھے یاد ہے رابرٹ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم سے بدعہدی نہیں کروں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔" وہ بولا۔ "اسی لیے میں نے تمہیں تنظیم کی راہ پر لگا کر تمہیں وطن سے دور کر دیا ہے تاکہ تمہیں کسوٹی قوتیں بھی مل جائیں اور تم ہنری ماتھر سے گھل مل کر اس کے پُراسرار علوم بھی سیکھ لو۔"

"میں اپنی کوششوں میں مصروف ہوں میرے دوست۔ تمہیں شاید ان حادثات کا علم بھی ہو گا جو اب تک مجھے پیش آتے رہتے ہیں۔"

"فکر مت کرو امجد۔" رابرٹ نے کہا۔ "میں تمہیں قدم قدم ... فراہم کرتا رہوں گا جو تمہیں تنظیم کی نگاہوں میں سرفراز کرتے رہیں گے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن ہنری ماتھر بہت گہرا آدمی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میرے ماضی سے آگاہ نہ ہو جائے۔"

"اس سلسلے میں بھی سوچنا چھوڑ دو میرے دوست۔" رابرٹ نے تیزی سے کہا۔ "اگر میں تمہارے اور ہنری ماتھر کے درمیان حائل نہ ہوتا تو شاید اب تک وہ تمہاری تمام اصل حقیقتوں سے واقف ہو چکا ہوتا۔"

رابرٹ خاموش ہوا تو میں نے ان افراد کے بارے میں پوچھا جنہوں نے بندرگاہ سے روانگی کے بعد مجھے اور لوسی مارٹن کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ رابرٹ میرے سوال پر فوراً ہی کچھ نہیں بولا۔ چند لمحے توقف کے بعد اس نے کہا۔

"جن لوگوں نے تمہیں اور لوسی کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کا تعلق بھی ایک ایسے خطرناک گروہ سے ہے جو بین الاقوامی سطح پر ملکوں کے راز چرا کر دوسرے ممالک کو فروخت کرتا ہے۔ ان کا مقصد صرف لوسی کو اغوا کرنا تھا۔ لوسی اپنی خوب صورتی کی وجہ سے ان کی نگاہوں کا مرکز بن گئی تھی۔ اس گروہ کے افراد اسی طرح خوب صورت لڑکیوں کو اغوا کرتے ہیں پھر انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے کام کریں۔ تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ تنظیم کی سربراہ اس واقعے کو دوسرے زاویے سے دیکھنے کی کوشش کرے گی اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں بہت جلد اس سے ملنے کا اتفاق بھی ہو۔"

"تنظیم کی سربراہ کوئی عورت ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"تم نے ٹھیک سنا ہے۔" رابرٹ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ ایک عورت ہی ہے۔ سب سے انتہا خوب صورت اور حسین

اس قدر خوب صورت اور حسین کہ اس نے ہنری ماتھر جیسے باکمال شخص کو بھی اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر اپنے اشاروں پر چلنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ ہاں میرے دوست، اس کے جسمانی خدوخال اور حسن کی کشش اتنی اثر انگیز ہے کہ لوگ اس کے بے دام غلام بن جاتے ہیں۔ وہ کار آمد لوگوں کو کبھی مایوس نہیں کرتی۔ ان پر اپنے جسم کے پوشیدہ خزانے لٹانے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ اس میں کچھ ایسا ہی نشہ ہے جو ایک بار چڑھ کر اترنے کا نام نہیں لیتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے پاس جاؤ تو خود کو اس پر والہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنا۔ اس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کا احترام واجب ہے خاص طور پر اس وقت جب وہ کسی کی موجودگی میں تم سے مخاطب ہو۔ تنہائی میں تمہیں ایک خاص حد تک خود سری کی بھی اجازت ہے۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ تمہارے بارے میں ہنری ماتھر کی زبانی خاصی اچھی رپورٹ مل چکی ہے اور اب تمہارے دوسرے کارنامے کی رپورٹ اسے لوسی کی زبانی معلوم ہوگی۔ لوسی اس کی دستِ راست ہے اسے لوسی پر ہنری ماتھر کے بعد سب سے زیادہ اعتماد ہے اور تم خوش قسمت ہو کہ اس نے لندن میں تمہاری دیکھ بھال کے لیے لوسی کو منتخب کیا ہے۔"

"تمہاری معلومات میرے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گی میرے دوست لیکن کیا ہنری ماتھر اس بات کو برداشت کرے گا کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا سربراہ کی جوانی سے استفادہ کرے۔"

"یہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں جب تک تمہارے اور ہنری ماتھر کے درمیان حائل ہوں وہ تمہارے کسی راز سے واقف نہیں ہو سکے گا۔ رہا تنظیم کی سربراہ کا مسئلہ تو وہ بھی ہنری ماتھر کی پُراسرار قوتوں سے بخوبی واقف ہے اور کسی قیمت پر اس کی دشمنی یا ناراضگی مول لینے کو تیار نہیں ہوگی لہٰذا یہ تمہاری صلاحیتوں پر منحصر ہوگا کہ تم اس کے جسم کو تسخیر کرنے کی کوشش کرو۔ تم ایک بار بھی کامیاب ہو گئے تو پھر وہ تمہاری مٹھی میں ہوگی۔ پھر تمہیں ہنری ماتھر کے پُراسرار علوم حاصل کرنے کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے اپنے راستے سے ہٹانا ہوگا۔" رابرٹ نے گمبھیر لہجے میں کہا اور مجھے جھرجھری آگئی۔

"رابرٹ میرے عزیز دوست کیا تمہیں یقین ہے کہ میں ہنری ماتھر کو آسانی سے زیر کر لوں گا۔" میں نے پوچھا۔

"میں چاہوں تو تم اب بھی اسے کسی حقیر کیڑے کی طرح کچل کر اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی لازوال قوتوں کو اپنا لو۔" رابرٹ بولا۔

"میری ایک خواہش اور بھی ہے میرے دوست۔" میں نے رابرٹ کے پُراسرار وجود کو گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت میرے ساتھ رہو۔"

"ایسا ممکن ہے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔" اس نے جواب دیا۔ البتہ میں تمہیں اس بات کا یقین ضرور دلاتا ہوں کہ میں تم سے کبھی غافل نہیں رہتا۔ جب بھی میں یہ محسوس کروں گا کہ تمہیں میری ضرورت ہے میں تمہارے پاس آنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔"

"میرے لیے یہی بہت ہے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا پھر اس سے پیشتر کہ میں رابرٹ سے مزید کوئی بات کہتا وہ اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا پھر اپنی خواب گاہ میں آگیا۔

لوسی کی واپسی تین گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ میں نے اس سے شکایت نہیں کی نہ ہی اس پستہ قد آدمی کے بارے میں از خود کچھ دریافت کیا اور نہ یہ پوچھا کہ وہ اتنی دیر تک کہاں رہی تھی۔ البتہ میں نے پوچھا "کیا یہاں نوواردوں کو صرف ایک وقت کا کھانا دیا جاتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر اجیت لیکن حالات..."

"پیٹ خالی ہو تو ذہن بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور ذہن ساتھ نہ دے تو حالات پر غور کرنا بھی لاحاصل ہے۔" میں نے لوسی کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا وہ معذرت کرتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

دس منٹ بعد ہم کھانے کی میز پر تھے۔ غالباً کچن میں ہر چیز پہلے سے تیار تھی۔ میں لوسی کو نظر انداز کر کے پلیٹوں کی طرف متوجہ ہو گیا پھر جتنی دیر تک کھانے کا سلسلہ جاری رہا ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی البتہ میں محسوس کر رہا تھا کہ لوسی کی نظریں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں۔ شاید وہ میرا "ناپ" سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے یقیناً اس بات پر حیرت ہوئی ہوگی کہ میں نے حملہ کرنے والوں کے بارے میں کسی استفسار پر کھانے کو کیوں ترجیح دی۔ میں چاہتا بھی یہی تھا کہ وہ میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ سوچے اور مجھے سمجھنے میں اسے دشواری پیش آئے۔ رابرٹ کی زبانی یہ جان لینے کے بعد کہ لوسی مارٹن تنظیم کی سربراہ کی دستِ راست ہے میں نے اسے مرعوب کرنے کی ٹھان لی تھی۔ چنانچہ کھانے کے بعد بھی میں نے اس پستہ قد بے ہوش آدمی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا اور لاپروائی سے اٹھ کر خوابگاہ میں آیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ چند لمحوں بعد لوسی بھی وہیں آگئی۔

"کیا اب آرام کرنے کا ارادہ ہے؟" اس نے ایک قریبی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جب کوئی کام نہ ہو تو انسان کو آرام ہی کرنا چاہیے۔"

"تم نے اس آدمی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جو بے ہوش تھا۔" لوسی نے سوال کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے اسے کسی ایسی ہی جگہ پہنچا دیا ہوگا جہاں بے بسی اس کا مقدر بن چکی ہوگی۔" میں نے لاپروائی سے کہا پھر لوسی کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا وہ اور اس کے ساتھی اہم لوگ ثابت ہوئے ہیں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا انہوں نے محض تفریحاً ہمیں اغوا کرنے کی کوشش کی ہوگی؟"

"ہو سکتا ہے... خوب صورت لڑکیوں کا اغوا عام طور پر تفریحِ طبع ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تم نے بہت اہم لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے مسٹر اجیت۔" لوسی بولی۔ "ان لوگوں کا تعلق ایسے گروہ سے ثابت ہوا ہے جو بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک کے انتہائی اہم راز حاصل کرتے ہیں پھر دشمن ممالک کے ہاتھوں منہ مانگی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔"

"ہمیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے لوسی۔ ہمارا فرض صرف اتنا ہونا چاہیے کہ جو ہاتھ غلط ارادے سے ہماری جانب اٹھیں انہیں توڑ ڈالا جائے اور تنظیم کی جانب سے ہمیں جو حکم ملے ہم اپنا نفع نقصان سوچے بغیر اسے پورا کریں۔ کم از کم میں نے ہنری ماتھر سے یہی عہد کیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن تمہیں شاید یہ سن کر مسرت ہوگی کہ تنظیم کی سربراہ نے تمہیں اس کارنامے پر انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔" لوسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "فون پر اس حادثے کی اطلاع مسٹر ہنری ماتھر کو بھی دی گئی ہے ماسٹر ہنری نے بھی یہی مشورہ دیا ہے کہ تمہیں کسی مناسب انعام سے نوازا جائے۔ وہ دو روز بعد یہاں پہنچنے والے ہیں لیکن مادام نے تمہیں آج ہی طلب کیا ہے۔ وہ پہلی فرصت میں تمہیں نوازنا چاہتی ہیں۔"

"اگر انعام مادام کی مرضی پر منحصر ہے تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ ہاں اگر مجھے میری مرضی کے مطابق انعام دیا جائے تو یقیناً یہ بات قابلِ مسرت ہو سکتی ہے۔" میں نے اس بار بھرپور نظروں سے لوسی کی نیلگوں آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"تمہیں مادام سے کسی معمولی انعام کی توقع نہیں کرنی چاہیے مسٹر اجیت۔" لوسی نے میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے جواب دیا۔ شاید وہ میری نگاہوں کا مفہوم نہیں سمجھ سکی تھی۔

"اس کا فیصلہ انعام وصول کرنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے" میں نے پوچھا۔ "مجھے کس وقت طلب کیا گیا ہے؟"

"آج رات ٹھیک دس بجے یہ ذمے داری مجھے سونپی گئی ہے۔"

"او۔کے، میں تمہیں وقتِ مقررہ سے پہلے تیار ملوں گا۔" میں نے دیدہ و دانستہ لاپروائی سے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

میرے اس استغنا پر لوسی جل بھن کر رہ گئی۔ شاید وہ میرے قرب کی تمنائی تھی لیکن میری لاپروائی اور میرے گریز سے وہ کھول کر رہ گئی۔ یکبارگی وہ اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے میں لوسی مارٹن کے ساتھ کار میں بیٹھا لندن کی پُررونق شاہراہوں پر گزر رہا تھا۔ لوسی مجھ سے کچھ کھنچی کھنچی سی تھی۔ شاید اسی خفگی کی وجہ سے وہ مجھے اس وقت زیادہ حسین لگ رہی تھی... اس کی خاموشی کو محسوس کر کے میں نے بھی اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ رابرٹ کی روح نے مجھے بتایا تھا کہ لوسی کو تنظیم کی سربراہ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے بھی لوسی میرے لیے اہم تھی لیکن میں نے طے کر لیا تھا از خود اس کے ساتھ بے تکلفی بڑھانے کی کوشش نہیں کروں گا، لہٰذا میں نے اپنی زبان بند کر لی اور دزدیدہ نگاہوں سے اس کے خوبصورت چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ آسمانی رنگ کے جین جیکٹ میں وہ بے حد اسمارٹ لگ رہی تھی۔

ایک چوراہے سے دائیں مڑتے ہوئے اچانک لوسی نے کہا "ہم دس منٹ بعد مادام کی رہائش گاہ پر ہوں گے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ دس بجنے میں ابھی دس منٹ باقی ہیں۔" میں نے اپنی دستی گھڑی کو چہرے کے قریب لا کر غور سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مادام کے سامنے تمہیں بہت محتاط ہو کر باتیں کرنی ہوں گی مسٹر اجیت۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "جو کچھ پوچھا جائے صرف اسی کا جواب دینا۔ غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا۔"

"میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا لیکن تم مجھے بتا سکتی ہو کہ مادام کن باتوں کو غیر ضروری خیال کرتی ہیں؟"

"ایسی تمام باتیں، جو تنظیم کے مفاد سے ہٹ کر ہوں، مادام کی نگاہوں میں غیر ضروری ہوتی ہیں۔" لوسی نے بدستور رکھائی سے کہا۔

"لیکن ابھی تک مجھے اس بات کا علم کہاں ہوا ہے مس لوسی! کہ کون کون سی باتیں تنظیم کے مفاد میں ہیں اور..."

"مادام غیر ضروری باتوں کو بھی ناپسند کرتی ہیں۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "فی الحال میں تمہیں صرف محتاط رہنے کا مشورہ دے رہی ہوں۔"

"کسی متوقع یا غیر متوقع حادثے کی صورت میں محتاط رہنا ہر ذی ہوش شخص کے لئے لازم ہے لیکن جب حالات سازگار ہوں تو بلاوجہ کی سنجیدگی انسانی اعصاب کو زنگ آلود کر دیتی ہے... کم از کم میرا یہی خیال ہے۔" میں نے لوسی کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "اپنی ہی مثال لے لیجئے۔ دوپہر کے کھانے تک آپ کس قدر اسمارٹ اور ہشاش بشاش لگ رہی تھیں لیکن اس وقت آپ کے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی کی دبیز تہہ نے آپ کی شخصیت کو بھی اپنے اندر چھپا لیا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" لوسی نے تلملا کر میری طرف دیکھا تو مجھے اس پر پیار آگیا۔

"گاڑی کو کنارے کر کے روک لو لوسی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھے تم سے ایک بہت اہم بات کہنی ہے۔"

جواب میں لوسی نے بریک پر پاؤں رکھا اور گاڑی سڑک کے کنارے کرکے روک لی۔ سڑک پر اس وقت زیادہ رش نہیں تھا۔ اس لئے لوسی نے اسٹیرنگ کاٹنے میں بھی بہت جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر وہ گاڑی بند کر اسی تیزی سے پلٹ کر مجھ سے مخاطب ہونا چاہتی تھی کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی آغوش میں کھینچا اور پوری شدت سے لپٹا کر اسے پیار کرنے لگا۔ لوسی نے خود کو میری گرفت سے آزاد کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی مزاحمت بتدریج کم ہوتی چلی گئی۔ پھر جب میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا تو لوسی نے اپنی نشست پر سنبھلتے ہوئے مجھے گھورا اور بناوٹی غصے کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا بیہودگی تھی؟"

"ہماری زبان میں اسے بیہودگی نہیں پیار کہا جاتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر دوستی کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ لوسی ایک ثانئے تک مجھے گھورتی رہی پھر جب اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا تو اس کے چہرے کی کرختگی دوبارہ جاندار مسکراہٹوں میں تبدیل ہوگئی۔ اس نے جلدی جلدی اپنے ہونٹوں کی سرخی کو درست کیا اور دوبارہ گاڑی حرکت میں آگئی۔ اب وہ مجھ سے دوستوں جیسے انداز میں بات کررہی تھی۔

"تم خوش قسمت ہو کہ مادام نے اتنی جلدی تمہیں ملاقات کے لئے طلب کرلیا ورنہ تنظیم میں لاتعداد افراد ایسے بھی ہیں، جنہوں نے ابھی تک مادام کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔"

"اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔" میں نے شوخی سے جواب دیا۔ لوسی نے مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھا پھر سنبھل کر دوبارہ نظر سڑک پر جمادی۔

ٹھیک دس بجے ہماری گاڑی ایک عالیشان عمارت میں داخل ہوئی۔ میں لوسی کی رہنمائی میں نیچے اتر کر عمارت کے اندر داخل ہوا، جو خوبصورتی اور سجاوٹ کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ تھی۔ لوسی مجھے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر اندر چلی گئی تو میں نے ایک ایک چیز کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ ہر چیز قیمتی اور شاندار تھی جس سے تنظیم کے سربراہ کی عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ البتہ ایک بات مجھے بُری طرح کھٹک رہی تھی۔ مجھے بیرونی پھاٹک پر کوئی چوکیدار نظر آیا اور نہ ہی ابھی تک کسی ملازم نے پذیرائی کی تھی۔ اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ لوسی دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی اور مجھے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا۔ راہداری میں دبیز اور قیمتی قالین موجود تھا۔ اس لئے قدموں کی معمولی سی آہٹ بھی نہیں ہو رہی تھی۔ راہداری کے دونوں اطراف کمرے تھے، جن کے دروازے بند تھے بظاہر عمارت پر چھائی ہوئی گہری خاموشی سے یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ وہاں ہمارے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہے۔ میں نے لوسی سے استفسار کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا پھر کوئی بیہودگی کرنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں۔" میں نے شوخی سے کہا۔ "مادام کی چھت کے نیچے تو سلیقہ لازم ہے۔"

"صورت سے تو اتنے شریف نظر نہیں آتے۔" لوسی نے سرگوشی کی۔ پھر ایک کمرے کے قریب پہنچ کر رکتے ہوئے بولی۔ "تم اندر جاسکتے ہو، مادام اسی کمرے میں تنظیم کے لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں۔ میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گی۔" اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا، وہ تیزی سے گھومی اور واپس جانے لگی۔ میں چند لمحے خاموش کھڑا رہا، پھر میں نے دروازہ کھولا اور بے دھڑک داخل ہوگیا خودکار دروازہ میرے داخلے پر بند ہوگیا تھا۔

میں نے کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور پھر بڑی لاپرواہی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور دیواروں پر لگی ہوئی قیمتی پینٹنگز میری نگاہ کا مرکز تھیں۔ میرا خیال تھا کہ مجھے وہاں کافی دیر تک انتظار کی زحمتوں سے دوچار ہونا پڑے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ابھی مجھے صوفے پر بیٹھے بمشکل پانچ سات منٹ ہی ہوئے تھے کہ ایک نسوانی اور مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"شاید یہ پینٹنگ تمہیں کچھ زیادہ ہی پسند آئی ہے، مسٹر اجیت؟"

میں نے چونک کر آواز کی سمت نظر گھمائی اور احتراماً کھڑا ہوگیا۔ چوبیس پچیس سال کی ایک خوبصورت اور حسین لڑکی میرے سامنے کھڑی مجھے بڑے پُروقار انداز میں گھور رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں کچھ ایسی مقناطیسی کشش تھی جس نے لمحوں میں مجھے تسخیر کرلیا تھا۔ اس کے جسم پر اس وقت ہلکے آسمانی رنگ کے ایک باریک گاؤن کے سوا کوئی اور لباس نہیں تھا اور گاؤن کے اندر سے اس کا کندن جیسا جسم ارغوانی شراب سے لبریز ساغر کی مانند چھلکتا نظر آرہا تھا۔ اس کے خدوخال ہیجان انگیز تھے۔ جسمانی اعتبار سے وہ بھرپور نظر آرہی تھی اور اس کے نشیب و فراز گاؤن کے اندر سے یوں ابھر رہے تھے جیسے انہیں لباس کی مداخلت گراں گزر رہی ہو۔ سیاہ گھنیرے بالوں کی ایک لٹ اس کے سینے پر ناگن کی طرح بل کھاتی نظر آرہی تھی۔ مجھے ایک لمحے کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہوگیا کہ وہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی خاطر اپنی توجہ اس کے جسم سے ہٹا کر اس کے چہرے پر مرکوز کردی لیکن اس کی نیلگوں آنکھوں کے سحر نے مجھے پھر الجھا دیا۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنی حسین عورت پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ابھی میں محوِ نظارہ ہی تھا کہ اس کے یاقوتی ہونٹوں پر جنبش ہوئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی جلترنگ بجا ہو۔

"گھبراؤ نہیں مسٹر اجیت! میں بہادروں کی قدر کرتی ہوں اور میں نے تمہیں طلب کیا ہے۔"

"مادام..." میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن میری قوتِ گویائی ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ چنانچہ میں احتراماً جھکتا چلا گیا۔ یوں میں اپنی وقتی بوکھلاہٹ پر قابو پانا چاہتا تھا۔

"میں تمہارے سارے حالات سے واقف ہوں، مسٹر اجیت!" اس نے میرے ایستادہ ہونے پر بڑے پُروقار اور ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ہنری کی زبانی میں نے پہلی بار تنظیم کے کسی فرد کی اتنی تعریف سنی ہے۔"

"مسٹر ہنری کی صلاحیتیں لازوال اور لامحدود ہیں، مادام!" میں نے ... پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "انہوں نے مجھے جن حالات سے چھٹکارا دلایا ہے اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔"

"مجھے لوسی مارٹن کی زبانی بھی یہی معلوم ہوا ہے کہ تم تنظیم کے لئے ... خوشگوار اضافہ ثابت ہوئے ہو۔" مادام نے مجھے تعریفی نظروں سے ... دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ "میں نے تمہاری کارکردگی ... خوش ہوکر تمہیں کوئی معقول انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"میرے لئے تنظیم میں شمولیت ہی ایک بڑا انعام ہے مادام!" ... نے جواب دیا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تنظیم سے ہمیشہ وفادار رہوں ... کوئی ایسا اقدام نہیں کروں گا جو تنظیم کے مفاد کے خلاف ہو۔"

"تمہارے تیور بتا رہے ہیں کہ تم بہت جلد ہماری تنظیم میں کوئی ... مقام حاصل کرلوگے لیکن اس کے لئے تمہیں سخت جدوجہد کرنی ... گی۔" مادام نے میرے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا۔ پھر تھوڑے ... کے بعد بولی۔ "کیا لوسی نے تمہیں تنظیم کے بارے میں کچھ معلومات فراہم ... کیا؟"

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا مادام!" میں نے تیزی سے کہا۔ "... ہنری نے مجھے پولیس کے چنگل سے نجات دلا کر خرید لیا ہے۔ اس کے ... سے پر میں اندھے کنوئیں میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔ خواہ اس کا ... میری موت ہی کیوں نہ ثابت ہو۔"

"اور اگر ہم تمہیں حکم دیں..." مادام نے معنی خیز انداز میں ... کیا۔

"تنظیم کی سربراہ ہونے کی حیثیت سے آپ کا احترام بھی مجھ پر ... ہے مادام لیکن ماسٹر ہنری کی شخصیت میرے لئے بہرحال افضل ہے۔"

"مسٹر اجیت، تم پہلے فرد ہو جس نے میرے سامنے نڈر اور بے خوف ... بولنے کی کوشش کی ہے، مجھے تمہاری بات پسند آئی۔"

"آپ کا حسن ظن ہے مادام!" میں نے ادب سے کہا۔

"ہم تمہاری سرکشی کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔" مادام تو نگر ... بولی۔ "ہم تمہارے سلسلے میں ہنری کے انتخاب کی بھی داد دیتے ہیں۔"

"اور میں یقین دلاتا ہوں مادام کہ آپ کو کبھی میری جانب سے کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" میں نے مادام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"ہم تمہاری دلیری سے خوش ہوکر تمہیں ایک بڑے انعام کا مستحق سمجھتے ہیں۔" مادام نے صوفے سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "بولو مسٹر اجیت، تم کیا انعام چاہتے ہو؟"

"میں اس کا فیصلہ بھی آپ پر چھوڑتا ہوں۔"

"اور ہم چاہتے ہیں کہ تم ہم سے اپنی بہترین کارکردگی کا انعام طلب کرو۔"

"مجھے اتنا اختیار نہ دیں مادام ورنہ ممکن ہے کہ میری جسارت پھر آپ کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔" میں نے دیدہ دانستہ مادام کے قیامت خیز سراپا کو سرتاپا نگاہوں میں تولتے ہوئے قدرے شوخی سے کہا تو ایک لمحے کو جیسے اس کا بدن تلملا اُٹھا۔ اس کی نگاہوں میں بس ایک ثانئے کے لئے مستیوں کے بے شمار ساغر چھلکے لیکن اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

"ہمیں یقین ہے کہ تم ایک ہی ملاقات میں دوسری بار کوئی ایسی گستاخی نہیں کروگے جو ہماری پیشانی پر شکن کی صورت میں ابھرے۔"

"ایسی صورت میں میں انعام کا اختیار آپ ہی کو سونپتا ہوں۔" میں نے بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم تمہیں تنظیم کی طرف سے تمہاری کارکردگی کے سلسلے میں دو لاکھ پونڈ بطور انعام دیتے ہیں، یہ رقم صبح تمہیں مل جائے گی۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں مادام۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "یہ انعام میری کارکردگی کا صلہ نہیں ہے۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں مادام کہ ہمارے درمیان کوئی تکلف کوئی پردہ باقی نہ رہے۔" میں روانی میں بیباک ہوگیا لیکن پھر فوراً ہی میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ مجھے اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں جب چاہوں بلا روک ٹوک قدم بوسی کے لئے حاضر ہوسکوں۔"

"اجازت ہے!" مادام نے قدرے توقف کے بعد مُسکراتے ہوئے کہا.

پھر وہ بغلی دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور میں اس کے تصوّر میں ڈوبا اُلٹے قدم واپس ڈرائنگ روم میں آگیا جہاں لُوسی مارٹن میری راہ دیکھ رہی تھی۔

اسی رات حالات نے مجھے ایک نئے حادثے سے دوچار کر دیا.

مادام کی قیام گاہ سے ہماری واپسی رات گیارہ بجے ہوئی تھی۔ گھر آکر کچھ دیر لُوسی میرے ساتھ رہی پھر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں بھی سونے کے ارادے سے لیٹ گیا' مادام کی شخصیت اور اس کی باتوں کا اثر ابھی تک میرے ذہن پر باقی تھا۔ رابرٹ جم کی روح نے مجھے مادام کے بارے میں جو معلومات فراہم کی تھیں وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی تھیں۔ وہ حقیقتاً جسمانی طور پر کسی جوالا مکھی سے کم نہیں تھی۔ اس کے جسم کی تپش آہنی چٹانوں کو بھی موم کی طرح پگھلا ڈالنے کی تاثیر رکھتی تھی۔ شاید اس نے مجھے بھی پہلی ہی ملاقات میں اپنے سحر میں پھانسنے کی سعی کی تھی ورنہ اس کی عُریانیت کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔

میں نے رابرٹ کے مشورے پر ہی مادام سے نڈر اور بے خوف ہو کر دلیرانہ انداز میں گفتگو کی تھی۔ واپسی سے پہلے اس کی نگاہوں میں جو کشش دیکھی تھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کر سکا تھا کہ اگر میں اس کے الفاظ سے مرعوب نہ ہو سکا تو وہ اپنے جسمانی نشیب و فراز اور گداز کا جال پھیلا کر مجھے تسخیر کرنے کی قوت بھی رکھتی ہے۔ واپسی پر لُوسی نے مجھے تنظیم کے بارے میں بھی بہت کچھ بتایا تھا لیکن مادام کے بارے میں اس نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی۔ میرے استفسار پر اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ مادام اپنے اصولوں کے سلسلے میں کسی سے کوئی رعایت نہیں کرتی اس لئے مجھے اس کے سامنے ہمیشہ محتاط رہنا چاہیے اور زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکالنی چاہیے جو مادام کی بارِ خاطر پر گراں گزرے۔

ذاتی طور پر میں نے مادام کے سلسلے میں جو رائے قائم کی تھی وہ لُوسی کے بیان سے مختلف تھی' میرا خیال تھا کہ مادام کو جرأت مندی کے مظاہرے کے بعد بہ آسانی کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔ حسین اور گداز جسم کی مالک ہونے کی حیثیت سے وہ دلوں پر حکومت کر سکتی تھی لیکن ذاتی طور پر وہ کسی کو موت سے ہمکنار کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی، غالباً اسی لئے اس نے ہنری ماتھر کو اپنی زلفِ گرہ گیر میں اُلجھا کر اپنے اشاروں پر ناچنے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ رابرٹ نے بھی مجھ کو یہی بتایا تھا کہ جو شخص ایک بار مادام کی ہوش رُبا جوانی کے نشے میں ڈوب جائے اس کا دوبارہ ہوش میں آنا ممکن نہیں تھا۔

میں اپنے بستر پر لیٹا مادام کے تصوّر میں محو تھا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کہیں کوئی کراہا ہو۔ معاً میرا ذہن لُوسی مارٹن کی طرف گیا جو دوسرے کمرے میں تھی۔ میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میری چھٹی حس مجھے کسی خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ لُوسی کو اغوا کرنے کی ایک کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ جو افراد اسے اغوا کرنا چاہتے تھے وہ اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو چکے تھے۔ رابرٹ نے مجھے بتایا تھا کہ لُوسی کے اغوا میں ایک گروہ کا ہاتھ شامل تھا جو خوبصورت اور حسین لڑکیوں کو اغوا کر کے انہیں دوسرے ملکوں کے راز چُرانے پر مجبور کرتا تھا۔

میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ جو گروہ ملکوں کے اہم راز چُرا سکتے تھے ان کے لئے ایک لڑکی کا اغوا کر لینا بھی کچھ زیادہ دشوار نہ تھا اور ایسی صورت میں جبکہ اسی لڑکی کی وجہ سے ان کے کچھ آدمی بھی مارے جا چکے تھے۔ شاید مارے جانے والوں کے تعاقب میں کوئی اور بھی رہا ہو جس نے ہمارے بارے میں بعد میں مخبری کر دی ہو اور اب وہ منظم طور پر لُوسی کے اغوا کے لئے دوبارہ آئے ہوں۔ میرا ذہن ابھی کڑیاں جوڑنے میں مصروف تھا کہ "مجھے بچاؤ..." کی کربناک آواز تاریکی میں اُبھری۔ اس بار میں نے اس آواز کو پہچان لیا تھا۔ وہ لُوسی مارٹن ہی کی آواز تھی۔ میں نے لپک کر دروازہ کھولا اور بغیر سوچے سمجھے راہداری میں آگیا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا۔

راہداری میں لُوسی کے کمرے کے سامنے دو مسلح نقاب پوش موجود تھے۔ ان کے دوسرے ساتھی غالباً کمرے میں لُوسی کو قابو کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے موقع کی نزاکت بھانپ کر تیزی سے اپنے کمرے میں واپس پلٹنے کی کوشش کی لیکن ایک کرخت آواز نے میرے قدم تھام لئے۔ "رُک جاؤ' ورنہ کھوپڑی اُڑا دوں گا۔"

میں اپنی جگہ ٹھٹھک گیا۔ گردن کو ذرا گھما کر دیکھا تو ایک نقاب پوش میرے سر پر مُسلط تھا۔ کمرے سے نکلتے وقت میری نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ بہرحال میری جلدبازی میرے لئے وقتی طور پر نقصان دہ ثابت ہوئی۔ میں پُوری طرح حالات کے پھندے میں پھنس چکا تھا۔

"اس حرامزادے کو بھی لڑکی کے کمرے میں لے آؤ۔"

کھڑے ہوئے نقاب پوشوں میں سے ایک نے گرجدار آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی پُشت سے مجھے دھکا دے کر آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا گیا۔ میرے پاس اس وقت سوائے تعمیل حکم کے کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں تھا۔ مزاحمت کی ایک معمولی کوشش بھی میری کھوپڑی میں سُوراخ پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھی لہٰذا میں نے مزید حماقت سے گُریز کیا اور قدم اُٹھاتا ہوا لُوسی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مجھے جو منظر دکھائی دیا وہ میری توقعات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔ دو نقاب پوش لُوسی کو پکڑے ہوئے تھے اور تیسرا اس کے جسم کو رسیوں میں جکڑنے میں مصروف تھا۔ مجھے بھی لُوسی کے قریب ہی دھکیل دیا گیا پھر میرے ہاتھ پیر بھی رسیوں سے جکڑ دیئے گئے اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا۔ لُوسی خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں اسے بچا لوں گا لیکن مجھے بے بس پا کر اس کی آنکھوں میں بھی مایوسی پھیل گئی تھی۔ میں اگر چاہتا تو اس وقت بھی اپنے منتر کے بیروں کے ذریعے بساط اپنے حق میں پلٹ سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں اس گروہ کے اندر پہنچ کر حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنی زبان بند ہی رکھی۔

نقاب پوشوں نے ہمیں رسیوں میں جکڑنے کے بعد مُردہ لاشوں کی طرح اُٹھا کر کاندھوں پر لادا پھر مکان کے باہر لے آئے جہاں ایک ویگن پہلے سے موجود تھی۔ ہمیں گاڑی کے پچھلے حصے میں ڈال دیا گیا۔ چار نقاب پوش ہمارے ساتھ اندر آگئے۔ ایک آگے چلا گیا پھر ویگن ایک دھچکے سے آگے بڑھ گئی۔ میں بظاہر اپنے چہرے کے تاثرات سے اغوا کرنے والوں کو یہی تاثر دے رہا تھا کہ بُری طرح خوفزدہ ہوں لیکن لُوسی مارٹن ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر گاڑی سے اُتار لیا گیا پھر ہاتھ پکڑ کر کچھ دیر تک پیدل چلایا گیا اس کے بعد پٹیاں کھولی گئیں تو ہم ایک درمیانے درجے کے کمرے میں تھے جہاں برائے نام فرنیچر تھا۔ میں نے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔ نکاسی کے لئے سوائے اس دروازے کے جس سے ہمیں اندر لایا گیا تھا اور کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں تھا۔ وہ کمرہ ساؤنڈ پروف لگ رہا تھا۔ دو نقاب پوش جو ہمیں اندر لائے تھے' قید و بند سے آزاد کر کے باہر چلے گئے۔ غالباً اب وہ اپنے کسی بڑے کو ہماری آمد کی اطلاع دینے گئے تھے۔ لُوسی رسیوں کی قید سے آزاد ہوئی تو دوڑ کر سہمے ہوئے انداز میں مجھ سے لپٹ گئی۔

"اجیت' اب کیا ہو گا؟" اس کے لہجے سے بوکھلاہٹ ترشح تھی۔

"ہمیں ان لوگوں کے خلاف کوئی مناسب کارروائی کرنی ہو گی" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ورنہ یہ تمہارے اغوا سے باز نہیں آئیں گے۔"

"لل... لیکن ہم یہاں سے کس طرح نکلیں گے۔" لُوسی نے خوف زدہ سہمے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"ہمت سے کام لو لُوسی ڈیئر۔" میں نے اُسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "فی الحال ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہاں ہمارے دشمنوں کی تعداد کتنی ہے اور ہمیں کس عمارت میں رکھا گیا ہے۔" میں نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں پر اُٹھاتے ہوئے پُورے اعتماد سے کہا۔ "جب تک میں زندہ ہوں وہ تمہارا بال بیکا بھی نہیں کر سکتے۔" مزید تسکین پہنچانے کے لئے میں نے اسے لپٹا لیا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ حالات کی نزاکت نے اسے بُری طرح لرزہ براندام کر دیا تھا۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ٹھیک اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز اُبھری اور ہم ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اس بار آنے والا نقاب پوش خاصا دراز قد اور بھرے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ نقاب کے اندر سے اس کی جھانکتی ہوئی خونخوار آنکھیں اس کی سخت گیر طبیعت کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ اس کے پیچھے پیچھے دو نقاب پوش اور بھی کمرے میں داخل ہوئے جن کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے' دروازہ ان کے اندر آتے ہی دوبارہ بند ہو گیا۔ دراز قد نقاب پوش رنگت کے اعتبار سے کوئی امریکی باشندہ نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے اس کی خونخوار نگاہیں ہمارے چہروں کا طواف کرتی رہیں پھر اس نے

کرخت آواز میں پیچھے کھڑے ہوئے نقاب پوشوں کو مخاطب کیا۔
"میں نے صرف لڑکی کے لئے کہا تھا۔ تم اس مرد کو کیوں ساتھ لے آئے؟"
"یہ وہی شخص ہے باس جس نے ہمارے آدمیوں کو ٹھکانے لگایا تھا۔" بائیں جانب کھڑے ہوئے نقاب پوش نے تیزی سے کہا "ہم اپنے ساتھیوں کا انتقام لینے کے لئے اس کی بوٹیاں اڑا دینے کے خواہشمند ہیں۔"
"اوہ۔ آئی سی" دراز قد شخص نے مجھے حقارت بھری نگاہوں سے گھورا پھر سفاک آواز میں بولا "کون ہو تم اور اس خوبصورت لڑکی سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"
"یہ لڑکی میری محبوبہ ہے مائی ڈیئر" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا "میں چونکہ اسے ایک بار اغوا کر چکا ہوں اس لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی دوسرا اسے اغوا کر لے۔"
"زندہ دل اور دلیر آدمی نظر آتے ہو" دراز قد نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا "کام کیا کرتے ہو؟"
"ایسے افراد کی سرکوبی جو میری محبوبہ کو اغوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا "اسی غرض سے میں تمہارے آدمیوں کے ساتھ خاموشی سے چلا آیا کہ تم سے دریافت کر سکوں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"
"اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے تمہیں، کیوں؟"
"وقت آنے پر تمہیں اس کا اندازہ بھی ہو جائے گا" میں نے کسی سر پھرے نوجوان کی طرح موقع کی نزاکت کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے فلمی ہیرو کی طرح کہا "اگر خیریت چاہتے ہو تو ہمارا پیچھا چھوڑ دو ورنہ خسارے میں رہو گے۔"
"شٹ اپ" وہ پوری قوت سے حلق پھاڑ کر چلایا۔ لوسی سہم کر میرے اور قریب آ گئی اور میں غصے سے ہونٹ چبانے لگا۔
"باس" ایک نقاب پوش دراز قد آدمی سے بولا "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے لڑکی سے الگ رکھیں۔"
"لڑکی" دراز قد شخص نے اپنے آدمی کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اس بار لوسی کو مخاطب کیا "اپنے ساتھی کے بارے میں تمہارے کیا خیالات ہیں؟"
"میں اپنے ساتھی کے ساتھ مرنا چاہتی ہوں۔"
لوسی نے بمشکل اپنا جملہ پورا کیا۔ میرے لئے یہ وقت غنیمت تھا چنانچہ میں نے جلدی جلدی ایک منتر کا جاپ کیا اور اپنے بیروں کو نقاب پوشوں کے سروں پر مسلط کر دیا۔ دراز قد آدمی بدستور لوسی سے مخاطب تھا۔
"اگر تم اس پاگل کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤ تو زندگی بھر عیش کر سکتی ہو۔ انکار کی صورت میں ہم تمہیں زبردستی اپنے اشاروں پر چلنے کو مجبور کر سکتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ہمارے چنگل سے نجات نہیں دلا سکے گی۔"
"تمہارا خیال ہے مائی ڈیئر" میں نے حالات کو قابو میں کرنے کے بعد ایک بار پھر دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دراز قد آدمی کو خطاب کیا "تم اپنا اور ہمارا دونوں کا وقت ضائع کر رہے ہو۔ میری ساتھی کسی قیمت پر تمہارے گندے کاروبار میں شریک نہیں ہوگی۔"
"تم کیا جانتے ہو ہمارے کاروبار کے بارے میں" دراز قد آدمی نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔
"ایک ملک کا راز چرا کر دوسرے ملک کے ہاتھوں منہ مانگی قیمت پر فروخت کرنا، کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مائی ڈیئر لانگ فیلو"
"برٹی..." دراز قد آدمی نے اپنے ساتھی کو حکم دیا "یہ شخص ہمارے لئے خطرناک ہے، ہمارے راز سے واقف ہے، اسے شوٹ کر دو۔"
برٹی نے ریوالور والا ہاتھ اوپر اٹھانے کی کوشش ہی کی تھی کہ میں نے یکلخت جست بھری اور سمرسالٹ کرتا ہوا دونوں نقاب پوشوں کے قریب پہنچ گیا پھر برٹی کا ریوالور میرے ہاتھ میں آ گیا اور اس کا دوسرا ساتھی ایک ہی ٹھوکر میں دیوار سے ٹکرا کر فرش پر اوندھا ہو گیا۔ دراز قد آدمی کی آنکھوں میں الجھن کے اثرات ابھر آئے۔ لوسی کو بھی غالباً مجھ سے اس قدر حیرت انگیز پھرتی کی توقع نہیں تھی اس لئے وہ بھی مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ برٹی نے ریوالور ہاتھ سے نکلتے ہی خوفزدہ انداز میں دونوں ہاتھ اوپر کر لئے تھے۔ میں نے لوسی کو مخاطب کیا۔
"دوسرا ریوالور اٹھا کر دروازہ سنبھال لو، کوئی بھی اندر آنے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولی مار دینا۔"
لوسی جیسے خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئی۔ اس نے لپک کر دوسرے نقاب پوش کا ریوالور اٹھایا اور دروازے کے قریب پہنچ [illegible] میرے سوا کامیابی کا راز کوئی نہیں سمجھ سکا تھا۔ [illegible] کامیابی بھی تک ناقابلِ یقین سی تھی۔ [illegible]
لوسی کو نظر انداز کرتے دراز قد آدمی کی جانب [illegible]
"اب کیا ارادہ ہے مائی ڈیئر لانگ فیلو۔ کیا اب [illegible] اغوا کرنے کی کوشش کرو گے؟"
"میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے [illegible] ہو لیکن اس کے باوجود تم [illegible] گئے" دراز قد نقاب پوش نے کہا "میرے ساتھ [illegible] ہو جاؤ تو میں تم کو [illegible]"
"نقاب چہرے سے ہٹا کر بات کرو [illegible]"

دیکھنے کے بعد میں اپنے ارادے میں کوئی لچک پیدا کر سکوں۔"
"نہیں، یہ ناممکن ہے" دراز قد نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ پھر اس نے بھی ایکدم مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ اگر میرے منتر کے بیروں نے اسے درمیان میں نہ روک لیا ہوتا تو شاید وہ مجھ پر حاوی ہونے میں کامیاب ہو جاتا لیکن بازی ایک بار پھر میرے حق میں رہی۔ دراز قد آدمی اس طرح لڑکھڑایا تھا جیسے اس کی ٹانگیں آپس میں الجھ گئی ہوں۔ اسی وقت میں نے فائر کر دیا۔ گولی دشمن کی بائیں ٹانگ پر عین گھٹنے کے درمیان لگی۔ وہ کٹی ہوئی شہتیر کی مانند کراہتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ لوسی نے فائر کر کے برٹی کی کھوپڑی کو خون اگلنے پر مجبور کر دیا۔ شاید اس نے یہ سوچا تھا کہ کہیں وہ غافل پا کر مجھ پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ تیسرا نقاب پوش ابھی تک فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ میں نے لوسی کو مخاطب کیا۔
"آگے بڑھ کر لانگ فیلو کے چہرے سے نقاب اتار دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے جس نے مجھے چھیڑ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔"
لوسی میرے حکم پر آگے بڑھی لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے تڑاتڑ گولیاں چلنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ غالباً ہمارے دشمنوں کو کمرے کے اندر کھیلے جانے والے خونی ڈرامے کی بھنک مل گئی تھی۔ حالات نے اچانک ایک نئی کروٹ لی تھی۔ کوئی سنسناتی ہوئی..... گولی دروازے کو چھیدتی ہوئی ہمیں بھی چاٹ سکتی تھی۔ لہٰذا میں نے جھپٹ کر لوسی کی کلائی پکڑی اور اسے کھینچتا ہوا دروازے کے قریب دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر سے اب بھی پے در پے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے آوازوں پر دھیان دیا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ گولیوں کی آواز عمارت کے چاروں طرف سے ابھر رہی تھی۔ شاید پولیس یا کسی دوسرے جرائم پیشہ گروہ نے عمارت کو چاروں اطراف سے گھیر کر رائفلوں کے دہانے کھول دیئے تھے۔ میں ابھی ان آوازوں پر غور کر رہا تھا اور اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اچانک لوسی نے جوشیلی آواز میں کہا۔
"اجیت، مادام کو یقیناً ہمارے ساتھ پیش آنے والے حادثے کی اطلاع مل گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے ساتھی اس عمارت میں رہنے والے تمام افراد کو کچھ ہی دیر میں بھون ڈالیں گے۔ ہمیں فی الحال اسی کمرے میں رک کر اپنے ساتھیوں کی آمد کا انتظار کرنا چاہیے۔"
"مگر تم یہ بات اتنے وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہو کہ باہر ہمارے ہی ساتھی فائرنگ کر رہے ہیں" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔
"فائرنگ کرنے کے انداز سے" لوسی نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے جواب دیا "میں یہ بھی دعویٰ کر سکتی ہوں کہ اس وقت ہوشنگ پارٹی کی کمان سنبھالے ہوگا۔"
میں نے لوسی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دراز قد آدمی ابھی تک فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "کیوں مسٹر لانگ فیلو، کیا تمہارے ساتھی تمہاری خبر لینے کو اندر نہیں آئیں گے۔" وہ کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور تین نقاب پوش بھاگتے ہوئے اندر آ گئے مگر اس سے پیشتر کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچتے میں نے فائرنگ کر کے دو کو ٹھکانے لگا دیا۔ تیسرے نے پلٹ کر دروازے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اسے لوسی نے گولی مار دی پھر تیزی سے بولی۔
"فائرنگ کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ مت کرنا اجیت۔ اندر آنے والا کوئی ہمارا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔"
پھر وہی ہوا جس کا اظہار لوسی نے کیا تھا۔ ایک بار پھر دروازہ کھلا اور اس بار ہوشنگ اسٹین گن ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ہمارے دوسرے دو تین ساتھی بھی تھے۔ میں اور لوسی کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، دراز قد آدمی کی آنکھوں میں میں نے پہلی بار خوف کی جھلک محسوس کی تھی۔
"مسٹر ہوشنگ" لوسی نے تیزی سے کہا "یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے اغوا کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ اسے اپنے گروہ کی کمان بھی حاصل ہے۔"
"نن... نہیں" دراز قد آدمی کراہتا ہوا بولا "میں سرغنہ نہیں ہوں... مجھے صرف مقامی طور پر گروہ کے افراد پر فوقیت حاصل ہے۔"
"پھر بیکار ہے تمہاری زندگی، تم بھی چھٹی کرو" ہوشنگ نے اسٹین گن کا رخ اس کی جانب کیا تو میں نے چیخ کر کہا۔
"اسے گولی مت مارو ہوشنگ، یہ ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"
لیکن ہوشنگ نے میری بات پر کوئی دھیان نہیں دیا، اس کے پہلے ہی برسٹ نے دراز قد آدمی کا جسم چھلنی کر ڈالا پھر ہوشنگ نے میری سمت جن نگاہوں سے دیکھا ان میں شدید نفرت تھی۔ "مسٹر اجیت" اس نے مجھے بدستور حقارت سے گھورتے ہوئے کہا "آئندہ کبھی ہوشنگ کو تحکمانہ لہجے میں مخاطب کرنے کی گستاخی مت کرنا۔"
پھر ہوشنگ ہی کے حکم پر ہمیں دو منٹ کے اندر عمارت خالی کرنی پڑی۔ باہر گاڑیاں موجود تھیں جو ہمارے بیٹھتے ہی چل پڑی تھیں۔ مجھے اور لوسی کو ہوشنگ کے ساتھ ہی اس کی کار میں بیٹھنا پڑا تھا۔ ہوشنگ طوفانی انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا اور میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اگر میں نے تنظیم کے کسی آدمی کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں غور کیا تو وہ ہوشنگ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوگا۔ لوسی اور تنظیم

کے دوسرے افراد کی موجودگی میں ہوشنگ نے جن نگاہوں سے مجھے گھورا تھا اور جس لہجے میں مخاطب کیا تھا اس کی کسک میں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کی تھی۔

حالات کے پیشِ نظر مجھے اور لوسی کو پرانی رہائش گاہ چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ اب ہم ایک گیارہ منزلہ عمارت کے تھرڈ فلور پر اکیس نمبر کے فلیٹ میں مقیم تھے جو تین کمروں پر مشتمل تھا۔ رہائش منتقل کے سلسلے میں بھی چونکہ ہوشنگ کی جانب سے احکام صادر کئے گئے تھے اس لئے مجھے یہ بات بھی گراں گزری تھی چنانچہ دن بھر سونے کے بعد شام کو جب میری آنکھ کھلی تو میرا ذہن ہوشنگ ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لوسی فلیٹ پر موجود نہیں تھی۔ اس لئے میں نے خود ہی اٹھ کر کچن کی راہ اختیار کی پھر میں ابھی گرما گرم کافی کے دو ہی گھونٹ حلق کے نیچے اتار سکا تھا کہ لوسی واپس آگئی۔ اس کے چہرے سے بشاشت ٹپک رہی تھی۔ میں نے ایک نظر لوسی کو دیکھا پھر کافی پینے میں معروف ہو گیا۔

"کیوں ..." لوسی نے کرسی کے ہتھے پر بیٹھ کر اپنی باہیں میرے گلے میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تھکن کا احساس ابھی تک باقی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں مختصر جواب دیا۔ فوری طور پر میں نے لوسی کو ٹٹولنے کا ارادہ کیا۔ مادام کی دستِ راست ہونے کی حیثیت سے اسے خاصے اختیار حاصل تھے۔ میں دو بار اسے موت کے چنگل سے نجات دلا چکا تھا۔ ایسی صورت میں اس کی ہمدردیاں ہوشنگ کے مقابلے میں میرے ساتھ زیادہ ہونی چاہیے تھیں اور میں اسی بات کو معلوم کرنے کا خواہشمند تھا۔ لوسی کی حمایت حاصل ہو جانے کے بعد ہوشنگ کی اہمیت گھٹانے کے لئے میرے پاس ہزاروں طریقے تھے جسے میں موقع محل دیکھ کر آزما سکتا تھا۔

"پھر بھی۔" لوسی نے بڑے پیار سے دریافت کیا۔ "کس سوچ میں غرق ہو؟"

"سوچ رہا ہوں کہ تنظیم میں میری کیا حیثیت ہے۔ کیا اہمیت ہے؟" میں نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے اتار کر لوسی کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو اجیت... مادام تمہارے کارناموں پر بےحد خوش ہیں۔ کل رات کے حادثے کی اطلاع کے بعد مادام کی نظروں میں تمہاری اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ مجھے یقین ہے تم بہت جلد نمایاں ترقی کر و گے۔"

"حادثے کی رپورٹ مادام کو کس نے دی تھی؟"

"میں نے۔" لوسی نے تیزی سے کہا۔ "میں نے مادام کو

ہی بتا دیا ہے کہ اگر ہوشنگ وہاں نہ بھی پہنچتا تب بھی تم حالات پر کنٹرول کر سکتے تھے۔"

"لوسی۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "اگر کبھی تمہارے سامنے ہوشنگ اور میرے درمیان کسی ایک کا انتخاب کرنے کا مسئلہ درپیش آ جائے تو تم کس کو ترجیح دو گی؟"

"تم میرے محسن ہو اجیت، لیکن ہوشنگ کو مادام نے اسے بہت ساری مراعات دے رکھی ہیں لیکن اب ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ ہوشنگ کو مجھ پر ترجیح دیں۔"

"میں مادام کی نہیں، تمہاری رائے سننا چاہتا ہوں۔"

"میری رائے۔" لوسی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پھر مجھ سے لپٹ کر اپنے رخساروں کو میرے گال سے رگڑتے ہوئے بولی۔ "تم نے لوسی کی زندگی بچا کر اسے خرید لیا ہے اجیت، تمہاری خاطر میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔ اگر چاہو تو آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی لوسی۔" میں نے بے اختیار اس کے گلابی ہونٹوں کی سرخیاں اڑاتے ہوئے کہا پھر اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ لوسی نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں کچھ دیر تک اس کے بالوں سے کھیلتا رہا پھر دبی زبان میں بولا۔ "لوسی۔ کیا تم نے مادام کو یہ نہیں بتایا کہ ہوشنگ نے تمہاری اور تنظیم کے دوسرے لوگوں کے سامنے مجھ سے کس لہجے میں گفتگو کی تھی؟"

"اوہ۔ گویا تمہیں ہوشنگ کی بات گراں گزری ہے؟"

"ہاں۔" میں نے اس کی کشادہ پیشانی کو دوبارہ چومتے ہوئے "یوں بھی میں نے ہوشنگ کو غلط مشورہ نہیں دیا تھا۔ گروہ کا مقامی آدمی بھی ہمارے لئے بہت کارآمد ہو سکتا تھا۔"

"تم اپنا دل میلا مت کرو ڈارلنگ، میں مادام سے تمہارے بارے میں دوبارہ بات کر دوں گی۔"

"میں سفارش پسند نہیں کرتا لوسی ڈیئر۔ مجھے اپنے قوتِ بازو پر اعتبار ہے لیکن میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھے۔ میں اپنی ذلت پر موت کو ترجیح دینے کا عادی ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر کبھی حالات مجھے ہوشنگ کے خلاف لے آئیں تو تم مجھ سے خفا مت ہو جانا۔"

"اجیت۔" لوسی نے جذباتی انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ "کیا تمہیں میری خفگی کا اتنا ہی خیال ہے؟"

"اس اجنبی سرزمین پر مجھے سب سے پہلے تمہاری رفاقت نصیب ہوئی ہے، میں چاہتا ہوں کہ ہماری دوستی ہمیشہ اور ہر حالت میں قائم رہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں اجیت کہ تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑوں گی۔"

"میرے خیال میں تم جیسی لڑکیاں تو دلوں پر راج کرنے کے لئے تخلیق کی جاتی ہیں۔"

"جھوٹ۔" لوسی نے تشنہ لہجے میں کہا۔ "اگر یہ بات سچ ہوتی تو تم مجھ سے اتنی دور دور کبھی نہ رہتے۔"

"مجھے ڈر لگتا تھا لوسی کہ کہیں میری گستاخیاں تمہیں ناراض نہ کر دیں۔"

"اب تو ہم دوست بن چکے ہیں اجیت، پھر اب کس بات سے ڈر رہے ہو۔" لوسی نے میری جانب خمار آلود نظروں سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے، اس کے لہجے کی لکپاہٹ اس کے جذبات کی تشنگی کی ترجمان تھی۔ مجھے بھی اپنے حلق میں کانٹے چبھتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے بھی بہت دنوں سے پیاسا تھا لہٰذا میں نے بخل سے کام نہیں لیا۔ لوسی کے حسین وجود کو باہوں میں سمیٹ کر بستر پر آگیا۔ لوسی کی وفاداریاں خریدنے کے لئے دوستی کے صداقت نامے پر مہر ثبت کرنا ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے بیڈ سوئچ کو دبا کر کمرے میں اندھیرا کیا پھر لوسی اور میری سانسوں کی ہلچل آوازیں کمرے کے سکوت کو زندگی بخشنے لگیں میں جوانی کے نشے سے سرشار ہو کر لوسی کے حسین وجود کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے ایک بار پھر مادام کی شاندار قیام گاہ پر طلب کیا گیا تھا۔ لوسی کی زبانی مجھے اس بات کا علم بھی ہو چکا تھا کہ ہنری ماتھر لندن آچکا ہے اس کے علاوہ ڈاکٹر گھوش کو بھی کسی کام کے سلسلے میں طلب کیا گیا تھا۔ میں لوسی کے ہمراہ وقت مقررہ پر مادام کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اپنی طلبی کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن میں نے ذاتی طور پر طے کر لیا تھا کہ اس ملاقات کے دوران میں اپنے دل میں ہوشنگ کی ترش روئی کا خیال بار بار لاؤں گا۔ ڈاکٹر گھوش کے علاوہ رابرٹ کی روح نے بھی مجھے یہی بتایا تھا کہ ہنری ماتھر دل کا حال جان لیتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہنری کو میرے دل کا حال معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ ڈاکٹر گھوش نے تنظیم میں میری شمولیت کے بعد مجھے یہ بات باور کرانے کی بھرپور کوشش کی تھی کہ میں ہوشنگ کے سلسلے میں بطورِ خاص ہمیشہ محتاط رہوں اس لئے کہ وہ نہ صرف بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا بلکہ اسے مادام کی نظروں میں بھی ایک اہم مقام حاصل تھا۔ ہیروں کی وصولیابی کے بعد ہنری ماتھر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر میں تنظیم کے لئے اسی طرح اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہا تو وہ مجھے اپنے علوم سے بھی واقف کرا دے گا۔ گفتگو کے دوران میں ہنری ماتھر نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں اس کی اور اپنی گفتگو کا تذکرہ کسی اور

سے نہ کروں۔ اس وقت میں اس جملے کی گہرائی کو نہیں پا سکا تھا مگر اب میں نے یہی نظریہ قائم کیا تھا کہ ہنری ماتھر بھی ہوشنگ کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ یہ محض میرا اندازہ تھا۔ میرے خیال کی بنیادیں ٹھوس نہیں تھیں۔ تاہم میں نے ہنری کے ذہن کو ٹٹولنے کا ارادہ کیا تھا۔

میرا خیال تھا مادام مجھ سے ہنری ماتھر کے ہمراہ ملاقات کرے گی لیکن جب میں لوسی کے ہمراہ کانفرنس روم میں داخل ہوا تو وہاں مادام اور ہنری ماتھر کے علاوہ ڈاکٹر گھوش اور ہوشنگ بھی موجود تھا۔ میں نے جُھک کر مادام کو سلام کیا پھر اس کے اشارے پر میں اس کے سامنے میز کی دوسری جانب بیٹھ گیا۔ لوسی میرے برابر بیٹھ گئی۔ ہنری ماتھر مادام کے سیدھے ہاتھ پر اور ہوشنگ اُلٹے ہاتھ والی کُرسی پر بیٹھا تھا جبکہ ڈاکٹر گھوش درمیان کی علیحدہ کُرسی پر بیٹھا تھا۔ غالباً اس میٹنگ میں ڈاکٹر گھوش کی حیثیت چیئرمین کی تھی۔ میں اس بات کو محسوس کر رہا تھا کہ مادام کے علاوہ باقی تمام افراد کی نگاہیں بھی میرے چہرے پر جمی ہوئی ہیں۔ میں نے خاص طور پر ہوشنگ کی جانب نظر اُٹھائی۔ وہ بھی مجھے گھور رہا تھا لیکن اس وقت مجھے اس کی نگاہوں میں اپنے لئے نفرت یا حقارت کا کوئی تاثر نظر نہ آسکا۔ شاید وہ دوسروں کی موجودگی میں محتاط رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مسٹر اجیت" اچانک چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مادام کی ٹھوس آواز اُبھری "ہم نے اس وقت تم کو ایک خاص مقصد کے لئے طلب کیا ہے۔"

"میں ہمہ تن گوش ہوں مادام" میں نے باادب جواب دیا۔

"تمہیں ہماری تنظیم میں شامل ہوئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے لیکن اس کے باوجود تم نے اپنی بہترین صلاحیتوں اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمیں اپنے قابلِ اعتماد دوستوں سے تمہاری کارکردگی کی اطلاع مل چکی ہے۔ خاص طور پر میرے رفیق ہنری ماتھر نے تمہاری صلاحیتوں کو سراہا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں نہ صرف تنظیم کے خصوصی انعام سے نوازا جائے بلکہ تنظیم میں تمہاری حیثیت کا تعین بھی کیا جائے۔"

"اجازت ہو تو مادام میں بھی اس سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"ہماری جانب سے تمہیں پوری پوری اجازت ہے"

"مادام" میں نے بدستور مادام کے احترام میں نظریں جھکاتے ہوئے کہا "ماسٹر ہنری کی رفاقت نے اگر میری رہبری نہ کی ہوتی تو شاید آج مجھے کسی انعام کا مستحق نہ سمجھا جاتا لہٰذا میں کُھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اب تک میں نے تنظیم کی جو خدمت کی ہے وہ ماسٹر ہنری کی رہبری کی مرہونِ منت ہے۔ اس کے بعد میں درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے تنظیم کے لئے ایک ادنیٰ فرد کی حیثیت سے مزید خدمت کا موقع دیا جائے۔ مجھے کسی نمایاں مقام یا حیثیت کی چنداں ضرورت نہیں۔ رہا انعام کا مسئلہ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ بھی مل چکا ہے۔ ماسٹر ہنری نے مجھے کربناک اذیتوں سے نجات دلا کر ایک نئی زندگی بخشی ہے۔ میں اس زندگی کو اپنے لئے کسی گرانقدر انعام سے کم نہیں سمجھتا۔"

"ہم تمہارے خیالات سُن کر خوش ہوئے مسٹر اجیت۔ بلاشبہ ماسٹر ہنری کی صلاحیتیں ہمارے لئے باعثِ فخر اور قابلِ احترام ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں انعام دیا جائے گا اور یہ انعام تمہیں ڈاکٹر گھوش کی جانب سے ملے گا۔"

مادام نے اپنا جملہ مکمل کر کے ڈاکٹر گھوش کی جانب دیکھا۔ ڈاکٹر گھوش نے احترام کے طور پر اپنے سر کو خفیف سا خم دیا پھر اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک ڈبّے کو کھولا اور اس میں سے ایک چھوٹا ریوالور نکال کر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اجیت، میں تنظیم کی جانب سے تمہیں یہ تحفہ دیتے ہوئے بے حد خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ تم پہلے فرد ہو جسے مادام کے حکم پر یہ انعام دیا گیا ہے۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ تم آئندہ بھی اپنی کارکردگی کے سلسلے میں مزید انعامات حاصل کرتے رہو گے۔" ڈاکٹر ایک لمحے کو سانس لینے کے لئے رُکا پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا "اس ریوالور کی کارکردگی کا مظاہرہ تم میرے ہی ہاتھوں دیکھ چکے ہو لیکن اس کے باوجود میں تمہیں اس کی خصوصیت بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس میں گولیوں کے بجائے سوئیوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسی مہلک اور زہریلی سوئیاں جو کسی جاندار شے کے جسم میں داخل ہوتے ہی لمحوں میں اس کے وجود کو دھواں بنا کر فضا میں تحلیل کر دیتی ہیں اور اس کا کوئی سُراغ نہیں ملتا۔ ایک وقت میں اس ریوالور کے اندر چالیس سوئیاں سما سکتی ہیں۔ میں تمہیں یہ انعام کو دینے کے ساتھ ساتھ یہ تاکید کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم اس کا استعمال صرف ایسے ہی موقعوں پر کرو گے جب تمہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی اور حربہ استعمال کرنے کا موقع نہ مل سکے۔"

"میں تنظیم کے اس انعام کو اپنی زندگی کا سب سے قیمتی انعام سمجھ کر قبول کرتا ہوں" میں نے اُٹھ کر ریوالور لیتے ہوئے کہا پھر اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گیا۔

"اب ہم چاہتے ہیں کہ تنظیم میں تمہاری حیثیت کا تعین بھی کر دیا جائے" مادام نے کہا "ماسٹر ہنری نے سفارش کی ہے تمہیں تنظیم کے چار بڑوں کے بعد کسی اعلیٰ مقام پر فائز کیا جائے۔ تم ہمارے

بڑوں، ماسٹر ہنری، ڈاکٹر گھوش اور مسٹر ہوشنگ سے مل چکے ہو چوتھی شخصیت اس وقت ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہیں چوتھی شخصیت سے بھی ملایا جائے لیکن فی الحال یہ ملاقات ممکن نہیں ہے۔"

"مادام کا حکم اور خواہش میرے لئے قابلِ احترام ہے لیکن میں ایک بار پھر درخواست کروں گا کہ فی الحال مجھے اپنی ذاتی حیثیت میں تنظیم کی خدمت کا موقع دیا جائے تو مناسب ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ مادام میری اس ادنیٰ درخواست کو رَد نہیں کریں گی" میں نے ادب سے کہا۔

"مسٹر اجیت" اس بار مادام کے بجائے ہوشنگ نے مجھے مخاطب کیا "کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ تنظیم سے وفاداری کا عہد کر لینے کے باوجود تم کسی خاص حیثیت کو قبول کرنے سے کیوں گریزاں ہو؟"

"مادام" میں نے پہلی بار نظر اٹھا کر مادام کو گھورتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا "کیا یہ ضروری ہے کہ تنظیم کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے کسی خاص مقام کو حاصل کیا جائے؟ کیا میں اپنی ادنیٰ حیثیت میں ایفائے عہد کا فرض پورا نہیں کر سکتا؟"

"ہم اس کا فیصلہ ماسٹر ہنری پر چھوڑتے ہیں" مادام نے بڑی دانشمندی سے بات نبھانے کی خاطر ہنری ماتھر کی جانب دیکھا جو ابھی تک مُہر بہ لب تھا اور بظاہر اس کانفرنس سے قطع تعلق نظر آرہا تھا لیکن مادام کے جملے پر اس طرح چونکا جیسے خواب بیداری کی کیفیت سے ہوش میں آیا ہو پھر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھوس آواز میں کہا۔

"ہم تمہاری درخواست قبول کرنے کو تیار ہیں لیکن یہ بھی باور کرانا چاہتے ہیں ایک ادنیٰ حیثیت سے تنظیم کی خدمت کرتے وقت تمہیں باحیثیت افراد کے ہر حکم کی تعمیل کرنی پڑے گی اور ان کے اشاروں پر عمل کرنا ہوگا" ہنری ماتھر کا لہجہ معنی خیز تھا۔ اس نے یقیناً میرے دل کا راز پڑھ لیا تھا۔ اسے اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ میرا دل ہوشنگ کی طرف سے صاف نہیں ہے۔ مجھے اسی موقع کی تلاش تھی لہٰذا میں نے محتاط انداز میں کہا۔

"ماسٹر ہنری، تنظیم کی وفاداری کی خاطر میں نے اپنی جان کی بازی لگانے کا عہد کیا ہے اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تنظیم کے ہر بڑے کی تعظیم اپنے اوپر لازم سمجھوں گا اور اعلیٰ حیثیت رکھنے والوں کا ہر حکم میرے لئے قابلِ قبول ہوگا لیکن صرف اسی صورت میں کہ وہ حکم تنظیم کی بہتری اور بقا کے لئے ہو۔"

"ہم تمہارے جذبے کی قدر کرتے ہیں مسٹر اجیت" ہوشنگ درمیان میں بول پڑا "لیکن تمہیں اس بات کا اندازہ کس طرح ہو سکے گا کہ جو حکم دیا جا رہا ہے وہ تنظیم کی بہتری کے لئے ہے یا نقصان کے لئے؟"

"اس کا اندازہ قبل از وقت مشکل ہے مسٹر ہوشنگ" میں نے جواب دیا "کسی حادثے کے دوران موقع کی نزاکت کو محسوس کرنے کے بعد ہی بُرے یا بھلے کی تمیز ممکن ہے۔ ذہانت اور عقل کے بروقت استعمال کے لئے محض عہدوں کی کسوٹی کافی نہیں ہوتی۔ میں اگر مادام کے حکم پر کوئی بہتر مقام حاصل کر لوں تو میری ذہنیت اس سے ضرور اثر انداز ہو سکتی ہے لیکن ذہن وہی رہے گا جو قدرت کا عطیہ ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر اجیت" ہنری ماتھر نے سپاٹ آواز میں کہا "ہم فی الحال تمہاری درخواست قبول کر رہے ہیں لیکن اس شرط پر کہ تمہیں حسبِ مراتب کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"ماسٹر ہنری کا ہر حکم میرے لئے قابلِ قبول ہے" میں نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم اب جا سکتے ہو مسٹر اجیت" مادام نے کہا "ہم تمہیں تمہاری کارکردگی اور تنظیم کے جانب سے ملنے والے انعام پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں بہت جلد کوئی اہم ذمّے داری بھی سونپ دیں۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا مادام" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا پھر باری باری احترامات کی جانب دیکھ کر تھوڑا سا جھکا اور ریوالور کا ڈبّہ اُٹھا کر لوسی کے ساتھ کانفرنس روم کے باہر آگیا۔ لوسی میری باتوں سے شاید زیادہ خوش نظر نہیں آرہی تھی۔ وہاں تو اس نے کچھ نہ کہا لیکن جب ہم کار میں بیٹھے تو وہ بولی۔

"تمہیں تنظیم کی سربراہ اور تینوں بڑوں کی موجودگی میں اتنی صاف گوئی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کچھ لوگوں کو تمہاری باتیں بُری بھی محسوس ہوئی ہوں گی۔"

"تمہارا اشارہ غالباً ہوشنگ کی طرف ہے۔ کیوں؟"

"ہاں" لوسی نے اُلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا "کسی زہریلے ناگ کا سر کُچلنا اور بات ہے لیکن اسے زخمی کر کے چھوڑ دینا دانشمندی نہیں ہے۔"

"تمہارا خیال اپنی جگہ دُرست ہے لوسی ڈارلنگ لیکن جو لوگ زہریلے ناگ پالنے کے عادی ہوتے ہیں وہ ان کا زہر نکالنا بھی جانتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

وہ میرے اس تلخ جواب پر کچھ نہ بولی اور خاموشی سے ڈرائیونگ کرتی رہی۔

اس رات میں اپنے کمرے میں لیٹا ہوشنگ کے مسئلے پر غور کر رہا تھا کہ ہنری ماتھر آگیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی مسلط تھی اور آنکھوں کا سحر بلوری طرح نمایاں تھا۔ لوسی اس کی آمد پر بدحواس ہو گئی۔

"تم اپنے کمرے میں جاؤ" ہنری ماتھر نے لوسی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس وقت اجیت سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں"۔

"ماسٹر ہنری! کیا آپ کافی پینا پسند کریں گے؟" لوسی نے بدستور گھبرائے ہوئے انداز میں دریافت کیا۔

"نہیں، میرے پاس وقت کم ہے، تم جاکر آرام کرو"۔

لوسی احترام سے جھکی پھر اُلٹے قدموں اپنی خواب گاہ میں جاکر اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ میں بدستور اپنی جگہ کھڑا ہنری ماتھر کی آمد کا مقصد سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مسٹر اجیت" ہنری ماتھر نے کچھ توقف کے بعد ایک کُرسی پر بیٹھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم نے لندن میں آتے ہی اپنی کارکردگی کا جو مظاہرہ کیا ہے مجھے اس کی اطلاعات مل چکی ہیں۔ مادام کا خیال ہے کہ تم غیر معمولی ذہانت اور صلاحیتوں کے مالک ہو"۔

"یہ سب آپ ہی کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے ماسٹر" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "اگر آپ نے مجھے پولیس کی حراست سے نکال کر آزادی نہ بخشی ہوتی تو مجھے آج اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے مظاہرے کا موقع کبھی نہ ملتا"۔

"اپنے ماضی کو بھول جاؤ مسٹر اجیت" ہنری ماتھر میری آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔ "صرف حال اور مستقبل پر نگاہ رکھو، حال ... جو تمہارے لئے کٹھن اور دشوار ہے اور مستقبل۔ جسے تم اپنے حال کی دشواریوں پر عبور حاصل کرکے تابناک بنا سکتے ہو"۔

"دشواریاں مَردوں کی تفریح ہوتی ہیں ماسٹر" میں نے قدرے دلیری سے جواب دیا۔

"جان بوجھ کر کنوئیں میں چھلانگ لگانا میرے نزدیک حماقت اور پاگل پن ہے" ہنری ماتھر نے خشک آواز میں کہا۔ پھر گھورتا ہوا بولا۔ "میں دلوں کا راز پڑھنے کی طاقت بھی رکھتا ہوں۔ مادام کی موجودگی میں تمہارے دل میں کیا تھا میں اُسے بھی پڑھ چکا ہوں"۔

"ماسٹر" میں نے وقت اور موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے کہا۔ "میں اقرار کرتا ہوں کہ مادام کی موجودگی میں میرے دل میں مسٹر ہوشنگ کے بارے میں خیال آرہا تھا"۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کی" ہنری ماتھر نے اس بار نرم آواز میں کہا۔ "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ہوشنگ سے کیوں خفا ہو، ذاتی طور پر میں بھی ہوشنگ کو پسند نہیں کرتا"۔ ہنری ماتھر نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میرے سامنے اس کی حیثیت زمین پر رینگتے ہوئے کسی حقیر اور کمزور کیڑے سے زیادہ نہیں ہے۔ میں جب چاہوں اسے اپنے پیروں تلے روند کر مسل سکتا ہوں لیکن میں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا، اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ ہوشنگ نے براہِ راست مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کی اور دوسرے یہ کہ میں تنظیم کے کسی بڑے کو اپنی پُراسرار قوتوں سے نقصان نہ پہنچانے کا عہد کرچکا ہوں لیکن تمہاری بات اور ہے تم سے ابھی تک ایسا کوئی عہد نہیں کیا"۔

"میں سمجھ رہا ہوں ماسٹر" میں نے فوری طور پر بڑی سعادت مندی سے جواب دیا۔ "آپ کے احکام کی تعمیل میں، میں اپنی جان کی بازی لگانے سے کبھی دریغ نہیں کروں گا"۔

"فی الحال تمہیں میرے اشارے پر ایک خوبصورت اور نوجوان بیوہ کو ٹھکانے لگانا ہے"۔ اس بار ہنری ماتھر نے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "اس کا نام مس مورگن ہے گیارہویں شاہراہ پر مورگن پیلس اسی کی ملکیت ہے"۔

"آپ مطمئن رہیں ماسٹر، مس مورگن کی موت بڑی عبرتناک ہوگی"۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں اس بیوہ کو کیوں قتل کرانا چاہتا ہوں؟"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی اس لئے کہ یہ آپ کا حکم ہے"۔

"گڈ" ہنری ماتھر نے مجھے تعریفی نگاہوں سے دیکھا پھر بولا۔ "مس مورگن دراصل ہوشنگ کی داشتہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے شوہر کی موت میں ہوشنگ کا ہاتھ بھی ہوگا۔ خوبصورت اور جوان عورت کی خاطر وہ اپنے باپ کے سینے میں بھی خنجر گھونپ سکتا ہے۔ حسین عورتیں اس کی کمزوری ہیں۔ مس مورگن کی موت ہوشنگ کو دیوانہ کردے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دیوانگی کے عالم میں حماقتیں شروع کردے اور مادام تک اس کی حماقتوں کی اطلاع پہنچتی رہے"۔

"ایسا ہی ہوگا، سر" میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

"ایک بات اور ذہن نشین کرلو" ہنری ماتھر نے کُرسی سے اُٹھتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ "مادام کے احترام میں کبھی کوئی فرق نہ آنے پائے"۔

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا وہ تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا فلیٹ سے باہر نکل گیا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا پھر پلٹا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ جس کُرسی سے ہنری ابھی اُٹھ کر گیا تھا اسی کُرسی پر رابرٹ جم اپنی مادّی صورت میں بیٹھا مجھے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔!!

رابرٹ جم میرے سامنے اسی کُرسی پر بیٹھا مجھے تیز نظروں سے گھور رہا تھا، جس پر چند لمحے پہلے ہنری ماتھر موجود تھا۔ میں ایک ثانیئے کے لئے ٹھٹھکا...

پھر قدم بڑھاتا ہوا اپنے دوست رابرٹ کے قریب آگیا جس کی روح اور لامحدود قوتوں نے مجھے جینے کا سہارا دیا تھا۔ دوسرے کمرے میں لوسی موجود تھی۔ ہنری ماتھر نے اپنی موجودگی میں اسے دوسرے کمرے میں بھیج دیا تھا لیکن اب وہ کسی لمحے بھی واپس میرے کمرے میں آسکتی تھی۔ اسے یقیناً ان باتوں ... کا تجسس پریشان کر رہا ہوگا، جو میرے اور ہنری ماتھر کے درمیان ہوئی تھیں۔ دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آوازوں نے اسے ہنری ماتھر کی واپسی کا احساس دلا دیا ہوگا، ایسی صورت میں میرا رابرٹ جم کے ساتھ بلند آواز میں گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا لہٰذا میں نے دبی زبان میں رابرٹ کو خوش آمدید کہنے کے بعد موقع کی نزاکت سے آگاہ کیا تو اس نے میری بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں مُبارکباد دیتا ہوں، میرے دوست کہ آج ہنری ماتھر خود چل کر تمہارے پاس آیا ہے لیکن تمہیں اس سلسلے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ہنری کے دل میں کیا ہے، یہ میرے سوا کوئی اور نہیں جانتا"۔

"تمہاری بات سُننے کے بعد میں حالات کا اندازہ لگا رہا ہوں" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ ہنری ایک تیر سے دو شکار کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہو؟ مس مورگن کے قتل کے الزام میں ایک طرف مجھے ملوث کرنا چاہتا ہو اور دوسری جانب ہوشنگ کو مادام کی نگاہوں میں گرانا چاہتا ہو؟"

"تم... تم نے بڑی ذہانت سے حالات کا تجزیہ کیا ہے، میرے دوست؟" رابرٹ نے مجھے تعریفی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہنری ماتھر یہی چاہتا ہے لیکن تم مطمئن رہو۔ میرے ہوتے ہوئے وہ اپنی سازشوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ میں ایسے حالات پیدا کردوں گا کہ اسے تمہاری برتری اور صلاحیتوں کا اعتراف کرنا پڑے گا"۔

"پھر... تم نے میرے بارے میں کیا سوچا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔ "کیا مجھے مس مورگن کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہیے؟"

"نہیں..." رابرٹ بولا۔ "تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، البتہ احتیاط ضروری ہے۔ ہنری کا یہ خیال درست ہے کہ مس مورگن کی موت ہوشنگ کی کھوپڑی اُڑا دینے کے لئے ایک زبردست دھچکا ثابت ہوگی۔ وہ یقیناً جلدبازی میں حماقتوں کا مرتکب ہوگا اور اس طرح مادام کی نظروں میں اس کی اہمیت کچھ کم بھی جائے گی لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس حسین بیوہ کو اس طرح ٹھکانے لگاؤ کہ خود ہنری بھی انگشت بدنداں رہ جائے"۔

"میں سمجھا نہیں" میں نے رابرٹ کو وضاحت طلب نظروں سے...

گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ہنری نے تمہیں ایک بے حد دشوار کام سونپا ہے، میرے دوست! ہوشنگ جب تک لندن میں رہتا ہے اس کی بیشتر راتیں مس مورگن کے پہلو میں گزرتی ہیں اور ایسی صورت میں تمہارا بہت جلد کامیاب ہوجانا ہنری کو تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردے گا۔ تم غالباً میرا مطلب سمجھ رہے ہوگے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جتنی جلدی ممکن ہو اس حسین بیوہ کو ٹھکانے لگا دو۔ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں کسی خوف اور خطرے کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔"

"مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے میرے عزیز دوست، میں تمہارے مشورے کے مطابق مس مورگن کو بہت جلد ٹھکانے لگانے کی کوشش کروں گا۔"

"مادام کے سلسلے میں تمہارا طرزِ عمل بہت سست ہے، میرے دوست!" اچانک رابرٹ نے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی جتنی جلد ممکن ہو تسخیر کرنے کی کوشش کرو۔۔۔ کیا اس کے حسن نے تمہیں متاثر نہیں کیا؟"

"مادام یقیناً بے حد حسین اور گداز جسم کی مالک ہے لیکن کیا ہنری ماتھر کی موجودگی میں میرا اس کے قریب جانا مناسب ہوگا؟"

"تمہاری باتوں سے کبھی کبھی بزدلی کی بُو آنے لگتی ہے۔" رابرٹ یکلخت برہم ہوگیا۔ "کیا تمہیں میری پُراسرار قوتوں پر اعتماد نہیں ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے، میرے دوست لیکن۔۔۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے ہنری ماتھر کے بارے میں کیا کہا تھا۔" رابرٹ نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس کی حیثیت میرے سامنے حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں۔ میں جب چاہوں، اسے پیروں تلے کچل سکتا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ پہلے تم اسے شیشے میں اتار کر وہ علوم سیکھ لو جس نے اُسے دوسرے کے لئے ناقابلِ تسخیر بنا دیا ہے۔"

"رابرٹ، میرے دوست! میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے لیکن جلد بازی کا مظاہرہ نامناسب ہوگا۔" میں نے رابرٹ کو رام کرنے کی خاطر کہا۔ "مادام کے جسمانی نشیب و فراز میرے آہنی بازوؤں کے حصار سے زیادہ دنوں تک محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔"

"لوسی تمہارے لئے بہترین دوست ثابت ہو رہی ہے، اسے بھی اپنے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔"

"میں جانتا ہوں کہ لوسی میرے لئے کس حد تک کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔۔ پھر کچھ یاد کرتے ہوئے رابرٹ سے پوچھا۔ "مادام نے مجھے انعام دیتے وقت چار بزدلوں کا تذکرہ کیا تھا، کیا تم بتا سکتے ہو کہ چوتھا کون ہے؟"

"مجھے معلوم تھا کہ تم یہ سوال ضرور کرو گے لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا قبل از وقت جاننا مناسب نہیں ہوتا۔" رابرٹ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں اس کے لئے وقت کا انتظار کرنا چاہیے، تنظیم کا چوتھا بزدل بھی تمہاری نگاہوں میں آجائے گا۔"

۔۔۔ پھر اس سے پیشتر کہ میں اس ضمن میں مزید کوئی سوال کرتا لوسی میرے کمرے میں آگئی۔ رابرٹ بدستور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوسی کو نظر نہیں آسکتا اس لئے میں نے اپنی توجہ لوسی کی جانب مبذول کر دی جو کمرے کو خالی پاکر تیر کی طرح میری طرف بڑھ رہی تھی۔ "ماسٹر ہنری کو گئے کتنی دیر ہوئی؟" اس نے میرے قریب آتے ہوئے دریافت کیا۔

"بمشکل پانچ منٹ بھی نہیں گزرے۔" میں نے اپنے چہرے پر اُلجھن کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کوئی خاص بات تھی؟" لوسی نے میرے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔" میں نے ایک بار پھر اُلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "ماسٹر ہنری نے مجھے ایک نئے امتحان میں ڈال دیا ہے۔"

"کیا تم لوسی کو وہ بات بتانا پسند کرو گے؟" لوسی نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "ہوسکتا ہے کہ میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔"

"تم لوسی کو اس سلسلے میں اپنا رازدار بنا سکتے ہو میرے دوست! یہ تمہیں کسی قیمت پر دھوکہ نہیں دے سکتی۔" اس بار رابرٹ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا تو میری مشکل آسان ہوگئی۔ میں نے رابرٹ کی بات ضرور سُن لی تھی لیکن لوسی کی موجودگی میں اس کی جانب متوجہ ہونے کی حماقت نہیں کی تھی۔

"ماسٹر نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ میں اس کی باتوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھوں لیکن میں تمہیں اپنی ذات سے الگ نہیں سمجھتا۔" میں نے لوسی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر ہنری کے حکم کے مطابق مجھے ایک عورت کو قتل کرنا ہے۔"

"کس عورت کو۔۔۔؟" لوسی نے حیرت سے دریافت کیا۔ صرف عورت کے حوالے پر یقیناً اس کے ذہن میں بہت ساری عورتوں کے نام اُبھر کر گڈمڈ ہونے شروع ہوگئے ہوں گے۔

"مس مورگن۔۔۔!" میں نے آہستہ سے کہا تھا لیکن لوسی اس طرح اُچھل پڑی تھی جیسے اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔

"تم نے ماسٹر کو کیا جواب دیا؟" لوسی نے پریشانی سے پوچھا۔

"میں نے ماسٹر سے وعدہ کرلیا ہے۔ قتل و غارت گری میری زندگی کی بہترین تفریح ہے۔۔۔ لیکن تم کیوں پریشان نظر آرہی ہو؟"

"ماسٹر نے تمہیں مس مورگن کے بارے میں کیا کچھ بتایا ہے؟" لوسی نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"ایک مالدار حسین بیوہ ہے گیار ہوسن شاہراہ پر مورگن پیلس اس کی ملکیت ہے۔"

"اچھا۔۔۔" اچانک لوسی نے کہا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ ماسٹر ہنری مس مورگن کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"ممکن ہے۔" میں نے لُوسی کو بھرپور نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "زر اور زن کے حصول کی خاطر انسان سب کچھ کر سکتا ہے۔"

"لیکن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ماسٹر ہنری کو ان دونوں چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"پھر...؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی پرانی عداوت؟"

"نہیں..." لُوسی اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "جو شخص ہزاروں میل دُور بیٹھ کر اپنے کسی دُشمن کو عبرت ناک حالات سے دوچار کر کے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کر سکتا ہے، وہ لندن میں موجود ہوتے ہوئے مس مورگن کو قتل کرانے کے لئے کسی اور کی خدمات کیوں حاصل کرے گا؟"

"اوہ...؟" میں نے بھرپور اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ مس مورگن کے قتل کے ذریعے مجھے کسی سازش کا شکار کیا جا رہا ہے؟"

"نہیں... ماسٹر ہنری کی ذات سے تمہیں اتنی چھچھوری حرکت کی توقع بھی نہیں کرنی چاہیے۔" لُوسی نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"لُوسی، ڈارلنگ!" میں نے اس بار رابرٹ کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے لُوسی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پہلو میں کھینچ لیا اور کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مس مورگن کے تذکرے نے تمہیں کچھ زیادہ ہی پریشان کر دیا ہے۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"تم نہیں سمجھتے اجیت! مس مورگن کی موت تمہارے لئے کچھ دُشواریاں بھی پیدا کر سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ماسٹر نے تمہیں ہوشنگ کے ساتھ اُلجھانے کی کوشش کی ہے۔"

"ہوشنگ کے ساتھ اُلجھانے کی کوشش کی ہے؟" میں نے بظاہر حیرت سے دریافت کیا۔ "بھلا ہوشنگ کا اس معاملے سے کیا سروکار؟"

"مس مورگن، ہوشنگ کی محبوبہ ہے۔" لُوسی نے اس بار کھل کر کہا۔ "ہوشنگ اُسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ آجکل اس کا قیام بھی مورگن پیلس میں ہے اور ایسی صورت میں تمہارا وہاں جانا اور مس مورگن کو قتل کرنا...!"

"ماسٹر ہنری یقیناً عظیم اور لامحدود قوتوں کا مالک ہے۔" میں نے لُوسی کی بات کاٹتے ہوئے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "اگر مس مورگن ہوشنگ کی محبوبہ ہے تو میں اسے بڑی اذیت ناک موت ماروں گا۔ ماسٹر نے مجھے ایک سُنہری موقع عنایت کیا ہے، لُوسی ڈارلنگ! مس مورگن کا قتل ایک خوبصورت انتقام بھی ہوگا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ ہوشنگ نے ایک بار اپنے آدمیوں کی موجودگی میں مجھ سے کس بیہودہ لہجے میں گفتگو کی تھی۔"

"مجھے یاد ہے لیکن..."

"تم اگر گھبرا رہی ہو تو ان باتوں کو اپنے ذہن سے نکال پھینکو۔" میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں تنہا حالات سے نمٹ لوں گا۔"

"اجیت... مجھے غلط مت سمجھو۔ تم میرے محسن ہو اس لئے میں نے تمہیں حالات سے آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھا تھا ورنہ لُوسی بھی موت سے نہیں ڈرتی۔ تمہاری خاطر اگر میری جان بھی کام آئی تو میں کبھی دریغ نہیں کروں گی۔" لُوسی نے جذباتی انداز میں کہا... پھر بے اختیار بڑھ کر میری آغوش میں آ گئی۔ میں نے پلٹ کر رابرٹ کی جانب دیکھا لیکن وہ کرسی جس پر کچھ دیر پہلے رابرٹ موجود تھا... خالی پڑی تھی۔

ہنری ماتھر اور رابرٹ، ہم دونوں کی شخصیتوں کا احترام مجھ پر لازم تھا۔ وقت نے حالات کے ہاتھوں مجھے کھلونا بنا دیا تھا۔ میرے ماضی کے زخم ابھی پوری طرح مندمل نہیں ہوئے تھے۔ پجاری لچھمن داس کی زیادتی اور شریتا کی بدلی ہوئی نگاہوں نے میرے دل پر جو زخم لگائے تھے ان کی ٹیس ابھی باقی تھی۔ میں نے طے کر رکھا تھا کہ اپنے دُشمنوں سے کسی مناسب موقع پر بھرپور انتقام لوں گا لیکن اس سے پیشتر ہنری ماتھر اور رابرٹ کی خواہشات پر عمل کرنا ضروری تھا۔

میں جانتا تھا کہ ہوشنگ کو چھیڑنا میرے لئے خطرناک ہوگا لیکن رابرٹ کی روح اور اس کی پُراسرار قوتیں میرے ساتھ تھیں اس کے علاوہ میری کھوئی ہوئی طاقتیں بھی مجھے واپس مل چکی تھیں۔ ایسی صورت میں ضروری تھا کہ میں جلد از جلد حالات سے نمٹنے کی کوشش کروں۔ رابرٹ نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔ مجھے اس کی دوستی پر مکمل اعتماد تھا لیکن ہنری ماتھر کی شخصیت ابھی تک مشکوک تھی۔ رابرٹ کے بیان کے مطابق وہ مس مورگن کو میرے ہاتھوں قتل کرا کے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا تھا۔ محبت اور جنگ میں ہر حربہ جائز ہوتا ہے۔ مجھے ہنری ماتھر کی سازش پر کوئی تعجب نہیں ہوا تھا البتہ ایک بات میرے ذہن کو ضرور اُلجھا رہی تھی کہ وہ ایسا کون سا راز تھا جس کی وجہ سے، ہنری ماتھر جیسا شخص بھی مادام کے سامنے کئے ہوئے عہد کو نبھانے پر مجبور رہے! وہ اگر چاہتا تو ہوشنگ کو اپنی لامحدود پُراسرار قوتوں کے ذریعے بھی ختم کر کے اپنا راستہ صاف کر سکتا تھا اور مادام کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

میں نے حالات پر جتنا غور کیا گتھی اتنی ہی اُلجھتی گئی۔ پھر میں نے ان باتوں کو ذہن سے جھٹک کر خود کو وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے پر مجبور کر لیا۔ رابرٹ کی یقین دہانی کے بعد یوں بھی مجھے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں تھی... چنانچہ میں نے دوسرے ہی روز لُوسی کو ساتھ لیا اور لندن کی پُررونق سڑکوں پر چکر لگاتے ہوئے، گیارہویں شاہراہ پر واقع مورگن پیلس کو بھی دیکھ لیا، جہاں میرا شکار قیام پذیر تھا۔ لُوسی نے ایک دوبار مجھے اس واردات سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن پھر اس نے بھی حالات کے پیشِ نظر خود کو میرا ہم خیال بنا لیا اور میرے ساتھ بھرپور تعاون کے لئے آمادہ ہو گئی... چنانچہ تیسری رات طے شدہ پروگرام کے تحت

میں نے ایک بار پھر مس مورگن کو فون کیا۔ اس سے پیشتر میں اُسے دوبار فون کر چکا تھا لیکن دوسری جانب سے ہوشنگ کی آواز اُبھرتے ہی مجھے مجبوراً رابطہ ختم کر دینا پڑا تھا۔ لُوسی نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں مس مورگن کو کسی ایسی رات ٹھکانے لگاؤں، جب ہوشنگ مورگن پیلس میں موجود نہ ہو۔ تیسری رات جب فون پر دوسری جانب سے کسی عورت کی آواز سُنائی دی تو میں نے رابطہ منقطع نہیں کیا بلکہ آواز بدل کر پوچھا۔ "کیا ماسٹر ہوشنگ تشریف رکھتے ہیں؟"

"نہیں... تم کون ہو؟" ریسیور پر مس مورگن کی سپاٹ آواز اُبھری۔

"ماسٹر ہوشنگ کا ایک خادم۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے ماسٹر کو ایک اہم اطلاع دینی ہے۔"

"پیغام نوٹ کرا دو۔ ہوشنگ واپس آئے گا تو تمہارا پیغام اسے دے دیا جائے گا۔"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ ماسٹر کی واپسی کب تک ہوگی؟" میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی، ہوشنگ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"میں دوبارہ فون کر لوں گا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا اور فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں وقت ضائع کئے بغیر لُوسی کے ساتھ گیارہویں شاہراہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ میری قیام گاہ سے گیارہویں شاہراہ کا فاصلہ بمشکل چار میل تھا اس لئے ہمیں وہاں پہنچنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ میری ہدایت پر لُوسی نے گاڑی مورگن پیلس سے ایک فرلانگ پہلے ہی ایک سُنسان جگہ پر روک لی تھی۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر ایک بار پھر لُوسی کو واپسی کی تاکید کی اور خود لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے لُوسی کا مشورہ قبول کر لیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے کر لیا تھا کہ اگر مس مورگن کے قتل کے دوران ہوشنگ وہاں پہنچ گیا تو اسے بھی ٹھکانے لگانے میں پس و پیش نہیں کروں گا۔

مورگن پیلس کے بڑے گیٹ پر موجود چوکیدار نے مجھے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا لیکن ان کی زندگی کے دن پورے ہو گئے تھے۔ جیسے ہی وہ میرا پیغام لے کر روش کی جانب پلٹا، میں نے دبے قدموں آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی اور فوراً ہی اس کے بے جان جسم کو گھسیٹ کر جھاڑیوں کے درمیان چھپا دیا... پھر مجھے عمارت میں داخل ہونے کے لئے کسی دُشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ رات کے ساڑھے دس بجے کا عمل تھا اس لئے غالباً دوسرے مُلازمین اپنے کوارٹروں میں جا چکے تھے۔ صرف ایک بوڑھی مُلازمہ تھی، جس نے دروازہ کھولا تھا اور وہ بدنصیب بھی میرے ہاتھوں ماری گئی۔ حالات کے پیشِ نظر میں ہوشنگ کے لئے کوئی ایسا ثبوت نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو بعد میں میری نشاندہی کر سکتا۔

مُلازمہ کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں مختلف کمروں میں تاک جھانک کرتا رہا اور آخرکار مس مورگن کی خوابگاہ تک پہنچ گیا۔ خلافِ توقع خوابگاہ کا دروازہ بند نہیں تھا۔ مس مورگن ایک آرام کرسی پر نیم دراز کسی انگریزی میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس موجود تھا اور اس کی بھرپور جوانی اور جسمانی خدوخال کا گداز مجھے اس بات کا یقین دلا رہا تھا کہ اس کی بیوگی میں ہوشنگ کی حرامزدگی کو ضرور دخل رہا ہوگا۔ مس مورگن جیسی عورت کے لئے دو چار خون کوئی تعجب کی بات بھی نہیں تھی لیکن اس کی زندگی کی گھڑیاں بھی اب گنی جا چکی تھیں۔ میں ایک لمحے تک دروازے کی آڑ میں کھڑا اسے دیکھتا رہا... پھر دبے قدموں کمرے میں داخل ہو کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین نے میرے قدموں کی آہٹ جذب کر لی تھی۔

میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ میں چاہتا تو پل بھر میں پُشت سے ہاتھ بڑھا کر مس مورگن کی گردن کو اپنے آہنی بازوؤں میں جکڑ کر اسے زندگی کے بوجھ سے نجات دِلا دیتا لیکن معاً میرے ذہن میں ایک اور خیال بڑی تیزی سے اُبھرا۔ ہوشنگ کے ذہن کو شدید جھٹکے دینے کے لئے ضروری تھا کہ مس مورگن کے قتل میں کسی جنونی قاتل اور اذیت پسند جنسی درندے کی کہانی کا رنگ بھر جاتا... چنانچہ میں نے ایک آزمودہ جنتر پڑھ کر پہلے مس مورگن کی زبان بند کی... پھر اس کے سامنے آ گیا۔ ایک اجنبی کو رات گئے اپنی خوابگاہ میں دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ بڑی سُرعت سے رسالہ پھینک کر کھڑی ہوئی۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن آواز اس کے حلق کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔ خوف اور دہشت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں... پھر اس نے بھاگنے کی کوشش میں قدم اُٹھانے کی ہمت کی ہی تھی کہ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے بعد وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی رہی لیکن بے بسی اس کا مقدر بن چکی تھی۔ میں نے اس کے شب خوابی کے لباس کی دھجیاں اُڑا دیں... پھر اس کے خوبصورت جسم پر جا بجا میرے دانتوں کے نشان اُبھرنے لگے۔ اپنے تیز ناخنوں سے میں نے اس کے ریشمیں جسم کو وحشیوں کی طرح کھرچ ڈالا... پھر میرے ہاتھوں کی گرفت اس کی گردن پر مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔ اس کا جسم میرے بوجھ تلے تڑپتا رہا... پھڑپھڑاتا رہا لیکن میں نے اپنی گرفت اس وقت تک ڈھیلی نہیں کی جب تک اس کا جسم سرد نہیں ہو گیا اور حسین آنکھیں حلقوں سے اُبل کر ساکت نہیں ہو گئیں۔

مس مورگن کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد میں نے کمرے کی مختلف چیزوں کو بکھیرنا شروع کیا اور ابتری کی سی کیفیت پیدا کرنے لگا تاکہ ہوشنگ کو اس بات کا یقین آ سکے کہ مس مورگن نے مرنے سے پہلے زندہ رہنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ہاتھوں میں ربر کے باریک دستانوں کی وجہ سے مجھے اس بات کا اندیشہ بھی نہیں تھا کہ انگلیوں کے

نشانات کہیں باقی رہ جائیں گے۔ تقریباً دس پندرہ منٹ تک میں خوابگاہ میں ابتری پھیلاتا رہا... پھر تیزی سے کمرے سے نکلا اور خاموشی سے باہر سڑک پر آ گیا۔ کچھ دُور تک میں پیدل چلتا رہا... پھر ایک ٹیکسی پکڑی اور اپنے فلیٹ پر واپس آ گیا' جہاں لُوسی نہایت بے چینی سے میری راہ دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں اُسے مزے لے لے کر ایک ایک بات تفصیل سے بتاتا رہا اور وہ کچھ ایسے انداز میں میری باتیں سُنتی رہی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی ہو۔ میں خاموش ہوا تو اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اجیت... کیا تمہیں یقین ہے کہ مورگن پیلس میں تم نے کوئی سُراغ نہیں چھوڑا؟"

"قتل و غارت گری کے مُعاملات میں اس قسم کی احتیاط شرط ہوتی ہے' لُوسی ڈارلنگ! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"تم ہوشنگ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ عورتوں اور حسین لڑکیوں کے مُعاملے میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ مس مورگن کو تو وہ اپنی زندگی سمجھتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے مس مورگن کی خاطر لندن کے بھرے بڑے بازار میں ایک ایسے شرابی کو گولی مار دی تھی جس نے مس مورگن کو دیکھ کر ٹھنڈی سانس لینے کی جرأت کی تھی۔" لُوسی نے بدستور سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مس مورگن کی موت اسے سچ مچ دیوانہ بنا دے گی۔ تم نے اس قتل کی واردات کو جو دوسرا رنگ دیا ہے اسے دیکھ کر ممکن ہے کہ وہ اپنا ذہنی توازن ہی کھو بیٹھے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں' لُوسی ڈیئر!" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "ماسٹر ہنری یقیناً حالات سے باخبر ہونے کے بعد میری ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔"

"میں بھی تمہاری ذہانت کی قائل ہوں' اجیت!... لیکن ہوشنگ... وہ کسی زہریلے ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"اور میں زہریلے ناگوں کا سر کُچلنا جانتا ہوں۔" میں نے بڑی لاپرواہی سے کہا... پھر لُوسی کو قریب کھینچ لیا۔ اس رات وہ میرے ساتھ میرے ہی بستر پر رہی اور مجھے ہوشنگ' ہنری ماسٹر اور تنظیم کے سلسلے میں بے شمار باتوں سے آگاہ کرتی رہی۔

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو لُوسی فلیٹ پر موجود نہیں تھی۔ میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا پھر کچن میں جا کر ناشتہ تیار کرنے لگا۔ لُوسی کی غیر موجودگی میرے ذہن میں ہزاروں وسوسے پیدا کر رہی تھی۔ ہر چند کہ رابرٹ نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ لُوسی میرے ساتھ بے وفائی نہیں کرے گی لیکن اس کے باوجود میرے ذہن میں طرح طرح کے خدشات اُبھر رہے تھے۔ رابرٹ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تنظیم کی سربراہ لُوسی پر اندھا اعتماد کرتی ہے اور اس کی کسی بات کو رَد نہیں کرتی۔ اسی لئے مجھے سب سے زیادہ

مگر اس بات کی تھی کہ کہیں لُوسی' مادام کو حالات سے آگاہ کر کے میرے حق میں ہموار کرنے کی حماقت نہ کر بیٹھے۔ ایسی صُورت میں میرے لئے مزید دُشواریاں پیدا ہو سکتی تھیں اور ہنری ماسٹر بھی میری طرف سے کھٹک سکتا تھا۔ اس نے مجھے بڑی سختی سے تاکید کی تھی کہ اس کے راز کسی اور پر آشکار نہ ہونے چاہئیں ...لُوسی پر بھی نہیں۔

ابھی میں ان باتوں پر غور کر رہا تھا کہ اطلاعی گھنٹی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے دروازہ کھولا تو لُوسی مجھے ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہوئی اور اس نے برق رفتاری سے دروازے کو دوبارہ بولٹ بھی کر دیا۔ اس کے چہرے سے شدید اُلجھن اور پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ غالباً وہ میرے لئے کوئی بُری خبر لائی تھی۔

"صبح صبح کہاں چلی گئی تھیں؟" میں نے اس کی بدحواسی کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"حالات کا جائزہ لینے۔" لُوسی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "میرا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ ہوشنگ واقعی دیوانہ ہو رہا ہے۔ اس نے مادام سے فون پر کہا ہے کہ مس مورگن کی موت کا انتقام لینے کے لئے ہر اس شخص کو گولی مار دے گا جس پر اسے ذرہ برابر بھی شُبہ ہو گا۔"

"کیا تم' مادام سے مل چکی ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں... اس وقت وہیں سے آ رہی ہوں۔ میری موجودگی ہی میں مادام نے فون پر ہوشنگ سے بات کی تھی۔ مادام نے ہوشنگ کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔"

"کیا ماسٹر ہنری کو بھی حالات کا علم ہو چکا ہے؟"

"ماسٹر ہنری کل شام ہی لندن سے واپس جا چکے ہیں۔" لُوسی بولی۔ "مجھے مادام کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں ہانگ کانگ گئے ہیں۔"

"گویا ہوشنگ اب ماسٹر ہنری پر شُبہ نہیں کر سکے گا۔" میں نے دل ہی دل میں ہنری ماسٹر کو ایک گالی بکتے ہوئے کہا... پھر لُوسی کو گھورتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ فی الحال ہمیں' مس مورگن کے قتل کے سلسلے میں اپنی زبان بند کر لینی چاہیے... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

لُوسی کوئی جواب دینا چاہتی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے بولنے والا ہنری ماسٹر تھا۔ اس نے میری آواز پہچانتے ہوئے کہا۔ "اجیت! میں تمہیں شاندار کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

"میں نے صرف آپ کے حکم کی پیروی کی ہے' ماسٹر۔" میں نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میرے لئے ایک بہترین ماتحت ثابت ہو گے۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا' ماسٹر۔"

"میرا مشورہ ہے کہ فی الحال تم خود کو ان حالات سے دُور ہی رکھو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں' باس!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تمہیں علم ہے کہ دوسروں پر حالات کا کیا اثر ہوا ہے؟" اس بار بھی گول مول انداز میں سوال کیا گیا تھا۔

"میں ابھی کچھ دیر پیشتر ہی سو کر اٹھا ہوں اس لئے ابھی تک لاعلم ہوں لیکن میرا اندازہ ہے کہ موسم جس انداز میں بدلا ہے اس سے لوگوں کے ذہن بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔"

"گڈ... ! مجھے اسی کی توقع تھی۔" ہنری ماسٹر نے ایک بار پھر میری تعریف کی۔

"میرے لئے کوئی نیا حکم؟" میں نے پوچھا۔

"فی الحال آرام کرو' واپس پہنچ کر میں تمہاری بہترین تربیت کروں گا۔" دوسری جانب سے جواب ملا' اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

مس مورگن کے قتل کا معمہ اخبار والوں کے لئے مقامی پولیس کی کارکردگی پر چوٹ کرنے کا ایک بہترین ذریعہ بن گیا تھا۔ بیشتر اخبارات نے اس قتل کے سلسلے میں بڑے بڑے کالم سیاہ کر ڈالے تھے اور جلد از جلد قاتلوں کی گرفتاری کا مُطالبہ کیا تھا۔ اخبارات کی دلچسپی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی تھی کہ مس مورگن اعلیٰ سوسائٹی میں خاصی مقبولیت رکھتی تھی۔ دوسری طرف ہوشنگ کی ذاتی کوششوں نے بھی دیوانگی کی صُورت اختیار کر لی تھی۔ وہ مس مورگن کے حلقۂ احباب میں ہر فرد پر ہاتھ ڈالتا پھر رہا تھا۔ چند ایک سے تو اس کی اچھی خاصی جھڑپ بھی ہو گئی تھی اور مُعاملہ پولیس تک جا پہنچا تھا لیکن مادام کے اثر و رسُوخ کی وجہ سے بات زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔ لُوسی مجھے ایک ایک لمحے کی خبر دیتی رہتی تھی۔ اُس کی اطلاع کے مُطابق ہوشنگ نے مقتول عورت کے ایک پُرانے دوست کے گھر میں گُھس کر اسے ذلیل کیا تھا اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی بھی دی۔ اس حادثے کے درمیان بھی اگر مادام دخل نہ دیتی تو ہوشنگ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ جانی یقینی بات تھی۔... غرضیکہ ہوشنگ کی ذہنی حالت مس مورگن کی موت سے بُری طرح متاثر ہوئی تھی اور ہنری ماسٹر کا اندازہ حرف بحرف درست ثابت ہو رہا تھا۔

اچانک ایک صبح مادام کی جانب سے میری طلبی کا حکم آ گیا۔ مادام کا پیغام مجھے' لُوسی کی زبانی ملا تھا اور لُوسی کا خیال تھا کہ شاید مادام نے مس مورگن کے قتل کے سلسلے کی کوئی کڑی سُلجھانے کے لئے مجھے طلب کیا ہے۔ میں نے لُوسی کی رائے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور تیار ہو کر مادام کی حویلی پہنچ گیا۔ کچھ دیر مجھے باہر ملاقاتیوں والے کمرے میں رُکنا پڑا... پھر ایک مُلازم نے مجھے مادام کی خوابگاہ تک پہنچا دیا جہاں مادام ابھی

تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میری منتظر تھی۔

دوپہر کے ساڑھے دس کا عمل تھا... لیکن مادام نے ابھی تک شب خوابی کا لباس تبدیل نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی مسہری پر نیم دراز تھی۔ مادام کے قریب ایک حسین جاپانی لڑکی ناخن کاٹنے میں مصروف تھی۔ میں نے ایک بھرپور نظر مادام کے چہرے پر ڈالی... پھر نظریں جھکا لیں۔ ہماری نظروں کا تصادم بس ایک لمحے کو ہوا تھا لیکن میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ مادام کی نظروں میں تجسس کا رنگ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

"آؤ، مسٹر اجیت! مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔" مادام نے کہا اور ہاتھ کے اشارے سے لڑکی کو باہر جانے کا حکم دیا۔

"لُوسی نے بتایا تھا کہ آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔" میں نے مادام کے قریب جاتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا... پھر اس کے اشارے پر قریب رکھی ہوئی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ مادام چند ثانئے میرے چہرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی... پھر اس کی مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی: "مسٹر اجیت! میں نے اس وقت تمہیں ایک اہم کام کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔"

"مادام کا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے نظریں اُٹھا کر کہا۔ "میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔"

"اخبارات کے ذریعے تمہیں بھی مس مورگن کے قتل کا علم ہو چکا ہوگا۔"

"جی ہاں!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اخبارات کی سُرخیوں کے ذریعے مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ہوشنگ کے دل و دماغ پر اس کا گہرا اثر ہوا ہے۔"

"ہاں۔ ہوشنگ کسی زخمی درندے کی مانند دیوانہ ہو رہا ہے۔"

"مجھے مسٹر ہوشنگ سے ہمدردی ہے لیکن میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ مسٹر ہوشنگ اور مقتولہ کے درمیان کیا رشتہ تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے نہایت معصومیت سے کہا۔

"ہوشنگ خوبصورت عورتوں کا شائق ہے۔" مادام نے انتہائی بے تکلفی سے کہا۔ "مس مورگن اس کی سب سے پسندیدہ محبوبہ تھی۔"

"اوہ۔ آئی سی!" میں نے مختصراً جواب دیا... پھر گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے بولا۔ "مادام نے مجھے کس لئے طلب کیا ہے؟"

"ہوشنگ ہی کے سلسلے میں۔" مادام نے کہا۔ "اس روز تین بڑوں کی موجودگی میں تم نے جو گفتگو کی تھی اس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ تمہیں ہوشنگ کی کسی بات سے تکلیف پہنچی ہے۔ لُوسی نے مجھے بعد میں اس کی تفصیل بھی بتا دی تھی۔"

"میں انکار نہیں کروں گا، مادام!" میں نے موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "مسٹر ہوشنگ نے اپنے آدمیوں کی موجودگی میں مجھے جس حقارت بھرے انداز میں مخاطب کیا تھا وہ مجھے گراں گزرا تھا۔"

"مجھے، تمہاری صاف گوئی پسند ہے، مسٹر اجیت... لیکن شاید ابھی تمہیں ہوشنگ کی صلاحیتوں کا پوری طرح علم نہیں ہے۔" مادام نے ہاتھ بڑھا کر سائڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر سلگائی اور دھواں اُڑاتے ہوئے کہا۔ "ہوشنگ اپنے دشمنوں کو پاتال سے نکال کر بھی ختم کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

"میں، مادام کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔" میں نے اپنے چہرے پر ناگوار تاثرات پیدا کرتے ہوئے قدرے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا آپ، مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہتی ہیں کہ مسٹر ہوشنگ مجھ پر بھی کسی قسم کا شُبہ کر رہے ہیں اور مجھ سے کوئی خطرناک انتقام لینا چاہتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک ہوشنگ کا خیال تمہاری طرف نہیں گیا۔" مادام کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "اگر ایسا ہوا تو شاید ہوشنگ تمہیں کسی قیمت پر معاف نہیں کرے گا۔"

"ماسٹر ہنری کے حکم کے مطابق مادام کا احترام مجھ پر لازم ہے لیکن اس کے باوجود میں اتنا کہنے کی جرأت ضرور کروں گا کہ جس روز مسٹر ہوشنگ نے بلا وجہ مجھے للکارنے کی کوشش کی اسی روز مادام کو اس بات کا اندازہ بھی ہو جائے گا کہ میری رگوں میں بھی اُبلتا ہوا خون موجود ہے۔ میں بزدلی اور بے غیرتی کی زندگی پر موت کو ترجیح دینے کا عادی ہوں۔"

"اجیت...!" مادام کا لہجہ اس بار سخت تھا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ اس وقت تم کس سے مخاطب ہو۔"

"اگر نادانستگی میں مجھ سے مادام کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہوئی ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا لیکن میری نگاہیں بدستور اُٹھی ہوئی تھیں۔

"تم نے ہوشنگ کے سلسلے میں بھی حسب مراتب کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی ہے۔" مادام نے تیکھے انداز میں کہا۔

"شاید...!" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں اس سلسلے میں کسی ندامت کا اظہار نہیں کروں گا۔"

"گویا تمہیں اپنی طاقت اور صلاحیتوں پر بہت ناز ہے۔ کیوں مسٹر اجیت؟"

"یس، مادام!" میں نے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ "میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قہقہے بلند کرنے کا عادی ہوں۔"

"مس مورگن کے قتل کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟ کیا اس واردات سے تمہارا کوئی تعلق نہیں؟"

"خوبصورت اور گداز جسم میری بھی کمزوری ہے، مادام!" میں نے دیدہ دانستہ مادام کے جسم پر نظر دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "ذاتی دشمنی کی بنا پر میں کسی ایسی عورت کو بھی موت کے گھاٹ اُتارنے سے گریز کروں گا لیکن ایک کا بدلہ کسی دوسرے سے لینا میرے نزدیک مردانگی کے خلاف ہے۔"

"ممکن ہے کسی اور نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہو۔" مادام نے ایک بار پھر معنی خیز انداز میں کہا اور میں دل ہی دل میں اس کی ذہانت اور دُور اندیشی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کا اندازہ درست تھا لیکن میں نے بڑی خوبصورتی سے خود کو اس واردات سے لاتعلق ظاہر کرنے کی خاطر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مادام کو میرے سلسلے میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ بھلا مجھے کون مجبور کر سکتا ہے؟"

"ممکن ہے..." مادام نے مجھے گھورتے ہوئے اس بار نرم لہجے میں کہا۔ "پھر بھی، میں چاہتی ہوں کہ تم کچھ دنوں کے لئے لندن سے دُور چلے جاؤ۔"

"مادام کا حکم سر آنکھوں پر لیکن لندن سے ہٹ جانے کی صورت میں میری پوزیشن صاف ہونے کے باوجود میرے دشمنوں کی نظر میں مشکوک ہو جائے گی۔" میں نے احتجاج کیا تو مادام یکلخت مسہری سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں بھی کرسی چھوڑ کر آہستہ سے اُٹھ گیا۔ شب خوابی کے باریک لباس سے مادام کا کُندن جیسا جسم جھلک رہا تھا۔ غصے کی شدت نے اس کے حُسن کو مزید نکھار دیا تھا۔ شاید اسے میرا احتجاج پسند نہیں آیا تھا۔ وہ چند لمحے تک دبیز قالین پر ٹہلتی رہی... پھر میری طرف متوجہ ہوئی۔ "مسٹر اجیت! کیا تم، میرے بھی کسی حکم سے انکار کی جسارت کر سکتے ہو؟"

"آپ مجھے موت کا حکم دیں، مادام! میں انکار نہیں کروں گا۔ مجھ سے میرا سر طلب کیا جائے میں، مادام کی خوشنودی کی خاطر خود اپنے سر کو قلم کرنے کی سعادت ہنستے ہوئے قبول کروں گا۔ میری زبان پر حرف شکایت نہیں آئے گا لیکن موت سے ڈر کر روپوشی اختیار کرنا میرے لئے بڑی اذیت ہوگی۔ میں درخواست کروں گا کہ میری جسارت کو معاف کیا جائے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ مادام کے حکم پر میں آہنی چٹانوں سے بھی اپنا سر ٹکرا کر پاش پاش کر سکتا ہوں لیکن اگر مجھے رُوح کے کرب سے دوچار کیا گیا تو میرے اندر کا بے باک اور نڈر انسان مر جائے گا... مجھے ایسی موت منظور نہیں۔"

"مجھے، تمہاری دلیری اور بے باکی پسند آئی، مسٹر اجیت لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس وقت ہوشنگ کی ذہنی حالت اعتدال پر نہیں ہے۔ وہ اپنی محبوبہ کی خاطر وہ اپنے باپ کے سینے میں بھی خنجر اُتارنے پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس میں یہی ایک کمزوری ہے جسے میں اس کی بھرپور صلاحیتوں کے پیش نظر اکثر و بیشتر نظر انداز کرتی رہی ہوں۔ میں اُسے کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی۔ وہ تنظیم کے لئے ہزاروں کارہائے نمایاں سرانجام دے چکا ہے۔" مادام نے ہوشنگ کی شان میں قصیدے پڑھتے ہوئے کہا... پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "تم اگر لندن سے ہٹنا نہیں چاہتے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ تم کچھ دنوں کے لئے میری حویلی میں قیام کرو۔ اس طرح میں تمہارے اور ہوشنگ کے درمیان کسی متوقع مقابلے کے وقت تم دونوں کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتی ہوں۔"

"مادام کا قُرب میرے لئے ایک اعزاز ہوگا لیکن کیا مسٹر ہوشنگ حویلی میں میرے قیام کو کسی اور نگاہ سے تو نہ دیکھیں گے؟"

"کیا مطلب؟" مادام نے چونک کر مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"جو لوگ حسن و جمال کے دیوانے ہوں، ان کے درمیان رقابت کا جذبہ بھی اتنی ہی شدت سے اُبھرتا ہے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔" مادام سخت لہجے میں بولی۔ "ہوشنگ میرے سلسلے میں ایسی بات کبھی نہیں سوچ سکتا۔ جس روز اس نے ایسا سوچا وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

"اگر مادام کی یہی مرضی ہے تو میں آج ہی کسی وقت حویلی میں منتقل ہو جاؤں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا... پھر احتراماً تھوڑا سا جُھکا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا مادام کی شاندار خوابگاہ سے باہر آ گیا۔

فلیٹ پر لُوسی میری منتظر تھی۔ میں نے اسے مادام سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتائی تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ بہت دیر تک وہ مجھ سے کُرید کُرید کر ایک ایک بات... پوچھتی رہی... پھر اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میرے لئے اب ضروری ہو گیا ہے کہ ہوشنگ کو درمیان سے ہٹا دوں۔ اس کی زندگی تمہارے لئے کچھ ایسے خطروں کو بھی جنم دے سکتی ہے جن کا تم خواب و خیال میں بھی تصور نہیں کر سکتے۔"

"کیا تم، میرے لئے ہوشنگ سے ٹکراؤ گی؟" میں نے لُوسی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، اجیت!" وہ بگڑے ہوئے تیور سے بولی۔ "ابھی تمہیں حالات کا اندازہ نہیں ہے۔ مادام نے تم پر بلا وجہ شُبے کا اظہار نہیں کیا ہوگا۔ بات اگر معمولی نوعیت کی ہوتی تو مادام تمہیں لندن سے ہٹنے کا مشورہ بھی کبھی نہ دیتی۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ہوشنگ نے تمہارے سلسلے میں مادام سے گفتگو کی ہوگی۔ اُسی نے اِس بات کا خدشہ بھی ظاہر کیا ہوگا کہ تم نے ہنری ماسٹر کے اُکسانے پر مس مورگن کو ٹھکانے لگایا ہے۔ ظاہر ہے کہ تم براہِ راست مس مورگن یا ہوشنگ کے کسی ذاتی راز سے واقف نہیں تھے اور ہوشنگ یہ بھی جانتا ہے کہ ماسٹر ہنری اسے ناپسند کرتا ہے لیکن تنظیم سے کئے ہوئے عہد کی بنا پر وہ براہِ راست ہوشنگ کو کوئی نقصان پہنچانے سے معذور تھا۔ ہوشنگ نے تین بڑوں کی میٹنگ کے دوران میں اس بات کو بھی ضرور محسوس کیا ہوگا کہ تم کُھل کر ماسٹر ہنری کی حمایت میں بول رہے تھے اور ان تمام باتوں کے پیش نظر اس نے یہی خیال کیا ہوگا کہ ماسٹر ہنری نے تمہارے ذریعے مس مورگن کو قتل کرا کے ہوشنگ کو نیچا دکھانے کی

کوشش کی ہوگی۔ اس نے مادام پر جب اپنے خیالات کا اظہار کیا ہوگا تو مادام نے یقیناً تمہاری حمایت بھی کی ہوگی۔ میں نے جس انداز میں مادام سے تمہاری صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے، اس نے مادام کو تمہارا مداح بنا دیا ہے۔ مادام کارآمد لوگوں کی زندگی کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کی عادی ہے۔ اسی غرض سے پہلے اس نے تمہیں لندن سے ہٹنے کا حکم دیا... پھر تمہاری ضد پر حویلی میں منتقل ہونے کا مشورہ دیا ہوگا۔ میں جانتی ہوں کہ ہوشنگ ایک لمحے کے لئے بھی تمہاری طرف سے غافل نہ ہوگا۔ تنظیم کے بیشتر افراد ہوشنگ کی مٹھی میں ہیں۔ اس کے ایک اشارے پر وہ اپنی جانیں بھی قربان کرسکتے ہیں۔ مادام کی زبانی تمہاری اہمیت کا اندازہ لگانے کے بعد ہوشنگ تمہارے اوپر کھل کر کوئی وار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا لیکن وہ اپنے گرگوں کے ذریعے تمہیں کسی وقت بھی ایسے مؤثر طریقے سے قتل کرانے کے منصوبے ضرور باندھ رہا ہوگا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹنے پائے۔ حالات کے پیشِ نظر اب ضروری ہوگیا ہے کہ ہم بھی وہی طریقہ اختیار کریں جو ہوشنگ کے ذہن میں ہے۔ مادام کے مشورے نے ہماری پوزیشن نسبتہً مستحکم کردی ہے۔ تم حویلی میں مادام کی نگاہوں کے سامنے موجود ہوگے اور ہوشنگ ختم کردیا جائے گا۔ اس طرح مادام کو تم پر کوئی شبہ نہ ہوگا اور ہمارا راستہ بھی ہمیشہ کے لئے صاف ہوجائے گا۔"

لوسی اس وقت بے حد دُور اندیشی کی باتیں کررہی تھی۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ میں ابھی تک اس گہرائی کو نہیں پہنچ سکا تھا، جو لوسی نے چند لمحوں میں بھانپ لی تھی۔ موقع کی نزاکت کا تقاضہ یہی تھا کہ میں لوسی کی بات مان لیتا لیکن یہ بات مجھے گوارا نہیں تھی کہ ایک عورت کے ذریعے اپنے دُشمن کو ٹھکانے لگا دیتا... لہٰذا میں نے لوسی کو سمجھاتے ہوئے کہا: "تم، میری خاطر اتنا بڑا خطرہ مول لینے کی حماقت نہ کرو۔ کچھ دنوں تک حالات کا جائزہ لیتی رہو اس کے بعد ہم بدلتے ہوئے حالات کا رُخ دیکھ کر کوئی حتمی فیصلہ کریں گے۔"

"مجھے افسوس ہے، اجیت کہ اس سلسلے میں تمہارا کوئی مشورہ قبول کرنا میرے لئے نامناسب ہوگا۔ تم میرے محسن ہو اور اپنے محسن کی جان بچانا میرا فرض ہے۔" لوسی فیصلہ کُن لہجے میں بولی۔ "ہوشنگ کو ختم کئے بغیر ہمارا راستہ صاف ہونا ممکن نہیں ہے۔"

"میں، تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں، میری جان لیکن کیا تم میری خاطر چند روز کے لئے اپنا ارادہ ملتوی نہیں کرسکتیں؟" میں نے لوسی کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا۔

"ہمارے لئے ایک ایک پل قیمتی ہے، اجیت! دُشمن کو سنبھلنے اور سنبھل کر کسی خطرناک وار کرنے کا موقع فراہم کرنا میرے نزدیک عقلمندی نہیں... حماقت ہے۔"

"اس طرح میری پوزیشن مزید خطرناک ہوجائے گی۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر ہنری نے مجھے سختی سے حکم دیا تھا کہ میں مس مورگن کے قتل کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھوں۔ تم درمیان میں آؤگی تو ماسٹر ہنری کا اعتماد مجھ پر سے ہمیشہ کے لئے اُٹھ جائے گا اور کیا عجب کہ وہ اپنے راز کو راز رکھنے کی خاطر اپنی پُراسرار اور لامحدود طاقتوں کے ذریعے میری زبان ہمیشہ کے لئے بند کردے۔"

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔" لوسی ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "ماسٹر ہنری کی دُشمنی مول لینا موت ہی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ اوہ، اجیت! تم نے ماسٹر ہنری کی بات مان کر اپنی پوزیشن کس قدر خراب کرلی ہے۔ کاش! تم نے انکار کردیا ہوتا۔"

"جو کچھ ہونا تھا، وہ تو ہوچکا، لوسی ڈارلنگ! اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ماسٹر کی واپسی تک خاموش رہیں۔" میں نے بھی لوسی کو دکھانے کے لئے اپنی بے بسی کا اظہار کیا، تو وہ مجبوراً میرا مشورہ قبول کرنے پر آمادہ ہوگئی۔

اسی شام میں اپنے مختصر سامان کے ساتھ مادام کی حویلی میں منتقل ہوگیا۔ مادام نے میرے لئے اپنی خواب گاہ سے ملحق کمرہ خالی کرادیا تھا اور میری خدمت کے لئے اُسی جاپانی لڑکی کو مامور کردیا جس کا نام شوکی یانگ تھا۔ مادام کی خدمت انجام دینا بھی شومی کے فرائض میں داخل تھا۔ حالات کے پیشِ نظر عافیت اسی میں تھی کہ میں خاموشی سے حویلی میں منتقل ہوجاؤں۔ ماسٹر ہنری ماھتر کے منصوبے نے حقیقتہً میری پوزیشن نازک کردی تھی۔ ہوشنگ انتقام کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ موقع کی نزاکت کے تحت اس سے ٹکرانا میری پوزیشن کو مادام اور تنظیم کے دوسرے افراد کی نگاہوں میں مزید مشکوک بنا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ حویلی میں قیام کے دوران میں مادام کے قریب رہ کر میں نہ صرف اس کا اعتماد حاصل کرسکتا تھا بلکہ اسے شیشے میں اتارنے کی خاطر بھی تگ و دَو ہوسکتی تھی۔ رابرٹ کی روح نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں مادام کے سامنے دبنگ انداز میں باتیں کروں۔ رابرٹ کے بیان کے مطابق مادام دلیر اور کارآمد آدمیوں کو تسخیر کرنے کے لئے اپنے حسن کی جلوہ سامانیاں لٹانے سے بھی دریغ نہیں کرتی تھی... لیکن ابھی تک میں اس اعزاز سے محروم تھا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہوکر میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا مادام سے گفتگو میں مصروف تھا کہ ہوشنگ آگیا۔ مس مورگن کے قتل کے بعد وہ پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔ اُس کے سر کے بال بُری طرح اُلجھے ہوئے تھے۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں کی سُرخی اس بات کی ترجمانی کررہی تھی وہ ابھی تک اپنے آپ میں جھلس رہا ہے۔ اس کے چہرے سے وحشت اور دیوانگی مترشح تھی۔

مادام سے باتیں کرتے کرتے ہوشنگ نے اچانک پلٹ کر میری جانب کچھ ایسے انداز میں گھورا جیسے اسے کوئی بھولی ہوئی لیکن اہم بات یاد آگئی ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں خون کا رنگ کچھ اور گہرا ہوگیا تھا۔ میں لاپرواہی سے اس کی وحشتوں کا جائزہ لیتا رہا لیکن مادام نے شاید ہوشنگ کی خطرناک نگاہوں کا مفہوم بھانپ لیا تھا... لہٰذا اس نے ہوشنگ کی توجہ اپنی جانب سے مبذول کرنے کی خاطر تیزی سے کہا۔

"ہوشنگ۔ میرا مشورہ ہے کہ تم چند روز کے لئے لندن کو خیرباد کہہ کر کسی تفریحی مقام پر چلے جاؤ۔ یہاں رہوگے تو تمہارا ذہن اور اُلجھا رہے گا۔"

"آپ کا مشورہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، مادام لیکن..."

ہوشنگ نے ایک بار پھر میری سمت معنی خیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا: "گتھیاں اب کچھ کچھ سلجھتی نظر آرہی ہیں۔ میں نے قاتل کی تلاش میں اب تک مورگن کے حلقے پر نظر ڈالی تھی مگر اب... اب مجھے اپنے حلقے کے کچھ آدمی لوگوں کو ٹٹولنا ہے۔"

"اپنے حلقے کے لوگوں سے تمہاری کیا مُراد ہے؟" مادام نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

ہوشنگ کسی زہریلے ناگ کی طرح سسکاری بھر کر بولا: "اب مجھے یقین ہورہا ہے مادام کہ مورگن کے قتل میں ہمارے ہی کسی آدمی کا ہاتھ ہے۔ میں کسی اندرونی اور گھناؤنی سازش کی بُو سونگھ رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم تنظیم کے کسی فرد پر شبہ کررہے ہو؟"

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مادام لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اس قتل میں ہمارا ہی کوئی آدمی کسی کا آلۂ کار بنا ہے۔"

ہوشنگ کا اشارہ بہت واضح تھا لیکن میں نے اپنے چہرے کے تاثرات سے کسی خوف یا پریشانی کا اظہار نہیں ہونے دیا اور خاموش بیٹھا اس کی باتیں سُنتا رہا... البتہ مجھے ہوشنگ کی باتوں سے اس بات کا یقین ضرور ہوگیا تھا کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا ہے اور اب اس کی توجہ میری طرف مبذول ہوچکی ہے تو وہ مجھ پر بھی کوئی خطرناک وار کرنے سے گریز نہیں کرے گا لیکن مجھے اس کی بھلا کیا پرواہ ہوسکتی تھی۔ میں اگر چاہتا تو اسی وقت اپنے بیروں کے ذریعے ہوشنگ کو سبق دے سکتا تھا لیکن میں نے مادام کی موجودگی میں ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہوشنگ کے سامنے زیادہ دیر بیٹھنا بھی نامناسب تھا۔ اس کی کوئی تلخ بات میرے صبر کے پیمانے کو لبریز کرسکتی تھی اس لئے میں نے مادام سے اجازت چاہی اور اُٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا... اور ہوشنگ کے بارے میں آئندہ پیش آنے والے متوقع خطروں کی بابت سوچنے لگا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد شومی یانگ میرے کمرے میں آئی تو مجھے

اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ہوشنگ ابھی تک حویلی میں ہے اور مادام کی خواب گاہ میں بیٹھا بدستور اُلجھ رہا ہے۔ میں نے شومی کو پہلی بار ذرا غور سے دیکھا۔ وہ بے حد گداز جسم اور بھرے ہوئے خدوخال کی شوخ و شنگ لڑکی تھی۔ کسے ہوئے لباس نے اس کی ستر پوشی ضرور کر رکھی تھی لیکن جسم کے نشیب و فراز کو بھی اس حد تک اُجاگر کر دیا تھا کہ ہر دیکھنے والے کے ہوش و حواس گم ہو سکتے تھے۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو میں شومی کے حسن کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بارے میں یقیناً غور کرتا لیکن اس وقت مادام کی چھت کے نیچے میرا ایک دشمن بھی موجود تھا جس کو نظر انداز کر دینا دانش مندی کے منافی تھا لہٰذا میں نے شومی کے گداز جسمانی نشیب و فراز کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مسٹر ہوشنگ کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ مس مورگن کے قتل نے مسٹر ہوشنگ کے ذہن پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔"

"آپ کا اندازہ ٹھیک ہی ہے۔" شومی یانگ نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "عورتوں کے معاملے میں اکثر لوگ جذباتی ہو جاتے ہیں۔"

"کبھی تمہارے ساتھ بھی کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے؟" میں نے شومی سے قدرے بے تکلف ہوتے ہوئے پوچھا تو اس کے چہرے کی رنگت اور نکھر آئی۔ بڑی شوخی سے بولی۔ "ابھی تک تو کسی ایسے حادثے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آئندہ کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔"

"مادام کی خدمت پر کب سے مامور ہو؟" میں نے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے پوچھا۔

"یہ اعزاز مجھے حال ہی میں دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے میرے فرائض کچھ اور تھے۔"

"میں نے سُنا ہے کہ تنظیم میں خوبصورت لڑکیوں کے کچھ مخصوص فرائض بھی ہوتے ہیں۔"

"آپ حکم دیں مسٹر اجیت!" شومی نے بدستور میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں حکم عدولی کی جرأت نہیں کر سکتی۔"

میرا دل چاہا تھا کہ اس کے خوبصورت اور حسین وجود کو اپنی آغوش میں بھر کر دُنیا کی تمام فکروں سے بے نیاز ہو جاؤں لیکن اس وقت میرا ذہن صرف ہوشنگ میں اُلجھا ہوا تھا اس لئے میں نے شومی سے کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اُسے رُخصت کر دیا۔ اس کے بعد میں دوبارہ ہوشنگ کے بارے میں سوچنے لگا۔ اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سُرعت سے اُبھرا۔ ہوشنگ اس وقت مادام کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں موجود تھا اور یقیناً میرے بارے میں اپنے شُبہات کا اظہار کر رہا ہوگا۔ ایسی صُورت میں ضروری تھا کہ کسی طور ہوشنگ کی پوزیشن کو مادام کی نگاہوں میں مزید خراب کر دیا جائے۔ دوسری صُورت میں میری حیثیت زیادہ مُشتبہ بن سکتی تھی اور ہیری ماسٹر کی ایما پر جو حرکت مجھ سے سرزد ہو چکی تھی اس کی سزا تنہا مجھے ہی بُھگتنی پڑ سکتی تھی۔ ان ہی خدشات کی بنا پر میں نے اچانک ایک فیصلہ کر لیا اور ایک خاص منتر کا جاپ کرنے لگا۔ جاپ مکمل کر کے میں نے اپنے بیروں کو حکم دیا کہ وہ کچھ دیر کے لئے ہوشنگ کو جنونی کیفیت سے دوچار کر کے اس کا دماغ پلٹ دیں تاکہ وہ ہوش مندی کی باتیں نہ کر سکے۔

... پھر وہی ہوا جو میں نے چاہا تھا۔ میں اپنے بیروں کو حکم دینے کے بعد اپنی خواب گاہ میں ٹہل ہی رہا تھا کہ یکلخت شومی بوکھلائی ہوئی دوبارہ میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے کی اُڑی ہوئی رنگت اور آنکھوں میں خوف زدگی کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ میرے لئے کوئی اچھی خبر نہیں لائی ہے۔ قبل اس کے کہ میں شومی سے اس کی بوکھلاہٹ کی وجہ دریافت کرتا اس نے قریب آتے ہوئے پریشان لہجے میں کہا۔

"مسٹر اجیت! ماسٹر ہوشنگ سچ مچ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔"

"کیسے؟" میں نے بظاہر انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں! میں ابھی مادام کے لئے دُودھ لے کر گئی تھی لیکن وہاں... ماسٹر ہوشنگ، مادام کی آبرو خاک میں ملانے کی کوشش میں معروف تھے۔"

"نہیں... !" میں نے حیرت سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "شومی، کہیں تم غلط بیانی سے تو کام نہیں لے رہی ہو؟"

"پلیز، مسٹر اجیت! میرے ساتھ چلئے۔" شومی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو اس بات کا شُبہ بھی ہے کہ کہیں ماسٹر ہوشنگ اپنی دیوانگی کے عالم میں مادام کا گلا نہ گھونٹ دے۔"

"چلو... !" میں نے دروازے کی طرف لپکتے ہوئے کہا۔

دو منٹ بعد ہی شومی کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ مادام کی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی میں نے جو کچھ دیکھا، وہ میری توقع کے خلاف تو نہیں تھا لیکن مجھے بھی پریشان کر دینے کے لئے کافی تھا۔ ایک لمحے کے لئے میں بھی سکتے کی کیفیت سے دوچار ہو گیا۔ صُورت حال ہی کچھ ایسی تھی۔ ہوشنگ نے مادام کو دبیز قالین پر اپنے نیچے دبا رکھا تھا اور اس کے لباس کو تار تار کرنے میں معروف تھا۔ اس کا ایک ہاتھ مادام کے مُنہ پر سختی سے جما ہوا تھا اور مادام کی آنکھیں حقارت اور غصّے سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ ہوشنگ کی گرفت اتنی مضبُوط تھی کہ مادام کو ذرا سی حرکت کرنے کا بھی موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں ابھی مادام کے بچاؤ کے لئے کسی مناسب اقدام کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ شومی ہذیانی انداز میں چیخ پڑی۔

"مسٹر اجیت! کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ فار گاڈ سیک اس درندے سے مادام کو نجات دلایئے۔"

شومی کی چیخ .... سُن کر مادام کے علاوہ ہوشنگ بھی چونک پڑا۔ ایک لمحے کو اس کا ہاتھ مادام کے مُنہ پر کمزور پڑا تو مادام نے بھی تڑپ کر چیختے ہوئے کہا۔ "اجیت! میں تم کو حکم دیتی ہوں کہ اس کمینے کو گولی مار دو۔"

ہوشنگ موقع کی نزاکت بھانپ کر مزید درندگی پر اُتر آیا۔ فوراً ہی اس نے مادام کی گردن پر اپنی گرفت مضبُوطی سے جماتے ہوئے انتہائی خطرناک آواز میں کہا۔ "کُتے۔ اگر تُو نے درمیان میں آنے کی کوشش کی تو میں اِس حرّافہ کا گلا گھونٹ دوں گا۔"

"ہوشنگ۔" میں نے بھی پلٹ کر اِسے خوف ناک انداز میں للکارا۔ "اگر زندگی عزیز ہے تو مادام کو چھوڑ دو ورنہ تمہارا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔"

"اس ذلیل کُتیا سے نپٹ لوں تو تجھے بھی دیکھتا ہوں۔" ہوشنگ کسی درندے کی طرح غرّایا... پھر اس نے مادام کے گلے پر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ میں جانتا تھا میرے بیر اسے خوف ناک حد تک تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیں گے لیکن اس کے باوجود میں نے مادام پر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کی خاطر ہوا میں برق رفتاری سے قلابازی کھائی اور ایک ہی جست میں ہوشنگ کو رگیدتا ہوا مادام سے دُور لے گیا۔

"شومی۔ گارڈز کو طلب کرو۔ جلدی۔" مادام نے شومی کو حکم دیا تو وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

میں، ہوشنگ سے ایک بار پہلے بھی اپنی ابتدائی تربیت کے دوران زور آزمائی کر چکا تھا اس لئے میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ یوں بھی وہ میرے بیروں کے قبضے میں تھا اس لئے مجھے کُھل کھیلنے کا پُورا پُورا موقع حاصل تھا... چنانچہ میں نے اس پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ ہوشنگ کی ناک اور ہونٹ سے خون اُبلنے لگا۔ اس کی قوّت مدافعت جواب دے رہی تھی لیکن میں نے اپنے ہاتھ نہیں روکے پھر یکلخت میں اُچھل کر ہٹ گیا۔ ہوشنگ نے بھی اُٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن میری بھرپور ٹھوکر اس کے مُنہ پر پڑی۔ وہ کراہتا ہوا دوسری طرف اُلٹ گیا۔ اسی وقت حویلی کے گارڈز بھاگتے ہوئے خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ مادام نے انہیں تقریباً چیختے ہوئے حکم دیا۔

"گارڈز۔ اس نمک حرام کو اُٹھا کر باہر لے جاؤ اور اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر ڈالو۔"

"نہیں، مادام!" میں نے درخواست کی۔ "یہ فی الحال میرا شکار ہے۔ اس نے آپ کی شان میں گُستاخی کی ہے۔ آج میں آپ کی موجودگی میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا موقع دیا جائے۔"

... پھر جواب میں مادام نے گارڈز کو ایک اشارہ کیا تھا میں نے اسے دیکھنے میں وقت نہیں گنوایا اور پلٹ کر ہوشنگ کی مزاج پُرسی شروع کر دی۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر ہوشنگ لہولہان ہو گیا۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا۔ مادام، مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے مرعُوب کرنے کی خاطر جُھک کر ہوشنگ کو اُٹھا کر سر سے بلند کیا اور گارڈز کے قدموں میں پھینکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"اسے اُٹھا کر باہر لے جاؤ اور مادام کے دوسرے حکم تک اس کی نگرانی کرو۔"

گارڈز نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی۔ میں نے شومی کو خواب گاہ سے جانے کا اشارہ کیا تو وہ بھی سمجھتے ہوئے انداز میں

اُلٹے قدموں باہر چل گئی۔ مادام بدستور حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے سراپا پر نظر ڈالی۔ ہوشنگ سے دھینگا مشتی میں اس کی حالت اَبتر ہو گئی تھی۔ اس کا لباس کئی جگہ سے اس طرح تار تار ہوا تھا کہ جسم جھلک رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے کا میک اَپ بگڑ چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ بے حد حسین اور جاندار نظر آ رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"میں اپنی کوتاہی اور غفلت کی معافی چاہتا ہوں، مادام!" میں نے نہایت ادب سے کہا۔ "آپ کو ہوشنگ کے ساتھ یوں تنہا چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"وہ یقینی طور پر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔" مادام ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "میں اِسے اِس بے ہودگی کی بڑی اذیت ناک سزا دوں گی۔"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" میں نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہوشنگ کا معاملہ تنظیم کے بڑوں کے سامنے پیش کر دیا جائے اور ہوشنگ کو ان کی جانب سے سزا سُنائی جائے۔"

"نہیں... وہ دیوانگی کی حالت میں کوئی اور خطرناک قدم بھی اُٹھا سکتا ہے۔ کوئی ایسا اقدام کر سکتا ہے جو تنظیم کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو۔"

"ہوشنگ اَب اس کی جرأت نہیں کرے گا، مادام!" میں نے خشک آواز میں کہا۔ "جب تک اسے یہاں میری موجودگی کی اطلاع ملتی رہے گی، وہ حویلی کا رُخ کرنے کی حماقت بھی نہیں کرے گا۔"

"شاید تم بھول رہے ہو کہ وہ پاگل ہو چکا ہے۔" مادام نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جو ہوش میں نہ ہو، اس سے بہتری کی توقع فضول ہے۔"

"میں ہوشنگ کو پاگل تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں، مادام!" میں نے اس بار مادام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد آواز میں کہا۔ "پاگل لوگ اپنی زندگی بچانے کی خاطر دوسروں کی آڑ نہیں لیا کرتے۔ آپ نے دیکھا تھا کہ ہوشنگ نے مجھے روکنے کے لئے آپ کی زندگی کو داؤ پر لگا دینے کی دھمکی دی تھی۔ کیا آپ اسے دیوانگی کہیں گی!... نہیں مادام! ہوشنگ پاگل نہیں ہے۔ وہ خوبصورت عورتوں کا شائق ہے۔ اس نے آپ کا قُرب حاصل کرنے کی خاطر دیوانگی کا ڈھونگ رچانے کی کوشش کی تھی ورنہ اگر وہ دیوانہ ہوتا تو میری موجودگی ہی میں ڈرائنگ روم میں بھی کوئی گھٹیا حرکت کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اُسے موقع کی تلاش تھی اور جب اُسے یہ موقع خواب گاہ کی تنہائی نے فراہم کیا تو وہ دیوانگی کی آڑ لے کر آپ کی آبرو پر حملہ کر بیٹھا۔ مجھے کہنے دیجئے مادام کہ آپ تنظیم کی سربراہ ہونے کے باوجود بے حد معصوم اور نیک ہیں۔ آپ نے ہوشنگ پر اعتماد کر کے غلطی کی تھی اور کیا عجب ہے کہ اس نے کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت خود ہی مس مورگن کو ٹھکانے لگا دیا ہو اور اس طرح پاگل پن کی آڑ لے کر وہ آپ کی آبرو سے کھیلنے کا خواب دیکھ رہا ہو... لیکن آپ شاید اس وقت بھی ہوشنگ کے خلاف کچھ سُننا گوارا نہیں کریں گی کیونکہ آپ کو اس کی بھرپور صلاحیتوں پر بے حد ناز ہے۔"

میں موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مادام کو سرد و گرم انداز میں بہت کچھ کہتا رہا۔ وہ خلافِ توقع خاموشی سے میری باتیں سُنتی رہی۔ مجھے عورتوں کو شیشے میں اتارنے کا راز معلوم تھا۔ کبھی میں مادام کی معصومیت اور اس کے بھولپن کے بارے میں بولنے لگتا اور کبھی اس کے حُسن کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگتا تھا۔ جب وہ میری باتوں سے متاثر نظر آنے لگتی تو میں اسے ہوشنگ کے خلاف بھڑکانے لگتا... غرضیکہ حالات کے پیشِ نظر اور اپنی پوزیشن صاف کرنے کی خاطر میں دیر تک بولتا رہا۔ جب میں چُپ ہوا تو مادام نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اجیت! تم شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔ میں نے ہوشنگ کی صلاحیتوں کو سمجھنے میں غلطی کی تھی لیکن آج اس کی طاقت اور صلاحیتوں کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اُسے اتنی آسانی سے زیر کر لوگے۔"

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا مادام کہ تنظیم کے بڑوں کو عزت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھوں گا لیکن آج جو کچھ ہوا وہ آپ ہی کے حکم سے ہوا ہے۔"

"ہاں... لیکن آج سے پہلے مجھے تمہاری قوتوں اور صلاحیتوں کا اندازہ نہیں تھا۔" اس بار مادام کے لہجے میں کسی تشنہ عورت کے جذبات بھی شامل تھے۔

"میں آپ سے ایک درخواست اور کروں گا، مادام!" میں نے وقت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوشنگ کو کوئی سزا دینے کے بجائے ایک موقع اور دیا جائے، وہ تنظیم کے افراد میں خاصا اثر رکھتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہوشنگ کو ملنے والی سزا اس کے حامیوں کو بغاوت پر آمادہ کر دے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" مادام نے یکلخت سخت آواز میں جواب دیا۔ "تنظیم کے لوگ میرے خلاف بغاوت کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے۔ میں ایسی بغاوتوں کو کُچلنا جانتی ہوں۔"

"اس کے باوجود ہوشنگ کو ایک موقع دیا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ دوبارہ کسی حماقت کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"تم سفارش کرتے ہو تو میں اس کا معاملہ تنظیم کے بڑوں کے سپرد کر سکتی ہوں لیکن اُسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرے لئے اَب کیا حکم ہے؟" میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "کیا میں اپنے فلیٹ پر واپس چلا جاؤں؟"

"حویلی میں تمہیں کیا تکلیف ہے؟" مادام نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری وجہ سے مادام کو کوئی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔"

"نہیں، میں چاہتی ہوں کہ تم کچھ دنوں میرے قریب ہی رہو۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ مادام ابھی میرا کوئی اور امتحان بھی لینا چاہتی ہیں؟" میں نے اس بار بڑی بے باکی سے مادام کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"امتحان نہیں، اجیت! میں تمہیں اس شجاعت کا کوئی معقول انعام دینا چاہتی ہوں۔" مادام نے اپنائیت کا اظہار کیا۔

"میری جسارت بڑھ گئی، مادام۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انعام کی پسند کا انتخاب بھی مجھے حاصل ہو؟"

"ہاں، تمہاری دلیری، تمہاری بہادری اور بے باک گفتگو کا انداز پسند آیا۔ بولو اجیت! تم کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے مجھے اس بات کا یقین دلایا جائے کہ میں جو کچھ طلب کروں گا وہ مجھے مل جائے گا۔ میری پسند کو گردن زدنی نہیں سمجھا جائے گا۔"

"تنظیم کی سربراہ کی حیثیت سے میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تمہیں مُنہ مانگا انعام دیا جائے گا۔" مادام پُورے اعتماد سے بولی۔

"میں فی الحال اپنا حق محفوظ رکھتا ہوں۔" میں نے بڑھ کر مادام کے خوبصورت ہاتھوں کو بڑی دلیری سے اپنے ہاتھ میں لے کر چُومتے ہوئے کہا۔ "مادام کو ابھی صرف سکون و آرام کی ضرورت ہے۔"

جواب میں مادام نے بھوکی نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تشنگی عود کر آئی تھی۔ لوہا تپ رہا تھا۔ میں چاہتا تو اسے حسبِ خواہش اپنے حق میں موڑ سکتا تھا لیکن میں نے ضبط سے کام لیا اور خاموشی سے باہر آ گیا۔ اپنے کمرے میں جانے سے پیشتر میں نے گارڈز کو مادام کی طرف سے یہ حکم دینا بھی ضروری سمجھا کہ ہوشنگ کو کڑی نگرانی میں رکھا جائے اور جب تک مادام کی طرف سے کوئی آخری حکم صادر نہ کیا جائے، ہوشنگ کی نگرانی میں کسی غفلت کا مظاہرہ نہ ہو۔

دوسری صبح میں قدرے دیر سے بیدار ہوا تو شومی نے مجھے بتایا کہ مادام یاد کر رہی ہیں۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ دس بج رہے تھے۔ میں جلدی جلدی ضروریات سے فارغ ہو کر مادام کے کمرے میں داخل ہوا تو وہاں ڈاکٹر گھوش اور ہنری ماتھر پہلے سے موجود تھے۔ مادام نے غالباً رات ہی فون کر کے ہنری ماتھر کو طلب کر لیا تھا۔ میں نے فرداً فرداً سب کو سلام کیا... پھر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہنری ماتھر اور ڈاکٹر گھوش کے علاوہ مادام کے چہرے پر بھی اس وقت گہری سنجیدگی تھی۔ کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی طاری رہی ... پھر ڈاکٹر گھوش نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اجیت! ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بروقت مادام کی زندگی بچا لی۔ ہم نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اس شاندار کارنامے پر کسی مناسب انعام سے نوازا جائے اور اس خلا کو پُر کر دیا جائے جو مسٹر ہوشنگ کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔"

"میں تنظیم کی سربراہ اور بڑوں کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری خدمات کو سراہا لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے اُسے اپنا فرض سمجھ کر کیا ہے اور اس خدمت کے عوض اگر مجھے کسی انعام سے نوازا گیا تو یہ میرے جذبے کی توہین ہوگی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ تمہارا ذاتی خیال ہے، مسٹر اجیت!" ڈاکٹر گھوش نے جواب دیا۔ "لیکن ہم تنظیم کی بقاء کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ مسٹر ہوشنگ کی جگہ فوری طور پر تمہارا تقرر کیا جائے، مجھے اُمید ہے کہ تم بڑوں کی فہرست میں شامل ہونے کے بعد بہتر طور پر تنظیم کی خدمت کر سکو گے۔"

"یہ اعزاز میرے لئے بہت بڑا ہوگا، محترم ڈاکٹر!"

"اس کے باوجود تمہیں ہمارا فیصلہ تسلیم کرنا ہوگا۔" اس بار ہنری ماتھر نے تحکمانہ لہجے میں کہا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہے۔

"میں تمہیں تنظیم کے بڑوں کی صف میں شامل ہونے پر مُبارکباد پیش کرتی ہوں۔" مادام سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے ڈاکٹر گھوش کو ہدایت کر دی ہے کہ تنظیم کی تمام شاخوں کو جو دُنیا کے مختلف ملکوں میں سرگرمِ عمل ہیں انہیں ہوشنگ کی معزولی اور تمہارے تقرر سے فوری طور پر آگاہ کر دیا جائے۔"

"اگر یہ مادام کا حکم ہے تو میں اس اعزاز کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہوں... لیکن میرا خیال ہے کہ مسٹر ہوشنگ ...!"

"تمہیں غالباً رات کو رُونما ہونے والے دوسرے حادثے کا علم نہیں ہے، مسٹر اجیت!" مادام نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ہوشنگ گزشتہ رات ہی فرار ہو گیا ہے۔ اس نے ہمارے دو محافظوں کو قتل کر دیا ہے۔ ہم نے ماسٹر ہنری کو فوری طور پر اسی مقصد سے طلب کیا ہے کہ وہ ہوشنگ کا کھوج لگانے اور مناسب سزا دینے کے لئے اپنی لامحدود ماورائی قوتوں کو عمل میں لائیں۔" مادام نے

اپنا جملہ مکمل کر کے ہنری ماتھر کی جانب غور سے دیکھا... پھر کچھ توقف کے بعد کہا۔ "ماسٹر ہنری! کیا ہم اُمید رکھیں کہ آپ، ہوشنگ کا سراغ لگانے کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کریں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ تنظیم کی تمام شاخوں کو ہوشنگ کے فرار اور گمشدگی کی اطلاع دے دی جائے اور اس کے ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کر دی جائے کہ ہوشنگ جہاں بھی نظر آئے اسے گولی مار دی جائے۔" ہنری ماتھر نے قدرے خشک لہجے میں کہا۔ "ہوشنگ کا وجود تنظیم کے لئے ایک ایسا خطرہ بن گیا ہے، جسے جتنی جلد ختم کر دیا جائے اتنا ہی مناسب ہے۔"

"ہم آپ کی ہدایت پر عمل کریں گے لیکن کیا آپ اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ ہوشنگ اس وقت کہاں رُوپوش ہے اور اسے ختم کرنے کے لئے کیا مناسب کارروائی عمل میں لائی جانی چاہیے؟" مادام نے بدستور ہنری ماتھر کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، مادام!" ہنری ماتھر نے رُکھائی سے جواب دیا۔ "تنظیم کے بڑوں کے درمیان جو عہد و پیمان ہوتے ہیں وہ دائمی صورت کے حامل ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہوشنگ کے خلاف میرا کوئی عمل یا اقدام اس عہد کی خلاف ورزی ہوگا۔"

"لیکن ہوشنگ نے غداری کی ہے، اسے سزا ملنی چاہیے۔" ڈاکٹر گھوش نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں حالات کا اندازہ لگا چکا ہوں، محترم ڈاکٹر لیکن اس کے باوجود عہد شکنی نہیں کر سکتا۔"

"وہ عہد ہم نے خلوصِ نیت کی بُنیادوں پر کیا تھا، ماسٹر ہنری!" مادام نے کہا۔ "لیکن ہوشنگ نے جس کم ظرفی اور بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے، اسے اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔"

"ہوشنگ...!" ہنری ماتھر ہونٹ چباتے ہوئے بولا... پھر اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ مجھے اس وقت ہنری کی باتوں پر تعجب ہو رہا تھا۔ ہوشنگ کا دشمن ہونے کے باوجود اس کا منفی کردار مجھے حیرت میں ڈال رہا تھا لیکن میں نے حالات کے پیشِ نظر خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ ہنری ماتھر کچھ دیر تک ٹہلتا رہا... پھر اس نے پلٹ کر مادام کو مخاطب کیا۔ "ہوشنگ کی حیثیت میرے لئے اب بھی ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں ہے۔ میں چاہوں تو اسے سمندر کی تہہ سے بھی برآمد کر کے اپنے پیروں تلے کچل سکتا ہوں۔ میری پُراسرار قوتیں ہوشنگ کو خودکشی پر بھی مجبور کر سکتی ہیں لیکن میں عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ مجھے افسوس ہے، مادام کہ آپ کے حکم کی تعمیل سے گریز کر رہا ہوں لیکن عہد میرے نزدیک احکام سے زیادہ قابلِ احترام ہے۔"

مادام کے علاوہ ڈاکٹر گھوش بھی انگشت بدنداں تھا۔ ہنری کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اس پر ثابت قدم رہے گا۔ مجھے، مادام کی آنکھوں میں مایوسی نظر آ رہی تھی۔ ڈاکٹر گھوش کے بوڑھے چہرے کی جھرّیاں کچھ اور نمایاں ہو گئی تھیں۔ میری حیثیت تنظیم کے بڑوں کی فہرست میں شامل ہو جانے کے باوجود اس وقت ایک خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں تھی۔ کمرے میں چند ثانیے تک موت کا سناٹا طاری رہا۔ ہنری سینہ تانے کھڑا ایک ایک کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا... پھر اس کی ٹھوس آواز کمرے کے سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی اُبھری۔

"مجھے حالات کی سنگینی کا اندازہ ہے، مادام! میں جانتا ہوں کہ ہوشنگ تنظیم سے رُوپوشی اختیار کر لینے کے بعد کس قسم کی کمینگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف شہروں کے مقامی سربراہوں کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ ٹھکانے فوری طور پر بدل دیں اور کاروباری طریقۂ کار میں بھی تبدیلیاں پیدا کر لیں۔ میں نے تنظیم سے وفاداری کا بھی عہد کیا ہے اور میں مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہوں گا۔"

"ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے، ماسٹر ہنری لیکن ہوشنگ کے سلسلے میں اگر فوری طور پر کوئی مؤثر قدم نہ اُٹھایا گیا تو تنظیم کو ناقابلِ تلافی نقصانات کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟" ڈاکٹر گھوش نے محتاط انداز میں سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہوشنگ براہِ راست ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا اس لئے کہ وہ بھی اپنے عہد کا پابند ہے۔ ہاں، اگر بدعہدی کی پہل ہوشنگ کی جانب سے ہوئی تو میں بھی اپنا عہد توڑ کر اس کی سرکوبی پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"ہمیں آپ سے اسی جواب کی توقع تھی، ماسٹر ہنری!" مادام نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس ہنگامی میٹنگ کے بعد ڈاکٹر گھوش، ایشیا کے ہوائی سفر پر روانہ ہو گیا اور ہنری ماتھر اسی شام لندن سے واپس اپنے مشن کے لئے روانہ ہو گیا۔ جانے سے پیشتر اس نے مجھ سے تنہائی میں مل کر صرف اتنا کہا تھا کہ اس کی واپسی بہت جلد ہوگی اور اس کے بعد وہ مجھے اپنے پُراسرار علوم کے سلسلے میں باقاعدہ تربیت دے گا۔ میری ترقی پر اس نے خاص طور پر مبارکباد دی تھی اور تاکید کی تھی کہ میں تنظیم کے لئے انتہائی وفاداری اور دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیتا رہوں اور مادام کے کسی حکم سے سرتابی کی جرأت کبھی نہ کروں۔

اُسی رات مادام نے لندن کے مقامی لوگوں سے میرا تعارف

کر دی۔ کچھ ایسے چہرے بھی میری نظروں میں آئے جو میرے لئے بالکل نئے تھے۔ اس ملاقات میں لوسی بھی شریک تھی۔ مقامی سرگرم کارکنوں نے مجھے ہوشنگ کی جگہ لینے پر بڑی گرمجوشی سے مبارک باد دی اور اپنے تعاون کا بھرپور یقین دلایا لیکن میں نے ایک شخص کو خاص طور پر بار بار پہلو بدلتے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے کینہ توزی جھلک رہی تھی۔ گویا وہ میری ترقی پر خوش نہیں تھا۔ اس کا نام بارووت تھا اور وہ چہرے سے اطالوی نظر آتا تھا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ میری جانب کچھ ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگتا تھا جیسے میری شکل کو ذہن نشین کر رہا ہو۔ میٹنگ کے اختتام پر وہ مجھ سے ملا تو اس کے مبارک باد دینے کا انداز جداگانہ تھا... لیکن یہ ملاقات زیادہ طویل ثابت نہ ہو سکی کیونکہ مادام نے اسے طلب کر لیا تھا۔

تنظیم کے بڑوں میں شامل ہونے کے بعد میری ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ میرے اختیارات بھی بے حد وسیع ہو گئے تھے۔ لوسی میرے لئے بہترین معاون ثابت ہو رہی تھی۔ اسی کے ساتھ میں نے لندن میں واقع تنظیم کے تمام دفاتر کا معائنہ کیا اور جہاں جو خامی محسوس کی ضروری ہدایات دے کر اسے فوری طور پر دور کرنے کی کوشش کی۔ مادام میری کارکردگی سے بہت خوش تھی لیکن ہوشنگ والے حادثے کے بعد سے تنہائی میں ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا۔

تنظیم کے بارے میں میری معلومات کا احاطہ بھی وسیع ہو رہا تھا مجھے اس بات کا شبہ شروع ہی سے تھا کہ مادام کی تنظیم غلط قسم کے کاروبار کرتی ہے اور ہوشنگ کی جگہ لینے کے بعد میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔ مجھے اس بات کا اعتراف بھی ہے کہ تنظیم کو بڑے منظم انداز میں چلایا جا رہا تھا اور جائز کاروباری نوعیت کے دفاتر میں ناجائز تجارت کی ذمے داریاں اس طرح سے سرانجام دی جاتی تھیں کہ کسی کو ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کاموں کی فہرست بہت طویل تھی۔ اس میں چرس اور ہیروئن سے لے کر ہیرے جواہرات تک کی ناجائز نقل و حرکت شامل تھی۔ ایک طے شدہ معاوضے کے تحت ملکوں کے راز بھی چوری کر کے فروخت کئے جاتے تھے۔ اہم شخصیتوں کے اغوا اور ایسے ہی دیگر کاموں کے لئے مخصوص قسم کے ڈیپارٹمنٹ تھے۔ ان تمام کاموں کے لئے تنظیم نے اپنی دیانت داری کا جو وقار قائم کر رکھا تھا وہ یقیناً قابل تعریف تھا۔ تنظیم کے تمام افراد بظاہر نہایت متمول قسم کے لوگ تھے لیکن درپردہ ان کا ماضی بھی میری ہی طرح کسی نہ کسی طور غیر قانونی سرگرمی سے ملوث تھا اس لئے وہ مادام کے وفادار رہنے پر مجبور تھے۔ حکم کی سرتابی کی صورت میں ایسے افراد کو یہ خطرہ بھی رہتا تھا کہ کہیں مادام ان کا ماضی بے نقاب

نہ کر دے۔ تنظیم سے وفاداری کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ مادام ایسے تمام افراد کو نہایت معقول معاوضہ دیتی تھی اور ہر طرح ان کا خیال رکھتی تھی۔ تنخواہوں کے علاوہ ہر شخص کو اس کی کارکردگی کے سلسلے میں کمیشن بھی ملتا تھا جو اکثر تنخواہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہو جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ہر شخص اس بات کے لئے کوشاں رہتا تھا کہ مادام اس کو کوئی بڑا اور زیادہ خطرناک کام سونپے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کر سکے... غرضیکہ تنظیم قانونی کاموں کے پس پردہ غیر قانونی تجارت کو بہت بڑے اور بین الاقوامی پیمانے پر سرانجام دے رہی تھی۔ لوسی نے شروع شروع میں مجھے کاروباری نوعیت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا لیکن ہوشنگ کی جگہ لینے کے بعد اس نے مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی تھی۔ میں مادام کی حویلی سے دوبارہ لوسی کے ساتھ پرانے فلیٹ میں آ گیا تھا۔ مادام کی طرف سے مجھے اجازت تھی کہ اپنے لئے کسی شاندار رہائش گاہ کا بندوبست کر لوں لیکن میں نے لوسی کے ساتھ ہی رہنا پسند کیا تھا۔ رابرٹ کی روح نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔

تنظیم کے اندرونی حالات جاننے کے باوجود میں نے اس سے علیحدگی کا کوئی خیال اپنے ذہن میں نہیں آنے دیا تھا۔ مجھے اپنے ماضی کی تلخیاں اور پولیس کے ہاتھوں ملنے والی اذیت ناک سزائیں ابھی تک یاد تھیں۔ دنیا نے مجھے شرافت کی زندگی گزارنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ مجھے اپنی شرافت کے بدلے میں جو مظالم برداشت کرنے پڑے تھے، ان کا ذکر میری داستان کا سبب بن گیا تھا۔ حالات نے شرافت کے اس لبادے کی دھجیاں اڑا دی تھیں جو میں نے پہن رکھا تھا۔ اگر سیزی ماسٹر نے مجھے پولیس کی تحویل سے اغوا کر کے تنظیم میں شامل نہ کیا ہوتا تو شاید میں پولیس کی سختیاں سہتے سہتے دم توڑ چکا ہوتا۔ میری لاش خاموشی سے کسی ویرانے میں مٹی کے نیچے دبا دی جاتی یا پھر مجھے کسی دریا یا سمندر میں پھینک دیا جاتا، جہاں آبی جانور میری بوٹیوں اور ہڈیوں کو ہڑپ کر جاتے۔ میں نے خود بھی اس امجد علی کا گلا گھونٹ ڈالا تھا جس نے کبھی شرافت کی زندگی گزارنے کے خواب دیکھے تھے۔ ان خوابوں کی بھیانک تعبیر امجد علی کی المناک موت کا باعث ثابت ہوئی تھیں اور اب صرف اجیت کمار زندہ تھا۔

اجیت کمار... جسے اس کے حال نے دنیا کی تمام آسائشیں مہیا کر دی تھیں۔ عزت، دولت، وقار، اقتدار، خوبصورت لڑکیاں، گھومنے پھرنے کے لئے گاڑیاں اور وسیع اختیارات۔ ایک انسان کو پرسکون زندگی گزارنے کے لئے ان چیزوں کے سوا بھلا اور کیا چاہیے! ایسا سکون کس کام کا جس میں انسان کے جسم پر پھپھوڑے پھوٹ رہے ہوں، کھانے کے لئے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہ ہو البتہ جوتے، لاتوں اور غلیظ گالیاں بہ افراط ہوں۔ میں نے اس امجد علی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا تھا اور اب صرف اور صرف اجیت کمار کو زندہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا جو طاقت ور اور صاحب اقتدار تھا۔ مجھے اپنے ماضی سے اگر کوئی سروکار تھا تو صرف، بچھارن سرتیا اور بچاری لچھمن داس سے تھا۔ مجھے ان کے کچھ بڑا نے قرضے چکانے تھے اس کے علاوہ میں ماضی کی تمام باتوں کو یکسر فراموش کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ زندگی کا مفہوم اب اگر میرے نزدیک تھا تو صرف اتنا کہ کھاؤ، پیو اور موج اڑاؤ۔ خطرات سے کھیلنا تو یوں بھی مردانگی کی علامت ہے... پھر مجھے خطرات سے گھبرانے کی کیا ضرورت تھی...

چنانچہ اس وقت بھی میں ایک حسین آفت سے کھیل رہا تھا۔ وہ لوسی تھی، میری بہترین رفیق اور دوست! اس نے بھی زندگی کا مفہوم وہی سمجھا تھا جو حالات نے مجھے سمجھایا تھا۔ رات کے تقریباً دس کا عمل تھا، لوسی، میرے ساتھ، میری خواب گاہ میں، میرے بستر پر، میرے پہلو میں دراز تھی اور میں اس کی زلفوں سے کھیل رہا تھا۔ اس کے بدن کی حرارت مجھے سکون بخش رہی تھی۔ اس کے باریک ڈریسنگ گاؤن سے اٹھتی ہوئی مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی۔ جب میری گستاخیاں بڑھنے لگتیں تو وہ نیم وا آنکھوں سے مجھے گھورنے لگتی لیکن اس نے آج تک مجھے کسی بات پر ٹوکا نہیں تھا، ہمیشہ میری خواہشات کی تکمیل پر رضامندی ہی کا اظہار کیا تھا۔

"لوسی !" میں نے اس کے بالوں کو چومتے ہوئے سرگوشی کی۔ "ایک بات کہوں؟"

"ہوں !" اس نے خمار آلود لہجے میں جواب دیا۔

"اگر تم نے لندن میں میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو شاید میں بھٹک گیا ہوتا۔"

"ماسٹر اجیت !" اس نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا: "آپ نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اپنی دلیری اور نمایاں صلاحیتوں سے حاصل کیا ہے۔"

"ماسٹر اجیت، نہیں۔ صرف اجیت کہا کرو۔" میں نے اس کے ہونٹوں کی سرخی چراتے ہوئے کہا: "ہمارے درمیان صرف دوستی کا رشتہ استوار رہنا چاہیے۔"

"سچ !" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"تمہیں یقین نہیں آتا تو کبھی آزما کر دیکھ لینا۔"

"اب کیا اس حد تک بڑھ جانے کے بعد بھی کسی اور آزمائش کی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟" اس نے شوخی سے جواب دیا۔

"ہاں۔ ابھی ایک آزمائش باقی ہے۔" میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بولا: "ہمیں کسی ایسے وقت کے لئے تیار رہنا چاہیے جب ہم ایک دوسرے کی خاطر اپنی زندگیاں قربان کر سکیں۔ سچی دوستی قربان ہو جانے ہی کا نام ہے، لوسی ڈارلنگ !"

"اجیت !" لوسی جذباتی ہو گئی۔ "اگر کوئی ایسا وقت آیا تو میں تم پر قربان ہو جانے میں دریغ نہیں کروں گی۔"

"تم پابند ہو، لوسی! تنظیم نے تمہارے اوپر بہت ساری بندشیں عائد کر رکھی ہیں۔ تم عورت بھی ہو، جو کمزور ہوتی ہے... لیکن میں مرد ہوں اور تم سے عہد کرتا ہوں کہ اگر کبھی آزمائش کا وقت آیا تو تمام بندشیں توڑ کر صرف تمہارے مفاد کی خاطر جان کی بازی لگا دوں گا، ہاں ڈیئر! مجھے، تم تنظیم سے بھی زیادہ عزیز ہو۔"

"اجیت ! مجھے، تمہاری دوستی پر فخر ہے۔" لوسی نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا... پھر بے اختیار میرے وجود میں سما جانے کے لئے مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کا قرب قیامت خیز تھا۔ مجھ پر نشے کی کیفیت طاری ہونے لگی لیکن ابھی خمار اترنے بھی نہ پایا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور مجھے مجبوراً لوسی کو اپنی آغوش سے ہٹا کر اٹھنا پڑا۔

"ہیلو۔ اجیت اسپیکنگ !" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اجیت !" مادام کی آواز ابھری۔ "مجھے تم سے ایک اشد ضروری کام ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو اسی وقت آ جاؤ۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"ہاں! تم سے ایک خاص معاملے میں کچھ مشورہ کرنا ہے۔"

"بہتر ہے مادام! میں ابھی تیار ہو کر آ رہا ہوں۔" میں نے ریسیور رکھ کر لوسی کو حالات سے آگاہ کیا... پھر جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے اور مادام کی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

مجھے شوفی نے فوری طور پر مادام کی خواب گاہ میں پہنچا دیا جہاں وہ حسب معمول شب خوابی کے لباس میں لپٹی ہوئی تھی لیکن اس وقت اس کے چہرے پر تازگی اور زندگی کے تاثرات کے بجائے الجھن اور پریشانیاں نظر آ رہی تھیں۔ شاید تنظیم کے کسی گوشے سے اسے کوئی بری خبر ملی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی نرم و گرم مسہری کی بجائے خواب گاہ کے دبیز قالین پر ٹہل رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی مادام ہاتھ ملتی ہوئی تیزی سے میرے قریب آ گئی۔

"اجیت! مجھے خوشی ہے کہ تم اسی وقت آ گئے... آؤ بیٹھو۔"

"آپ کسی الجھن سے دوچار نظر آ رہی ہیں، مادام!" میں نے

صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔" مادام نے سنجیدگی سے جواب دیا... پھر سگریٹ سُلگا کر اس کا ایک طویل کش لیتے ہوئے بولی۔ "مجھے تنظیم کی ایک بیرونی شاخ سے کچھ اہم خبریں موصول ہوئی ہیں۔ حالات کچھ تشویشناک نظر آرہے ہیں۔"

"کیا مادام مجھے حالات کی تفصیل بتانا پسند کریں گی؟" میں نے اُس سے دریافت کیا۔

"ہمارے ہانگ کانگ کے نمائندے نے اطلاع دی ہے کہ وہاں کے ایک مقامی تاجر نے ہماری ایک بڑی ادائیگی سے انکار کردیا ہے۔" مادام نے بدستور اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے ہماری ادائیگی کے سلسلے میں کوئی رخنہ اندازی کی ہو۔ یہ پہلی بار ہوا ہے اور... میرا خیال ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی گہری سازش کام کررہی ہے۔ اگر فوراً ہی کوئی مناسب اقدام نہ کیا گیا تو دوسرے بھی اس کی دیکھا دیکھی ہاتھ پیر نکالنے کی کوشش کریں گے اور تنظیم کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مادام... لیکن کیا کاغذی دستاویز کی بنیاد پر اس تاجر کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی جس نے رقم کی ادائیگی سے انکار کیا ہے؟" میں نے انجان بن کر مادام کو کریدنے کی خاطر کہا۔

مادام نے پہلی بار مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھا... پھر بڑے مشفق لہجے میں بولی۔ "میرا خیال تھا کہ ہنری نے تمہیں تنظیم کے بارے میں تمام حالات سے آگاہ کردیا ہوگا۔ بہرحال اس وقت تفصیل سے بتانے میں وقت ضائع ہوگا جبکہ ہمارے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ فی الحال تم کو یہ بتایا جاسکتا ہے کہ جس ادائیگی سے انکار کیا گیا ہے اس کی کوئی قانونی دستاویز نہیں ہے۔ کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف زبان اور بھروسے کی بنیادوں پر کئے جاتے ہیں۔"

"آئی سی!" میں نے اس بار صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں سمجھ گیا، مادام! ویسے کیا آپ مجھے اس کام کی نوعیت بتانا پسند کریں گی جس کے مکمل ہوجانے کے بعد ادائیگی سے انکار کیا گیا ہے؟"

"تنظیم کے بڑوں میں شمولیت اختیار کرلینے کے بعد ہمارے درمیان سے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں۔" مادام نے اپنے لئے ایک جام تیار کرتے ہوئے کہا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "کیا تم بھی شوق کرنا پسند کروگے؟"

"اگر مادام کو ناگوارِ خاطر نہ گزرے تو..."

"تمہیں اب ان تکلفات سے کام نہیں لینا چاہیے۔" مادام نے ایک گلاس میرے لئے بھی بنایا پھر گلاس ٹکرا کر ایک لمبا گھونٹ لیتے ہوئے بولی۔ "ہم نے طے شدہ کمیشن پر اس تاجر کے لئے ایشیا کی بہترین حشیش اپنے آدمیوں کے ذریعے فراہم کرائی تھی۔ نصف رقم کی ادائیگی اصول کے مطابق پہلے ہوگئی تھی لیکن باقی رقم کی ادائیگی اس نے مال موصول ہوجانے کے ایک ہفتے بعد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس قسم کے کاموں میں اعتماد اور بھروسے پر ہی کاروبار چلتا ہے اس لئے ہم نے باقی نصف رقم کی ادائیگی میں کوئی حجت مناسب نہیں سمجھی لیکن پندرہ روز گزر جانے کے بعد بھی رقم وصول نہیں ہوئی تو ہمارے مقامی نمائندے نے تقاضہ کیا اور جانتے ہو اس تاجر نے ہمارے آدمی کو کیا جواب دیا۔ وہ اس بات سے منحرف ہوگیا ہے کہ اس نے ہمارے ذریعے کوئی چیز منگوائی تھی۔"

"بقایا رقم کتنی تھی؟" میں نے آدھا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کرتے ہوئے بڑی لاپرواہی سے دریافت کیا۔

"تقریباً دو لاکھ روپے جو اُسے امریکی ڈالر کی شکل میں ادا کرنے تھے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس تاجر سے اپنی رقم وصول کرنے کے بعد اسے اس طرح ختم کردیں کہ دوسروں کو بھی اس سے عبرت حاصل ہو اور دوبارہ کوئی ہمارے ساتھ ادائیگی کے معاملے میں بددیانتی کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔" میں نے تپائی پر گلاس رکھتے ہوئے کہا۔

مادام نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "ماسٹر ہنری اگر چاہے تو سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن میں محسوس کررہی ہوں کہ ہوشنگ والے حادثے کے بعد سے وہ کچھ دل برداشتہ ہوگئے ہیں۔"

"انسان اگر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اُتر آئے تو ہر بات ممکن ہوجاتی ہے، مادام!" میں نے گلاس میں بچی ہوئی باقی شراب کو بھی ایک ہی سانس میں معدے میں اُتارتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں، "مجھے صرف آپ کی اجازت کی ضرورت ہے، آپ اگر چاہیں گی تو اس تاجر کو لندن لاکر آپ کے قدموں میں بھی ڈال دوں گا۔"

"کیا؟ کیا تم ایسا کرسکتے ہو؟" مادام نے تعجب سے سوال کیا... پھر خود ہی کچھ سوچ کر بولی۔ "ان معاملات سے ابھی تک تمہارا سابقہ نہیں پڑا ہے اس لئے شاید تم آسانی سے کامیاب نہ ہوسکو۔ جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں ان کے ذرائع بھی لامحدود ہوتے ہیں۔ ہمیں اگر ناکامی کا سامنا ہوا تو تنظیم کی ساکھ مزید خراب ہوجانے گی اور دوسرے افراد کو بھی شبہ مل سکتی ہے۔"

"قبل از وقت کوئی دعویٰ کرنا میرے اصول کے خلاف ہے

... مگر میں آپ کو اتنا یقین دلاتا ہوں کہ ناکامی کی صورت میں، میں خود اپنے آپ کو بھی شوٹ کرنے سے نہیں ہچکچاؤں گا۔ آپ مجھے اُن لوگوں کے نام اور پتے فراہم کردیں۔ میں تنظیم کی ساکھ کو گرنے نہیں دوں گا۔"

"اگر تمہیں خود پر اتنا ہی اعتماد ہے تو میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔" مادام نے کہا پھر مجھے تاجر کا نام اور پتہ نوٹ کراتے ہوئے بولی۔ "باقی سہولتیں تمہیں وہاں کے مقامی سربراہ سے مل جائیں گی۔ ہمارے آدمی بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"نہیں مادام...!" میں نے دوسرا گلاس بنا کر مادام کے سامنے رکھتے ہوئے کہا... پھر ایک پیگ اپنے لئے تیار کرتے ہوئے بولا۔ "میرا اپنا ایک خاص طریقۂ کار ہے، مادام!... میں ذاتی طور پر اس معاملے کو نپٹانے کی کوشش کروں گا البتہ اگر آپ اجازت دیں تو میں لُوسی کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اس کی صلاحیتیں میرے لئے کارآمد ثابت ہوسکتی ہیں۔ وہ بے حد ذہین اور دوراندیش لڑکی ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں...۔" مادام نے فوراً ہی حامی بھرتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان اسی تاجر کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی... پھر اچانک میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا ہوشنگ کے بارے میں بھی آپ کو اطلاع ملی؟"

"ابھی تک اس کی گمشدگی ایک معمہ ثابت ہوئی ہے۔" مادام بولی۔ "میرا خیال ہے کہ فی الحال وہ سامنے آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"تنظیم کے بڑے لوگوں میں سے ایک ہونے کی حیثیت سے ہوشنگ کے تعلقات بھی ہمارے کاروباری حلقے میں بہت وسیع ہوں گے... کیوں مادام؟"

"یقینی بات ہے... لیکن تمہیں اس وقت ہوشنگ کیوں یاد آگیا؟"

"کیا یہ ممکن نہیں مادام کہ ہوشنگ ہی کی شہہ پر ہماری ادائیگی روکی گئی ہو؟" میں نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ظاہر ہے کہ ہم اپنے کسی دشمن سے فائدے کے بجائے نقصان ہی کی توقع کرسکتے ہیں اور ایسی صورت میں جبکہ ہوشنگ ہمارے بیشتر رازوں سے واقف ہے، وہ ہمیں زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو تنظیم کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے سلسلے میں کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا۔"

"اوہ...!" مادام نے چونک کر مجھے تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس معاملے کو تمہارے انداز میں نہیں سوچا تھا۔ تمہارا اندازہ ٹھیک بھی ہوسکتا ہے، اس پارٹی سے معاملات طے کرنے میں ہوشنگ ہی کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے اسی نے اسے ڈیل کیا ہو۔ تمہارا خیال سو فی صد درست ہے۔ یقیناً ہوشنگ ہی نے اس پارٹی کو ادائیگی سے روکا ہوگا۔ اگر یہ بات ماسٹر ہنری بھی تسلیم کرلیں تو وہ ہوشنگ کی سرکوبی پر آمادہ ہوسکتے ہیں۔"

"آپ جو مناسب سمجھیں۔" میں نے تلخ انداز اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میری بات کا غلط مطلب مت سمجھو، اجیت!" مادام نے تیزی سے کہا۔ "تم شاید ماسٹر ہنری کی پُراسرار قوتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"جس روز ہوشنگ نے کینگی کا ثبوت پیش کیا تھا اس سے پہلے آپ میرے مقابلے میں اس کی صلاحیتوں پر بھی اعتماد رکھتی تھیں۔" میرا لہجہ مزید خشک ہوگیا... پھر میں نے دوسرا جام بھی ایک ہی سانس میں ختم کرکے گلاس کو ایک جھٹکے سے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں گستاخی کی معافی چاہتا ہوں، مادام! جو لوگ محض کسی ایک شخص کو اپنا نجات دہندہ سمجھ لیتے ہیں وہ اکثر ناقابلِ یقین خسارے سے دوچار ہوتے ہیں۔"

"تم - تم کیا ہو اجیت؟" مادام نے مجھے گھورتے ہوئے اُلجھے انداز میں کہا۔ "میں ابھی تک تمہاری بات پوری طرح نہیں سمجھ سکی لیکن اتنا ضرور محسوس کرتی ہوں کہ تمہاری گفتگو کا اعتماد تمہاری شخصیت کو بہت پُراسرار بنا دیتا ہے، کیا تم مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ بتانا پسند کروگے؟"

"میں نے اپنے ماضی کو دفن کردیا ہے، مادام!" میں نے مغموم آواز میں کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ میرا مستقبل مجھے اپنے حال کو بھی فراموش کرنے پر مجبور کردے۔"

"تمہاری باتیں۔ تمہاری باتیں بھی اکثر تمہاری ہی طرح بے حد پُراسرار ہوجاتی ہیں۔" مادام نے مجھے گھورتے ہوئے تعریفی انداز اختیار کیا۔ "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم تنظیم کے لئے ایک مضبوط ستون ثابت ہوگے۔"

"اور یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے جب مجھے خدمت کا موقع دیا جائے۔" میرا لہجہ سپاٹ تھا۔ مادام کو میرے لہجے کی تلخی محسوس ہورہی تھی۔ اس نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے مجھے معنی خیز انداز میں دیکھتی رہی... پھر اس کے خشک ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ اُبھری۔ اس کی آنکھوں کی نیلگوں گہرائیاں یکلخت ہی بے حد حسین نظر آنے لگیں۔

"میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق خدمت کا موقع دینے کو تیار ہوں۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"میں اسے بھی اپنے لئے کسی بڑے انعام سے تعبیر دوں گا۔" میں نے مادام کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "میں

ایک اور درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں۔ میری باتوں کو مادام صرف اپنی ہی ذات تک محدود رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جو کچھ ہمارے درمیان طے ہوا اس کی اطلاع تنظیم کے بڑوں کو بھی نہیں ہونی چاہیے۔ میرا مقصد یہ ہے آپ کو ہوشنگ والے حادثے سے سبق لینا چاہیے۔ راز جب تک راز رہے، کامیابی کی زیادہ توقع ہوتی ہے۔ دوسری صورت میں اعتماد کو ٹھیس بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"تم اچانک ہی بڑی گہری گہری باتیں کرنے لگے ہو اجیت!" مادام نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"مادام کی کرم نوازیوں نے بے باک کر دیا ہے۔"

"میں کارآمد لوگوں کی بے باکیوں کو ناپسند نہیں کرتی۔"

"میرے لئے اب کیا حکم ہے؟" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم کل ہی پہلے طیارے سے لوسی کو ساتھ لے کر نئی مہم پر روانہ ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا۔"

"اتنی جلدی کس لئے، مسٹر اجیت؟" مادام نے مجھے شوخ اور مشتبہ نظروں سے دیکھا۔ "کیا لوسی سے جلدی واپسی کا وعدہ کر کے آئے تھے؟"

"جو لمحے رنگین گزر جائیں، وہ زندگی میں یادگار حیثیت رکھتے ہیں۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"ہمارے اوپر تمہارا ایک قرض بھی باقی ہے۔" مادام نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں، مادام!"

"تم نے ہم سے اپنے لئے حسب خواہش انعام کی فرمائش کی تھی اور ہم نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی۔" مادام کی نگاہوں سے مستی چھلکنے لگی۔

"مجھے یاد ہے، مادام!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "میں نے اپنا وہ حق محفوظ رکھا ہے۔"

"لیکن میں چاہتی ہوں کہ لندن سے روانگی سے قبل ہی تمہارا قرض چکا دوں۔" مادام کی آواز میں شراب کے ساغر کھنک رہے تھے۔ "بولو اجیت! تم کیا انعام چاہتے ہو؟"

جب حسن خود دعوتِ نظارہ ہو تو عشق کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں۔ میں بھی اس وقت کچھ ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھا۔ مادام جن نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس نے میری پیاس کو اور بھڑکا دیا، مجھے رابرٹ کی بات یاد آئی۔ اس نے یہی کہا تھا مادام کارآمد لوگوں کو مایوس نہیں کرتی۔ حالات کے پیش نظر میری اہمیت بھی اس کی نگاہوں میں بڑھ گئی تھی۔ وہ مجھے بھی اپنے شباب کے چھلکتے ہوئے ساغر سے مدہوش کرنا چاہتی تھی۔ میں نے مایوسی گناہ سمجھی۔ مادام کی بات کا جواب دینے کے بجائے میرے قدم متحرک ہو گئے۔ میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کے قرب کی حشر سامانیاں مجھے سحر آلود کر رہی تھیں۔ باریک ڈریسنگ گاؤن سے جھلکتا ہوا اس کا کندن جیسا جسم میرے وجود کو پگھلا رہا تھا۔ مجھے اپنے جسم پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔ میرا حلق خشک ہونے لگا۔ مادام کے جسم کی مہک میرے نشے کو ہوا دے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا سحر مجھے آہستہ آہستہ تسخیر کر رہا تھا۔ میں بے خودی میں غرق ہونے لگا۔ میں نے ہوش میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ ہماری زبانیں بند تھیں اور نگاہیں زبان بن گئی تھیں... جو ہماری دھڑکنوں کا مفہوم ایک دوسرے کو سمجھا رہی تھیں... اور پھر جب نگاہوں کی زبان نے ایک حتمی فیصلہ کر لیا تو میں نے بڑھ کر مادام کے حسین پیکر کو اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا اور لڑکھڑاتا ہوا مسہری پر آ گیا۔

خواب گاہ کا حسن مادام کے قرب سے قیامت خیز بن گیا۔ پہل مادام نے کی، اپنا نازک ہاتھ بڑھا کر اس نے بیڈ سوئچ آف کر دیا تھا۔

پوری خواب گاہ گھپ اندھیرے میں ڈوب گئی تو میری جسد توں میں طوفان آ گیا اور طوفان کی شدت نے درمیانی فاصلے کم کر دیئے... پھر جب طوفان ختم ہوا تو فاصلے دوبارہ برقرار ہو گئے۔ میں زندگی کی لذتوں سے سرشار اپنی فتح پر جھومتا ہوا اٹھا۔ مادام کا ٹوٹا ہوا جسم بدستور مسہری کے نرم فوم پر یوں پڑا رہا جیسے کسی بت تراش نے ملائم ربڑ سے ایک حسین وجود کو بڑی چابکدستی سے تراش دیا ہو۔ میں نے سنگتراشی کے اس حسین شاہکار پر الوداعی نظر ڈالی اور خاموشی سے خواب گاہ کے ملگجی اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آ گیا...

دوسرے ہی روز میں، لوسی کو ساتھ لے کر اپنی نئی مہم سر کرنے کے ارادے سے لندن ایئرپورٹ سے اپنی منزل کی طرف پرواز کر گیا، جہاں میرے ساتھ کیا ہونے والا تھا یا میرے ہاتھوں سے کیا کچھ عمل میں آ سکتا تھا... مجھے کچھ خبر نہ تھی... اور نہ ہی مجھے اس کی پرواہ تھی۔

ندن ایئرپورٹ سے میں نے لوسی کے ہمراہ ہانگ کانگ کے لئے پرواز کی تو میرا سینہ بے حد کشادہ تھا۔ تنظیم کے بڑوں میں شمولیت اختیار کر لینے کے بعد میرے اختیارات بھی وسیع ہو گئے تھے۔ میں اب مادام کو تسخیر کرنے کے لئے کھل کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکتا تھا اور تنظیم کے اندر اپنے قدم زیادہ مضبوطی سے جما سکتا تھا۔ لندن سے روانگی سے قبل مادام نے جس صورت حال سے آگاہ کیا تھا، وہ میرے لئے پریشان کن نہیں تھی۔ میں اس کام کو بہ آسانی اپنی پراسرار اور ماورائی قوتوں سے کر سکتا تھا لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ موجودہ مہم میں کچھ ایسے انداز میں حالات کا مقابلہ کروں گا کہ مادام پوری طرح میری مٹھی میں آ جائے۔ اسی غرض سے میں نے کسی اور کے بجائے لوسی کو اپنے ہمراہ لیا تھا۔ وہ مادام کی سب سے زیادہ قابل اعتماد کارکن تھی اور مجھے عزیز بھی۔ اب تک جو واقعات رونما ہو چکے تھے اس کی روشنی میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ لوسی کم از کم میرے ساتھ دغا نہیں کرے گی اور اگر کوئی وقت آیا تو شاید وہ تنظیم سے زیادہ میری طرفداری کا انداز اختیار کرے گی۔

اس وقت بھی جب وہ میرے برابر بیٹھی تھی اس کے چہرے سے بے پناہ مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ شاید اس لئے کہ میں نے بڑوں میں شمولیت اختیار کرنے کے باوجود کسی اعلیٰ رہائش گاہ پر منتقل ہونے کے بجائے اسی کے ساتھ فلیٹ میں قیام کیا تھا اور موجودہ مہم میں بھی اس کا انتخاب کیا تھا۔ جہاز جب بلندی پر پہنچ کر سیدھا ہو گیا تو مسافروں کو سیفٹی بیلٹ کھولنے کی اجازت کا اعلان ہوا۔ لوسی نے بیلٹ کھولتے ہی میری جانب پہلو بدل کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"اجیت! میں تمہاری شکرگزار ہوں کہ تم نے بڑوں میں شامل ہونے کے باوجود مجھے فراموش نہیں کیا۔"

"تمہارا کیا اندازہ تھا؟" میں نے نشست پیچھے کر کے نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھا... پھر مسافروں کو دیکھنے لگا۔

"تمہیں شاید اندازہ نہیں کہ تنظیم کے بڑوں کے اختیارات کتنے وسیع ہوتے ہیں۔" لوسی نے بے تکلف کہا۔ "میرا خیال تھا تم شاید وقت کے ساتھ ساتھ خود بھی بدل جاؤ گے۔"

"اس وہم کو دل سے نکال دو، لوسی ڈیئر!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اجیت! دنیا کو بھول سکتا ہے، مادام سے بھی نظریں پھیر سکتا ہے لیکن تمہیں نہیں بھول سکتا۔"

"اب مجھے بھی اس کا اندازہ ہو گیا ہے۔" وہ شوخی سے بولی۔

میں نے فرسٹ کلاس کے بجائے جان بوجھ کر اکونومی کلاس کی نشستیں مخصوص کروائی تھیں۔ لوسی نے میری اس فرمائش پر تعجب کا اظہار بھی کیا تھا لیکن

پھر اس نے میرے کہنے پر عام مسافروں کے ساتھ نشستیں محفوظ کرالی تھیں۔ دراصل اپنی پہلی مہم کے دوران میں خود کو زیادہ محتاط ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور اس بات کا اندازہ بھی کرنا چاہتا تھا کہ ہونٹنگ کے اندرونی آدمیوں نے میری ترقی کو کس انداز میں قبول کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہونٹنگ میرا دُشمن بن چکا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کے خاص آدمی بھی مجھے نقصان پہنچانے کے لئے گھات لگائے بیٹھے ہوں گے اور میری ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ مجھے جب ہونٹنگ کی جگہ دینے کے بعد لندن کے مقامی لوگوں سے متعارف کرایا گیا تھا تو میں نے بارودت نامی ایک اطالوی باشندے کی نگاہوں میں اپنے لئے حقارت اور نفرت کے ملے جُلے تاثرات محسوس کئے تھے اور مجھے شبہ ہوا تھا کہ وہ یقیناً ہونٹنگ کا آدمی ہوگا... اور بھی کتنے افراد تنظیم میں ایسے تھے جو میرے عروج کے فوراً بعد ہی میرے زوال کے لئے کوشاں ہو چکے ہوں گے چنانچہ لندن سے میری روانگی کی اطلاع بھی میرے دُشمنوں کو مل سکتی تھی اور دُشمنوں کا کوئی آدمی میرے تعاقب پر مامور بھی کیا جا سکتا تھا۔ اسی خیال کے تحت میں خود کو بظاہر بے حد لاپرواہ ظاہر کر رہا تھا لیکن میری دُور رس نگاہیں ایک ایک مسافر کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

جہاز کے بیشتر مسافر غیر ملکی تھے اور اپنے آپ میں مگن نظر آرہے تھے۔ میں جس نشست پر بیٹھا تھا' وہاں سے جہاز کے تمام مسافروں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جو لوگ نظر آرہے تھے ان میں سے کوئی بھی مشکوک نظر نہیں آرہا تھا۔ کچھ دیر بعد میں اُٹھ کر باتھ رُوم کی طرف چل دیا۔ اس طرح میں باقی مسافروں کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ میرے چہرے پر ہلکے آسمانی رنگ کا چشمہ تھا اس لئے میں کنکھیوں سے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے مسافروں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا لیکن ان مسافروں میں مجھے کوئی مشکوک چہرہ نظر نہیں آیا۔ میں باتھ رُوم سے ہو کر دوبارہ اپنی سیٹ پر آبیٹھا اور لُوسی سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔ وہ مجھے ہانگ کانگ کی رنگینیوں کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کر رہی تھی۔ مادام کے ساتھ وہ دو بار پہلے بھی وہاں جا چکی تھی اور شہر کے بارے میں خاصی معلومات رکھتی تھی' میں خاموش بیٹھا اس کی باتیں سُنتا رہا۔

ہانگ کانگ پہنچ کر لُوسی کا خیال تھا کہ تنظیم کے مقامی دفتر کو فون کر کے اپنی آمد کا بتا دیا جائے اور کسی آدمی کو طلب کر کے رہائش کے سلسلے میں بندوبست کرایا جائے لیکن میں نے لُوسی کی اس تجویز کو رَد کر دیا اور کسی ہوٹل میں قیام کا ارادہ ظاہر کیا۔ لُوسی نے اس کی وجہ نہیں دریافت کی لیکن میں نے خود ہی اس سے کہا کہ ہانگ کانگ میں ہمارا قیام ایک سیاح کی حیثیت سے کسی ہوٹل میں ہو تو ہم اپنے مشن پر زیادہ آسانی اور سکون سے کام کر سکیں گے۔ لُوسی اس وضاحت سے خوش ہوئی... چنانچہ ایئرپورٹ سے باہر نکل کر ہم نے ایک ٹیکسی پکڑی۔ ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ وہ ہمیں کسی اچھے ہوٹل میں لے چلے۔ ہم نے ڈرائیور پر بھی خود کو سیاح ظاہر کیا تھا۔

جو لوگ ہانگ کانگ جا چکے ہیں' وہ خُوب جانتے ہوں گے وہاں قدم قدم پر عیاشی کے مواقع ملتے ہیں اور گائیڈز کی پوری فوج یا... پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے چنانچہ ٹیکسی ڈرا... نے بھی ہم سے پہلا سوال یہی کیا۔ "صاحب' کیا آپ کو کسی گائیڈ کی ضرو... ہے؟" اور میں نے اسے بڑی خوبصورتی سے یہ کہہ کر مایوس کر دیا... ساتھ جو لڑکی ہے وہ حقیقتہً ایک گائیڈ ہی ہے جسے میں اپنے ساتھ... سے لایا ہوں۔ ٹیکسی ڈرائیور خاموش ہو گیا پھر اس نے انجن اسٹارٹ... ٹیکسی سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ لُوسی مجھے ان بازاروں اور... کے بارے میں بتلانے لگی' جہاں جہاں سے ہماری ٹیکسی گزر رہی...

آدھے گھنٹے بعد ہم نے ایک ہوٹل منتخب کیا اور اپنے لئے کمروں کا ایک سُوٹ حاصل کر کے پورٹر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ ... ہوٹل کی ساتویں منزل پر تھا اور خاصا کشادہ اور ہوا دار تھا۔ ہم... سامان پورٹر سے رکھوایا... پھر بیرے کو بُلا کر کھانے کا آرڈر دے کر... تبدیل کرنے لگے' اس وقت چونکہ رات ہو چکی تھی اس لئے میں نے صبح تک اپنے کمرے ہی میں محدود رہنا مناسب سمجھا۔ رُوم سر... بیرا پندرہ منٹ میں ہمارا کھانا لے آیا اور بڑے سلیقے سے اسے سجانے لگا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بار بار لُوسی کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ کھانا لگ چکا تو ہم کرسیوں سے اُٹھ کر میز پر آ... بیرا شاید واپس جانے کے لئے ہماری اجازت کا طلب گار تھا۔ میں... اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری ڈیوٹی کب ختم ہوگی؟"

"میں صبح تک رہوں گا' جناب... پھر کوئی دوسرا آدمی آجائے گا"۔ اس نے بڑے مہذب انداز میں جواب دیا... پھر زبان میں بولا۔ "میرے لئے کوئی اور حکم؟"

"اگر ضرورت ہوئی طلب کر لوں گا۔" میں نے ایک نوٹ کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا پیشگی انعام ہے"

"شکریہ' جناب!" اس نے نوٹ لے کر سلام کیا... پھر کنکھیوں سے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا تو لُوسی مسکراتے ہوئے بولی۔

"جانتے ہو اجیت! یہ بار بار مجھے کیوں گھور رہا..."

"کیوں؟" میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے پوچھا۔

"جو سیاح ہوٹلوں میں تنہا آکر قیام کرتے ہیں وہ ان... زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ سیاحوں کے ساتھ لڑکیاں...

...نہ تک جاتا ہے"۔

کھانے کے دوران میں ہمارے درمیان اسی قسم کی باتیں ہوتی... پھر رُوم سروس کا بیرا آکر سامان لے گیا تو میں اُٹھ کر بالکونی... اور وہاں پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر باہر کے جگمگاتے ماحول ...ے اندوز ہونے لگا۔ لُوسی کسی کام سے دوسرے کمرے میں ...ی تھی۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر لُوسی کے ساتھ ہوٹل سے ...یا۔ لُوسی کی موجودگی میں مجھے کسی مقامی گائیڈ کی ضرورت نہیں تھی۔ ...ے پہلے میں لُوسی کے ساتھ جا کر اس تاجر کا مکان دیکھنا چاہتا تھا ...ا سرکوبی کے لئے مجھے ہانگ کانگ کا سفر اختیار کرنا پڑا تھا۔ باہر ...نے ایک ٹیکسی پکڑی۔ میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ ہی رہا تھا ...ہ میری نظر ایک جانے پہچانے شخص پر پڑی جو ہوٹل کے باہر ...ے کسی مقامی دوست سے گفتگو کر رہا تھا۔ ایک لمحے کو اس ...ھیوں سے میری جانب دیکھا تھا اور اسی لمحے میری نگاہ بھی اس ...ب اُٹھ گئی تھی۔ میں نے اپنے ذہن پر زور دیا تو مجھے یاد آگیا کہ ...ص کو میں نے جہاز پر اپنے ساتھ ہی سفر کرتے دیکھا تھا۔ دوسرے ...ر میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سُلگائی اور بڑی لاپرواہی ...ہی نشست پر لُوسی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی ٹیکسی چل ...گی۔ میری چھٹی حس کسی تعاقب کا سراغ دے رہی تھی۔ میرا اندازہ ...یں تھا۔ سُرخ رنگ کی وہی اسپورٹس کار جس کے قریب میں ...ک چہرے کو دیکھا تھا ایک محدود فاصلے سے ٹیکسی کے تعاقب ...ہی تھی اور اس میں وہی دونوں افراد موجود تھے جنہیں میں ...ل کے باہر مصروفِ گفتگو پایا تھا۔ لُوسی کسی تعاقب سے ...ی اور ہانگ کانگ کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

میں اپنی نشست پر آرام سے بیٹھا سگریٹ کے کش لیتا رہا ...ے تھوڑے وقفے سے میری نظر ٹیکسی کے عقب نما پر بھی چلی جاتی ...ں میں سُرخ رنگ کی اسپورٹس کار کی جھلک نظر آرہی تھی۔

"لُوسی ڈیئر!" میں نے کچھ سوچتے ہوئے لُوسی کو مخاطب کیا۔ ...ہیں یقین ہے کہ ہماری یہاں آمد کی اطلاع ہمارے مقامی لوگوں ...ک نہیں ملی ہوگی؟"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوا ہوگا ورنہ مقامی دفتر کے لوگ ہمیں ...ٹ پر لینے ضرور آتے"۔ لُوسی نے جواب دیا اور میری طرف وضاحت ...نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہیں اچانک یہ بات کیوں یاد ...؟"

"کچھ نہیں۔ یونہی"۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لُوسی کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اس کی موجودگی میں ہمیں محتاط ہو کر گفتگو کرنی چاہیے۔

"اوہ!" لُوسی مُسکرائی... پھر اس نے بڑی روانی سے ہندوستانی زبان بولتے ہوئے کہا۔ "یہاں کے لوگ اس زبان سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے۔ تم مجھ سے اسی زبان میں بات کر سکتے ہو"۔

"لیکن تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہیں ہندوستانی زبان بھی آتی ہے"۔

"تمہیں کسی ایسے ہی موقع پر سرپرائز دینے کے لئے"۔ لُوسی نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے اور بھی متعدد زبانیں آتی ہیں"۔

"غالباً اسی لئے مادام تم کو دوسروں پر فوقیت دیتی ہے"۔

"اس کے علاوہ بھی بہت ساری باتیں ہیں' رفتہ رفتہ تم میرے بارے میں سب کچھ جان لوگے"۔

"فی الحال ایک بات میں بھی تمہیں باور کرانا چاہتا ہوں لیکن میری بات سن کر چونکنے کی کوشش مت کرنا ورنہ کھیل بگڑ جائے گا"۔ میں نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔ "پیچھے سُرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے"۔

"مگر تمہیں اس بات کا یقین کیسے ہوا کہ وہ ہمارا ہی تعاقب کر رہی ہے؟" لُوسی نے چونکے بغیر اسی انداز میں سوال کیا۔

"میں اپنے جسم کے ہر حصے پر آنکھیں رکھتا ہوں' مائی ڈیئر!" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کر دوں کہ جو شخص اس وقت ہمارے تعاقب میں ہے وہ لندن ایئرپورٹ سے ہمارے ساتھ ہی جہاز میں سوار ہوا تھا اور غالباً اس کا قیام بھی اسی ہوٹل میں ہے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

"تعاقب کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" لُوسی نے پوچھا۔

"میری موت"۔ میں نے بدستور لاپرواہی سے کہا۔ "شاید اس طرح وہ ہونٹنگ کا انتقام لینا چاہتے ہوں"۔

"پھر... تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہمارا اس وقت اپنی منزلِ مقصود تک جانا مناسب ہوگا؟"

"میں اپنے پروگرام ملتوی کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ البتہ اس میں تھوڑی سی ترمیم ضروری ہے"۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہم مائیکل کی رہائش گاہ کو اب قریب سے دیکھنے کے بجائے دُور سے دیکھیں گے۔ تم صرف نگاہوں کے اشارے سے مجھے بتاؤ گی کہ اس کی رہائش گاہ کون سی ہے... پھر ہم اطمینان سے سڑکوں پر کچھ دیر تفریح کرنے کے بعد مقامی دفتر کے سربراہ سے ملاقات کریں گے تم ٹیکسی ڈرائیور کو گائیڈ کرتی رہنا"۔

"میں تمہارے حکم کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتی' اجیت

... لیکن کیا اس وقت ہمارا اپنے مقامی دفتر تک جانا مناسب ہوگا؟"
لُوسی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا مقصد یہ ہے کہ اگر واقعی ہمارا پیچھا کیا جارہا ہے تو تعاقب کرنے والے اس بات سے آگاہ ہو جائیں گے کہ ہمارا تعلق کس تنظیم سے ہے۔"

"انھیں ان باتوں کا علم پہلے ہی سے ہوگا لُوسی ڈیئر!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں فی الحال صرف یہ چاہتا ہوں کہ تعاقب کرنے والے یہی سمجھیں کہ ہم اپنے تعاقب سے قطعی بے خبر ہیں۔"

لُوسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید اس لئے کہ اسے مجھ پر بھرپور اعتماد تھا... پھر اس لئے کہ وہ اب میری ماتحت تھی اور میرے ہر حکم پر سرِتسلیم خم کرنے کی پابند تھی۔ میں نے ایک بار پھر ریئر ویو گلاس پر نظر ڈالی اور اسپورٹس کار کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

کچھ دیر بعد ہماری ٹیکسی ایک ایسے ساحلی علاقے سے گزر رہی تھی، جہاں سڑک کے ایک جانب سمندر تھا اور دوسری جانب قدیم طرز کے قلعہ نما مکانات بنے ہوئے تھے۔ میں سمندر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک لُوسی نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "وہ جو گرین کلر کی چھت نظر آرہی ہے اس کے ساتھ والا مکان ہی اینگل لاج ہے، مائیکل یہیں رہتا ہے۔ اس کے صدر دروازے پر عقاب کی شبیہہ کندہ ہے۔"

میں نے عمارت کے نقشے کو ایک ہی نگاہ میں ذہن نشین کرلیا۔ عمارتوں کا سلسلہ چونکہ سڑک کی سطح سے کم از کم نو فٹ کی بلندی پر تھا اس لئے میں اینگل لاج کے صدر دروازے کو نہ دیکھ سکا مگر لُوسی نے جو نشانی بتائی تھی، وہ اتنی واضح تھی کہ اس عمارت کو آسانی سے تلاش کیا جاسکتا تھا۔ سُرخ اسپورٹس کار برابر ایک محدود فاصلے سے ہمارا پیچھا کررہی تھی اس لئے ہم دائیں بائیں دیکھتے ہوئے دوبارہ شہر کے وسط میں آگئے... پھر مختلف شاہراہوں سے گزرنے کے بعد ٹیکسی لُوسی کے اشارے پر ایک آٹھ منزلہ عمارت کے سامنے روک دی گئی۔

عمارت کے باہر مادام انٹرپرائز کے بڑے بڑے حروف دیوار پر کندہ نظر آرہے تھے اس لئے مجھے یہ جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ ہانگ کانگ میں ہماری تنظیم کا صدر دفتر اسی عمارت میں واقع ہے۔ میں نے ٹیکسی سے اُتر کر کرایہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا نوٹ ڈرائیور کو بطورِ ٹپ بھی دے دیا تو اس نے جُھک کر سلام کیا... پھر خاموشی سے دوبارہ اپنی سیٹ پر جاکر بیٹھ گیا۔ میں نے خود کو نو وارد ظاہر کرنے کے لئے عمارت کے سامنے رُک کر قرب وجوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالی... پھر لُوسی کا ہاتھ تھام کر عمارت میں چلا گیا۔ ماحول کا جائزہ لیتے وقت میں نے اس سُرخ اسپورٹس کار کو بھی بطورِ خاص دیکھا تھا جو ہماری ٹیکسی سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر رُکی کھڑی تھی۔

کچھ دیر بعد ہی ہم مادام انٹرپرائز کی عمارت کی ساتویں منزل پر تنظیم کے مقامی سربراہ مسٹر باٹلے کے ایئرکنڈیشنڈ آفس میں تھے۔ لُوسی نے میرا تعارف کرایا تو باٹلے نے اُٹھ کر بڑی گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا اور وہ اپنی کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مہذب لہجے میں بولا۔ "تشریف رکھیئے سر۔"

میں نے مسٹر باٹلے کی طرف ایک نظر دیکھا... پھر بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ لُوسی اور باٹلے نے میرے بیٹھنے کے بعد دوسری نشستیں سنبھال لیں۔

"مادام نے ہمیں آپ کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا تھا لیکن آپ کی آمد کے بارے میں اطلاع نہیں دی تھی ورنہ میں ایئرپورٹ پر موجود رہتا۔"

"کیا یہ پوری عمارت ہمارے اپنے تصرف میں ہے؟" میں نے باٹلے کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"جی ہاں۔" باٹلے نے جلدی سے کہا۔ "آپ لوگوں کا قیام..."

"ماسٹر اجیت نے ہوٹل میں قیام کرنا پسند کیا ہے۔" لُوسی نے میری طرف سے جواب دیا۔

"ہوٹل میں..." باٹلے نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیا آپ اس رہائش گاہ میں قیام نہیں کریں گے جو تنظیم کے بڑوں کے لئے مخصوص ہے؟"

"مسٹر باٹلے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے قدرے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "ہمارے لئے وقت کی اہمیت زیادہ ہونی چاہئے۔ آپ کی اطلاع کے لئے صرف اتنا بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ میرا کام کا انداز دوسروں سے مختلف ہے اور میں بھیڑ بھاڑ سے دُور رہنے کا عادی ہوں۔ آپ میرا مقصد سمجھ گئے ہوں گے۔"

"یس سَر۔" مسٹر باٹلے نے جو جسمانی اعتبار سے بے حد تنومند اور پھرتیلا نظر آتا تھا، جلدی سے کہا۔ "ہمیں، مادام کی طرف سے بھی یہی ہدایت ملی ہے کہ آپ کے کسی معاملے میں اس وقت تک مداخلت نہ کی جائے جب تک آپ خود ہمیں کوئی حکم نہ دیں۔"

"مائیکل کے سلسلے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس معاملے میں کچھ لوگ مائیکل کی پُشت پناہی کررہے ہیں۔" باٹلے نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "یہ پہلا اتفاق ہے کہ کسی پارٹی نے ہمارے ساتھ کئے ہوئے معاہدے سے انحراف کرنے کی جرأت کی ہے۔"

"کیا اس سے پہلے بھی تنظیم نے مائیکل کا کوئی کام کیا تھا؟"

"جی نہیں جناب! یہ پہلا کام تھا۔"

"رقم کی وصولیابی کے سلسلے میں آپ کا کیا پلان ہے؟"

"مائیکل سے رقم کی وصولیابی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی جناب... لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ مائیکل کی عبرت ناک موت ہمارے دوسرے گاہکوں کو خاطر خواہ نصیحت ہوسکتی ہے۔ میں نے مادام کی خدمت میں بھی یہی درخواست روانہ کی ہے۔"

"وہ لوگ کون ہیں جو مائیکل کی پُشت پناہی کررہے ہیں؟" میں نے باٹلے کو گھورتے ہوئے سوال کیا تو وہ ایک تانئے کو گڑبڑا گیا۔

"ممکن ہے میرا خیال غلط ہو... لیکن میرا اندازہ یہی ہے کہ ہماری تنظیم کا کوئی آدمی مائیکل کو ادائیگی نہ کرنے پر اُکسا رہا ہے۔" اس نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"مسٹر باٹلے۔" میں نے کرسی سے اُٹھ کر کمرے میں ٹہلتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "اس آدمی کا کوئی نام بھی ضرور ہوگا؟"

"میرا شُبہ مسٹر ہوشنگ پر ہے، جناب!"

"کیا آپ کچھ ایسے نام بھی بتا سکتے ہیں، جو ابھی تک ہوشنگ کے طرفدار ہوں؟"

"میرے علم میں ایسا کوئی نام نہیں ہے، جناب!" باٹلے نے نرمی سے جواب دیا۔

"مائیکل کی موت دوسرے گاہکوں کے لئے عبرت ناک ثابت ہوسکتی ہے لیکن اس رقم کا کیا ہوگا جو مائیکل پر واجب الادا ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"مادام کا حکم ہے کہ ہم تنظیم کی ساکھ کو کسی قیمت پر خراب نہ ہونے دیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہمارے آدمی ہر بات کے لئے تیار ملیں گے۔"

"گُڈ!" میں نے تیزی سے پلٹ کر باٹلے کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی، مسٹر باٹلے! فی الحال میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرسکوں گا لیکن ایک بات باقی رہ جاتی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں مائیکل اس پوزیشن میں ہے کہ ہماری رقم کی ادائیگی کرسکے؟"

"یقینی بات ہے جناب!" باٹلے نے جواب دیا۔ "ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بڑی بڑی رقمیں بھی اینگل لاج ہی میں رکھتا ہے لیکن وہاں اس کے دس بارہ آدمی ہر وقت مسلح حالت میں موجود رہتے ہیں۔ مائیکل نے یہاں کے نامی گرامی بدمعاشوں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے اور ان ہی کے بل بوتے پر وہ اکڑ رہا ہے۔"

"یہ اطلاع میرے لئے اہم ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کے پاس یہاں ایسے کتنے افراد ہیں جو مائیکل کے آدمیوں سے مقابلہ کرسکیں؟"

"ہم مادام کے حکم سے مجبور ہیں، جناب... ورنہ ہمارے آدمی مائیکل کے تمام آدمیوں کو بھون ڈالنے اور اینگل لاج میں چھُپی ہوئی تمام رقم لُوٹ لانے کی طاقت رکھتے ہیں۔"

میں نے مسٹر باٹلے کے چہرے پر تنقیدی نظر ڈالی۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اُسے کر ڈالنے کی ہمت بھی رکھتا تھا۔ میں نے گفتگو کے دوران میں اس بات کا اندازہ بھی کرلیا تھا کہ وہ ایک کھرا آدمی ہے اور تنظیم کی خاطر ہر قربانی دے سکتا ہے۔ کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ لُوسی بدستور اپنی کرسی پر خاموش بیٹھی تھی۔

"مسٹر باٹلے!" میں نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "فی الحال مجھے ایک بُلٹ پروف گاڑی اور ایک ایسے ڈرائیور کی ضرورت ہے، جو قابلِ اعتماد ہو۔"

"میں اس کا بندوبست ابھی کئے دیتا ہوں، جناب!" باٹلے نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کی واپسی میں بمشکل دس منٹ لگے تھے لیکن دوسری بار جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ ایک دراز قد آدمی بھی تھا جو نقش ونگار کے اعتبار سے چینی نظر آرہا تھا۔ نووارد نے کمرے میں داخل ہوتے ہی جُھک کر مجھے سلام کیا اور نظریں جُھکا کر کھڑا ہوگیا۔ مسٹر باٹلے نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ چانگ لی ہے، جناب! آپ اس کی صلاحیتوں پر آنکھ بند کرکے اعتماد کرسکتے ہیں۔"

"گاڑی کہاں ہے؟"

"آپ کے حکم کے مطابق نیچے صدر دروازے پر موجود ہے۔"

"گُڈ۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے لُوسی کو اُٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے مسٹر باٹلے سے کہا اور کمرے سے نکل کر لفٹ کی طرف قدم اُٹھانے لگا۔ چانگ لی میرے پیچھے پیچھے تھا۔ میرے جی میں آیا کہ ایک نظر تنظیم کے مختلف شعبوں پر بھی ڈالتا چلوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں میرا تعاقب کرنے والے مایوس ہو کر پیچھا نہ چھوڑ دیں میں لفٹ سے نچلی منزل پر آیا اور لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا عمارت سے باہر آگیا۔ چانگ لی نے لپک کر گرے کلر کی اس سیڈان کے دروازے کھولے جو ہمارے لئے مخصوص کی گئی تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس اسپورٹس کار کو بھی دیکھ لیا جو بدستور اسی جگہ موجود تھی جہاں میں نے اسے پہلے رُکتے دیکھا تھا لیکن اس وقت اس میں دو کے بجائے صرف ایک آدمی نظر آرہا تھا... پھر وہی ہوا جس کی توقع تھی۔ سیڈان کے روانہ ہوتے ہی سُرخ اسپورٹس بھی حرکت میں آگئی تھی۔ اس بار لُوسی نے بھی تعاقب کرنے والی گاڑی کو دیکھ لیا تھا۔ میں نے چانگ لی کو ہوٹل چلنے کی ہدایت کی تھی

لیکن یہ تاکید بھی کردی تھی کہ رفتار زیادہ تیز نہ ہو۔
چیانگ لی میری توقع سے کچھ زیادہ ہی مستعد اور ہوشیار ثابت ہوا میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی نظریں بھی بار بار سائڈ گلاس پر پڑ رہی ہیں۔ ... پھر وہ خاموش نہ رہ سکا۔ دبی زبان میں بولا۔ "ماسٹر! چیانگ دخل اندازی کی گستاخی کے لئے معافی کا خواستگار ہے لیکن یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ ہماری گاڑی کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"
"میں دیکھ رہا ہوں۔ تم اسی رفتار سے چلتے رہو۔"
"میں حکم سے انکار نہیں کر سکتا، ماسٹر لیکن اگر اشارہ ہو تو میں ان دشمنوں کو نیست و نابود بھی کر سکتا ہوں۔" چیانگ نے دوبارہ کہا۔ "اگر دشمنوں کو چھوٹ دی جائے تو کبھی کبھی وہ خطرناک بھی ہو جاتے ہیں۔"
"میں تمھاری وفاداری کی داد دیتا ہوں، چیانگ... مگر ابھی جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کرو۔"
چیانگ نے اپنی زبان بند کر لی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں خون آشام درندوں کی سی چمک بدستور قائم تھی۔ لُوسی نے میری طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا ارادہ ہے، اجیت؟"
"فکر مت کرو لُوسی ڈیئر! میں فی الحال حالات کا جائزہ لے رہا ہوں۔ جب وقت آیا تو ان دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگا۔" میں نے بھی ہندوستانی زبان میں کہا۔ "ابھی مجھے مائیکل کو بھی دیکھنا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"
"کیا تعاقب کرنے والے اسی کے آدمی ہو سکتے ہیں؟"
"یقین سے نہیں کہا جا سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ یہ ہوشنگ کے گرگے ہوں گے۔"
"باٹلے کے بارے میں تم نے کیا نظریہ قائم کیا ہے؟" لُوسی نے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے پُوچھا۔ "کیا تمھارے خیال میں وہ قابلِ اعتماد ہے؟"
"ہاں۔ بظاہر وہ مادام کا وفادار نظر آتا ہے لیکن میری نظر میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ہوشنگ کا خاص آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کے اشارے پر ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہو۔"
"کون ہے، وہ؟"
"بار دُوت!" میں نے لا پرواہی سے جواب دیا۔
"ہو سکتا ہے، تمھارا خیال ٹھیک ہو۔" لُوسی نے چونکتے ہوئے کہا۔ "تنظیم میں بار دُوت کی شمولیت ہوشنگ ہی کی سفارش پر ہوئی تھی۔"
سیڈان کشادہ سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ لُوسی بار بار مجھ سے میرے آئندہ اقدام کے بارے میں دریافت کر رہی تھی لیکن میں اسے بڑی خوبصورتی سے ٹالتا رہا۔ چیانگ لی اپنی نشست پر خاموش بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا۔ ہمیں اپنے ہوٹل پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ میں نے چیانگ کو سختی سے اس بات کی تاکید کی کہ میرے حکم کے خلاف وہ کوئی قدم نہ اُٹھائے... پھر سیڈان کو ہوٹل کے باہر چھوڑ کر میں، لُوسی کے ساتھ اپنے کمرے میں آگیا۔
لُوسی لباس تبدیل کرنے کی غرض سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تو میں نے کچھ سوچ کر ریسیور اُٹھایا، آپریٹر سے ڈائریکٹ لائن مانگی اور مسٹر باٹلے کو فون کرنے لگا۔ دوسری جانب سے باٹلے نے ہی فون ریسیور کیا تھا۔
"میں اجیت بول رہا ہوں۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔
"کون اجیت؟" دوسری جانب سے خشک لہجے میں پوچھا گیا۔
"مسٹر باٹلے۔ کیا تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو... یا تم نے پی رکھی ہے؟"
"آپ نے غالباً غلط نمبر ڈائل کئے ہیں جناب! یہاں کا موسم اکثر

بدیل ہوتا رہتا ہے اس لئے اکثر غلط نمبر مل جاتے ہیں۔"
"اوہ۔!" میں نے اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "ماسٹر تھری اسپیکنگ!"
"شکریہ، جناب!" باٹلے نے اس بار نرم آواز میں کہا۔ "کوڈ کے بغیر گفتگو کرنا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ آپ اس کی اہمیت سمجھتے ہوں گے۔ بہرحال، اگر مجھ سے کوئی گستاخی ہوئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔"
"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا... پھر اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے بولا۔ "دفتر سے واپسی پر سُرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار نے میرا تعاقب کیا ہے، یہ گاڑی اس وقت بھی ہوٹل کے باہر پارکنگ لاٹ میں موجود ہے۔ تم کسی آدمی کو اس پر تعینات کر دو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون لوگ ہیں۔"
"بہتر ہے جناب! ہمارا آدمی آدھے گھنٹے تک پہنچ جائے گا... لیکن آپ کا قیام کس ہوٹل میں ہے؟"
"ہوٹل منڈرین۔" میں نے ہوٹل کے نام کے ساتھ ساتھ اسپورٹس کار کا نمبر بھی بتاتے ہوئے کہا۔ "جس آدمی کو تعینات کیا جائے اسے تاکید کر دی جائے کہ وہ مجھ سے براہِ راست رابطہ قائم نہ کرے، ضروری معلومات میں خود فون پر حاصل کر لوں گا۔"
"بہتر ہے، جناب!"
"ایک بات اور... مجھے مائیکل کے سلسلے میں بھی ضروری معلومات درکار ہوں گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ کن لوگوں میں اُٹھتا بیٹھتا ہے، کس ہوٹل یا نائٹ کلب میں اس کی آمد و رفت... ہے اور اس کے دیگر مشاغل کیا ہیں۔ یہ رپورٹ مجھے آج رات آٹھ بجے تک مل جانی چاہیے۔"
"ایسا ہی ہوگا ماسٹر!... اور کوئی حکم؟"
"فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔
دوپہر کا کھانا میں نے لُوسی کے ساتھ اپنے کمرے ہی میں کھایا... پھر آرام کے لئے لیٹ گیا۔ شام کو ٹھیک آٹھ بجے میں نے دوبارہ مسٹر باٹلے کو فون کیا۔ وہ اپنے نمبر دن پر میرا منتظر تھا۔ اپنا کوڈ نمبر بتانے کے بعد میں نے مائیکل کے بارے میں دریافت کیا۔
"مائیکل اپنا بیشتر وقت ایگل لاج کے اندر ہی گزارتا ہے، جناب لیکن اس کی بیشتر شامیں ہلٹن ہوٹل کے سوئمنگ پُول پر گزرتی ہیں، جہاں وہ اپنی گرل فرینڈ جوزفین کے ساتھ نظر آتا ہے... البتہ وہ ریس کا رسیا ہے اور بدھ کے روز بڑی پابندی سے ہیپی ویلی ریس ٹریک پر ہونے والی شبینہ ریس میں حصہ لیتا ہے۔ ریس کے اوقات شام ساڑھے سات بجے سے ساڑھے دس بجے تک ہیں۔ اس کے ملنے جُلنے والوں میں زیادہ تر افراد چینی ہیں۔ فی الحال میں صرف اتنا ہی معلوم کر سکا جناب!"
"کوئی خاص نشانی جس کے ذریعے اسے مجمع میں آسانی سے پہچانا جا سکے؟"
"یس ماسٹر!... مائیکل کی دائیں آنکھ پر کمان کی شکل کا ایک گہرا زخم ہے، جس کی وجہ سے اسے لاکھوں میں شناخت کیا جا سکتا ہے۔" باٹلے نے کہا۔ "اگر آپ چاہیں تو ہم اس کی تصویریں بھی فراہم کر سکتے ہیں۔"
"نہیں، ابھی اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔ "اسپورٹس کار کے سلسلے میں کیا اطلاع ہے؟"
"اس کے بارے میں ابھی تک ہمیں کامیابی نہیں ہو سکی، جناب!" باٹلے جلدی سے بولا۔ "آپ کے حکم پر میں نے اپنا آدمی روانہ کر دیا تھا لیکن مطلوبہ گاڑی ہوٹل پر موجود نہیں تھی۔ ذاتی طور پر میں نے نمبروں کے ذریعے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق وہ سُرخ اسپورٹس کار گلوب ٹریڈنگ ایجنسی کے مالک مسٹر مچارلی کی ملکیت ہے۔ مسٹر مچارلی کے بارے میں مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ وہ مائیکل کے دوستوں میں سے ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔" میں نے مختصر جواب دیا... پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ لُوسی میرے قریب بیٹھی بڑی سنجیدگی سے میرے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے ریسیور رکھ کر ایک سگریٹ سُلگائی اور لُوسی کی طرف دیکھنے لگا۔ سفید بلیر اور گہرے سُرخ جیکٹ میں اس وقت وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔
"کوئی خاص اطلاع؟" لُوسی نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔
"خاص اور بے حد کارآمد۔" میں نے باٹلے کی جانب سے ملنے والی اطلاع دُہراتے ہوئے کہا۔ "آج رات ہم دونوں بھی ہلٹن کے سوئمنگ پول پر موجود ہوں گے۔"
"اجیت! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنے کچھ آدمیوں کو بھی ساتھ رکھیں؟" لُوسی پُرتشویش لہجے میں بولی۔ "جو شخص مادام کی رقم کی ادائیگی سے انکار کر سکتا ہے، اس کے ہاتھ بھی یقیناً لمبے ہوں گے مجھے یقین ہے کہ مائیکل کو ہمارے دُشمنوں کے ذریعے ہانگ کانگ میں ہماری آمد کی اطلاع بھی ضرور ہو چکی ہوگی۔"
"اور تمھیں اس بات کا خدشہ ہے کہ دُشمن ہمیں تنہا دیکھ کر آسانی سے مار لینے کی کوشش کرے گا، کیوں؟" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
"مجھے، تمھاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے لیکن دُشمن کو خود سے کمزور سمجھنا بھی دانشمندی نہیں۔"
"فکر مت کرو لُوسی ڈیئر!... وقت آنے پر تمھیں اس بات کا

اندازہ بھی ہو جائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا... پھر کپڑے تبدیل کئے اور لوسی کے ساتھ لفٹ کے ذریعے نیچے آگیا۔ ہوٹل کے باہر سیڈان موجود تھی اور چیانگ لی قریب ہی کھڑا تھا ہمیں دیکھ کر اس نے تیزی سے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا ... پھر ہمارے بیٹھتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"کچھ دیر ہم سڑکوں پر گھومیں گے... پھر ٹھیک ساڑھے نو بجے ہمیں ہلٹن ہوٹل پہنچنا ہے۔"

"جو حکم' ماسٹر!" چیانگ لی نے بڑی مستعدی سے جواب دیا۔ دوسرے ہی لمحے سیڈان حرکت میں آگئی۔ لوسی کو چونکہ ہندوستانی زبان پر دسترس حاصل تھی اس لئے میں اس کے ساتھ اپنی زبان میں گفتگو کرتا رہا... پھر لوسی نے میری ایما پر چیانگ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا

"چیانگ... کیا سُرخ اسپورٹس ہمارے ہوٹل میں داخل ہوتے ہی واپس چلی گئی تھی؟"

"یس مِس! دس منٹ تک اس نے انتظار کیا تھا... پھر واپس ہوگئی تھی۔" چیانگ ادب سے بولا۔

"تم اس شخص کو اگر دوبارہ دیکھو تو کیا اُسے شناخت کر لوگے جو اسپورٹس کو ڈرائیو کر رہا تھا؟"

"چیانگ کی آنکھیں دُشمنوں کو پہچاننے میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتیں مِس! میں نے اس کی صُورت کو ذہن نشین کر لیا ہے۔"

"تمہارا کیا اندازہ ہے اس کے بارے میں؟" میں نے یونہی پوچھ لیا۔

"میرا خیال ہے ماسٹر کہ وہ کسی حرامی کے لئے کام کر رہا ہے۔" چیانگ بولا۔ "صورت شکل سے تو بزدل ہی نظر آتا ہے۔"

"ایک بات کا خاص خیال رکھنا' چیانگ!" میں نے چیانگ کے ناپ کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "جب تک میں تمہیں حکم نہ دوں تم اپنے طور پر کوئی قدم نہیں اُٹھاؤ گے۔"

"جو حکم ماسٹر!" چیانگ نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ شاید اسے میرا حکم گراں گزرا تھا۔

پروگرام کے مطابق ٹھیک ساڑھے نو بجے سیڈان ہلٹن کے سامنے موجود تھی۔ ہوٹل کے باوردی ملازم نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ہم کار سے اُترے اور ہوٹل میں داخل ہوگئے۔ جو لوگ ہانگ کانگ جا چکے ہیں وہ ہلٹن کی رنگینیوں اور وہاں کے خرابات ماحول کا بھی بخوبی اندازہ رکھتے ہوں گے۔ میری اپنی کیفیت بھی ایک نووارد کی حیثیت سے دوسروں سے مختلف نہیں تھی لیکن میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ لوسی کی موجودگی میرے لئے قدم قدم پر آسانیاں فراہم کر رہی تھی۔ اس وقت بھی اسی نے ہلٹن

کے گرم سوئمنگ پول تک میری رہبری کی تھی۔ سوئمنگ پول پر اس وقت خاصا ہجوم تھا لیکن اس کے باوجود ہمیں نشستیں حاصل کرنے میں کوئی دُشواری نہیں ہوئی۔ یہاں بیشتر افراد لڑکیوں کے ساتھ موجود تھے اور پول میں تیرتے ہوئے خوبصورت لڑکیوں کی نیم برہنگی بھی قابل دید تھی۔ ہم نے ویٹر کو بلا کر اپنے لئے کچھ اسنیکس اور کافی کا آرڈر دیا... پھر میری آنکھیں دبیز اور عریض پول کے اطراف میزوں کا جائزہ لینے لگیں لیکن مجھے وہاں مائیکل نظر نہیں آیا۔

باٹلے نے بھی کہا تھا کہ مائیکل کی بیشتر شامیں اسی پول پر گزرتی ہیں۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ آج بھی وہاں موجود ہوتا... یا پھر یہ ممکن تھا کہ وہ واپس جا چکا ہو۔

بہرحال وہ جگہ ایسی تھی جہاں کچھ وقت گزارا جا سکتا تھا۔ ویٹر نے ہمارا آرڈر سرو کیا تو لوسی کافی بنانے لگی۔ میری نظریں بدستور اطراف میں بیٹھی ہوئی حسین لڑکیوں پر منڈلا رہی تھیں۔ لوسی نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا تھا چنانچہ کافی تیار کر کے وہ کپ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"تمہارے ارادے کچھ نیک نظر نہیں آتے۔"

"خوبصورت چہروں کو نظر انداز کر دینا میرے نزدیک گناہ ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اگر یہ بات ہے تو تم نے مجھے ساتھ لا کر غلطی ہی کی ہے۔ تنہا آتے تو ہانگ کانگ کی رنگینیاں تمہیں ایک پل بھی سکون کا سانس نہ لینے دیتیں۔"

"اب بھی ایسے مواقع حاصل کئے جا سکتے ہیں۔" میں نے لوسی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ "ضروری تو نہیں کہ تم ہر وقت میرے ساتھ رہو۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" لوسی شوخی سے بولی۔ "ہم دوست ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے۔ ہاں' اگر ہمارے درمیان کوئی اور رشتہ ہوتا تو میں تمہیں ایک لمحے کو بھی اس ماحول میں خود سے الگ ہونے کی اجازت نہ دیتی۔"

لوسی اس ماحول میں آکر کچھ زیادہ ہی رومانٹک ہوگئی تھی میں اس کی بات کا جواب دینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ دروازے کی جانب اُٹھ گئی... پھر میں یکلخت ساکت ہوگیا۔ وہ یقیناً مائیکل ہی تھا جو ایک انتہائی گداز جسم اور خوبصورت خدوخال کی مالک لڑکی کے ساتھ پول کے انٹرنس سے داخل ہو رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر سیدھی آنکھ پر کمان جیسا گہرے زخم کا نشان نمایاں نظر آ رہا تھا۔ لڑکی یقیناً جوزفین ہی تھی۔ وہ حقیقتاً ایسی ہی تھی کہ اسے چاہا جاتا' مائیکل اور جوزفین کے پیچھے پیچھے چار چینی بھی اندر داخل ہوئے تھے۔ بظاہر وہ مائیکل سے غیر متعلق نظر آ رہے تھے لیکن میں سمجھ گیا کہ وہ اس کے باڈی گارڈز ہوں گے۔ پول فلور پر بیٹھے ہوئے بے شمار افراد کی نگاہیں جوزفین کے جسم پر پھسلنی شروع ہوگئی تھیں۔

مائیکل اسے لے کر میزوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک ایسی میز پر جا بیٹھا جس پر "مخصوص" کی تختی پہلے سے موجود تھی چاروں چینی اس سے ایک میز چھوڑ کر بیٹھ گئے' لوسی چونکہ صدر دروازے کی جانب پُشت کئے بیٹھی تھی اس لئے مائیکل کو نہیں دیکھ سکی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہمارا شکار آگیا ہے۔"

"کہاں؟" لوسی نے چونکتے ہوئے سوال کیا لیکن اس نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے کی حماقت نہیں کی تھی۔

"بائیں جانب۔ پول کے کنارے والی چوتھی میز پر۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے ساتھ غالباً جوزفین بھی ہے۔ چار عدد باڈی گارڈز بھی ہیں۔ جو بظاہر خود کو ہمارے شکار سے غیر متعلق ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کیا تم یہیں پر اس سے بالمشافہ گفتگو کرنے کی کوشش کرو گے؟" لوسی نے مجھ سے پوچھا اس کے لہجے میں خوف بھی شامل تھا۔

"نہیں۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "میں نے مادام سے وعدہ کیا ہے کہ اس حرام زادے کو لندن لے جا کر مادام کے قدموں پر جھکنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"اوہ!۔ اوہ! تمہیں شاید ابھی ان مجرموں کے بارے میں اندازہ نہیں ہے۔" لوسی نے تیزی سے کہا۔ "اگر ان سے ڈبل ہوئی رقم وصول ہو جائے تو بھی مادام کی نگاہوں میں تمہارا وقار بہت بلند ہو جائے گا۔"

"اس کے ساتھ جو لڑکی ہے وہ اس کا سود بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے کنکھیوں سے جوزفین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو لوسی نے بھی سر گھما کر مائیکل اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی پر ایک نظر ڈالی... پھر اس کا جائزہ لیتے ہوئے میری طرف دیکھ کر بولی۔

"تمہاری جگہ اگر میں بھی ہوتی تو شاید اس لڑکی کو دیکھ کر میری بھی رال ٹپک پڑتی۔"

"پھر! کیا خیال ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"میری طرف سے کھلی اجازت ہے۔ بڑی خوشی کے ساتھ۔" لوسی نے بے باکی سے جواب دیا۔

کافی ختم کر کے میں نے بیرے کو بلا کر بل طلب کیا... پھر اصل رقم کے ساتھ ایک بڑا نوٹ بطور ٹپ بھی پلیٹ میں ڈال دیا۔ بیرے نے خالص چینی انداز میں کمر تک جھک کر مجھے تعظیم دی اور برتن سمیٹ کر واپس چلا گیا۔ مائیکل اپنی میز پر جوزفین کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف تھا۔ پول پر آئے ہوئے اسے تقریباً ایک گھنٹہ ہو چکا تھا لیکن اس عرصے میں اس نے ایک بار بھی پلٹ کر کسی دوسری میز کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

اچانک میں نے ایک بیرے کو مائیکل کے قریب رُکتے دیکھا۔ بیرے نے اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی پلیٹ انتہائی ہوشیاری سے مائیکل کے سامنے کی تھی۔ مائیکل کی نگاہیں پلیٹ پر ایک لمحے کو جم کر رہ گئیں پھر دوسرے ہی لمحے اس نے اشارے سے بیرے کو واپسی کا حکم دیا لیکن اس کے چہرے سے سختی جھلکنے لگی تھی۔ غالباً وہ کوئی خاص پیغام ہی تھا جو پلیٹ پر رکھ کر مائیکل تک پہنچایا گیا تھا۔

بیرے کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر تک گم صم بیٹھا رہا... پھر اس نے جیب سے ایک سُرخ رُومال نکال کر اپنا چہرہ پونچھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر اس میز کی طرف دیکھا تھا جس پر چار چینی بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً مائیکل نے سُرخ رُومال کے ذریعے اپنے گرگوں کو بھی خطرے سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے کہ سُرخ رُومال پر نظر پڑتے ہی وہ چاروں پہلے سے کہیں چوکس نظر آنے لگے تھے... اور اب ان کی آنکھیں پول فلور کے اطراف کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔

میں خاموش بیٹھا حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ مائیکل کو پول فلور پر میری موجودگی سے آگاہ کیا گیا ہے۔ ممکن ہے اس کے کچھ مخبر پہلے سے ہی وہاں موجود ہوں۔ وہ مجھ سے یقیناً واقف تھے انہوں نے میری موجودگی کی اطلاع ویٹر کے ذریعے مائیکل تک پہنچا دی تھی' میرا اندازہ غلط نہیں تھا' مائیکل جو اب تک صرف جوزفین میں دلچسپی لے رہا تھا اب مضطرب نظر آ رہا تھا۔ اس نے نظریں گھما کر

براہ راست میری جانب دیکھا اور اس کے ساتھ ہی چاروں چینی بھی میری جانب دیکھنے لگے۔ میں نے بڑی لاپرواہی سے لُوسی کو مخاطب کرتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔
"مائیکل اور اس کے ساتھیوں کی نگاہیں اس وقت ہم پر جمی ہوئی ہیں۔ غالباً کسی نے اسے ہماری موجودگی سے باخبر کر دیا ہے۔"
"پھر... اَب کیا ارادہ ہے؟" لُوسی نے مُسکراتے ہوئے اس طرح پُوچھا کہ دیکھنے والا یہ شُبہ نہ کر سکے کہ ہمارے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں۔
"ہم یہاں کچھ دیر رُکیں گے اس کے بعد واپس چلے جائیں گے۔"
میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سُلگائی پھر اس کے لمبے لمبے کش لیتا ہوا کُرسی کی پُشت سے ٹِک گیا۔ لُوسی مجھے وضاحت طلب نگاہوں سے گھُور رہی تھی۔ میں نے جان بوجھ کر کُرسی کی پُشت گاہ سے پیٹھ لگائی تھی اور ایک آزمودہ منتر کا جاپ شروع کر دیا تھا پھر میرے بیروں نے وہی کیا جو میں چاہتا تھا۔
جوزفین جو نشے کی حالت میں مزید خُوبصورت نظر آ رہی تھی اچانک گلاس ہاتھ میں پکڑے ہوئے، غُصّے کی حالت میں اُٹھی اور اس میز کے قریب جا کر رُک گئی جہاں مائیکل کے گُرگے بیٹھے تھے۔ جوزفین کو خلافِ توقع اپنے قریب دیکھ کر وہ چاروں ہی حیرت زدہ نظر آ رہے تھے لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے پُول فلور پر بیٹھے ہوئے تقریباً ہر فرد کو حیرت زدہ کر دیا۔ جوزفین نے اچانک ہی گلاس والا ہاتھ اُٹھا کر پوری قوت سے ایک چینی کے چہرے پر مارا تھا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ گلاس ٹُوٹ گیا اور جس چینی کو ہدف بنایا گیا تھا اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ مائیکل کے ساتھ ہی قُرب و جوار کی میزوں پر بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی تیزی سے اپنی اپنی نشستوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لُوسی بھی حیرت زدہ نظر آ رہی تھی۔
"کم آن لُوسی ڈیئر!" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اَب واپس چلنا چاہیے۔"
"اجیت۔! یہ اچانک کیا تماشا شروع ہو گیا؟" لُوسی نے اُٹھتے ہوئے پُوچھا۔ وہ میرے چہرے کو بڑی معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیزی سے ہجوم کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا میں باہر آ کر سیڈان میں بیٹھ گیا۔ چیانگ نے سیڈان اسٹارٹ کی... پھر ہلٹن کے احاطے سے نکلتے ہی اس نے مجھے جو اطلاع دی وہ میرے لئے غیر متوقع نہیں تھی۔
"ماسٹر۔! میں نے کچھ دیر قبل اس حرامی کو اندر جاتے دیکھا تھا جو سُرخ اسپورٹس ڈرائیو کر رہا تھا۔ آپ نے منع نہ کیا ہوتا تو..."
"ہمیں ہوٹل چھوڑ کر تم چھُٹی کر سکتے ہو۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "صبح ٹھیک نو بجے تم دوبارہ ڈیوٹی پر ہو گے۔"
"جو حکم ماسٹر!" چیانگ نے سنجیدگی سے جواب دیا اور خاموشی اختیار کر لی۔
"اجیت!" لُوسی جو بدستور میرے چہرے کو معنی خیز نگاہوں سے گھُور رہی تھی، چیانگ کے خاموش ہوتے ہی بولی۔ "میں تم سے ایک دوست کی حیثیت سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"
"جب ہم اچھے دوست ہیں تو پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے!"
"جوزفین نے اس چینی کے چہرے پر گلاس کیوں توڑا تھا؟"
"شاید اس لئے کہ ہم دُشمنوں کی توجہ سے بچ کر ہلٹن سے باہر آ سکیں۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"نہیں اجیت!... نہیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم بھی ماسٹر ہنری کی طرح پُراسرار علوم سے واقف ہو۔" وہ بے حد یقین سے بولی۔ "ماسٹر ہنری بھی بالکل ایسے ہی انداز میں دُشمنوں کو تنگ کرتا ہے اور اس کے دُشمن اس کے پیروں پر سَر رکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"
"تمھیں وہم ہو گیا ہے، مائی ڈیئر!" میں نے لُوسی کو ٹالنے کی خاطر کہا۔ "اگر مجھے پُراسرار علوم سے واقفیت ہوتی تو ہندوستان میں پولیس کے ہاتھوں مجھے اذیت ناک لمحات سے کبھی دوچار نہ ہونا پڑتا۔"
"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ماسٹر ہنری نے تمھیں پولیس کی دسترس سے نجات دلانے کے بعد کچھ سکھا دیا ہو۔" لُوسی بدستور اپنی بات پر بضد تھی۔ "میں نے تم سے دوستی نبھانے کا وعدہ کیا ہے اجیت! تم میرے محسن ہو لیکن تنظیم میں رہ کر میں نے ماسٹر ہنری کے بعد صرف تمھارے چہرے پر وہ اطمینان اور لاپرواہی دیکھی ہے جو تنظیم کے کسی اور فرد میں نظر نہیں آتی... تم اگر مجھے بھی اپنے راز سے آگاہ نہیں کرنا چاہتے تو دیگر بات ہے لیکن میں بڑے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ جوزفین کی اس حرکت میں تمھاری پُراسرار قوتوں کا کچھ نہ کچھ دخل ضرور تھا۔"
میں نے لُوسی کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن وہ میری توقع سے کہیں زیادہ ذہین ثابت ہو رہی تھی چنانچہ میں نے اسے اعتماد میں لینے کی خاطر کہا۔ "لُوسی ڈارلنگ، تمھارا خیال دُرست ہے۔ ماسٹر ہنری نے انعام کے طور پر مجھے اپنی کچھ قوتیں بخش دی ہیں لیکن اس بات کی سختی سے تاکید بھی کی ہے کہ میں اس کا ذکر کسی اور سے نہ کروں، مادام سے بھی نہیں۔ کیا میں اُمید رکھوں کہ تم اس سلسلے میں بھی دوستی کے اعتماد کو برقرار رکھو گی؟"
"تم میرے محسن ہو اور تم نے مجھے اپنے ساتھ رکھ کر میری جو عزت افزائی کی ہے، لُوسی اُسے بھی مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکتی۔"

ہ جذباتی انداز میں بولی۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھارا ہر راز مرتے م تک میرے سینے میں محفوظ رہے گا خواہ اس کے لئے مجھے اپنی جان ی کیوں نہ دینی پڑے۔"
"مجھے تم پر پُورا اعتماد ہے..." میں نے کہا اور لُوسی کو گھسیٹ ر قریب کر لیا۔ لُوسی نے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنا سَر میرے کشادہ ینے پر رکھ دیا تھا۔ اسی وقت چیانگ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔
"ماسٹر!... سُرخ اسپورٹس اس وقت بھی ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔"
لُوسی کی باتوں نے مجھے کسی متوقع تعاقب کے خیال سے بے یاز کر دیا تھا۔ چیانگ نے مجھے دوبارہ چوکنا کر دیا۔ اس کا خیال دُرست تھا۔ سیڈان اس وقت جگمگاتی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی اور اس کے ریئر گلاس میں سُرخ اسپورٹس واضح نظر آ رہی تھی۔ میری پیشانی شکن لود ہو گئی۔ میں نے آہستہ سے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ پستول نکال یا جو ڈاکٹر گھوش نے مادام کی طرف سے مجھے بطور انعام دیا تھا اور جس سے فائر کی جانے والی ننھی سوئی کسی بھی جاندار کو دھوئیں میں تحلیل کر دینے کے لئے کافی تھی۔ میں اگر چاہتا تو اپنے بیروں کے ذریعے بھی تعاقب کرنے والے کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن لُوسی کی موجودگی میں میں نے اپنی پُراسرار طاقتوں کا مزید استعمال مناسب نہیں سمجھا تھا۔
"چیانگ!" میں نے بڑے خوفناک لہجے میں کہا۔ "گاڑی آہستہ کر کے سُرخ اسپورٹس کو آگے نکلنے کا موقع دو۔"
"جو حکم ماسٹر!" چیانگ نے دبی آواز میں کہا اور سیڈان کی رفتار کم کر دی۔ پُشت سے آنے والی سُرخ اسپورٹس کو غالباً اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمیں تعاقب کا شُبہ ہو گیا ہے لہٰذا اس نے اپنی رفتار کم نہیں کی۔ شاید اس طرح وہ ہمیں باور کرانا چاہتا تھا کہ ہمارا اندازہ غلط ہے۔
میری نگاہیں ریئر گلاس پر مرکوز تھیں اور ہاتھ آتشی پستول پر جما ہوا تھا۔ سیڈان اور اسپورٹس کار کا فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا... پھر جیسے ہی وہ ہماری کار کے برابر آئی میں نے ایک ہاتھ سے شیشہ نیچے کیا اور نشانہ لے کر پُراسرار پستول کی لبلبی دبا دی۔ اسپورٹس کار میں صرف ایک ہی شخص نظر آ رہا تھا۔
سیڈان کے برابر پہنچ کر اس نے ایک نظر میری طرف دیکھا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا سَر اسٹیئرنگ پر جُھکتا چلا گیا۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہوا تھا۔ سُرخ اسپورٹس اسٹیئرنگ پر بوجھ کی وجہ سے دائیں طرف گھُوم گئی اور پھر دندناتی ہوئی فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک عمارت سے ٹکرا گئی۔ شعلے بھڑک اُٹھے۔ میں نے بڑی سُرعت سے پُراسرار پستول دوبارہ جیب میں رکھ کر شیشہ چڑھا دیا۔
"ماسٹر۔!" چیانگ کی حیرت زدہ آواز۔ "وہ حرامی شاید نشے میں تھا۔ اتنے خطرناک حادثے کے بعد اس کا بچنا محال ہے۔"
"رفتار بڑھاؤ چیانگ!" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے شدید نیند آ رہی ہے۔"
چیانگ نے نگاہ اُٹھا کر عقب نما میں مجھے دیکھا اور سیڈان کی رفتار بڑھا دی۔ لُوسی کے ہونٹوں پر جاندار تبسم کھیل رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنا سَر سیٹ پر ٹِکا دیا۔
دوسری صبح کے اخبارات نے گزشتہ رات ہونے والے حادثے کو انتہائی حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم قرار دیا تھا۔ جلی ہوئی کار کے ڈھانچے کی تصویر بھی خبر میں شامل تھی۔ میں نے تفصیل پڑھے بغیر اخبار کو اُٹھا کر ایک طرف ڈال دیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کپڑے تبدیل کئے۔ لُوسی پہلے ہی سے تیار تھی۔ لِفٹ کے ذریعے ہم نیچے آ گئے۔ لُوسی بے حد ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ اس بات کے علم میں آ جانے کے بعد کہ میں بھی اپنے اندر کچھ پُراسرار قوتیں رکھتا ہوں اس کا خوف یکسر ختم ہو چکا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے صدر ہال سے گزر رہے تھے کہ استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی۔ میں لاپرواہی سے قدم اُٹھاتا اس کے قریب چلا گیا۔ لڑکی خاصی حسین اور جاندار تھی۔ "یس میڈم۔ میں آپ کی خاطر کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پُوچھا۔
"خدمت کرنا تو ہمارا فرض ہے، جناب!" لڑکی کے ہونٹوں پر بھی کاروباری مسکراہٹ اُبھر آئی... پھر اس نے ایک بند لفافہ جس پر میرا نام اور کمرہ نمبر درج تھا، میری طرف بڑھا دیا۔
مجھے لفافے پر اپنا نام دیکھ کر حیرت سی ہوئی تھی لیکن میں نے اپنے چہرے سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ لفافہ چاک کیا تو اندر سے ٹائپ کیا ہوا ایک مختصر پیغام برآمد ہوا۔ "زندگی عزیز ہے تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ہانگ کانگ سے واپس چلے جاؤ۔"
میں نے خاموشی سے ٹائپ کیا ہوا پیغام لُوسی کی طرف بڑھا دیا اور استقبالیہ کلرک سے مخاطب ہو کر پُوچھا۔ "یہ لفافہ کون دے گیا تھا؟"
"کچھ دیر قبل ایک لڑکی دے گئی تھی، جناب!" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ کی شناخت کے لیے اس نے مجھے آپ کی یہ تصویر بھی دی تھی۔ دوسری صورت میں ظاہر ہے کہ میں آپ کو نہیں پہچان سکتی تھی۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی اس نے میری ایک تصویر بھی کاؤنٹر کے نیچے سے نکال کر میری طرف بڑھا دی۔
"شکریہ میڈم۔ یہ پیغام میرے لیے بہت اہم ہے۔ تصویر اگر آپ چاہیں تو اپنے پاس ہی رہنے دیں۔" میں نے انتہائی لاپرواہی سے جواب دیا اور لُوسی کا ہاتھ تھام کر باہر آ گیا اور سیڈان میں بیٹھ گیا۔

چیانگ لی سے میں نے تفریحی مقامات کی سیر کرانے کی فرمائش کی تھی۔ دوسرے ہی لمحے سیڈان حرکت میں آگئی۔

"اجیت!" لوسی نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو بھی میدان میں طلب کر لینا چاہیے۔"

"وہ کس لیے؟"

"اس لیے کہ دشمن نے اب ہمیں مقابلے کی دعوت دی ہے۔ اندھیرے میں کیا جانے والا کوئی اچانک وار ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

"فی الحال ہم صرف تفریح کریں گے لوسی ڈیر۔" میں نے بدستور لاپرواہی سے کہا۔ "تمہارا مشورہ قابلِ غور ہے لیکن اس کے بارے میں ہم واپسی پر تبادلۂ خیال کریں گے۔"

لوسی نے ایک نظر مجھے غور سے دیکھا... پھر گفتگو کا رُخ تبدیل کر دیا۔ چیانگ لی ہمیں تفریحی مقامات کی سیر کراتا رہا۔ لوسی کسی ماہر گائیڈ کی طرح مجھے ان مقامات کے بارے میں تفصیل بتاتی جا رہی تھی۔ دوپہر تک ہم سیر و تفریح میں مشغول رہے۔ اس دوران میں میں غافل نہیں رہا۔ کسی متوقع تعاقب کے امکانات پر بھی غور کرتا رہا لیکن مجھے ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ایک دوسرے ہوٹل میں کھایا... پھر چیانگ لی نے میرے حکم پر سیڈان کا رُخ تنظیم کے مقامی دفتر کی جانب پھیر لیا۔ بیس منٹ بعد ہی ہم مسٹر باٹلے کے آفس میں بیٹھے تھے۔

کچھ دیر تک میں باٹلے کے ساتھ مقامی دفتر کے بارے میں کاروباری باتیں کرتا رہا... پھر میں نے فون ڈائرکٹری اُٹھا کر گلوب ٹریولنگ ایجنسی کے نمبر دیکھے اور ان ہی نمبروں کو ڈائل کرنے لگا۔ لوسی اور باٹلے دونوں کی نظریں میرے ہی چہرے پر مرکوز تھیں۔ چند ثانیے بعد دوسری جانب سے کال ریسیو کی گئی۔ کوئی لڑکی بول رہی تھی۔

"کیا میں مسٹر چارلی سے بات کر سکتا ہوں۔ اِٹ از ویری اَرجنٹ اینڈ امپارٹنٹ۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"ون سیکنڈ پلیز!" لڑکی نے کہا... پھر ایک سیکنڈ بعد ہی ریسیور پر کسی مرد کی بھاری آواز گونجی۔

"چارلی آن دی لائن!"

"گڈ آفٹر نون مسٹر چارلی۔" میں نے بدستور ٹھوس لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی ایسوسی ایشن کی بربادی پر بے حد افسوس ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اپنے عزیز دوست کی خاطر اس نقصان کو انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کر لیں گے۔"

"کون ہو تم؟" اس بار چارلی کی آواز میں جھلاہٹ تھی۔

"مسٹر مائیکل تک میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ فی الحال میرا ہانگ کانگ سے واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ایک دوست کی حیثیت سے تم اسے یہ بھی سمجھانے کی کوشش کرنا کہ وہ رقم کی ادائیگی جلد از جلد کر دے۔ دوسری شکل میں مجھے بھی مجبوراً کوئی جوابی کارروائی کرنی پڑے گی۔ میں صرف تین روز کی مہلت دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کی گنجائش ممکن نہیں۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا بکواس کر رہے ہو، اور کیا چاہتے ہو؟"

چارلی نے جواب میں ایک گالی بھی دی تھی۔

"میں کیا چاہتا ہوں یہ مسٹر مائیکل کو معلوم ہے۔ تم صرف میرا پیغام اس تک پہنچا دینا۔ بائی بائی!" میں نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد سلسلہ منقطع کیا... پھر باٹلے سے بولا۔ "کیا آپ مجھے جوزفین کا ایڈریس فراہم کر سکیں گے؟"

"کیوں نہیں جناب۔" باٹلے نے مجھے پتہ نوٹ کراتے ہوئے کہا۔ "چیانگ لی بھی اس ایڈریس سے بخوبی واقف ہے۔"

میں نے جوزفین کا پتہ لے کر جیب میں ڈالا... پھر باٹلے کے ساتھ دفتر کا معائنہ کرنے کے ارادے سے نچلی منزل پر آگیا۔ اس وقت چونکہ مائیکل کے سلسلے میں میرے پاس کوئی واضح پروگرام نہیں تھا اس لیے میں نے وقت گزاری کی خاطر دفتر کے عملے کی کارکردگی دیکھنے کا خیال ظاہر کیا تھا۔ اس طرح میں تنظیم کے کاروباری رموز سے بھی واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

باٹلے مجھے ایک ایک شعبے میں لیے پھرتا رہا اور عملے سے میرا تعارف کراتا رہا۔ تنظیم کے لوگوں نے میری حیثیت میں مجھے جو عزت

بخشی وہ قابلِ تعریف تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ شاید اس سے پیشتر تنظیم کے کسی بڑے نے اس انداز میں دفتروں کا معائنہ نہیں کیا تھا۔ لوگوں کے چونکنے کا انداز اور چہرے پر اُبھرنے والے تاثر میرے اندازے کی رہنمائی کے لیے بہت کافی تھا۔ میں مسکرا مسکرا کر لوگوں کے سلام کا جواب دیتا رہا اور ان سے ہاتھ ملاتا رہا... پھر مجھے ایک ایسے شعبے میں لے جایا گیا جہاں کا تمام عملہ عورتوں پر مشتمل تھا۔ انہیں شاید میرے آنے کی اطلاع پہلے ہی کر دی گئی تھی۔ جھکتے ہوئے جوان بدن اور تراشے ہوئے جسم مجھے دیکھتے ہی اپنی اپنی جگہ ایستادہ ہو گئے تھے۔ میں نے اشارے سے انہیں بیٹھنے کو کہا اور دل ہی دل میں مالدام کے انتخاب کی داد دینے لگا۔ وہاں کوئی ایک بھی ایسا چہرہ نہیں تھا جسے دوسرے پر ترجیح دیا جا سکتا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کسی مینا بازار میں آگیا ہوں۔ لوسی نے دبی زبان میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم چاہو تو ان میں سے بھی دو چار کو پسند کر سکتے ہو۔"

"سوچ کر بتاؤں گا۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا... پھر بڑھ کر فرداً فرداً عملے کی خواتین سے ملاقات کرنے لگا۔ باٹلے ہر میز پر رُک کر اس پر بیٹھی ہوئی لڑکی کا نام اور اس کی ذمے داریوں کے بارے میں مجھے آگاہ کرتا جاتا تھا۔ پھر ہم ایک ایسی میز کے سامنے پہنچ کر رک گئے جس پر ایک خوبصورت جاپانی نژاد لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ باٹلے حسبِ معمول مجھے اس لڑکی کے نام اور شعبے کے بارے میں بتانے لگا لیکن میری نظریں رابرٹ جم پر مرکوز تھیں جو اس وقت اپنی مادی شکل میں لڑکی کی کرسی کے پشت پر موجود تھا۔

"اپنی نگاہیں لڑکی پر رکھو میرے دوست!" رابرٹ کی آواز.... میرے کانوں میں گونجی۔ "میں تمہیں صرف یہ بتلانے آیا ہوں کہ یہ لڑکی جس کا نام تاشی ہے، مائیکل کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور اسی کے ذریعے تمہاری تصویریں مائیکل تک پہنچی ہیں۔ لندن سے تمہاری روانگی کے وقت جس آدمی نے تمہارا تعاقب کیا تھا، اسے تم نے گزشتہ رات جہنم واصل کر دیا ہے۔ وہ بلاوجہ کے ذریعے تمہاری تصویریں یہاں لایا تھا اور تصویروں کو تاشی کے ذریعے مائیکل تک پہنچایا گیا تھا۔ تاشی کے سلسلے میں تمہارا کیا برتاؤ ہوگا یہ تم بہتر جانتے ہو۔ میں اب واپس جا رہا ہوں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ ہانگ کانگ میں تمہارے چاروں طرف خطرے منڈلا رہے ہیں مگر میری موجودگی میں وہ تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ میں تمہیں وقتاً فوقتاً حالات سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

... پھر رابرٹ جم کا ہیولا میرے سامنے سے غائب ہو گیا۔ باٹلے نے مجھے تاشی کے بارے میں کیا کچھ بتایا تھا مجھے اس کا افسوس نہیں تھا۔ بہرحال میں نے رابرٹ کے جانے کے بعد مسکرا کر تاشی کو وش کیا اور دوسری لڑکیوں کی جانب بڑھ گیا۔ پورے شعبے سے ملاقات کرنے کے بعد میں باہر آیا تو باٹلے مجھے دوسرے دفاتر دکھانا چاہتا تھا لیکن میں واپس اس کے دفتر میں آگیا۔

"مسٹر باٹلے!" میں نے دفتر میں آکر کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کے عملے میں تاشی کے علاوہ کچھ اور بھی جاپانی لڑکیاں موجود ہیں؟"

"جی نہیں جناب! تاشی کے علاوہ اور کوئی جاپانی لڑکی نہیں ہے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ تاشی ہمارے لیے بہت کارآمد خدمات انجام دے رہی ہے۔" میں نے باٹلے کو کریدنے کی خاطر کہا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے ماسٹر!" باٹلے بولا۔ "وہ اب تک ہمارے لیے نمایاں خدمات انجام دے چکی ہے۔ بڑی محنتی اور قابلِ اعتماد لڑکی ہے۔"

"چہرے سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے باٹلے کی تائید کرتے ہوئے پوچھا۔ "تنظیم میں تاشی کی شمولیت کس کی سفارش پر ہوئی تھی؟"

"جی!" باٹلے پہلی بار چونکا پھر جلدی سے بولا۔ "تاشی کو مسٹر ہوشنگ نے رکھوایا تھا لیکن تاشی کے علاوہ بھی بہت سی لڑکیوں کی سفارش مسٹر ہوشنگ ہی نے کی تھی۔"

"یہ کوئی قابلِ گرفت بات نہیں مسٹر باٹلے! بہرحال میں تاشی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔"

"بڑے شوق سے لے جایئے ماسٹر! میں ابھی مس تاشی کو طلب کرتا ہوں۔" باٹلے نے تیزی سے کہا پھر انٹرکام پر اپنے کسی ماتحت کو فوری طور پر تاشی کو اپنے کمرے میں بھیجنے کی تاکید کی۔ لوسی اضطراب سے میرے چہرے کو دیکھے جا رہی تھی، تاشی کے انتخاب پر اس کے ذہن میں یقیناً بہت سے خیالات اُبھرے ہوں گے لیکن باٹلے کی موجودگی میں اس نے مجھ سے استفسار مناسب نہیں سمجھا تھا پھر اس وقت لوسی نے تاشی کو بھی بڑی معنی خیز نظروں سے گھورا تھا جب وہ باٹلے کے دفتر میں داخل ہوئی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ تاشی کے چہرے پر اس وقت وہ شگفتگی اور شادابی نہیں تھی جو میں کچھ دیر پیشتر دیکھ چکا تھا۔ قدرتی بات تھی کہ وہ اپنی طلبی پر پریشانی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ قبل اس کے کہ میں تاشی کو مخاطب کرتا، باٹلے نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"مس تاشی! آپ کو ماسٹر اجیت نے کچھ دنوں کے لیے اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی مسٹر باٹلے!" اس نے ادب سے جواب دیا لیکن میں اب بھی اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھلکتے ہوئے تجسس کو محسوس کر رہا تھا۔

"مس تاشی!" میں نے جلدی سے درمیان میں بولتے ہوئے

نیا۔" آپ کو ساتھ رکھنے کا فیصلہ میں نے ایک خاص وجہ سے کیا ہے۔ دراصل ہماری تنظیم ایک جاپانی پارٹی سے کچھ کاروباری معاہدہ کر رہی ہے اور مجھے اسی وجہ سے یہاں آنا پڑا ہے۔ آپ کی موجودگی میں میرے لیے زبان کا مسئلہ پیش آنے والی دشواریوں کو ختم کر سکتا ہے لیکن آپ اگر میرے ساتھ رہنا پسند نہ کریں تو کوئی حرج نہیں۔ میں کوئی دوسرا بندوبست کر لوں گا۔"

"تنظیم کے مفاد کے لیے میری جان بھی حاضر ہے، ماسٹر!" تاشی میری گفتگو کی نرمی سے پگھلتے ہوئے پُرسکون لہجے میں بولی: "آپ نے میرا انتخاب کر کے میری جو عزت افزائی کی ہے اس کے لیے میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں، ماسٹر! آپ کی خدمت کر کے مجھے خوشی ہوگی۔"

"شکریہ مس تاشی! آپ آج رات نو بجے تک میرے ہوٹل پہنچ جائیں۔"

"آل رائٹ، ماسٹر!" تاشی نے جھک کر سلام کیا... پھر دفتر سے باہر چلی گئی۔

"مسٹر بانٹلے!" میں نے تاشی کے جانے کے بعد اپنے منصوبے میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا: "مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں آپ کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"جی...!" بانٹلے کے چہرے پر یک دم ہی زردی چھا گئی: "میں سمجھا نہیں، ماسٹر!"

"فی الحال میں صرف یہ سمجھتا ہوں کہ آپ جن افراد کو تنظیم کا خیر خواہ اور مخلص سمجھ رہے ہیں، وہ ہمارے بدترین دشمن ہیں۔" میں نے اس بار آواز میں مزید سختی پیدا کرتے ہوئے کہا: "میں دو روز کے اندر اندر ایسے تمام افراد کی فہرست چاہتا ہوں جن پر کسی اعتبار سے بھی آپ کو شبہ ہو سکتا ہے۔"

"ج... جی... بہتر ہے، ماسٹر!" بانٹلے بوکھلا کر ہکلانے لگا۔

"آپ کے دفتر میں چھٹی کس وقت ہوتی ہے؟"

"پانچ بجے، جناب!"

"میں نے مس تاشی کو نو بجے ہوٹل طلب کیا ہے۔ آپ کو چھٹی کے بعد سے اس کی نگرانی پر اپنا کوئی قابلِ اعتماد آدمی مامور کرنا ہے۔ مجھے تاشی کے بارے میں ایک ایک منٹ کی اطلاع درکار ہوگی۔ وہ دفتر سے نکل کر کہاں جاتی ہے اور کس سے ملتی ہے... ہو سکے تو ان فون کالز کو بھی ٹیپ کر لیا جائے جو وہ آج کی تاریخ میں کسی کو کرے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا: "یہ انتہائی اہم اور ضروری کام ہے۔ اس کو راز رکھنا آپ کا فرض ہے۔ اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو مجھے مجبوراً مادام سے آپ کے سلسلے میں احکام لینے پڑیں گے۔"

"اس... س... کی نوبت نہیں آئے گی، ماسٹر!" بانٹلے موت کے خوف سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا: "میں وہی کروں گا جو آپ نے حکم دیا ہے۔"

"ایک بات اور، تاشی کو ان باتوں کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔" میں نے تیزی سے کہا... پھر اٹھ کر باہر آ گیا۔ بانٹلے کسی پالتو کتے کی طرح عمارت کے باہر تک میرے ساتھ ساتھ آیا تھا۔ سیڈان میں بیٹھتے ہوئے میں نے سر کی معمولی جنبش سے اس کے سلام کا جواب دیا۔ لوسی نے میرے برابر بیٹھ کر دروازہ بند کیا تو سیڈان حرکت میں آ گئی۔

میرا ذہن اس وقت بری طرح جھلا رہا تھا۔ بانٹلے سے گفتگو کرتے وقت میں نے جو لب و لہجہ اختیار کیا تھا، اس نے لوسی کو بھی خوف زدہ کر دیا تھا۔ وہ میرے قریب بیٹھی مجھے کنکھیوں سے دیکھ رہی تھی لیکن گفتگو کرنے کی جرأت اسے بھی نہیں ہو رہی تھی۔ حالات نے جس انداز میں تاشی کو بے نقاب کیا تھا، اس نے میرے خون کی گردش کو تیز کر دیا تھا۔ بانٹلے کی بوکھلاہٹ سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ تاشی کی غداری کے سلسلے میں لاعلم ہی رہا ہوگا۔ میں اپنے خیالات میں گم تھا کہ چیانگ نے پوچھا۔

"کہاں چلنا ہے، ماسٹر؟"

"ہ... ہ... ہوٹل!" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا... پھر آنکھیں بند کر کے اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔

شام کو غسل کرنے سے میری طبیعت کچھ ہلکی ہو گئی۔ لوسی ابھی تک مجھ سے دور دور رہی تھی۔ میں نے خاموشی کی وجہ پوچھی تو وہ سر درد کا بہانہ کر کے ٹال گئی لیکن جب میں نے مسکراتے ہوئے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا تو اس کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ میں نے تاشی کو اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے اور بانٹلے پر میری ناراضگی کا سبب کیا تھا؟ میں لوسی پر کھل کر تمام باتوں کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لوسی کا اصرار بڑھنے لگا تو میں نے اسے مطمئن کرنے کی خاطر کہا: "دراصل مجھے تاشی پر پیار سا آ گیا تھا۔ خاصی حسین اور جاں نثار لڑکی ہے..."

"ناممکن!" لوسی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا: "میں نہیں مان سکتی کہ تم نے محض تاشی کی خاطر بانٹلے کو جھاڑ دیا ہو۔ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"شاید تمہارا اندازہ ٹھیک ہی ہے لوسی ڈیئر!" میں نے اس سے کہا: "لیکن اگر میں نے قبل از وقت تمہیں حالات سے آگاہ کر دیا تو بات کا مزہ جاتا رہے گا۔ تاشی کو آ جانے دو۔ اصل واقعات کیا ہیں، تمہیں اس کا اندازہ خود ہی ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں تمہیں زبان کھولنے پر مجبور نہیں کر سکتی لیکن اتنا اندازہ مجھے ضرور ہو چکا ہے کہ تم تاشی پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مسٹر بانٹلے کو اس کی نگرانی کا حکم کبھی نہ دیتے۔" لوسی نے بڑی ذہانت سے کام لیتے ہوئے کہا: "ہو سکتا ہے کہ تاشی کے سلسلے میں بھی تمہاری پُراسرار قوتیں، تمہاری رہنمائی کر رہی ہوں۔"

"اگر تم اسی انداز میں حالات کا جائزہ لیتی رہیں تو میرا خیال ہے کہ مادام کو بڑوں کی تعداد میں اضافے پر غور کرنا پڑے گا۔" میں نے لوسی کی تعریف کی۔

آٹھ بجے تک ہم بالکونی میں بیٹھے باتیں کرتے رہے... پھر میں لوسی کو لے کر کمرے میں آ گیا۔ اس کے بعد میں نے بار سروس کو فون پر شراب کا آرڈر دیا تو لوسی نے ایک بار پھر چونک کر مجھے معنی خیز نظروں سے گھورا لیکن کوئی سوال نہیں کیا۔ پندرہ منٹ کے اندر بار سروس کے مستعد بیروں نے میری طلب کی ہوئی شراب کی بوتلیں اور دیگر چیزیں لا کر گول میز پر سجا دیں۔ میں نے اس وقت سلیپنگ سوٹ پہن رکھا تھا۔ لوسی اسکرٹ اور بلاؤز میں غضب ڈھا رہی تھی۔ میں نے دو پیگ تیار کیے... پھر ایک گلاس لوسی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے درخواست کروں گا کہ تاشی کے سلسلے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔"

لوسی نے مسکراتے ہوئے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں... پھر گلاس اٹھا کر میرے گلاس سے ٹکرایا اور ایک گھونٹ لے کر اسے میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

"اجیت! میرا خیال ہے کہ تم اوپر سے جتنے سادہ لوح نظر آتے ہو، اندر سے اتنے ہی گہرے ہو۔"

"اس خیال کا اظہار کبھی مادام کے سامنے مت کر بیٹھنا ورنہ رہی سہی عزت بھی جاتی رہے گی۔" میں نے گلاس رکھ کر سگریٹ سلگاتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم مادام کی توقعات سے کم ہی کہیں گھبرے ہو۔" لوسی نے گلاس اٹھا کر دوبارہ ہونٹوں سے لگا لیا۔

میں مسکرا کر چپ ہو گیا۔ میری نگاہ بار بار دیوار گیر کلاک کی طرف اٹھ رہی تھی۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے میں نے بانٹلے کو فون کیا۔ وہ غالباً میری کال ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ پہلی ہی گھنٹی پر کال ریسیو کی گئی... پھر کوڈ نمبر کے تبادلے کے بعد میں نے تاشی کے سلسلے میں دریافت کیا تو بانٹلے ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

"پانچ بجے وہ دفتر سے نکل کر سیدھی اپنے فلیٹ پر گئی تھی۔ سات بجے تک وہ فلیٹ سے نہیں نکلی... پھر ٹھیک سات بج کر دس منٹ پر وہ فلیٹ سے نکل کر وکٹوریہ پارک کی طرف گئی تھی۔ وہاں اس نے ڈبی لیڈیز ویئر کی دکان کی مالکن مسز ہوپنگ سے ملاقات کی تھی۔ مسز ہوپنگ کانگ مانگ کی چینی ٹولی میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے مائیکل سے بھی واقف ہو لیکن اس سلسلے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی، جناب! تاشی اور مسز ہوپنگ کی ملاقات سات منٹ تک جاری رہی تھی... پھر تاشی وہاں سے رخصت ہو کر اسی ٹیکسی... کے ذریعے کناٹ روڈ گئی اور اس وقت آپ ہی کے ہوٹل کی کافی شاپ میں موجود ہے۔ میرے آدمی نے پانچ منٹ پہلے اسے وہیں دیکھا تھا۔"

"گڈ...!" میں نے تعریف کرتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا: "کیا ضرورت پڑنے پر تم فوری طور پر کچھ لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا انتظام بھی کر سکتے ہو؟"

"آپ حکم دے کر دیکھیں، ماسٹر! بانٹلے کی کارکردگی آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

"اس کا امتحان بھی بہت جلد ہو جائے گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا... پھر فون کے پاس سے ہٹ کر اپنی کرسی پر آ گیا۔

"کس کی لاشیں ٹھکانے لگانے کی بات کر رہے تھے؟" لوسی نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تاشی نیچے کافی شاپ میں موجود ہے۔" میں نے لوسی کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے کہ وہ ٹھیک نو بجے ہمارے کمرے میں موجود ہوگی۔"

"اوہ۔ غالباً اسی کے استقبال کے لیے تم نے پہلے سے پینی شروع کر دی ہے۔" لوسی تُندی سے بولی... پھر ایک ہی گھونٹ میں اس نے اپنا گلاس خالی کر دیا۔

"ایک درخواست اور کر رہا ہوں، لوسی ڈیئر! تاشی کی موجودگی میں تم میری کسی حرکت پر کسی تشویش یا الجھن کا مظاہرہ نہیں کرو گی اور آج کی رات... تم اپنے کمرے میں گزارو گی۔"

"ایز یو وِش۔" لوسی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

ٹھیک نو بجے کسی نے دروازے کا بزر بجایا تھا۔ لوسی نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ آنے والی تاشی ہی تھی۔ دفتر کے مقابلے میں اس

وقت وہ کہیں حسین نظر آ رہی تھی۔ منی اسکرٹ نے اس کے گداز جسم کو نمایاں کر رکھا تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر تاشی نے جھک کر سلام کیا... پھر میرے اشارے پر قریب آ کر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ لوسی دروازہ بند کر کے اپنی نشست پر واپس آ گئی تھی۔ میں نے اپنا گلاس خالی کر کے تین پیگ بنائے تو تاشی نے دبی زبان میں کہا۔

"میں، ماسٹر کی موجودگی میں یہ گستاخی نہیں کر سکوں گی۔"

میں نے جواب میں تاشی کو سخت نگاہوں سے دیکھا تو وہ سہم گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنا گلاس اُٹھایا تو تاشی نے بھی جلدی سے اپنا جام اُٹھا لیا... پھر میں نے لوسی کی جانب دیکھتے ہوئے اپنا جام قدرے آگے بڑھایا۔ تینوں جام آپس میں ٹکرائے اور ہم نے اپنا اپنا جام مُنہ سے لگا لیا۔ میں بار بار تاشی کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے جسم کا گداز مجھے گستاخیوں پر اُکسا رہا تھا لیکن میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ تاشی ایک پیگ ختم کر چکی تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے دوسرا پیگ تیار کیا۔ تاشی کی آنکھوں میں ابھی تک خوف کے اثرات باقی تھے۔ غالباً وہ اپنے ہی کسی پلان سے ڈر رہی تھی۔ اس نے میرے ہوٹل تک آنے سے پہلے اپنے انتخاب کی خوش خبری مائیکل کو ضرور سنائی ہو گی۔ اسے مائیکل کی طرف سے میرے سلسلے میں کوئی حکم بھی ضرور ملا ہو گا۔ دشمن کو ایسے مواقع بار بار نہیں مل سکتے تھے۔ ہو سکتا تھا خود تاشی کو مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے مامور کیا گیا ہو اور اس کے وینٹی بیگ میں میری موت کا کوئی مُہلک سامان موجود ہو... یا پھر اچانک کوئی سازش جنم لینے والی ہو۔ میں نے ایک نگاہ تاشی کے وینٹی بیگ پر ڈالی جو اس کے سامنے میز پر رکھا تھا۔ وینٹی بیگ سے ہٹ کر میری نظر تاشی کے چہرے پر گئی۔ اس کے چہرے پر ابھی تک اُلجھن طاری تھی۔ میں نے دوسرا پیگ اس کی جانب کھسکایا تو وہ دبی زبان میں بولی۔

"ماسٹر!... میں زیادہ پینے کی عادی نہیں ہوں۔"

"تاشی!" میں نے اچانک ہی کرخت لہجہ اختیار کیا۔ "کیا تم بھول رہی ہو کہ مجھے تنظیم میں کیا مقام حاصل ہے اور تنظیم کی لڑکیوں کا سب سے اہم مصرف کیا ہے؟"

"میں جانتی ہوں، ماسٹر!" وہ سہم کر بولی۔ "آپ کوئی حکم دیں میں انکار نہیں کروں گی۔"

"پیو!" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "جب تک میں نہ منع کروں پیتی رہو۔"

تاشی نے جلدی سے گلاس اُٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ لوسی ایک تماشائی کی طرح خاموش بیٹھی تھی۔ میں نے اپنا پیگ ختم کر کے اور

بنایا... پھر یہ ظاہر کرنے لگا جیسے میں نے بہت زیادہ پی رکھی ہو۔ چوتھا پیگ ختم ہوا تو میں نے بہکی بہکی باتیں شروع کر دیں۔ تاشی کے لیے تیسرا پیگ بناتے ہوئے میں اپنی نشست سے لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا پھر قریب جا کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ لوسی، میری بلانوشی سے واقف تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں تاشی پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس وقت میں ہوش میں نہیں ہوں۔ اس نے موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

"ماسٹر!... آپ دو گھنٹے سے متواتر پی رہے ہیں۔ میں درخواست کروں گی کہ اب..."

"اوہ، شٹ اپ!" میں نے لوسی کو جھڑک دیا پھر اپنے لیے نیا پیگ بناتے ہوئے بولا۔ "آج کی رات میں تاشی کا جام صحت پی رہا ہوں۔"

تاشی، لوسی کی موجودگی میں کچھ مضطرب نظر آ رہی تھی۔ میں نے یک لخت ہاتھ بڑھا کر اُسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ میں چند ثانیے اس کی زلفوں کی مہک اور اس کے جسم کی تپش سے اُلجھتا رہا... پھر میں نے اس کا گلاس اپنے ہاتھ میں اُٹھایا اور خود اپنے ہاتھوں سے اُسے پلانے لگا۔ تیسرا پیگ حلق سے اُتارنے کے بعد تاشی کی جھجک بھی ٹوٹنے لگی۔ شراب کے نشے نے اسے بھی مدہوش کر دیا تھا۔ میں نے لوسی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تاشی کے لیے نیا جام تم تیار کرو گی۔"

"یس ماسٹر!" لوسی نے جلدی سے کہا... پھر تاشی کا گلاس دوبارہ بھرنے لگی۔

"جب تک میرا قیام ہانگ کانگ میں ہے تم میرے ساتھ رہو گی۔" میں نے تاشی کو خود سے اور قریب کرتے ہوئے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ماسٹر کی خدمت کرنا میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔"

شی نے پہلی بار میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

"تم... تم چاہو تو میرے ساتھ لندن بھی چل سکتی ہو۔ میں مادام سے تمہاری سفارش کر کے تمہیں ترقی بھی دلوا سکتا ہوں۔"

"جو ماسٹر کا حکم ہو۔" تاشی نے دبی زبان میں جواب دیا۔

میں، لوسی کی موجودگی کو نظر انداز کر کے تاشی کے گداز جسم کو چھیڑتا رہا۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ تاشی چوتھے پیگ کے بعد بہکنے لگی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں تاشی کو لیے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ لوسی کو میں نے آنکھوں کے اشارے سے سمجھا دیا تھا کہ وہ تاشی کے وینٹی بیگ کی تلاشی لے ڈالے۔ اس نے سر کی خفیف جنبش سے مجھے حکم کی تعمیل کا یقین دلایا۔

میں، تاشی کو لیے لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے میں آ گیا... پھر میں نے اپنے بستر... پر جانے سے بیشتر نائٹ بلب کے علاوہ تمام روشنیاں گل کر دیں۔ تاشی میری گرفت میں تھی۔ خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی سینڈلیں فرش پر اُچھال دی تھیں۔ میں اسے لپٹائے ہوئے بستر پر آیا تو تاشی نے کہا۔

"ماسٹر!... میرا وینٹی بیگ باہر رہ گیا۔"

"اوہ، تو ونٹ بی ٹسی۔" میں نے اسے اپنی آغوش میں کھینچ کر بستر پر گراتے ہوئے کہا۔ "یہاں ہر چیز محفوظ ہے۔"

بہت دیر تک میں، تاشی کے حسن سے کھیلتا رہا لیکن ایک حد سے آگے نہیں بڑھا۔ تاشی نے مجھے مدہوش کرنے کے لیے اپنے سارے گُر آزمانے شروع کر دیے تھے۔ میں بظاہر یہی ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اپنے ہوش میں نہیں ہوں... پھر نصف رات کے قریب میں نے خود کو بالکل ہی بے خبر کر لیا۔ تاشی کو غالباً اسی وقت کا انتظار تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ مجھے دو تین آوازیں دیں... پھر میرا ہاتھ اپنے جسم سے ہٹا کر وہ بستر سے اتر گئی۔

میں نے پلکوں کے درمیان جھری پیدا کر کے اپنے حسین دشمن کو دیکھا۔ اس کا جسم نائٹ بلب کی ہلکی آسمانی روشنی میں قیامت ڈھا رہا تھا۔ وہ پنجوں کے بل دبیز قالین پر باتھ روم کی طرف قدم اُٹھا رہی تھی۔ اس کے جسم پر سوائے ایک سنہری لاکٹ کے کچھ نہیں تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے وہ لاکٹ اس کے جسم پر چھوڑ کر حماقت ہی کی تھی۔ ممکن ہے وہ کوئی ٹرانسمیٹر ہو۔ میں نے سوچا۔ میری نگاہیں بدستور تاشی کے متحرک جسم پر مرکوز تھیں۔ اس نے باتھ روم کے قریب جا کر دروازے کو آہستہ سے بند کیا لیکن تھوڑی سی جھری باقی رہنے دی شاید اس لیے کہ اس جھری سے وہ مجھ پر نگاہ رکھنا چاہتی تھی۔ یا پھر اسے اس بات کا خدشہ تھا کہ دروازہ بند ہونے کی آواز کہیں

میری نیند نہ اُچاٹ کر دے۔ میں ابھی اگلے اقدام پر غور ہی کر رہا تھا کہ رابرٹ کے جسم سے پھوٹنے والی تیز خوشبو میری ناک سے ٹکرائی اور دوسرے ہی لمحے اس کی مانوس اور پُراسرار آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"اجیت!... میرے دوست! کیا تم حقیقتاً سو رہے ہو؟"

"نہیں..." میں نے آنکھیں کھول کر دبی زبان میں جواب دیا۔ "خطرہ شہ رگ کے قریب ہو تو اجیت کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔"

"میری بات غور سے سنو۔ تاشی نے تمہارے لیے موت کے ہرکاروں کو طلب کیا ہے۔ بیس منٹ بعد وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"میرے دوست! کیا تم مجھے ان کی تعداد بھی بتا سکتے ہو؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"ان کی تعداد دو ہے۔" رابرٹ کی روح نے کہا۔ "اگر تم خوف زدہ ہو تو میں تمہارے دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔"

"نہیں... اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "دشمنوں کو موت کی نیند سلانا میری ہوبی ہے۔"

... پھر جیسے ہی باتھ روم کا دروازہ کھلا، خوشبو کا جھونکا ختم ہو گیا۔ رابرٹ کی روح غالباً کمرے سے جا چکی تھی۔ میں بے حس و حرکت پڑا رہا۔ تاشی آہستہ سے میرے قریب آ کر لیٹ گئی اور اس نے دبی آواز میں مجھے پکارا۔ "ماسٹر! کیا تم سو گئے؟"

"میں جاگ رہا ہوں، تاشی ڈارلنگ!" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا اور ہاتھ بڑھا کر بیڈ سوئچ دبا کر کمرہ روشن کر دیا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کے گلے میں پڑا ہوا لاکٹ جھپٹ لیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ تاشی کو ایک پل کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ روشنی میں اس کا چہرہ زرد نظر آ رہا تھا اور آنکھوں میں موت کا خوف جھلک رہا تھا۔

رابرٹ جم کی روح نے بروقت مجھے ایک بڑے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ تاشی کے گلے میں پڑا ہوا لاکٹ حقیقتاً ایک ٹرانسمیٹر ہی تھا جس پر اس خوبصورت ناگن نے رابرٹ کی اطلاع کے مطابق میرے لئے موت کے ہرکاروں کو طلب کیا تھا لیکن اب بازی پلٹ چکی تھی۔ لاکٹ ٹرانسمیٹر اب میرے ہاتھ میں تھا اور میں تاشی کے قیامت خیز جسم کے ان نشیب و فراز کو سپاٹ نظروں سے گھور رہا تھا جو میری ذرا سی غفلت سے بھیانک موت کا سبب بھی بن سکتے تھے۔

"ماسٹر!... روشنی کیوں کر دی تم نے؟" اس نے میری اچانک بیداری کا مقصد سمجھنے کے لیے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"روشنی میں... میں ان دونوں قاتلوں کے چہرے زیادہ آسانی سے دیکھ سکتا ہوں جنہیں تم نے میرے لیے طلب کیا ہے۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا اور تکیے کے نیچے سے اپنا ریوالور نکال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سلیپنگ گاؤن دوبارہ پہننے میں مجھے بمشکل دو منٹ لگے ہوں گے۔

میں نے دروازے کے قریب آکر لوسی کو پکارا۔ وہ جاگ ہی رہی تھی۔ پہلی ہی آواز پر میری خواب گاہ میں آگئی، جہاں تاشی کا جسم میری مسہری پر پڑا خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ لوسی کی آمد کے بعد میں نے دروازہ دوبارہ بند کر لیا تاکہ روشنی باہر نہ جا سکے۔ کھڑکیوں کے دبیز پردے پہلے ہی برابر تھے۔ میں نے اپنے لیے سگریٹ سلگائی... پھر گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے تاشی سے انتہائی سفاکی سے کہا۔

"تم نے جن قاتلوں کو میرے لیے طلب کیا ہے، ان کے پہنچنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی ہیں۔ اگر زندگی چاہتی ہو تو کھل کر مجھے حالات سے آگاہ کر دو، ورنہ تمہاری موت دوسروں کے مقابلے میں زیادہ اذیت ناک ہوگی۔"

"مم... میں ان کے اشاروں پر چلنے کے لیے مجبور ہوں ماسٹر! ورنہ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" تاشی نے خوف زدہ آواز میں کہا۔ "ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ جو افراد تنظیم کی ادائیگی روک لینے کے باوجود دندناتے پھر رہے ہیں، ان کے سامنے میری کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟"

"ہلٹن کی استقبالیہ کلرک تک میری تصویر اور وہ پیغام کس نے پہنچایا تھا؟" میں نے سرد لہجے میں دریافت کیا۔

"مجھے معلوم نہیں... البتہ تصویریں مجھے لندن سے بار دوست کے ایک نمائندے کے ذریعے ملی تھیں جو میں نے مائیکل تک پہنچا دی تھیں۔"

"مسز ہوپنگ کے ذریعے... کیوں؟"

"یس ماسٹر!" تاشی میری معلومات سے مزید خوف زدہ ہو گئی تھی لیکن میرے سوالات کے جواب دینے میں وہ کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ بھی نہیں کر رہی تھی۔ شاید اس نے راست گوئی کو ہی اپنی زندگی کی ضمانت سمجھ لیا تھا۔ لوسی حیرت سے میری اور تاشی کی گفتگو سن رہی تھی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس وقت تم نے لاکٹ ٹرانسمیٹر پر کس سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"مس جوزفین سے۔" تاشی نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ "مائیکل نے مجھے یہی ہدایت دی تھی۔"

"میری موت کے لئے کتنے آدمی آرہے ہیں... اور... طریقہ کار کیا ہوگا؟"

"مس جوزفین نے دو آدمی بھیجنے کے لئے کہا ہے۔" تاشی نے مردہ آواز میں جواب دیا۔ "ہمیں صرف یہی حکم ملا ہے کہ آپ دونوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد دوبارہ مس جوزفین سے رابطہ قائم کیا جائے۔ باقی ہدایات بعد میں ملیں گی۔"

میرے قاتلوں کے آنے میں اب صرف پانچ منٹ باقی تھے۔ میں نے تاشی کو کپڑے پہننے کا حکم دیا... پھر لوسی کو اس کی نگرانی کے لئے چھوڑ کر روشنی گل کی اور لپکتا ہوا صدر دروازے پر آگیا۔ انسانی وجود کو دھوئیں میں تحلیل کر دینے والا آتشی پستول میرے ہاتھ میں تھا۔ احتیاطاً میں نے لاؤنج کی بتیاں بھی بجھا دیں اور آنے والے قاتلوں سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار ہو گیا۔

ٹھیک بیس منٹ بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ میں نے فوراً ہی دروازہ نہیں کھولا۔ دوسری بار کچھ وقفے سے دستک ہوئی تو میں نے بایاں ہاتھ بڑھا کر بولٹ کھولا... پھر تیزی سے آڑ میں ہو گیا۔ آنے والے دو ہی تھے اور دروازہ کھلتے ہی اندر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔ میں نے انھیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ آتشی پستول سے یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے اور دونوں کا وجود دھوئیں میں تحلیل ہونے لگا۔ میں نے دروازہ بند کر کے روشنی کر دی۔ میرے قاتل زمین پر پڑے تھے اور ان کے جسم آہستہ آہستہ دھواں بن کر غائب ہو رہے تھے۔ لوسی اسی لمحے تاشی کو لے کر لاؤنج میں آگئی۔ وہ آتشی پستول کی کارکردگی سے واقف تھی لیکن تاشی کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں خاموش کھڑا اپنے دشمنوں کو دیکھتا رہا۔ جب ان کے جسم دھواں بن کر غائب ہو گئے تو میں نے تاشی کی جانب قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم بھی ایسی ہی موت برداشت کر لوگی؟"

"نن... نہیں۔" تاشی گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ "میں زندگی کی بھیک طلب کرتی ہوں ماسٹر!" وہ ساری جان سے کانپ اٹھی تھی۔

"مس جوزفین سے دوبارہ رابطہ قائم کرو۔" میں نے لاکٹ ٹرانسمیٹر اس کی جانب اچھال دیا اور پستول کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے سرد آواز میں بولا۔ "تم یہی کہو گی کہ ہمیں ختم کیا جا چکا ہے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اگر تم نے زیادہ عقل مندی کا ثبوت دیا تو تمہارا انجام..."

"مم... میں سمجھ رہی ہوں ماسٹر!" تاشی نے جلدی سے کہا۔ پھر لاکٹ ٹرانسمیٹر سے ایک باریک تار کھینچ کر نکالا اور لاکٹ پر لگے ہوئے نگینے کو ایک طرف کھسکاتے ہوئے منہ کے قریب لا کر تھوڑے تھوڑے وقفے سے جوزفین کو کال کرنے لگی۔

اس وقت تاشی کی آواز میں کوئی لکنت نہیں تھی۔ غالباً وہ سمجھ چکی تھی کہ ایک معمولی سی لغزش اس کے گداز اور حسین جسم کو بھی دھوئیں میں تحلیل کر ڈالے گی۔ "ہیلو... اٹ از جوزفین ریسیونگ! کیا خبر ہے؟ اوور۔" لاکٹ ٹرانسمیٹر پر دوسری جانب سے کسی عورت کی آواز ابھری۔

"ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اجیت اور لوسی کے برہنہ جسم مرنے کے بعد بھی ابھی تک آپس میں گڈمڈ پڑے ہیں۔" تاشی نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ "ہمارے لئے اب کیا حکم ہے؟ اوور۔"

"تم نے بہت شاندار کارنامہ انجام دیا ہے تاشی! دونوں آدمیوں کے ساتھ وہیں انتظار کرو۔ میں، مائیکل کو لے کر پندرہ منٹ کے اندر اندر پہنچ رہی ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

تاشی نے لاکٹ ٹرانسمیٹر کا تار دبا کر غائب کیا پھر نگینے کو اصل جگہ کھسکا کر لاکٹ میرے حوالے کرتے ہوئے بولی۔

"ماسٹر!... میں جانتی ہوں کہ تنظیم سے غداری کی سزا کیا ہوتی ہے لیکن حالات نے مجھے بے بس کر دیا تھا!"

"تم مادام کو مسٹر ہاٹلے کے ذریعے حالات سے باخبر کر سکتی تھیں۔" اس بار میرے بجائے لوسی نے کہا۔

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں مس لوسی!" تاشی نے ہونٹ چباتے ہوئے رحم طلب نگاہوں سے لوسی کی طرف دیکھا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ تم دوبارہ تنظیم سے غداری نہیں کرو گی؟"

"ہانگ کانگ میں رہ کر میں دشمنوں کے ہاتھوں سے بھی نہیں بچ سکتی اس لئے میں درخواست کرتی ہوں کہ مجھے کسی دور دراز دفتر میں بھیج دیا جائے۔" تاشی سپاٹ آواز میں بولی۔ "رہا میری تنظیم سے وفاداری کا مسئلہ تو اس کا ثبوت آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ مائیکل نے طے شدہ رقم کی ادائیگی سے انحراف کیوں کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے اس کی وجہ تو معلوم نہیں ماسٹر لیکن میرا خیال ہے کہ ماسٹر ہوشنگ نے مائیکل کو بھڑکا دیا ہوگا۔" تاشی نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "مائیکل اور ماسٹر ہوشنگ کے آپس میں بہت گہرے اور دوستانہ تعلقات رہ چکے ہیں۔ تنظیم میں میری شمولیت بھی مائیکل کے کہنے پر ماسٹر ہوشنگ کی سفارش پر عمل میں آئی تھی۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہوشنگ اس علاقے سے فرار ہو کر کہاں روپوش ہے؟" لوسی نے پوچھا۔

"میں اس سے لاعلم ہوں۔"

"ہم تمہاری صاف گوئی پر خوش ہوئے مس تاشی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "لیکن تمہارے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے... البتہ یہ ممکن ہے کہ ہم تمہیں مادام کے سامنے پیش کر دیں۔"

"میں آپ کا یہ احسان بھی زندگی بھر فراموش نہیں کروں گی ماسٹر!" تاشی نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

جوزفین اور مائیکل کے آنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے۔ میں نے کچھ سوچ کر مسٹر ہاٹلے کو فون کیا۔ کال ریسیو کرنے میں بڑی جلدی کی گئی تھی۔ دوسری جانب سے ہاٹلے کی آواز سنائی دی تو میں نے "ماسٹر بھیری" کا کوڈ بتاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہاٹلے! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہانگ کانگ سے لندن کے لئے پہلی فلائٹ کس وقت جائے گی؟"

"پہلی فلائٹ میں صرف ایک گھنٹہ باقی ہے جناب!... البتہ دوسری فلائٹ چھ بجے روانہ ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ دوسری فلائٹ سے پانچ سیٹیں بک کرا دیجئے۔"

"باقی تین افراد کون ہوں گے جناب؟ میرا مقصد ہے ان کے نام کیا بتائے جائیں گے؟" ہاٹلے نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"مائیکل، جوزفین اور تاشی۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔

"میں سمجھا نہیں ماسٹر!" ریسیور پر ہاٹلے کی آواز ابھری۔ "کیا مائیکل آپ کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ ہو جائے گا؟"

"مسٹر ہاٹلے!" میرا لہجہ تحکمانہ ہو گیا۔ "صرف اپنے کام سے کام رکھو۔"

"میں معافی چاہتا ہوں ماسٹر لیکن میرا مقصد کچھ اور تھا۔" ہاٹلے نے جلدی سے کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو ہم آپ کی روانگی کے لئے کوئی خفیہ طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"

"نہیں...!" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "ہم نارمل فلائٹ سے جائیں گے۔ البتہ سیٹ بک کراتے وقت تم اس بات کی احتیاط کر سکتے ہو کہ مائیکل، جوزفین اور تاشی کی سیٹیں ہماری نشستوں سے کچھ فاصلے پر ہوں۔"

"جو حکم ماسٹر!"

"جہاز کی روانگی کے وقت تمھارے آدمیوں کا بھی ایئرپورٹ پر ہونا ضروری ہے۔ اگر مائیکل کے آدمی ہماری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کریں تو تمھیں حالات پر قابو پانے کیلئے میری طرف سے مکمل اختیار حاصل ہوگا۔"

"آپ مطمئن رہیں، ماسٹر! اگر اس کی نوبت آئی تو ہم مائیکل کے آدمیوں کو ایسا سبق دیں گے کہ وہ دوبارہ تنظیم کی جانب نظریں اُٹھانے کی جرأت بھی نہیں کریں گے۔"

میں نے کوئی جواب دیئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا اور تاشی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مائیکل اور جوزفین کے آنے کے بعد دروازہ تم ہی کھولو گی۔ میں لُوسی کے ساتھ دوسرے کمرے میں رہوں گا۔ تم مائیکل اور جوزفین کو میری خواب گاہ میں لے جاؤ گی اس کے بعد کی ذمے داری میرے اُوپر ہوگی... لیکن اس بات کا خیال رہے کہ..."

"تاشی اپنی سابقہ غلطیوں پر شرمندہ ہے، ماسٹر!" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے ٹھوس لہجے میں بولی۔ "اب میں یہی کوشش کروں گی کہ تنظیم کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر آقا سے رحم کی درخواست کر دوں۔"

میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ مائیکل اور جوزفین کسی بھی لمحے پہنچنے والے تھے۔ میں نے لاؤنج کا نائٹ بلب روشن کیا اور دوسری روشنیاں بُجھا دیں... پھر لُوسی کو لے کر اس کی خواب گاہ میں آیا اور دروازے کے قریب اس طرح کھڑا ہو گیا کہ تاشی پر بھی نظر رکھی جا سکے۔ حالات کے پیشِ نظر مجھے قوی اُمید تھی کہ تاشی دوبارہ تنظیم سے غداری کی جرأت نہیں کر سکے گی۔ ایسی صورت میں بھی مجھے حالات پر قابو پانے میں زیادہ دُشواری نہیں پیش آ سکتی تھی۔ میں اپنی پُراسرار قوتوں سے کام لے کر سچویشن کنٹرول کر سکتا تھا۔

تاشی نے ہمارے ہٹتے ہی بڑھ کر میری خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند کر کے ایک کُرسی گھسیٹ لی اور بیرونی دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر گھوش کا ایجاد کردہ حیرت انگیز پستول اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھا۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ لُوسی میرے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ ہماری نظریں تاشی پر مرکوز تھیں، وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا میری تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔ جوزفین اور تاشی کے درمیان گفتگو ہوئے سترہ منٹ گزر چکے تھے لیکن ابھی تک مائیکل اور جوزفین نہیں آئے تھے۔ ممکن ہے انہوں نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا ہو... یا پھر تاشی کی اطلاع کی تصدیق کے لئے انہوں نے کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہا ہو۔ میں ابھی ان ہی خیالات کے بارے میں اُلجھ ہی رہا تھا اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ لُوسی دبی زبان میں بولی۔

"اجیت! کیا تمھیں یقین ہے کہ تاشی نے جوزفین کو پیغام دیتے وقت کسی چالاکی کا مظاہرہ نہیں کیا ہوگا؟"

"نہیں!" میں نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "اپنے دونوں ساتھیوں کا انجام دیکھ لینے کے بعد وہ اس قابل نہیں رہ گئی کہ کوئی خطرہ مول لے سکے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن ابھی تک جوزفین اور مائیکل کے نہ پہنچنے سے شکوک کی گنجائش بھی نکالی جا سکتی ہے۔"

"قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا لُوسی ڈیئر! ہمیں کچھ دیر اور انتظار کرنا ہوگا۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"تمھیں تاشی پر اچانک کس طرح شُبہ ہو گیا تھا؟" لُوسی نے وہی سوال کیا جس کی توقع مجھے پہلے سے تھی۔

"اتفاق ہی سمجھو!" میں نے جواب دیا۔ "جس وقت میں تنظیم کے دفتر کا معائنہ کر رہا تھا اس وقت اتفاقاً ہی میری نظر سب سے پہلے تاشی پر پڑی تھی اور تاشی کی نظریں بھی میری ہی جانب تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے مشکوک انداز میں نظریں چُرانے کی کوشش کی تھی چنانچہ میں نے اسے گھیرنے کی خاطر اپنی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تمھارے سامنے ہی عمل میں آیا تھا۔"

"میں نہیں مانتی۔" لُوسی نے کہا۔ "شُبہ ہونا اور بات ہے لیکن تمھیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تمھاری تصویریں باربرڈ کے ذریعے تاشی کو موصول ہوئی تھیں؟"

"جس طرح میں نے ہلٹن سے نکلنے کے لئے جوزفین اور مائیکل کے آدمیوں کے درمیان ہنگامہ کرا دیا تھا۔" میں نے مجبوراً لُوسی کو مطمئن کرنے کے لئے ان ہی پُراسرار قوتوں کی آڑ لی جس کا شُبہ اسے پہلے ہی سے ہو چکا تھا۔

"کیا تم ان قوتوں کے ذریعے یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ مائیکل اور جوزفین ابھی تک یہاں کیوں نہیں پہنچے؟"

"ابھی ماسٹر ہنری نے مجھے اس حد تک مشاق نہیں کیا۔"

"اجیت!" لُوسی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ آنے والے صرف مائیکل اور جوزفین ہی ہوں۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ دو اندر آئیں اور ان کے باقی ساتھی نیچے موجود رہیں۔ ظاہر ہے کہ مائیکل صرف جوزفین کے ساتھ یہاں آنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

لُوسی کی بات سُن کر میں چونک اُٹھا۔ میں نے اس پہلو پر ابھی تک غور نہیں کیا تھا... پھر قبل اس کے کہ میں لُوسی کو کوئی جواب دیتا بیرونی دروازے پر آہستہ آہستہ تین بار مخصوص انداز میں دستک سُنائی دی اور تاشی اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے کی سمت قدم اُٹھانے لگی۔ میں نے ڈاکٹر گھوش کے پُراسرار پستول پر اپنی گرفت مضبوط کر لی لیکن لُوسی کی بات نے میرے دل کی دھڑکنیں بھی غیر متوازن کر دی تھیں۔

میں نے تاشی کے ذریعے جس سنہری جال میں مائیکل اور جوزفین کو پھانسنے کی کوشش کی تھی اس میں خود بھی اُلجھ سکتا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ مائیکل جیسا شاطر آدمی ہوشنگ کی پُشت پناہی اور مادام کی رقم کی ادائیگی سے منحرف ہونے کے بعد تنہا صرف جوزفین کے ساتھ ہوٹل فیڈرین تک بھاگا چلا آتا۔ لُوسی کا خیال دُرست بھی ہو سکتا تھا۔ مائیکل اپنے ساتھ اپنے گرگوں کو بھی ضرور لا سکتا تھا جو کسی خطرے کا سگنل ملتے ہی اس کے بچاؤ کے لئے سامنے آ سکتے تھے۔

تاشی دروازے پر ہونے والی دستک کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اپنے دو ساتھیوں کا ہولناک انجام دیکھ لینے کے بعد وہ کسی چالاکی کا مظاہرہ کر کے اپنی موت کو دعوت دینے کی کوشش نہیں کر سکتی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے اس پر نظریں جمارکھی تھیں۔ ڈاکٹر گھوش کا پستول میری گرفت میں تھا اور اس کی نیلی پر میری اُنگلی کا ہلکا سا دباؤ ہی تاشی کے وجود کو دھوئیں میں تبدیل کر سکتا تھا۔

آنے والے لمحات کے تصور نے مجھے پُوری طرح محتاط کر رکھا تھا۔ تاشی نے دروازے پر پہنچ کر مدھم آواز میں آنے والے کا نام پوچھا... پھر اس نے دروازے کے بولٹ گرا دیئے۔ آنے والے مائیکل اور جوزفین کے سوا کوئی اور نہیں تھے۔ تاشی نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر ان کو خاموش رہنے کی تلقین کی... پھر وہ تینوں دبے قدموں میری خوابگاہ کی سمت بڑھنے لگے۔ بیرونی دروازہ بولٹ نہیں کیا گیا تھا اس لئے میں نے لُوسی کو ہدایت کی کہ جیسے ہی میں اپنے دُشمنوں پر جھپٹوں وہ لپک کر دروازہ بند کر دے تاکہ مائیکل کے ساتھیوں کے اندر آنے کا متوقع خطرہ ٹل جائے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک منتر کا جاپ کر کے اپنے بیروں کو حکم دیا کہ وہ جوزفین کو اپنے قبضے میں کر لیں۔ مائیکل کو میں ذاتی صلاحیتوں کی بُنیاد پر تسخیر کرنا چاہتا تھا۔ دوسری شکل میں لُوسی، میری پُراسرار اور ماورائی قوتوں کے راز سے بھی واقف ہو سکتی تھی جسے میں نے فی الحال مناسب نہیں سمجھا تھا۔

میری خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر تاشی رُک گئی۔ مائیکل اور جوزفین نے بھی اپنے بڑھتے ہوئے قدم روک لئے... پھر تاشی نے جیسے ہی خوابگاہ کا دروازہ کھولا میں لپک کر پنجوں کے بل چلتا ہوا دُشمنوں کے سروں پر پہنچ گیا۔ مائیکل کمرے کی ویرانی دیکھ کر ابھی سنبھلنے کی کوشش بھی نہ کر سکا تھا کہ میں اس کے سامنے آ گیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کو اُڑ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود پر قابو پانے میں بھی بڑی مہارت کا ثبوت دیا تھا۔ تاشی میرے آتے ہی مائیکل کے پیچھے چلی گئی تھی، لُوسی میری ہدایت پر بیرونی دروازہ بولٹ کر کے واپس آ گئی تھی۔

"میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر مائیکل!" میں نے سرد آواز میں کہا... پھر خالی کُرسیوں کی جانب اشارہ کیا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم بیٹھ کر اطمینان سے گفتگو کریں۔ بشرطیکہ تمھیں کوئی جلدی نہ ہو۔"

مائیکل ہونٹ چبا کر رہ گیا... پھر نہایت آرام سے ایک کُرسی پر بیٹھ گیا۔ جوزفین بھی اس کے قریب دوسری کُرسی پر بیٹھ گئی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات مائیکل سے مختلف تھے اور اس کی وجہ میرے بیر تھے۔ جنھوں نے اسے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔ تاشی، لُوسی کے ساتھ ان دونوں کی پُشت پر کھڑی تھی۔ میں نے ایک سرسری نظر جوزفین پر ڈالی۔ اس وقت بھی وہ قیامت ہی نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر مائیکل کو گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے مسٹر مائیکل! تم یہاں جس خوش فہمی کا شکار ہو کر آئے تھے اس میں تمھیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔"

"کاروبار میں اس قسم کی اونچ نیچ متوقع ہوتی ہے، مسٹر اجیت!" مائیکل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مایوسی کا شکار کون ہوا ہے اس کا جواب آنے والا وقت دے گا۔"

"دلیر آدمی ہو۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی۔" میں نے تضحیک آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، مسٹر اجیت!" مائیکل خشک آواز میں بولا۔ "بہتر ہوگا کہ ہم کُھل کر اور مختصر باتیں کریں۔"

"گڈ۔ میں بھی اپنا قیمتی وقت برباد کرنے کے خلاف ہوں۔" میں نے سرد اور سفاک لہجے میں پوچھا۔ "تم اور جوزفین اس وقت میرے کمرے میں کس مقصد سے آئے تھے؟"

"مجھے تاشی کے ذریعے اطلاع ملی تھی کہ میرے آدمیوں نے تمھیں اور لُوسی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔" مائیکل اطمینان سے بولا۔

"گویا تم، ہماری لاشوں کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے یہاں

آئے تھے؟"

"ظاہر ہے!"

"مائیکل!" میرے تیور بگڑ گئے۔ "کیا تم خود کو اس قابل سمجھتے ہو کہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤ؟"

"یہ لندن نہیں ہے مسٹر اجیت! ہانگ کانگ ہے جہاں ہم دوسروں کی اجارہ داری کو پسند نہیں کرتے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔" مائیکل نے سرد آواز میں کہا۔ "مرنا اور مارنا ہماری بہترین تفریح ہے۔"

"کیا تمھیں اس بات کا بھی علم ہے کہ میں تنظیم کی طرف سے یہاں کس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہوں؟" میں نے مائیکل کو گھورتے ہوئے سفاک انداز اختیار کیا۔

"میں کسی تنظیم کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" مائیکل نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"پھر! تم نے مجھے اور لوسی کو مارنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"ذاتی دشمنی کی بنا پر۔"

"مائیکل!" میں نے تیز آواز میں کہا۔ "اگر تم زندگی چاہتے ہو تو واجب الادا رقم کی ادائیگی فوری طور پر کر دو۔ دوسری صورت میں تمھارا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔ ایک بات اور تاشی سے دریافت کرو کہ تم نے جن دو آدمیوں کو یہاں بھیجا تھا ان کا انجام کیا ہوا ہے؟"

"انجام کی فکر بزدل کرتے ہیں مسٹر اجیت!" مائیکل ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "مائیکل ان باتوں کی پروا نہیں کرتا۔"

"تمھارے ساتھ ساتھ مس جوزفین کا حشر بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔" میں نے اس بار جوزفین کی سمت دیکھتے ہوئے کہا، جو خاموشی سے بیٹھی ہماری گفتگو سن رہی تھی۔

"میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" جوزفین تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ "مسٹر مائیکل نے مجھے گھر سے پک اپ کرتے وقت صرف یہی کہا تھا کہ کچھ دیر سمندر کے کنارے سیر کریں گے۔"

"جوزفین!" مائیکل نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو؟"

"بکواس مت کرو مائیکل!" جوزفین نے مائیکل کو تیز آواز میں جواب دیا۔ "میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ دوسروں کی باتوں پر عمل مت کرو لیکن۔۔۔"

"میں کہتا ہوں، اپنی زبان بند رکھو۔" مائیکل غرایا۔

"مائیکل!" میں نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمھیں مس جوزفین کی تجویز پر عمل کرنا چاہیے۔ رقم کی ادائیگی کے بعد ہماری دوستی دوبارہ استوار ہو سکتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس رقم کی بات کر رہے ہو؟" مائیکل اونچی آواز میں بولا۔

۔۔۔ پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، بیرونی دروازے پر کسی نے زور سے دستک دی اور میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ مائیکل ہی کے آدمی ہوں گے۔ غالباً مائیکل اسی غرض سے بلند آواز میں گفتگو کر رہا تھا کہ باہر کھڑے ہوئے آدمیوں کو اندر پیش آنے والے خطرے کی اطلاع دے سکے۔ دستک دوبارہ دی گئی تو میں نے مائیکل کی طرف گھورتے ہوئے مدھم مگر خطرناک آواز میں کہا۔ "اگر دستک دینے والا تمھارا کوئی آدمی ثابت ہوا تو تم دونوں بھی نہیں بچ سکو گے۔"

"اتنی جلدی خوفزدہ ہو گئے۔" مائیکل زہر خند سے بولا۔ "اس وقت بلڈنگ کے چپے چپے میں میرے آدمی موجود ہیں۔"

"یہ جھوٹ بول رہا ہے مسٹر اجیت!" جوزفین نے جسے میرے تیوروں نے میرے حق میں ہموار کر رکھا تھا، تیزی سے بولی۔ "باہر صرف ایک آدمی موجود ہے، اس کا باڈی گارڈ۔"

مائیکل نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن لوسی بے خبر نہیں تھی۔ اس نے کراٹے کی آڑی ہتھیلی لہرائی تو مائیکل لڑکھڑا کر فرش پر گر گیا۔ میرے لئے ایک ہی وقت میں دو آدمیوں سے نمٹنا مشکل تھا چنانچہ مائیکل کے زمین پر گرتے ہی میں نے لپک کر دروازہ کھولا اور باہر کھڑے ہوئے چینی کو برق رفتاری سے جھکائی دے کر اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی اسٹین گن پر قبضہ کر لیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے اور اچانک ہوا تھا کہ مائیکل کا باڈی گارڈ بھی ہکا بکا رہ گیا۔ میں نے اسے اندر گھسیٹ کر تاشی کو دروازہ دوبارہ بند کرنے کا حکم دیا۔۔۔ پھر پستول والا ہاتھ اٹھاتے ہوئے مائیکل سے کہا۔ "رقم کی ادائیگی کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں اس کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں۔" مائیکل نے فرش سے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔۔۔ پھر اپنے باڈی گارڈ کو قہر آلود نگاہوں سے گھورنے لگا، جو اس کے قریب ہی موجود تھا۔

"مس جوزفین، کیا تم میری خاطر مائیکل کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرو گی؟" میں نے اس بار جوزفین کو مخاطب کیا۔

"یہ فاحشہ مجھے کیا سمجھائے گی۔" مائیکل غرایا۔ "اس کی موت اب اس کا مقدر بن چکی ہے۔"

"ہوشنگ کے بل پر اکڑ رہے ہو، کیوں مسٹر مائیکل؟" میں نے حقارت سے پوچھا۔

"وقت کی بات ہے مسٹر اجیت!" مائیکل بدستور اکڑتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "حالات ہمیشہ ایسے نہیں ہوں گے۔ ہانگ کانگ کا ماحول تمھارے لئے کل جہنم بھی بن سکتا ہے۔"

"سمجھا، تم شاید سیدھی طرح میری باتوں کا مقصد نہیں سمجھو گے۔"

میں نے سفاکانہ انداز میں کہا۔۔۔ پھر مائیکل کے باڈی گارڈ کا نشانہ لے کر ٹرائیگر گھوش والے پستول کی لبلبی دبا دی۔

دوسرے ہی لمحے اس کا وجود دھوئیں میں تحلیل ہونے لگا۔ مائیکل اور جوزفین حیرت سے آنکھیں پھاڑے ایک جیتے جاگتے انسان کے جسم کو بڑی تیزی سے دھوئیں کے مرغولوں میں تبدیل ہوتا دیکھ رہے تھے۔۔۔ پھر جب اس کا وجود ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو مائیکل کی حالت بھی بدل چکی تھی۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے خوف اور دہشت کے ملے جلے تاثرات جھانک رہے تھے۔ جوزفین ہر چند کہ میرے تیوروں کے قبضے میں تھی لیکن اس کے چہرے کی رنگت بھی اچانک زرد پڑ چکی تھی۔ تاشی سراپا لرزتی نظر آ رہی تھی۔

"اب کیا ارادہ ہے مسٹر مائیکل؟" میں نے بدستور سرد لہجے میں دریافت کیا۔ "کیا تم بھی اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ فضا میں تحلیل ہونا پسند کرو گے؟"

"تم۔۔۔ تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے مردہ آواز میں پوچھا۔

"رقم کی ادائیگی۔"

"مجھے اس کے لئے کچھ مہلت درکار ہوگی۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" میں نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔ "تمھیں رقم کی ادائیگی دو گھنٹے کے اندر اندر کرنی ہوگی اور اس کے بعد تمھیں اور مس جوزفین کو میرے ساتھ لندن کا سفر بھی اختیار کرنا ہوگا۔ میں نے مادام سے وعدہ کیا تھا کہ تمھیں اس کے قدموں پر سر رکھنے پر مجبور کر دوں گا۔ انکار کی صورت میں کیا ہوگا، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔۔۔ البتہ تم میرے آتشی پستول کا کرشمہ دیکھ چکے ہو۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ رقم کی ادائیگی کے بعد تم میری جان بخش دو گے؟" مائیکل نے کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح کہا۔

"اس کا فیصلہ اب مادام کرے گی، میں کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔" میرا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مائیکل؟" جوزفین نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "زندگی بچانے کی ایک صورت ہے کہ تم مسٹر اجیت کی بات مان لو۔"

جواب میں مائیکل نے خون آلود نگاہوں سے جوزفین کو دیکھا پھر ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "مجھے منظور ہے لیکن رقم لینے کی خاطر مجھے اپنی رہائش گاہ تک جانا ہوگا۔"

"نہیں۔" میں نے سخت آواز میں کہا۔ "تم اگر چاہو تو یہ کام مس جوزفین سے لے سکتے ہو۔ تمھیں یہاں سے جانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔"

۔۔۔ پھر مجبوراً مائیکل کو میرے فیصلے پر سر جھکانا پڑا۔ سیف کی چابیاں اس نے جوزفین کے حوالے کرتے ہوئے، میرے حکم پر اپنے گھر فون کر کے اپنے آدمیوں کو ہدایت بھی کر دی کہ مطلوبہ رقم مس جوزفین کو نکالنے کی اجازت دے دی جائے اور کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو۔

جوزفین کے جانے کے بعد میں مائیکل کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ لوسی مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی نگاہوں کے تجسس سے یہ سمجھ چکا تھا کہ وہ مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتی ہے۔۔۔ لہٰذا میں نے اس کی تشویش رفع کرنے کی خاطر کہا۔ "پریشان نہ ہو لوسی ڈیئر! ماسٹر ہنری کی رفاقت نے میرے ہاتھ بے حد مضبوط کر دیئے ہیں۔ جوزفین میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔"

"کیا مجھے پانی مل سکے گا؟" مائیکل نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔ اور اپنی ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرنے لگا۔

"کیوں نہیں۔" میں نے نرم آواز میں جواب دیا اور لوسی کو ہندوستانی زبان میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اسے پانی لا دو لیکن اس میں نیند کی دوا بھی ملا دینا تاکہ یہ ایک دو گھنٹے تک پرسکون رہ سکے۔"

تاشی بدستور سر جھکائے مجرموں کے انداز میں کھڑی تھی۔ میں نے اسے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔۔۔ پھر مائیکل کو گھورنے لگا جو لوسی کا لایا ہوا پانی ایک ہی گھونٹ میں حلق سے اتارنے کی کوشش میں بہت مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ پانی پینے کے بعد اس نے پیر پھیلا کر سستانے کی خاطر اپنا سر کرسی کی پشت سے لگایا تو میں نے کہا۔

"تم بظاہر اچھے اور کاروباری آدمی نظر آتے ہو مسٹر مائیکل لیکن ہوشنگ کے اکسانے پر تم نے اپنی ساکھ خراب کر لی ہے۔"

"شاید۔" مائیکل نے مختصراً کہا اور ہونٹ چبانے لگا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ ہوشنگ آجکل کہاں روپوش ہے؟"

"ہمارے درمیان رقم کی ادائیگی کے علاوہ اور کوئی بات طے نہیں ہوئی تھی۔" اس نے احتجاج کیا۔

"میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا لیکن ہوشنگ جہاں کہیں بھی ہے زیادہ دنوں تک میری نگاہوں سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"یہ تمھارا اور ہوشنگ کا ذاتی معاملہ ہے۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔ "مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

"کیا ہانگ کانگ سے اچانک میرے ساتھ چلے جانے پر تمھارے آدمیوں کو تمھاری غیر حاضری پر تشویش نہیں ہوگی؟" میں نے ذہنی سوال کر دیا۔

"یہاں آنے سے قبل کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ حالات اپنا رُخ تبدیل بھی کر سکتے ہیں؟"

"حالات کا رُخ بدلتے دیر نہیں لگتی' مسٹر اجیت!" مائیکل معنی خیز لہجے میں بولا۔ "جو کاروبار ہم لوگ کرتے ہیں' اس میں سب کچھ ممکن ہے۔"

وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا' مائیکل کی آنکھوں میں غنودگی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ جوزفین کو گئے خاصی دیر ہو چکی تھی لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ مجھے اپنے منتر کے بیروں پر مکمل یقین تھا۔ مائیکل نے میری موجودگی میں اپنے آدمیوں کو فون کیا تھا لیکن یہ بھی ممکن۔۔۔ تھا کہ سیف کی چابیاں غلط دے دی گئی ہوں اور جوزفین اپنی غفلت کا شکار ہو گئی ہو۔ اس طرح مائیکل کے آدمیوں کو کم از کم یہ اندازہ ضرور ہو سکتا تھا کہ وہ خطرے سے دوچار ہو گیا ہے۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ جو شخص بڑی بڑی رقمیں گھر پر رکھنے کا عادی تھا' اس نے ان کے تحفظ کے لئے بھی پہلے سے کچھ مؤثر طریقے سوچ رکھے ہوں گے۔ دولت کے حصول کے لئے خود مائیکل کے آدمیوں کی نیت بھی کسی وقت خراب ہو سکتی تھی۔ مائیکل نے اس بارے میں بھی ضرور سوچا ہوگا' شاید یہی وجہ تھی کہ اس وہ غنودگی سے دوچار ہونے کے باوجود پُرسکون نظر آ رہا تھا۔ میں ابھی ان ہی لائنوں پر ذہنی جمناسٹک میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

میرے استفسار پر باہر سے جوزفین ہی کی آواز ابھری۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ جوزفین ایک بریف کیس لئے ہوئے اندر آ گئی۔ مائیکل کی نگاہوں کا سکون برباد ہوتا نظر آ رہا تھا۔ میں دروازہ دوبارہ بولٹ کر کے پلٹا تو وہ' جوزفین کو بڑی خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

جوزفین نے بریف کیس میرے حوالے کر دیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اندر امریکی ڈالر کی موٹی موٹی گڈیاں موجود تھیں۔ میں نے کرنسی گنے بغیر بریف کیس بند کر کے جوزفین کی طرف دیکھا۔ اس کی نظریں بھی میرے ہی چہرے پر مرکوز تھیں۔ بڑی تامل اور سحر آلود نظریں تھیں۔

"تم خاصی ذہین اور سمجھ دار لڑکی معلوم ہوتی ہو۔۔۔ پھر اس کاروبار میں کس طرح ملوث ہو گئیں؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرا اس کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ "البتہ مائیکل کی دوستی کی وجہ سے مجھے اکثر پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔"

"اور میری ہی وجہ سے تم آج اعلیٰ سوسائٹی کی زینت سمجھی جاتی ہو۔" مائیکل تلخ آواز میں بولا۔

"تم نہ ہوتے تو تمہاری جگہ کوئی اور بھی ہو سکتا تھا۔" جوزفین کے انداز سے حقارت ٹپک رہی تھی۔

میں جوزفین سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے لوسی اور تاشی کو مائیکل کے پاس چھوڑا' اور خود جوزفین کو لے کر اپنی خوابگاہ میں آ گیا۔ جوزفین نے میرے ساتھ خوابگاہ تک جانے میں کسی تامل کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ میں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں مائیکل سے ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں' میرے سامنے وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔"

"میں جانتی ہوں' مسٹر اجیت!" جوزفین بڑے اطمینان سے بولی۔ "یوں بھی مائیکل ایک بزدل آدمی ہے' ماسٹر ہوشنگ کی ملاقات سے پہلے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن ماسٹر ہوشنگ نے اسے بہت کچھ بنا دیا ہے۔"

"کیا تم بھی ہوشنگ سے مل چکی ہو؟"

"مائیکل نے مجھے مجبور کیا تھا ورنہ مجھے ایسے آدمیوں سے شدید نفرت ہے جن کی آنکھوں سے انسانیت کے بجائے درندگی برستی ہو اور ہوشنگ۔۔۔"

"تم آخری بار اس سے کب ملی تھیں؟" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

"ایک ہفتے پہلے کی بات ہے۔" وہ بولی۔ "مائیکل کے گھر پر ہی ملاقات ہوئی تھی لیکن اس وقت ماسٹر ہوشنگ کچھ پریشان نظر آ رہے تھے۔"

"کیا وہ اب بھی مائیکل کی رہائش گاہ پر مقیم ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں۔" جوزفین نے کہا۔ "جس روز ہماری ملاقات ہوئی تھی' ماسٹر ہوشنگ اسی روز ہانگ کانگ سے چلا گیا تھا۔"

"کہاں؟"

"یہی سوال مائیکل نے بھی کیا تھا لیکن ماسٹر ہوشنگ نے کوئی جگہ نہیں بتائی تھی۔۔۔ البتہ چلتے چلتے اس بات کی تاکید ضرور کی تھی کہ وہ کسی قیمت پر مادام کو ادائیگی نہ کرے۔ اس نے پندرہ روز بعد واپس آنے کا خیال ظاہر کیا تھا۔" جوزفین نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔۔۔ پھر معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "مسٹر اجیت! تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مادام کی تنظیم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تنظیم میں تمہیں' مادام کے بعد سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو ورنہ مائیکل اتنی آسانی سے تمہارے قبضے میں نہیں آ سکتا تھا' اس وقت بھی اگر اس کے آدمیوں کو حالات کی بھنک مل جائے تو وہ مائیکل کو بچانے کی خاطر فیڈرین کے ایک ایک شخص کو چن چن کر مار ڈالیں گے۔ بے حد خطرناک اور دو مُہ صفت لوگ ہیں۔"

"تم اس کے باوجود مطمئن نظر آ رہی ہو۔" میں نے اس کے سراپا پر ایک بھرپور نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ "مائیکل اگر مادام کے عتاب کا شکار ہو گیا تو اس کے آدمی تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

"مار ڈالیں گے۔" جوزفین زہرخند سے بولی۔ "جس کا ضمیر مر چکا ہو مسٹر اجیت' اُسے بھلا زندگی سے کیا لالچ ہو سکتی ہے۔"

"فی الحال تم آرام کرو۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میرا مائیکل کے پاس رہنا زیادہ ضروری ہے۔"

"اجیت!" اس نے اچانک نشیلی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ تم مجھے بھی مائیکل کے ساتھ مادام کے سامنے پیش کرو؟"

"اس میں تمہاری بھلائی ہے مس جوزفین!" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔۔۔ پھر خوابگاہ سے باہر آ گیا۔ لاؤنج میں لوسی اور تاشی پوری طرح محتاط نظر آ رہی تھیں۔ مائیکل آنکھیں بند کئے بیٹھے بیٹھے خراٹے لے رہا تھا۔ نیند نے اسے پوری طرح مدہوش کر دیا تھا۔

تاشی کی موجودگی میں' میں نے اس وقت لوسی کو ہوشنگ کے بارے میں کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔۔ لہٰذا' ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ تاشی کی نگاہوں میں بھی نیند کا خمار ابھرنے لگا تھا' اس لئے اس نے بھی بیٹھے بیٹھے جھکولے لینے شروع کر دیئے تھے۔

صبح ٹھیک پانچ بجے ہم سیڈان میں بیٹھے ایئرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔

چانگ لی کی آنکھیں اس وقت چمک رہی تھیں۔ بار بار وہ کینہ توز نظروں سے مائیکل اور جوزفین کو دیکھنے لگتا تھا۔ جوزفین پہلے سے ہی میرے بیروں کے قبضے میں تھی۔ فیڈرین سے روانگی کے قبل میں نے مائیکل کو بھی تسخیر کر لیا تھا لیکن لوسی کو اس کی خبر نہیں تھی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ حالات کے پیش نظر مائیکل نے ہاتھ پر چھوڑ دیئے ہیں۔ میں لاپرواہی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا لیکن پھر اچانک میری نظر اس نیلی گاڑی پر پڑی جو پچھلی موڑ سے گھوم کر ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔ اس وقت سڑکوں پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ جس برق رفتاری سے نیلی کار سڑک پر آئی تھی' اسی رفتار سے وہ آگے بھی نکل سکتی تھی لیکن اس نے رفتار بتدریج کم کر دی تھی۔ "تعاقب!" میرے ذہن میں یہ خیال تیزی سے ابھرا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے چانگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ محسوس کر رہے ہو؟"

"یس ماسٹر!" چانگ بڑی مستعدی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ نیلی کار ہمارے ہی تعاقب میں ہے۔"

"ایئرپورٹ تک کتنا فاصلہ باقی رہ گیا ہے؟"

"سات میل' جناب!"

"دو تین میل تک اور دیکھو۔۔۔ پھر تمہیں اختیار ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "تعاقب کا سلسلہ ایئرپورٹ تک جاری نہیں رہنا چاہئے۔"

"جو حکم ماسٹر!"

نیلی کار بدستور ہمارے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ چانگ ریئر گلاس میں اس پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ دو منٹ بعد میں نے محسوس کیا کہ چانگ سیڈان کی رفتار کم کر رہا ہے لیکن قبل اس کے کہ میں اس کی وجہ دریافت کرتا' چانگ نے اچانک ہی ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھایا اور سیڈان کی رفتار یکلخت تیز ہو گئی۔ میں نے ریئر گلاس پر نظر ڈالی' نیلی کار اُلٹی ہوئی نظر آئی۔ وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی تھی۔

"چانگ!" میں نے وضاحت چاہی۔ "یہ کیسے ہو گیا؟"

"انہیں نشانے پر لے کر بس ایک پش بٹن استعمال کرنا پڑا تھا' ماسٹر! گاڑی میں پوشیدہ رائفلیں جاگ اٹھیں اور نیلی کار کو چاٹ گئیں۔" چانگ نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "میرا نشانہ آج تک خطا نہیں ہوا' ماسٹر!"

"کارآمد اور ذہین آدمی ہو۔" میں نے چانگ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

جوزفین اور مائیکل نے نیلی کار کی تباہی اور تعاقب کرنے والوں کی موت پر کوئی افسوس نہیں ظاہر کیا۔ پانچ منٹ بعد ہی سیڈان ایئرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ باٹلے وہاں ہمارا منتظر تھا۔ مائیکل اور جوزفین کو ہمارے ساتھ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں نے لوسی کو باقی افراد کے ساتھ آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور خود باٹلے کے قریب چلا گیا۔

"کیا لائن کلیئر ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"ہمارے بہترین رفیق ایئرپورٹ کے چپے چپے پر موجود ہیں' ماسٹر! اگر کوئی مشتبہ آدمی نظر آیا تو اسے بے دریغ ختم کر دیا جائے گا۔"

"گڈ!" میں نے کہا۔ "تاشی کے سلسلے میں تمہاری زبان دیگر عملے کے سامنے بند رہنی چاہیے۔ میں اسے اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔"

"آپ باٹلے پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں' ماسٹر!" اس نے جلدی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تاشی کے سلسلے میں میری آنکھیں دھوکا کھا گئی تھیں۔"

"آئندہ آنکھیں کھلی رکھنا۔"

ایئرپورٹ کی کارروائی کے بعد ہمارا مختصر سامان اندر بھجوا دیا گیا... پھر
منٹ بعد ہم بھی جہاز پر پہنچ گئے۔ بلنٹے نے میری ہدایت پر تاشی، جوزفین
مائیکل کی نشستیں ہم سے دو تین رو چھوڑ کر محفوظ کرائی تھیں۔ لوسی میرے
بیٹھی تھی۔ میں اپنے طور پر مطمئن تھا لیکن لوسی چونکہ میری پُراسرار قوتوں کے
سے ابھی مکمل طور پر واقف نہیں تھی اس لئے اس کے چہرے پر اس
ت بھی اُلجھن اور تشویش کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ میں نے
رے کے مسافروں پر نظر ڈالی۔ بظاہر ایسا کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا جس
بہ کیا جاسکتا۔

ٹھیک چھ بجے طیارہ رن وے سے فضا میں بلند ہو گیا۔ سیفٹی
ٹ کھولنے کے بعد ہی لوسی نے مجھے مخاطب کیا تھا: میرا خیال ہے
دام کے لئے تمہاری یہ کارکردگی حیرت انگیز ہی ثابت ہو گی۔"

"اور تم بھی میرے اس کارنامے میں برابر کی شریک ہو۔" میں نے
اکر جواب دیا۔

"رقم کی وصولیابی تنظیم کی ساکھ کو دوبارہ بحال کر دے گی۔"

"میں نے تنظیم سے وفاداری کا عہد کیا ہے لیکن صرف اس وقت
جب تک مجھے میری مرضی سے کام کرنے کی اجازت حاصل رہے!"
سنجیدگی سے بولا۔

"ماسٹر ہنری کی رفاقت تمہیں کندن بنا دے گی اجیت! لیکن
تمہیں اس سے محتاط رہنے کا مشورہ دوں گی۔" لوسی دبی زبان میں
وہ لامحدود پُراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ مادام کی نگاہوں میں اس
جائے کوئی اور سرفراز ہو یہ بات ماسٹر ہنری کسی قیمت پر برداشت
ں کر سکے گا۔ ہوشنگ کے زوال کا بھی یہی سبب ہے۔"

"موت برحق ہے لوسی ڈیئر!" میں نے لاپرواہی سے جواب
ل کیا ہو گا' یہ قبل از وقت نہیں کہا جاسکتا۔"

طیارہ اس وقت اپنی انتہائی بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا' جب
ایک امریکی اپنی نشست سے اُٹھ کھڑا ہوا... پھر اس نے بلند
میں مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے اس بات کی دھمکی دی تھی کہ
ں نے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی تو اُسے شوٹ کر دیا جائے گا۔
دینے والا دراز قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ اس کے برابر
سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت غالباً خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی
جہاز کے دوسرے مسافروں کے چہرے بھی زرد ہو گئے تھے۔ میں
ئیکل اور جوزفین پر نظر ڈالی۔ وہ اپنی اپنی جگہوں پر موجود تھے۔

"اجیت! میرا خیال ہے کہ دشمنوں کو ہماری روانگی کا علم ہو
ا۔ ریزرویشن آفس سے مسافروں کے نام دریافت کر لینا کوئی دشوار
نہیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ہمیں ناموں کے سلسلے میں احتیاط سے
کام لینا چاہیے تھا۔"

جہاز کے عملے کے دو افراد مسافروں کے آرام و آسائش کا خیال
رکھنے میں مصروف تھے' وہ بھی اس دھمکی سے ہراساں نظر آ رہے تھے۔
دراز قد امریکی نے' جس کے دونوں ہاتھ اس کی جیبوں میں تھے' عملے
کے ایک جوان کو اپنے قریب بُلاتے ہوئے کہا: "کیپٹن سے کہو کہ طیارے
کا رُخ واپس ہانگ کانگ ایئرپورٹ کی جانب پھیر لے۔ انکار کی صورت
میں طیارہ مسافروں کے ساتھ تباہ کر دیا جائے گا۔"

... پھر دراز قد امریکی بھی اس کے ساتھ ہی کاک پٹ کے
دروازے تک چلا گیا' جہاں رُک کر اُس نے دونوں ہاتھ جیب سے باہر
نکال لئے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں خاموش ریوالور اور دوسرے میں
ہائی پاور گرینیڈ ٹائپ کا دستی بم موجود تھا۔ لوسی نے تیزی سے کہا: "اجیت!
کیا تم خاموشی سے طیارے کی تباہی برداشت کر لوگے؟"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب دینے سے گریز کیا۔ اگر میں چاہتا
تو آنکھوں کی آگ سے ہی دراز قد امریکی کو خاک کر سکتا تھا لیکن ایسی
صورت میں دستی بم کے پھٹ جانے کا خطرہ بھی لاحق تھا... پھر
یکلخت میری آنکھیں چمک اُٹھیں۔ دراز قد امریکی کے قریب ہی مجھے
اچانک رابرٹ جم کی رُوح اپنی مادی شکل میں کھڑی نظر آ رہی تھی۔ اس
نے دُور ہی سے بلند آواز میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست! اس وقت تم اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرنے کی
کوشش مت کرنا۔ طیارے پر یہ دراز قد امریکی تنہا نہیں ہے۔ تمہارے
بائیں جانب والی پہلی نشست پر جو جرمن نظر آ رہا ہے' وہ بھی اُسی کا ساتھی
ہے۔ امریکی اور جرمن بہترین دفاع کے مالک ہیں۔ ان کا تعلق بھی مائیکل
اور ہوشنگ کے گروہ سے ہے۔ دراز قد امریکی اور اُس کے ساتھی کے
درمیان یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر ایک کو کوئی خطرہ پیش آ جائے تو دوسرا
ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر جہاز کو تباہ کر دے۔ اپنے گروہ کے لئے یہ دونوں
بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہیں۔ تم جرمن کو سنبھالو، میں اس دراز
قد امریکی کو سزا دیتا ہوں۔ پہل تم کروگے۔"

میں نے سرسری انداز میں اپنے بائیں جانب والی نشست کو دیکھا
جہاں ایک جرمن موجود تھا۔ وہ بظاہر حالات سے قطعی غیر متعلق نظر آ رہا تھا
میں نے فوری طور پر اپنے پیروں کو طیارے کے فرش پر جمایا پھر بجلی کی طرح کوند
کر جرمن پر چھلانگ لگا دی اور اُسے پلک جھپکنے میں اس طرح بے بس کر دیا
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ استعمال کرنے سے قاصر ہو گیا۔ لوسی کے علاوہ قریب
بیٹھے ہوئے دوسرے مسافر بھی چیخ اُٹھے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ شاید میں بھی
امریکی کا ساتھی ہوں... لہٰذا میں نے بلند آواز میں مسافروں کو دُور رہنے کی
تاکید کی اور انہیں باور کرانے کی کوشش کی کہ میں نے اپنی جان پر کھیل کر انہیں

موت کے مُنہ سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے۔ دوسری جانب دراز
قد امریکی بھی بے ہوشی سے دوچار نظر آیا۔ اس کا ریوالور اور دستی بم عملے کے
دوسرے شخص کے ہاتھوں میں تھا۔ رابرٹ کی رُوح نے اُسے بے بس کر دیا
تھا... پھر جرمن کی تلاشی لی گئی اور اس کے ایئر بیگ سے بھی وہ گرینیڈ برآمد
ہو گیا جو اگر بلاسٹ ہو جاتا تو جہاز ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر جاتا۔ عملے کے
افراد نے ان دونوں کو حراست میں لے لیا تو مسافروں کی جان میں جان آئی
لیکن لوسی مطمئن نہیں تھی۔

"تمہیں اس جرمن پر کیسے شبہ ہوا تھا؟"

"میں بہت دیر سے اس کی مشکوک حرکتوں کو محسوس کر رہا تھا۔"
میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "دراز قد امریکی کے کھڑے ہوتے ہی اس نے
بھی جھک کر اپنے ایئر بیگ کی زپ کھولی تو میں سمجھ گیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے
کے ساتھی ہیں۔"

"لیکن میرا خیال مختلف ہے۔" لوسی بولی۔ "تم نے یہاں بھی اپنی پُراسرار
قوتوں سے کام لیا ہے۔"

"حماقت کی باتوں سے پرہیز کیا کرو۔" میں جھلا گیا۔ "غیب کا حال سوائے
خُدا کے کسی کو نہیں معلوم ہو سکتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن امریکی اچانک ہی کس طرح بے ہوش ہو گیا تھا؟"
لوسی نے دوسرا سوال کیا۔ غالباً وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں تھی۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں تمہاری نگاہوں کے سامنے جرمن سے برسرِپیکار
تھا۔ ہو سکتا ہے جہاز کے عملے نے اس پر قابو پا لیا ہو۔"

لوسی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ رابرٹ کی رُوح غائب ہو چکی تھی۔
مائیکل اور جوزفین بدستور اپنی نشستوں پر خاموش بیٹھے تھے۔ میں نے
ذہن کو سکون دینے کی خاطر آنکھیں بند کر کے نشست کو پیچھے کیا اور ٹیک
لگا کر ٹانگیں پھیلا دیں۔

میں نے اپنے آنے کی اطلاع شومی کے ذریعے اندر بھجوائی تو مادام
اس وقت اپنی خوابگاہ میں تھی۔ لوسی ڈرائنگ روم میں باقی تینوں افراد کی
نگرانی کر رہی تھی۔ مجھے فوراً ہی اندر طلب کر لیا گیا۔ خلافِ توقع میری آمد
نے مادام کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ وہ مجھے دروازے کے قریب ہی ملی۔

"اجیت، تم؟" اس نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔
"اتنی جلدی کیسے آ گئے، مائیکل کا کیا ہوا؟"

"مادام کا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ مسکراہٹ مجھے تمہاری کامیابی کی اطلاع دے رہی ہے۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے، مادام!" میں نے کہا۔ "مائیکل آپ کے
قدموں پر جھکنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے اسی حویلی میں موجود ہے۔ اس
کے ہمراہ اس کی داشتہ جوزفین بھی ہے۔ ایک تاشی نامی لڑکی بھی ہے۔ جو ہمارا
کاروبار سے متعلق ہونے کے باوجود مائیکل کے اشارے پر ناچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔"

"مائیکل نے رقم کے لئے کیا جواب دیا؟" مادام ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔

"وہ میں حسبِ وعدہ وصول کر کے ساتھ ہی لایا ہوں۔" میں نے بریف کیس
مادام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم... تم... مجھے اتنی جلدی تمہاری کامیابی کی توقع نہیں تھی۔" مادام
نے بریف کیس کھول کر کرنسی نوٹوں پر ایک نظر ڈالی۔ "تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے
مالک ہو، اجیت!"

"مادام سے ملنے والے انعام کا تصور میرے لئے موت سے زیادہ اہم
تھا۔ شاید اسی لئے میں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لی تھی۔" میں نے معنی خیز انداز
میں مادام کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو مادام کے چہرے پر سُرخی پھیل گئی۔ شوخی
سے بولی۔

"تمہارا انعام تمہارے لئے محفوظ ہے، جب چاہو طلب کر سکتے ہو۔"

"شکریہ، مادام!" میں نے ادب سے جھکتے ہوئے جواب دیا... پھر
مادام کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

لوسی کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی مادام کو دیکھتے ہی تیزی سے اُٹھ
کھڑے ہوئے۔ تاشی پر ایک بد بھرا لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ مائیکل اور جوزفین بھی
خوفزدہ نظر آ رہے تھے اور مادام... میں نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں غیظ و
غضب کی شدت محسوس کی تھی۔ اس کے چہرے پر درندگی کے اثرات نظر آ رہے تھے
کچھ دیر تک وہ مائیکل کو نفرت اور حقارت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی، پھر

کرخت لہجے میں بولی۔ "مائیکل! تمہاری گردن ابھی تک تنی ہوئی ہے۔"

... اور ٹھیک اسی وقت میں نے مائیکل کو اپنے سحر سے آزاد کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح چونکا تھا جیسے اب تک خواب کی حالت میں رہا ہو۔ مادام کو سامنے دیکھ کر اس کی روح فنا ہو رہی تھی اور چہرے پر موت کی تاریکی پھیل کر گہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ہونٹ چبانے لگا۔

"تنظیم کے ساتھ غداری کا انجام کتنا بھیانک ہو سکتا ہے، تم شاید اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔" مادام کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"مم ... میں ... رحم کی درخواست کروں گا۔" مائیکل نے ہاتھ جوڑ دیئے ... پھر تیزی سے مادام کے قدموں پر جھکتا ہوا بولا۔ "مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا ورنہ ..."

"... ورنہ ہوشنگ تمہیں مار ڈالتا ... کیوں؟" مادام حقارت سے بولی "اس حرامزادے کو بھی ہماری طاقت کا اندازہ جلد ہو جائے گا۔"

"میں ... بے قصور ہوں، مادام! اور میں نے رقم کی ادائیگی بھی کر دی ہے۔" مائیکل گڑگڑا کر بولا۔ موت کو سر پر منڈلاتا دیکھ کر وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"ہوشنگ کہاں ہے؟" مادام نے کرخت آواز میں دریافت کیا۔

"مجھے اس کا علم نہیں ہے، مادام!" مائیکل روہانسی آواز میں بولا۔ "کچھ دنوں پیشتر ہماری ملاقات ہانگ کانگ میں ہوئی تھی۔ پھر اسی روز وہ کہیں چلا گیا تھا۔"

"کیا کہا تھا اس نے، تم سے؟"

"وہ ... وہ ... تنظیم کے مقابلے پر ایک اور تنظیم بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔" مائیکل نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کے منصوبے تنظیم کے بارے میں بھی اچھے نہیں ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بہت جلد تنظیم کے بڑوں کے خلاف ایک ایسا محاذ کھڑا کرنے والا ہے جو تنظیم کی جڑیں کھوکھلی کر دے گا۔ مجھے بھی تنبیہ کی تھی کہ اگر میں نے رقم کی ادائیگی کی تو وہ ... وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو جو اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں؟" مادام نے خشک آواز میں پوچھا۔

"وہ اپنا راز کسی کو نہیں بتاتا۔ بے حد شاطر اور خطرناک آدمی ہے۔ میں تو مفت میں مارا گیا۔" مائیکل رو دینے والے لہجے میں بولا۔ "اگر اسے رقم کی ادائیگی کا علم ہو گیا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ہم سے بھی تمہیں کسی رعایت کی توقع نہیں کرنی چاہیئے لیکن تمہیں اس وقت تک محفوظ رکھا جائے گا جب تک ہوشنگ ہمارے ہاتھ نہیں آ جاتا۔" مادام نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ... پھر اس کے تالی بجاتے ہی باہر موجود محافظ تیزی سے اندر آ گئے۔ مادام غراتے ہوئے بولی۔ "اسے لے جاؤ اور تہہ خانے میں ڈال دو۔ کوئی غفلت نہیں برداشت کی جائے گی۔"

مائیکل نے چیخنا شروع کر دیا۔ وہ مادام سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا لیکن مادام نے حقارت سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ گارڈ اسے بے دردی سے کھینچتے ہوئے باہر لے گئے تھے۔ کمرے میں اب جوزفین اور تاشی باقی رہ گئے تھے۔

تاشی کے چہرے کی رنگت ہر لمحے زرد ہوتی جا رہی تھی۔ وہ نظریں جھکائے ہوئے خاموش کھڑی تھی۔ جوزفین کی کیفیت بھی تاشی سے مختلف نہیں تھی۔ میں نے فوری طور پر جوزفین کو بھی اپنے سحر سے آزاد کر دیا تھا۔

"تم ..." مادام نے جوزفین کو مخاطب کیا۔ "تم مائیکل کی ساتھی ہو؟"

"میں ..." جوزفین نے حیرت سے ماحول کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"اوہ ...!" مادام زہرخند سے بولی۔ "خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ اداکاری بھی اچھی خاصی کر لیتی ہو۔"

"مم ... مجھے یہاں کس لئے لایا گیا ہے؟" جوزفین بدستور حیرت سے بولی۔ "تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

... اور جواب میں مادام کا ہاتھ لہراتا ہوا اتنے زور سے اس کے منہ پر پڑا کہ جوزفین چکرا کر صوفے پر الٹ گئی۔ مجھے جوزفین پر ترس آ رہا تھا۔ وہ حقیقتاً حالات سے بے خبر تھی۔ مائیکل سے اس کے تعلقات بھی محض جنسی حد تک تھے۔ ممکن ہے وہ اس کے جرائم کے کاروبار میں بھی شریک رہی ہو لیکن مائیکل کے جرم کی موجودہ نوعیت میں جوزفین کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ فیڈرین میں بھی اس نے میری موجودگی میں مائیکل سے یہی کہا تھا کہ اسے حالات سے سمجھوتہ کر لینا چاہیئے۔ مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرتے وقت بھی اس نے اپنی بے گناہی کا یقین دلایا تھا اور ہوشنگ کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ اس کے جسم کا گداز، حسن کا نکھار بھی سفارش کر رہا تھا۔ چنانچہ قبل اس کے کہ وہ مادام کے مزید ظلم کا شکار ہوتی، میں نے سنجیدگی سے مادام کو مخاطب کیا۔

"میں اسے احتیاطاً اپنے ساتھ لے آیا تھا ورنہ مائیکل کی غیر موجودگی میں اس کے گرگے اس کے جسم کی بوٹیاں اڑا ڈالتے۔"

"تم ...!" مادام نے پلٹ کر مجھے غور سے دیکھا۔ "اس کی سفارش کرنا چاہتے ہو؟"

"یس، مادام!" میں نے مادام کے لہجے کی سختی کو محسوس کرتے ہوئے قدرے ناگواری سے کہا۔ "جوزفین کے سلسلے میں میں یہی کہوں گا کہ اس کا مائیکل کے جرم سے کوئی تعلق نہیں۔ ورنہ بھی اسے اپنے ساتھ لانے کی ذمے داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی تھی۔"

"مسٹر اجیت!" مادام نے لوسی اور تاشی کی موجودگی میں میرے لب ولہجے کی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا تم تنظیم کے ایک دشمن کی سفارش کرو گے؟"

"یہ تنظیم کے مفاد کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔" میں نے جلدی سے مگر خشک لہجے میں جواب دیا۔ "اس کا برین واش کرنے کے بعد ہم اسے اپنے مفاد کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ رہا دشمن کی سفارش کا سوال، تو میں نے حالات کو سمجھنے کے بعد ہی ایسا کیا تھا۔ آگے جو مادام کی مرضی۔"

"ٹھیک ہے، میں تم سے اس سلسلے میں پھر کسی وقت گفتگو کروں گی۔" مادام نے بدستور ترش لہجے میں جواب دیا ... پھر لوسی سے بولی۔ "فی الحال تم ان دونوں کو بھی گارڈز کی نگرانی میں دے دو۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے، مادام؟" میں نے لوسی اور جوزفین وغیرہ کے جانے کے بعد سنجیدگی سے پوچھا۔

"تمہیں دوسروں کی موجودگی میں میرے مرتبے کا خیال رکھنا چاہیئے۔" مادام نے اس بار نرم آواز میں کہا۔

"میں نے کوئی غلط بات نہیں کی تھی۔" میں اسی لہجے میں بولا۔ "جوزفین کو اگر میں ساتھ لے کر نہ آتا تو مادام کو اس کے بارے میں ہوا بھی نہیں لگ سکتی تھی۔"

"اوہ ...!" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "تم نے غالباً میری بات کا برا مانا ہے؟"

"میں ہر اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، مادام! جو میرے اصولوں کے خلاف ہو۔" میں نے رابرٹ کی روح کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ "ہوشنگ سے بھی میری مخالفت اسی وجہ سے ہوئی تھی۔"

"مجھے تمہاری صاف گوئی اور بہادری پسند ہے، ماسٹر اجیت!" مادام نے پہلی بار مجھے ماسٹر کہہ کر مخاطب کیا۔ "تم نے مائیکل کو میرے قدموں پر جھکا کر تنظیم کے لئے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے، جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اور اپنی اس کارکردگی کے عوض تم منہ مانگے انعام کے مستحق ہو۔" مادام نے مجھے رام کرنے کے لئے مسکراتے ہوئے دعوت دی لیکن میں نے اس کے جسم کے گداز پر نگاہ نہیں ڈالی بلکہ منہ پھیر کر خشک لہجے میں بولا۔

"جن کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، وہ زندگی کی خاطر کسی کے سامنے بھی ہاتھ جوڑ سکتے ہیں لیکن اگر مائیکل کی جگہ میں ہوتا تو قدموں پر جھکنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتا۔"

"تم اس وقت بے حد تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔" مادام نے میرے جملے کی تلخی اور اس کے مفہوم کو بڑی خوبصورتی سے ٹالتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے آج رات دوبارہ ملوں گی جب تک تم آرام کر سکتے ہو۔"

میں نے جواب میں مادام کے چہرے پر نظر ڈالی ... پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا حویلی سے باہر آ گیا۔

حالات نے مجھے جس مقام پر پہنچا دیا تھا، اس کا تقاضہ یہی تھا کہ میں وقت کی مصلحتوں سے مفاہمت کر لیتا لیکن رابرٹ کی روح کے تقاضے میری سوچ پر حاوی تھے۔ اس نے قدم قدم پر میری راہنمائی کی تھی۔ اس کی پُراسرار قوتیں ہنری ماتھر کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھیں۔ وہ مجھے کامیابیوں کی آخری منزل پر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح ہنری ماتھر سے اس کے پُراسرار علوم سیکھ لوں۔ اس کے بعد اسے بھی ٹھکانے لگا دوں۔ اس طرح مادام میری مٹھی میں ہو گی اور تنظیم پر میرا اثر و رسوخ بڑھ جائے گا۔ وہ بڈھا تنظیم کے افراد پر میرا حکم چلے گا اور پھر ... شاید رابرٹ جم کے اگلے مشورے پر مادام کی جگہ بھی مجھے ہی سنبھالنی پڑے۔

میں اپنے فلیٹ میں شام کی چائے پینے کے بعد آرام کرسی پر بیٹھا حالات کا تجزیہ کر رہا تھا کہ رابرٹ کی روح کس مقصد کے لئے میرا ساتھ دے رہی تھی۔ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس نے صرف یہی کہا تھا کہ میرے ذریعے وہ رشی پور کے سادھوؤں اور پنڈت پجاریوں سے مونا کا بھیانک انتقام پورا کرنا چاہتا ہے مگر رابرٹ کی یہ خواہش میرے لئے تسکین کا باعث نہیں بن سکی تھی۔ وہ اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے خود بھی مونا کا حسب خواہش انتقام لے سکتا تھا۔ میں جس قدر رابرٹ کے بارے میں سوچتا، میرا ذہن اتنا ہی الجھتا جاتا تھا ... پھر میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ مادام نے تنظیم کے چار بڑوں کا ذکر کیا تھا۔ ڈاکٹر گھوش، ہنری ماتھر اور ہوشنگ میری نگاہوں میں آ چکے تھے۔ چوتھے بڑے کے لئے مادام نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ہو سکتا ہے میری اور اس کی ملاقات جلد ہو جائے لیکن اس کے بعد مادام نے اس ضمن میں اپنی زبان بند کر لی تھی ... چنانچہ اس وقت میں یہی غور کر رہا تھا کہ کہیں وہ چوتھا بڑا خود رابرٹ جم ہی تو نہیں؟ جس انداز میں اس نے مجھے اپنا غلام بنا رکھا تھا، اسی انداز میں وہ دوسروں کو بھی اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کر سکتا تھا ... اور ابھی میں امکانی پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ماسٹر ہنری ماتھر کی کال تھی۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مائیکل والی مہم سر کر لی ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، ماسٹر اجیت!"

"یہ سب آپ کی مہربانی کا صلہ ہے، ماسٹر ہنری!" میں نے انکساری سے جواب دیا۔

"ہوشنگ کا کیا بنا؟"

"مائیکل کو اکسانے میں اسی کا ہاتھ ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب وہ تنظیم کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی زیادہ ٹھوس اور مؤثر اقدام کرے گا۔"

"میں چاہوں تو ہوشنگ کو پاتال سے بھی نکال کر موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن فی الحال ایسا کرنا میرے لئے مناسب نہیں ہو گا۔"

"میں سمجھا نہیں، ماسٹر ہنری!" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ ہوشنگ تنظیم کے لئے ایک مستقل خطرہ بنا رہے؟"

"دوراندیشی سے کام لینے کی عادت ڈالو، ماسٹر اجیت!" ہنری نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر خطرات دور ہو جائیں تو تنظیم میں ہماری کیا اہمیت رہ جائے گی؟ رہا ہوشنگ کے مستقل خطرے کا مسئلہ تو اسے میرے اوپر چھوڑ دو۔ اگر پانی سر سے اونچا ہو گیا تو اسے منٹوں میں ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔"

"ماسٹر ہنری!" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا میں آپ سے ایک اہم بات دریافت کر سکتا ہوں؟"

"اجیت! تم میرے دوست ہو اس لئے تکلفات سے گریز کیا کرو۔" ہنری بڑی اپنائیت سے بولا۔ "پوچھو، کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟"

"مادام نے تنظیم کے کسی چوتھے بڑے کا ذکر کیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مادام نے ہمیں تجسس میں مبتلا رکھنے کی خاطر محض ایک تصوراتی وجود کا حوالہ دیا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"میں وضاحت چاہوں گا ماسٹر ہنری!" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"فی الحال میں صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کسی چوتھے بڑے سے آج تک میرا بھی سامنا نہیں ہوا اور میں نے اب اس بات کو اہمیت دینی چھوڑ دی ہے۔"

"آپ اس وقت کہاں ہیں، ماسٹر؟"

"لندن سے بہت دور لیکن شاید دو روز بعد میں، تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔" ہنری نے کہا۔۔ پھر مجھے دوبارہ مائیکل کے سلسلے میں مبارک باد دیتے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔

ماسٹر ہنری سے گفتگو کے بعد میرا ذہن رابرٹ جم کے سلسلے میں مزید کچھ اور الجھ گیا۔ مادام کی شخصیت بھی میرے لئے زیادہ پُراسرار بن گئی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ماسٹر ہنری نے غلط بیانی سے کام لیا ہو۔ امکانی پہلوؤں کو کریدا جاتا تو ہزاروں شاخیں پھوٹ سکتی تھیں۔ اس لئے ذہن کو جھٹک کر میں بالکونی میں گیا۔ لوسی کو مادام نے حویلی میں روک لیا تھا۔ شاید وہ اس سے ہانگ کانگ مائیکل۔ سا پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں میری کارکردگی کی تفصیل دریافت کرنا چاہتی تھی۔ مجھے اس پر کوئی تشویش نہیں تھی۔ اس لئے کہ حالات نے لوسی کو ایک میرا غلام بنا دیا تھا اور اس لئے بھی رابرٹ جم نے میرے ہاتھ اس قدر مضبوط کر دیئے تھے کہ مجھے ایک طرح سے مادام کی حیثیت کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

آٹھ بجے میں کپڑے تبدیل کر کے فلیٹ سے حویلی کے لئے روانہ ہونا چاہتا تھا کہ خوشبو کا تیز جھونکا میری ناک سے ٹکرایا۔ رابرٹ کی روح میرے قریب موجود تھی۔ میں دروازے کے قریب ہی رک گیا۔ دوسرے ہی لمحے رابرٹ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"مجھے خوشی ہے میرے دوست! کہ تم نے مادام سے دبنے کی کوشش نہیں کی۔ تمہارے تلخ لہجے نے اُسے تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اب وہ تم کو کسی قیمت پر بھی ناراض نہیں کرے گی۔ مائیکل کی بازیابی اور رقم کی وصولیابی اس کی توقع کے خلاف ہی تھی میرا مشورہ ہے کہ تم مادام سے آئندہ بھی خوفزدہ ہو کر گفتگو کرنے کی کوشش نہ کرنا میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہیں اپنے لئے سب سے زیادہ اہم سمجھنے لگے۔ ماسٹر ہنری سے بھی زیادہ۔"

"تم میرے محسن ہو، میرے دوست! میں وہی کروں گا جو تمہارا مشورہ ہوگا لیکن ایک بات مجھے مستقل الجھا رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "مادام نے مجھ سے تنظیم کے کسی چوتھے بڑے کا بھی تذکرہ کیا تھا لیکن ماسٹر ہنری کا کہنا ہے کہ وہ آج تک کسی چوتھے بڑے سے نہیں ملا۔"

"میں تمہیں شاید اس سوال کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں۔" رابرٹ نے کہا۔ "فی الحال اس چکر میں مت پڑو، جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں کسی بات کا خطرہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

"ہوشنگ کے سلسلے میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میں اس وقت تم سے اسی سلسلے میں گفتگو کرنے آیا ہوں۔ ہوشنگ میری نگاہوں سے روپوش نہیں ہو سکتا مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے لیکن ابھی ہوشنگ کا راستہ کاٹنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہوشنگ ہی کے معاملے میں مادام کو تمہارا دست نگر ہونا پڑے گا اگر وہ ہاتھ آ گیا تو مادام تمہیں یا ہنری کو زیادہ اہمیت نہیں دے گی۔ وہ بے حد لالچی اور مطلب پرست عورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہوشنگ ہی کی آڑ لیتے ہوئے ایک دن ہنری ماسٹر سے بھی ٹکرا جاؤ۔ لیکن اس سے قبل تمہیں ہنری سے اُسکے علوم حاصل کرنا ہوں گے۔ میں ایسے حالات پیدا کر رہا ہوں کہ ہنری کو تمہارے ساتھ مجبوراً تعاون کرنا پڑے گا۔"

"میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا میرے دوست!"

"ایک خاص بات اور باقی رہ گئی ہے۔" رابرٹ نے کہا۔ "مادام کے لئے آج کی رات بھاری ہے۔ باردوت اور اس کے ساتھی آج مائیکل کے سلسلے میں مادام پر قاتلانہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے تمہیں آج رات حویلی میں ہی قیام کرنا چاہیئے۔ ہر لمحے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"کیا تم اس خطرے کو ٹال نہیں سکتے؟" میں نے پوچھا۔

"میں دنیا کے ہر خطرے کو ٹالنے پر قدرت رکھتا ہوں لیکن اگر میں ایسا کرتا رہا تو تمہاری صلاحیتیں زنگ آلود ہو جائیں گی۔"

"تم مطمئن رہو، دوست! اجیت نے تمہاری رفاقت میں بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔"

"مجھے یہی توقع ہے۔" رابرٹ نے جواب دیا۔۔ پھر تیز خوشبو کا جھونکا زائل ہو گیا۔ میں نے ایک لمحے اپنی جگہ کھڑے کھڑے رابرٹ سے ہونے والی گفتگو پر غور کیا۔۔ پھر لاپرواہی سے شانے اچکاتا ہوا فلیٹ سے باہر آ گیا۔

مادام ڈنر سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں میری منتظر تھی۔ شومی نے میری آمد کی اطلاع دی تو مجھے فوراً ہی طلب کر لیا گیا۔ رابرٹ کے خیال کے مطابق مادام اس وقت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے استقبال کو موجود تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے ہونٹوں پر بڑا جاندار تبسم ابھرا تھا۔ میں نے سنجیدگی سے مادام کو سلام کیا اور ایک کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اپنے چہرے کے تاثرات سے میں یہی ظاہر کر رہا تھا کہ صبح والی بات ابھی تک میرے ذہن پر نقش ہے۔

مادام کچھ دیر تک اپنی مسہری کے قریب کھڑی مجھے قاتلانہ نگاہوں سے دیکھتی رہی۔۔۔ پھر میرے قریب آ کر دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے سفر کی تکان نے ابھی تک تمہیں سنجیدہ کر رکھا ہے۔"

"ممکن ہے مادام کا خیال درست ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے جوزفین کے سلسلے میں تمہارا مشورہ قبول کر لیا ہے۔ برین واشنگ کے بعد ہم اُسے اپنے لئے کار آمد بنا سکتے ہیں۔"

"تاشی کے بارے میں مادام نے کیا حکم جاری کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ غداری کی مرتکب ہوئی ہے لیکن ابھی تک میں نے اس کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔" مادام نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھتے ہوئے جواب دیا۔ "تنظیم سے غداری کی سزا موت ہوتی ہے۔ یوں بھی جو لڑکی ایک بار دشمنوں کے ہاتھوں بک چکی ہے، وہ کل پھر ہمارے لئے خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُسے ہانگ کانگ سے ہٹا کر کہیں اور منتقل کر دیا جائے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"مائیکل کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟" مادام نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ بدترین سزا کا مستحق ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "مادام نے صبح اس کے سلسلے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی، اجیت! لیکن میرا اندازہ ہے کہ تم شاید ابھی تک صبح والی بات بھولے نہیں ہو۔"

"تنظیم کی سربراہ کی حیثیت سے مادام کی عزت کرنا میرا فرض ہے۔"

"ہاں، لیکن صرف دوسروں کی موجودگی میں۔" مادام کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "تنہائی میں ہم ایک دوسرے کے بہترین دوست ہی رہیں گے۔"

"میں اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"نان سنس۔" مادام نے جھلا کر کہا۔۔ پھر بے تکلفی سے اُٹھ کر میرے قریب آئی اور کرسی کے ہتھے پر اپنا بوجھ ڈال کر اس طرح مجھ پر جھک گئی کہ میرے لئے سنجیدگی کو برقرار رکھنا دشوار ہو گیا۔ اس کا جوان قرب مجھے شرارتوں پر اکسا رہا تھا۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ مادام کی نظروں میں شراب کی سی مستی چھلک رہی تھی۔ میں نے جلدی سے نگاہیں جھکا لیں۔ مادام بڑی بے تکلفی سے میری گردن میں اپنے مہکتے بازو ڈالتے ہوئے بولی۔

"اجیت! تم پہلے شخص ہو جس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ مجھ پر جادو کر دیا ہے تم نے۔"

"میں اسے مادام کی طرف سے ملنے والی ڈھیل کہوں گا۔" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"اب تو تم مجھ سے خفا نہیں ہو؟" وہ شوخی سے بولی۔

"مادام سے اتنا قریب رہ کر کون خفا رہ سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر مادام کے خوبصورت اور مہکتے وجود کو کھینچ کر اپنی آغوش میں لے لیا اور اب وہ میری آغوش میں میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس کا قرب قیامت تھا۔ اس کی آنکھوں میں شراب کے ساغر تکرا رہے تھے۔ میں اس کے ہونٹوں کی سرخی چرانے کے لئے جھکا لیکن ٹھیک اسی وقت شومی یانگ کسی کام سے اندر داخل ہوئی اور میرا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ مادام میری آغوش میں تھی اس لئے وہ شومی کو نہ دیکھ سکی۔ میں نے نگاہوں نگاہوں میں شومی کو واپسی کا حکم دیا۔ وہ مجھے اور مادام کو حیرت زدہ نگاہوں سے گھورتی ہوئی تیزی سے باہر نکل گئی۔۔۔ پھر اس نے باہر جا کر دروازے پر دستک دے کر مادام کو اپنی آمد کی اطلاع سے باخبر کرنے کی کوشش کی تھی۔ مادام بڑی سرعت سے میری آغوش سے نکل گئی۔ ایک منٹ بعد ہی شومی دوبارہ۔۔ خوابگاہ میں موجود تھی۔

"میں مخل ہونے کی معافی چاہتی ہوں، مادام! لیکن مسٹر باردوت کسی اہم کام کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔" شومی نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

باردوت کا نام سن کر میرے ذہن میں روح کے الفاظ گونجنے لگے۔ اس نے کہا تھا کہ مادام پر آج کی رات بھاری ہے۔ باردوت اور اس کے ساتھی آج رات مائیکل کے سلسلے میں مادام پر قاتلانہ حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے دستی گھڑی پر نگاہ ڈالی، اس وقت صرف نو بجے تھے۔ حویلی کے محافظ ابھی پوری طرح چوکس ہوں گے۔ میں نے سوچا کیا باردوت اتنا ہی احمق ہے کہ ابھی سے اپنی موت کو دعوت دینے آ گیا ہے۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں چاہتا تو مادام کو آنے والے خطرے سے آگاہ بھی کر سکتا تھا لیکن اس طرح میری پُراسرار قوتوں کا راز مادام پر بھی آشکارا ہو جاتا۔ لہٰذا میں نے ضبط سے کام لیا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ باردوت حویلی میں سُن گُن لینے کی خاطر کسی بہانے سے آیا ہو اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کے پچھلے پہر اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے۔ میں ابھی اپنے خیالات میں مستغرق تھا کہ مادام کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ وہ شومی سے مخاطب تھی۔

"باردوت کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں ابھی آتی ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے شومی کو روکتے ہوئے کہا۔ "مسٹر باردوت کو یہیں لے آؤ۔ مادام اس سے اپنی خوابگاہ میں ہی ملاقات کریں گی۔"

شومی نے نظریں اُٹھا کر مادام کو دیکھا۔۔۔ پھر اُسے خاموش پا کر تیزی سے گھومی اور خوابگاہ سے نکل گئی۔

"اجیت۔۔۔!" مادام نے شومی کے جاتے ہی تیزی سے کہا۔ "میں اپنی خوابگاہ میں ہر شخص سے ملنا پسند نہیں کرتی۔"

"باردوت کی بات مختلف ہے، مادام!" میں نے جواب دیا۔ "وہ مقامی

سربراہ کا نائب ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی اہم خبر ہو۔"

مادام نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اُسے اس وقت باردوت کے سلسلے میں میری مداخلت گراں گزری ہے۔ دو منٹ بعد ہی باردوت شومی کے ساتھ خوابگاہ میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کو چونکا... پھر اس نے مادام کی تعظیم میں سر کو خفیف سا خم کیا اور ٹھوس لہجے میں بولا۔ "میرے پاس مادام کے لئے انتہائی اہم اطلاع ہے۔ میں اس وقت حویلی میں آنے کی معافی چاہتا ہوں لیکن اس اطلاع کو مادام تک پہنچانا بھی ضروری تھا۔"

"کہو..." مادام تحکمانہ لہجے میں بولی۔ "کیا بات ہے؟"

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ ہوشنگ، مسٹر مائیکل کی رہائش گاہ، اینگل لاج میں مقیم ہے۔ ممکن ہے کسی نے ہمارے ساتھ مذاق ہی کیا ہو لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ مادام مسٹر باٹلے کو فون کرکے اس اطلاع کی تصدیق کرالیں اور اگر ممکن ہو تو ہوشنگ کی گرفتاری بھی عمل میں لائی جائے۔"

"گڈ" مادام نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوشنگ کی گرفتاری ہمارے لئے بے حد اہم ہے۔ میں ابھی باٹلے کو فون پر احکامات جاری کرتی ہوں۔"

میں باردوت کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ باردوت اس وقت حویلی کے اندر کا جائزہ لینے آیا تھا۔ ہوشنگ کے سلسلے میں اس نے محض ایک فرضی اطلاع دی تھی۔ اپنے اندازے کی تصدیق کی خاطر میں نے تنظیم کے ایک بڑے کی حیثیت سے باردوت کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر باردوت! کیا اطلاع دینے والے نے اپنا نام نہیں بتلایا؟"

"اس نے اپنا نام بتلانے سے گریز کیا تھا، ماسٹر!" باردوت نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ کھل کر سامنے آنے میں اطلاع دینے والے کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو۔"

"ہوسکتا ہے۔" میں نے حالات کے پیش نظر باردوت کے پیش کردہ جواز کی تائید کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال تم نے ہمیں بروقت ہوشنگ کے سلسلے میں اطلاع دے کر عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ تمہاری کارکردگی ہمارے لیے باعثِ فخر ہے۔"

"تنظیم کے لیے باردوت اپنی جان بھی قربان کرسکتا ہے ماسٹر!"

مادام فون پر ہانگ کانگ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ابھی تک اسے لائن نہیں ملی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ہوشنگ کا نام سنتے ہی مادام کے چہرے کی تازگی ختم ہوچکی ہے۔ وہ بے حد غصے میں نظر آرہی تھی۔ تیسری بار بھی ڈائل کئے جانے والے نمبر انگیج ملے تو مادام بڑی طرح جھلا گئی۔ میں نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے باردوت کی طرف پیٹھ کرلی اور مادام سے مخاطب ہوکر بولا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا مادام۔ آپ کے حکم کے بموجب ابھی گھر جاکر مجھے سفر کی تیاری بھی کرنی ہے۔" اور اس جملے کی ادائیگی کے درمیان ہی میں نے بائیں آنکھ دبا کر مادام کو اس بات کی تاکید بھی کردی کہ وہ میرے جملے پر چونکنے یا کسی حیرت کا اظہار کرنے کی حماقت نہ کرے۔ مادام نے ایسا ہی کیا۔ ہونٹ چباتے ہوئے سپاٹ نظروں سے اس نے مجھے گھورا... پھر بے خشک آواز میں بولی...

"ماسٹر اجیت! مجھے یقین ہے کہ تم تنظیم کی ساکھ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی دوسری مہم پوری دیانت داری اور دلیری سے کروگے، ناکامی کی صورت میں میرا وجود بھی تنظیم کی ساکھ کے ساتھ ساتھ ختم ہوجائے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے، مادام!"

"تمہاری روانگی کس وقت ہوگی؟" مادام کے ذہن میں چونکہ ابھی تک میرے اشارے کا مفہوم واضح نہیں تھا اس لیے اس نے قدرے اُلجھتے ہوئے دریافت کیا۔

"لوسی نے انتظامات مکمل کرلیے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ صبح دس بجے تک اپنی مہم پر روانہ ہوجاؤں گا۔"

"تم جاسکتے ہو، ماسٹر اجیت لیکن روانگی سے پہلے مجھ سے بات کرلینا۔" مادام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اس کا اشارہ غالباً یہی تھا کہ میں جانے سے پیشتر اسے اپنے اشارے کا مقصد سمجھا دوں۔

میں نے جواب میں سر کو خم کیا... پھر مادام اور باردوت کو خوابگاہ میں چھوڑ کر باہر آیا اور تیزی سے شومی کی خوابگاہ میں چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ شومی کی خواب گاہ سے ایک خفیہ راستہ مادام کی خوابگاہ تک بھی جاتا ہے چنانچہ میں نے اس کی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی وہ خفیہ راستہ اختیار کیا اور لپک کر اس دروازے تک پہنچ گیا جو ماد

خواب گاہ میں پشت کی جانب کھلتا تھا۔ عام طور پر اس دروازے پر خواب گاہ میں اندر کی جانب سے دبیز اور عریض پردے پڑے رہتے تھے اس راستے کا علم صرف اسی کو ہوتا تھا جو مادام کی خاص خدمت گار ہوتی تھی اور اس خدمت گزار کا انتخاب خود مادام کرتی تھی۔

شومی اس وقت اپنی خواب گاہ میں تھی۔ مجھے خفیہ راستے کی طرف جاتے دیکھ کر وہ بھی تیزی سے میرے تعاقب میں لپکی تھی لیکن شاید مجھے روکنے کی جرأت اس لیے نہیں کرسکی تھی کہ کچھ دیر پیشتر ہی وہ میرے اور مادام کے تعلقات کا اندازہ لگا چکی تھی... پھر بھی... دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے مجھے ملتجی نظروں سے گھورتے ہوئے دبی زبان میں کہا تھا کہ میں اس خفیہ دروازے سے دور ہی رہوں لیکن میں نے شومی کی جسارت پر کسی خفگی کا اظہار نہیں کیا وہ اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے مجبور تھی۔ شاید مادام کی طرف سے اسے ایسے ہی سخت احکامات دیئے گئے تھے۔

"میں فی الحال تمہیں صرف اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اندر مادام کو خطرہ بھی پیش آسکتا ہے۔" میں نے شومی کو سرگوشی میں جواب دیا۔

"کیا، مسٹر باردوت...!" شومی اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی خوابیدہ آنکھوں میں اچانک ہی خطرے کے تاثرات اُبھر آئے تھے۔

"اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ یہ مادام کا حکم ہے۔" میں نے سرد آواز میں کہا... پھر دروازے میں ذرا سی درز پیدا کرکے اندر کی بات سننے لگا۔ پردے اتنے دبیز تھے کہ دوسری جانب نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ "میرے لیے اب کیا حکم ہے، مادام؟" اندر سے باردوت کی آواز اُبھری۔

"تم جاسکتے ہو لیکن اس بات کی بھنک کسی اور کو نہیں ملنی چاہئے۔" مادام نے کہا۔ "میں باٹلے کو آج ہی فون کرتی ہوں۔ اگر ہوشنگ اینگل لاج میں موجود ہے تو اسے ہر حالت میں گرفتار کرلینا چاہیے۔"

"میں بھی اسی غرض سے اس وقت مخل ہوا تھا۔" باردوت نے سعادت مندی سے جواب دیا۔ "ہوشنگ اگر آزاد رہا تو تنظیم کو آئندہ بھی نقصان پہنچاتا رہے گا۔"

"تم مطمئن رہو۔ ہوشنگ کی موت ہی اسے تنظیم کے خلاف انکساری ہے۔"

...پھر دوسری جانب سے آوازیں آنی بند ہوگئیں۔ خوابگاہ کے دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز سے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ باردوت رخصت ہوچکا ہے... پھر اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی۔ شومی کی خواب گاہ سے اس گھنٹی کی آواز اُبھر رہی تھی جس کا سوئچ مادام کے کمرے میں تھا۔ باردوت کے جانے کے بعد مادام غالباً شومی کو بلا کر میرے بارے میں دریافت کرنا چاہتی تھی۔ شومی گھنٹی کی آواز سن کر تیزی سے واپسی کے لیے پلٹی تھی۔ میں نے چند قدم آگے بڑھ کر اسے روک لیا اور سنجیدگی سے کہا۔

"مادام... اگر میرے بارے میں دریافت کرے تو یہی کہہ دینا کہ میں حویلی سے جاچکا ہوں۔"

"ماسٹر اجیت! مادام سے جھوٹ بولنے کی سزا..."

"میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ مادام اور تنظیم کی حمایت ہی کر رہا ہوں اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو نتائج کی ذمے داری بھی تمہارے اوپر ہوگی۔" میں نے اس بار انتہائی سرد لہجہ اختیار کیا۔ "اچھی طرح سوچ لو۔"

شومی کے خواب گاہ کی گھنٹی بدستور بج رہی تھی اس لیے اس نے جواب دینے کے بجائے بے بسی سے مجھے دیکھا... پھر لمبے لمبے قدم اُٹھاتی ہوئی واپس چلی گئی۔ میں دوبارہ خفیہ دروازے پر آگیا۔ شومی نے مادام کے پاس جاکر وہی کہا تھا جو میرا حکم تھا... پھر ظاہر ہے کہ مادام نے میرے فلیٹ پر فون کیا تھا لیکن وہاں سے لوسی نے بھی یہی جواب دیا کہ میں واپس نہیں پہنچا ہوں۔ مادام نے لوسی کو ہدایت کی کہ میں جیسے ہی فلیٹ پہنچوں، مادام کو فوراً فون کردوں۔

"آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں، مادام!" یہ شومی کی آواز تھی۔ غالباً اس نے مادام کی فون پر ہونے والی گفتگو کے اختتام کے بعد ہی یہ سوال کیا تھا۔

"تم اپنے کمرے میں جاکر آرام کرو۔ مجھے دوبارہ ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" مادام کے لہجے میں شدید جھلاہٹ تھی۔ شاید وہ میرے ہی سلسلے میں اُلجھ رہی تھی۔

میں چاہتا تو مادام کی خواب گاہ میں جاکر اس کی اُلجھنیں دور کرسکتا تھا لیکن مجھے اس وقت کا انتظار تھا جس کے بارے میں رابرٹ کی روح نے مجھ سے پیش گوئی کی تھی... چنانچہ میں اسی تنگ سی ویران راہداری میں کھڑا رہا جو شومی اور مادام کے کمروں کو خفیہ طور پر ملاتی تھی۔ پانچ منٹ بعد شومی دوبارہ میرے پاس موجود تھی۔ حالات کے پیش نظر وہ کچھ کم پریشان نظر نہیں آرہی تھی۔ میرے قریب آتے ہی بولی۔

"ماسٹر اجیت! میں نے مادام کو وہی جواب دیا ہے جس کا حکم آپ نے دیا تھا لیکن..."

"اس سے آگے کچھ مت سوچو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم میرے اور مادام کے تعلقات کا اندازہ لگا چکی ہو اس لیے تمہیں میری طرف

سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھ رہی، ماسٹر، مگر مادام۔"

"مطمئن رہو۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مادام تمہیں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری کارکردگی سے خوش ہو کر تمہیں انعام کی مستحق بھی سمجھے۔"

"آپ بہتر سمجھتے ہیں، ماسٹر لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بے موت ماری جاؤں۔" شومی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ خوف کے احساس نے اسے بری طرح نروس کر رکھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ میرا دل چاہا کہ اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لوں لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا... پھر بھی اسے مطمئن کرنے کے لیے میں نے اس کے بازو تھام کر اسے اپنے سے بہت قریب کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

"جو کچھ تم نے خواب گاہ میں اچانک داخل ہو کر دیکھا تھا، اس سلسلے میں بھی اپنی زبان بند ہی رکھنا۔"

"ماسٹر...!" وہ میرے بازوؤں میں بے بسی سے کسمساتے ہوئے بولی۔ "میری ملازمت اب آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

"پریشان نہ ہو ڈیئر!" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔ "اپنی خواب گاہ میں جا کر آرام کرو لیکن دروازہ اندر سے مقفل کرنا مت بھول جانا۔"

شومی خاموشی سے مجھے دیکھتی ہوئی واپس راہداری میں گھوم گئی۔ میں دوبارہ مادام کی خواب گاہ کے خفیہ دروازے پر آگیا۔ اندر ابھی تک روشنی ہو رہی تھی۔ مادام کو غالباً میری کال کا انتظار تھا لیکن پھر تقریباً گیارہ بجے وہ بتیاں بجھا کر لیٹ گئی۔ خواب گاہ میں صرف نیلے رنگ کا ایک نائٹ بلب روشن تھا۔ میں نے آدھے گھنٹے انتظار کیا... پھر آہستہ سے دروازہ کھول کر پردے اور دیوار کے درمیان قالین پر اس طرح لیٹ گیا کہ اندر کی پوزیشن پردے کو ذرا سا اٹھا کر بڑی آسانی سے دیکھی جا سکتی تھی۔ مجھے قوی امید تھی کہ رابرٹ کی بات صحیح ثابت ہوگی لیکن اس کے لیے مجھے تقریباً ایک بجے تک انتظار کرنا پڑا تھا۔

مادام اس وقت گہری نیند میں غرق تھی جب خواب گاہ کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے دستک سنائی دیتی رہی... پھر مادام کا جاگ اٹھنا قدرتی امر تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر شدید جھلاہٹ کے تاثرات محسوس کئے۔ نیند میں اسے باہر سے کی جانے والی مداخلت سخت ناگوار گزری تھی۔ اس نے گھور کر دروازے کی جانب دیکھا... پھر سوئچ دبا کر کمرہ روشن کیا اور غصے میں آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سب سے پہلے شب خوابی کے لباس میں شومی گھبرائی ہوئی اندر آئی... پھر اس سے پہلے کہ مادام کچھ دریافت کرتی، شومی اچھل کر اس سے ٹکرا گئی۔ پشت سے دیا جانے والا دھکا اتنا ہی شدید ثابت ہوا تھا کہ مادام بھی لڑکھڑا گئی۔ ابھی وہ بمشکل سنبھل ہی پائی تھی کہ تین نقاب پوش ہاتھوں میں ریوالور لئے اندر آ گئے... پھر بیرونی دروازہ بھی اسی برق رفتاری سے بند کر دیا گیا۔ سب سے آگے والا نقاب پوش لمبا ہی تھا اور اسی لباس میں تھا، جو اس نے پہلے پہن رکھا تھا۔

"کون ہو تم؟" مادام نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔ سچویشن خطرناک ہونے کے باوجود وہ خوفزدہ نظر نہیں آ رہی تھی لیکن میں حالات کی نزاکت دیکھ کر کانپ اٹھا تھا۔ وہ تین تھے اور کسی کے ریوالور سے بھی نکلی ہوئی گولی مادام کے وجود کو ختم کر سکتی تھی۔ چنانچہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میں نے منتر کا جاپ کر کے باردوت کے پیچھے کھڑے ہوئے دونوں نقاب پوشوں کو اپنے بیروں کے قبضے میں دے دیا۔ خود باردوت کو گھورنے لگا، جو سینہ تانے مادام کے سامنے کھڑا اسے حقارت بھری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس نے مادام کے سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ شومی اٹھ کر مادام کے قریب ہی کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں پوچھتی ہوں تم لوگ کون ہو اور میری خوابگاہ میں آنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟"

"خادم کو باردوت کہتے ہیں، مادام!" باردوت چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے سرد لہجے میں بولا اور مادام کو للچائی ہوئی نظروں سے گھورنے لگا۔

"تم...!" مادام چونکتے ہوئے بولی۔ "اب کیا خبر لائے ہو اور تمہارے ہاتھوں میں یہ ریوالور کس لئے ہیں؟"

"اس وقت مادام کو میں یہ خبر دینے آیا ہوں کہ اس کے عروج کا سورج غروب ہو چکا ہے اور ہمارے ہاتھوں میں ریوالور اس لئے ہیں کہ اگر مادام نے ہمارے حکم پر فوری عمل نہ کیا تو ہم، مادام کے خوبصورت جسم کو چھلنی کر ڈالیں گے۔" باردوت نے حقارت سے کہا۔ "ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ مسٹر مائیکل اور جوزفین کو فوری طور پر رہا کر دیا جائے اور محافظوں کو کسی بہانے حویلی سے ہٹا دیا جائے۔"

"اوہ...!" مادام نے حیرت سے کہا۔ "گویا تم بھی غدار ثابت ہوئے۔"

"کسی دوست کے لئے زندگی کو داؤ پر لگانا غداری نہیں ہوتی، ڈیئر مادام! مجھے یہ کہتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ میں ماسٹر ہوشنگ کا بہترین دوست ہوں اور اس کے آدمیوں کی حفاظت بھی میرا فرض ہے۔" باردوت بدستور حقارت سے بولا۔ "فرض کی ادائیگی غداری نہیں کہلاتی سویٹ ہنی!"

"شٹ اپ!" مادام یکلخت غصے سے چیخی۔ "تجھے مجھ سے نظر ملا کر بات کرنے کی جرأت کس طرح ہوئی؟"

"اس وقت اپنے چوسلے سے باہر آ کر بات کرو، مادام!" باردوت کا ... نہ ہو گیا۔ "ہمارے مطالبے کے سلسلے میں تمہارا کیا جواب ہے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں کہ تمہاری دھمکیوں میں آ کر تنظیم سے دغا کروں۔" ... فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ "تنظیم کی سربراہ کی حیثیت سے میں تجھے موت دیتی ہوں۔"

"ہوش میں رہ کر گفتگو کر خوبصورت ناگن! میں تجھے صرف دس منٹ ... دیتا ہوں۔" باردوت غرایا۔ "ہمارے مطالبے سے انکار کی صورت ... ہے کہ تجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے تیرے جسم کو بھی جھنجھوڑ ڈالیں۔"

"باردوت!" مادام چیخ اٹھی۔ "تو شاید اپنی اوقات بھول رہا ہے، ... ے! مجھے مارنے کے بعد تو بھی یہاں سے زندہ بچ کر نہیں نکل سکے گا۔"

"ہم جس طرح داخل ہوئے ہیں اسی طرح حویلی سے نکل بھی جائیں گے۔ ... واپسی پر تمہارے محافظوں کو بھی ٹھکانے لگانے کا کام سرانجام دینا پڑے گا۔"

مجھے مادام کی دلیری پر حیرت ہو رہی تھی۔ تین مسلح آدمیوں کی موجودگی میں ... برابر بھی خائف نظر نہیں آ رہی تھی۔ باردوت کا آخری جملہ سن کر وہ تیزی ... کی جانب لپکی لیکن باردوت ہوشیار تھا۔ اس نے جست لگائی ... کو درمیان ہی میں روک لیا... پھر غلاظت اگلتے ہوئے بولا۔ "میری ... تو مجھ سے کہا ہوتا، اپنے نازک پیروں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

... کسی ایسے ہی لمحے کا انتظار تھا۔ باردوت کی پشت میری جانب ہو ... اس لئے میں بآسانی اس پر حملہ کر سکتا تھا۔ دو نقاب پوش ہرچند ... بیروں کے قبضے میں تھے لیکن ان کو بھی مادام کو دکھانے کے لئے ... لگانا ضروری تھا۔ لہٰذا میں نے ڈاکٹر گھوش کا پستول بڑی سرعت سے ... کے بعد دیگرے دو زہریلی سوئیاں پستول سے نکلیں اور دونوں نقاب ... فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ دوسرے ہی لمحے میں نے پردے سے نکل کر جست ... اور باردوت کو لیتا ہوا فرش پر آ گیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا ... لئے میرے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

حملہ چونکہ غیر متوقع تھا اس لئے باردوت سنبھل نہ سکا۔ میں نے زمین پر ... خود کو دوبارہ برق رفتاری سے سنبھال لیا اور اچھل کر باردوت کے چہرے ... بھرپور ٹھوکر ماری تو وہ بلبلاتا ہوا فرش پر دوسری جانب الٹ گیا۔ اس ... سے خون جاری ہو گیا۔ میں نے اسے مزید مہلت دیئے بغیر ایک اور ٹھوکر ... پھر اس پر چھلانگ لگائی اور بڑی سرعت سے اس کے دونوں ہاتھ ... کی جانب کر کے اس طرح جکڑ لئے کہ وہ ایک معمولی سی جنبش سے بھی معذور ... وہ کرب سے بری طرح چیخ رہا تھا۔ میرے پے در پے حملوں نے اس ... سارے کس بل نکال دیئے تھے۔ مادام اور شومی دونوں مجھے حیرت بھری ... سے گھور رہی تھیں۔ اچانک پیش آنے والے حادثے نے غالباً ... کے ذہن سے بھی یہ بات محو کر دی تھی کہ میں وہاں پہلے سے موجود تھا

میں پوچھا۔ "اب کیا خیال ہے، باردوت! کیا اب بھی تم مادام کی شان میں گستاخی کی جرأت کر سکتے ہو؟"

"پشت سے اچانک حملہ کر دینا بزدلوں کا کام ہے، ماسٹر!" باردوت نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر مرد ہو تو میرے ہاتھ چھوڑ کر سینے سے مقابلہ کرو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ باردوت سے ٹکرانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"میں، تمہاری یہ خواہش بھی ضرور پوری کروں گا۔" میں نے باردوت کو آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "چلو، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کوئی تیسرا ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔" باردوت نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضمانت میری زبان ہے، باردوت! چلو شروع ہو جاؤ۔"

باردوت نے اچانک ہی مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے ذرا سا ہٹ کر اپنے پیر اس کی ٹانگوں میں پھنسائے تو وہ ایک بار پھر اوندھے منہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ شاید اس کے ستارے ہی گردش میں آ گئے تھے۔ وہ نہ تن و توش کے معاملے میں وہ مجھ سے کہیں زیادہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے دوسری بار بھی اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور اچھل اچھل کر ٹھوکریں مارنے لگا۔ دس منٹ کے اندر اندر باردوت کا چہرہ بری طرح لہولہان ہو گیا لیکن وہ اس وقت تک مقابلے پر ڈٹا رہا جب تک کر گر نہیں گیا۔ اس کی آنکھیں متورم ہو چکی تھیں اور خون میں لتھڑا ہوا چہرہ بڑا بھیانک نظر آ رہا تھا۔

مادام خاموش تماشائی کی طرح کھڑی تعریفی نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔ جب باردوت اپنے پیروں پر اٹھنے کے قابل نہیں رہا تو مادام... نے محافظوں کو طلب کر کے حکم دیا کہ باردوت کو اٹھا کر باہر لے جائیں اور گولی مار کر اس کی لاش کو خاموشی سے ٹھکانے لگا دیں۔ محافظ باردوت کو اٹھا کر لے گئے تو مادام نے شومی کو بھی خوابگاہ سے باہر جانے کا اشارہ کیا... پھر میرے قریب

"تنظیم کا ایک اَدنیٰ خادم" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ پھر ملوم کے استفسار پر میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے بارڈوت کی شخصیت پر اُسی روز سے شُبہ تھا جب میں پہلی بار اس سے ملا تھا۔۔ اور اسی شُبہے کی تصدیق کیلئے میں نے اس وقت چُھپ کر بارڈوت کی اصلیت کا جائزہ لینے کی کوشش کر ڈالی تھی۔

"لیکن تمہیں اس بات کا خیال کیوں کر ہوا تھا کہ بارڈوت آج ہی رات مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا؟"

"میں آنکھیں کُھلی اور ذہن کو حاضر رکھنے کا عادی ہوں، مادام!" میں نے جواب دیا: "ایسی صورت میں جب کہ مجھے شُبہ تھا کہ بارڈوت ہوشنگ کا آدمی ہے' یہ بات کس طرح تسلیم کی جا سکتی تھی کہ وہ خود ہی ہوشنگ کے خلاف ہمیں کوئی اہم اطلاع فراہم کر دے گا۔"

"پھر..." مادام نے کہا: "اس نے یہ حماقت کیوں کی تھی؟"

"محافظوں کو اعتماد میں لینے کی خاطر" میں نے کہا: "اگر وہ رات کو حویلی میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تو محافظ اس سے یقینی طور پر باز پرس کرتے اور وہ اتنی آسانی سے خوابگاہ تک نہ پہنچ پاتا۔"

"تم نے آج میری زندگی بچائی ہے ماجیت! میں تمہارا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کروں گی۔" مادام نے میرا شکریہ ادا کیا۔

"... اور اس کے عیوض کیا مجھے کسی انعام سے نہیں نوازا جائے گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"تم کو اجازت ہے" مادام میری آنکھوں میں جھانکتی ہوئی نشیلی آواز میں بولی: "تم جب چاہو اپنا انعام حاصل کر سکتے ہو۔"

"میں ایک اور درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ شومی اس بات سے خائف ہے کہ اس نے میرے سلسلے میں جو غلط بیانی کی تھی اُسے آپ کی طرف سے اُس کی سزا بھگتنی پڑے گی" میں نے کہا: "خفیہ راستے کے سلسلے میں بھی وہ ضرورت سے کچھ زیادہ خوفزدہ ہو گئی ہے۔"

"تمہارا کیا حکم ہے؟" مادام شوخی سے بولی۔

"میرا مشورہ ہے کہ شومی کو بُلا کر اس کا یقین دلایا جائے کہ وہ کسی سزا کی نہیں' انعام کی مستحق ہے۔"

جواب میں مادام نے مسہری کے قریب جاکر شومی کے کمرے والی گھنٹی کا سوئچ دبا دیا۔ دو منٹ بعد ہی شومی ہمارے سامنے تھی۔ مادام نے میرے مشورے کے مطابق نہ صرف شومی کو تنظیم کی جانب پانچ ہزار روپے دیئے جانے کا اعلان کیا بلکہ یہ تاکید بھی کر دی کہ میرے سلسلے میں اُسے آئندہ کسی قسم کی روک ٹوک کی ضرورت نہیں۔

شومی نے مادام کا شکریہ ادا کیا اور پھر مجھے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے خوابگاہ سے باہر چلی گئی۔۔۔ پھر میں نے ہاتھ بڑھا کر کمرے کی تمام

ہوشنگ کی اصلیت میری ہی وجہ سے بے نقاب ہوئی تھی۔ ما
کی گرفتاری اور ڈوبی ہوئی رقم کی وصول یابی بھی میری ہی صلاحیتوں کی
مرہونِ منت تھی۔۔۔ پھر بارڈوت کے ہاتھوں مادام کی زندگی بھی
میں نے ہی بچائی تھی۔ ان باتوں نے مادام کو میرا گرویدہ بنا دیا تھا۔
وہ اختیارات بھی دَر پردہ حاصل ہو گئے تھے جو باقی دو بڑوں کو
تھے۔ مادام کے جسم کا گداز اَب میری دسترس سے دُور نہیں تھا لیکن
کی روح ابھی تک مجھ سے مطمئن نہیں تھی۔ وہ مجھے سب سے ممتاز د
چاہتی تھی۔ اس کا مشورہ تھا کہ میں ہنری ماسٹر کے پُراسرار علوم
کے بعد اسے بھی راستے سے ہٹا دوں۔۔۔ پھر مادام کی جگہ بھی خود
لوں۔ رابرٹ نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مجھے ان بلندیوں تک
جانا چاہتا ہے جس کا تصور بھی انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔ میرے
رابرٹ کے مشوروں پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

لُوسی' مادام کی معتمدِ خاص تھی۔ اس کی رفاقت نے مجھے تنظیم
اندرونی معاملات کو سمجھنے میں بے انتہا مدد دی تھی۔ میں نے اس
زندگی دُشمنوں سے بچا کر اس پر جو احسان کیا تھا اس نے لُوسی کو
غلام بنا دیا تھا لیکن جب لُوسی کو میرے اور مادام کے بڑھتے ہو
تعلقات کا علم ہوا تو وہ مجھ سے کھنچی کھنچی نظر آنے لگی۔ شاید ایک
کی حیثیت سے اسے کسی دوسری عورت سے میرے تعلقات گر
گزرتے تھے لیکن لُوسی کی طبیعت کا یہ کھنچاؤ اس کی دوستی' وفا
یا میرے کسی حکم کی تعمیل کی راہ میں حائل نہیں ہوا تھا۔ تنظیم کی ایک
رُکن کی حیثیت سے وہ میرا احترام دوسرے بڑوں کے مقابلے
اب بھی سب سے زیادہ کرتی تھی۔

میں' لُوسی میں رُونما ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کر ر
لیکن میں نے اُسے کُریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ماضی کے
ابھی تک میری رُوح کو ڈس رہے تھے۔ پولیس کے مظالم کے ن
اَب بھی میرے جسم پر نقش تھے۔ اگر تنظیم کے افراد نے مجھے
کے تشدد سے رہائی نہ دلائی ہوتی تو کون جانے کیا ہوتا۔ میرا
بھی رہتا یا نہیں۔ میں نے اپنے ماضی کو بھولنے کی کوشش نہیں
تھی۔ مجھے خان ایاز کی زیادتیاں اور انسپکٹر رحمان کے مظالم
یاد تھے۔ رشی پُور کا منوہر داس بھی یاد تھا۔ ثُریا بھارن کی
ہوئی نظریں بھی میرے دل میں چبھتی رہتی تھیں اور سب سے
دُشمن پُجاری لچھمن داس بھی مجھے خوب یاد تھا جس نے میری
کو پامال کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ میں ان لوگوں کو اس
تک بھلا کیسے فراموش کر سکتا تھا جب تک ان سے اپنا پُرانا
نہ چُکا دیتا۔ مجھے وہ مجذوب بھی یاد تھا جس نے میری قوتوں

شاید مجھے وہ مرتبہ اور اقتدار کبھی حاصل نہ ہوتا جو مجھے آج حاصل تھا ورلُوسی' وہ جرائم پیشہ گروہ کی ایک رُکن ہونے کے باوجود خود کو میری منزل سمجھ رہی تھی۔ وہ شاید اس حقیقت کو بھول گئی تھی کہ میرے اندر ایک طوفان موجزن تھا جو سر اُبھارتا ہے تو راستے کی ہر چیز کو خس و خاشاک کی طرح اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔ بھلا میری منزل لُوسی کیسے ہو سکتی تھی۔۔۔ البتہ میں اسے اپنے راستے کا ایک خوبصورت سنگِ میل ضرور کہوں گا۔ ایسا سنگِ میل جس نے تنظیم کے راستوں پر میری راہنمائی کی تھی لیکن میرے راستے میں وہ آخری سنگِ میل نہیں تھا۔ میرے راستے میں مادام کی جوانی بھی تھی جسے میں سر کر چکا تھا۔ شومی کی سرکش جوانی کا سنگِ میل بھی تھا جسے ابھی عبور کرنا۔ جوزفین کا مغرور حُسن بھی تھا جسے میں نے مادام کے عتاب سے محفوظ کیا تھا اور ابھی نہ جانے کتنے حسین سنگِ میل تھے' جو مجھے سر کرنے تھے۔ میں کسی ایک درخت کے سائے تلے رُک جاتا تو ہوس کے نشاطِ کار کا مفہوم فوت ہو جاتا۔

اس وقت بھی میں اپنے فلیٹ کی بالکونی میں آرام کرسی پر بیٹھا اپنے آئندہ کے پروگرام مرتب کر رہا تھا جب لُوسی نے مجھے مادام کے فون کی اطلاع دی تھی۔ میں خاموشی سے اُٹھ کر کمرے میں آگیا۔ ریسیور اُٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری جانب سے مادام کی کھنکتی ہوئی آواز سُنائی دی: "کیا کر رہے ہو اجیت؟"

"بہت تھکا ہوا ہوں' مادام! سونے کی تیاری کر رہا ہوں۔" میں نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ مادام کے فون کرنے کا مقصد کیا تھا اسی لئے میں نے دیدہ دانستہ اپنی تھکن کا بہانہ کیا تھا۔

"دو روز سے تم نے حویلی کا رُخ نہیں کیا" مادام کی آواز میں تشنگی کا احساس جھلک رہا تھا۔

"آج کے لیے اور معذرت چاہتا ہوں' مادام! کل ضرور حاضر ہوں گا۔" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔۔۔ پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ لُوسی شب خوابی کے لباس میں قریب ہی بیٹھی میرے چہرے کے تاثرات پڑھ رہی تھی۔ وہ آج بھی روزِ اوّل کی طرح حسین نظر آرہی تھی میں' اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ممکن ہے مادام کو کوئی اہم کام درپیش ہو۔" لُوسی نے سنجیدگی سے کہا: "تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"میں اگر اس وقت چلا جاتا تو تمہاری خفگی اور بڑھ جاتی۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"مجھے غلط مت سمجھو اجیت!" لُوسی نے جذباتی لہجے میں کہا: "تم نے تنظیم میں جو مقام حاصل کر لیا ہے اس پر جتنی خوشی مجھے ہے کسی

اور کو نہیں ہو سکتی' مادام کا اعتماد بھی مستقبل میں تمہاری مزید ترقی کی ضمانت ہے تم' میرے محسن ہو' میرے دوست ہو۔ میں' تمہیں اور بلندیوں پر دیکھنا چاہتی ہوں لیکن... لیکن..."

"لیکن شاید تم میرے اور مادام کے نجی تعلقات پر شاکی ہو" میں نے لُوسی کا جملہ پُورا کرتے ہوئے بے باکی سے کہا: "کیوں؟ یہی بات ہے نا لُوسی ڈیئر؟"

"ہاں..." اس نے بڑی اپنائیت سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا: "ایک حد تک تمہارا اندازہ ٹھیک ہے لیکن جس پیرائے میں تم نے یہ بات سوچی اور کہی ہے میں اس کی صحت سے انکار کرتی ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں" میں نے وضاحت طلب انداز اختیار کیا۔

"تنظیم میں سینکڑوں خوب صورت لڑکیاں ملازم ہیں' اجیت! ان سب کا ایک ہی مصرف ہے۔ ماسٹر کی حیثیت سے تمہیں ان پر دوسروں سے زیادہ اختیار حاصل ہے۔ وہ' تمہارے اشارے پر جان بھی دینے کو آمادہ ہو سکتی ہیں" لُوسی جذباتی ہو گئی: "تم کہو تو یہ خدمت میں تمہارے لیے انجام دے سکتی ہوں۔ مجھے تمہاری خدمت میں مسرت ہو گی لیکن مادام۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ مادام سے تمہارے نجی تعلقات زیادہ بڑھیں۔"

میں' لُوسی کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہا تھا۔ اس میں خلوص تھا' اپنائیت تھی' حسد یا جلن کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہیں تھا۔ میں کچھ سوچ کر اُٹھا۔۔۔ پھر میں نے لُوسی کے قریب جا کر اس کے خوب صورت چہرے کو اپنی گرم اور محسوس ہتھیلی پر اُٹھایا اور بڑے پیار سے کہا۔

"میں' تمہاری دوستی اور خلوص کی قدر کرتا ہوں لُوسی ڈیئر لیکن ایک دوست کی حیثیت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مادام اور میرے تعلقات میں تمہیں کس قسم کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے؟"

"تم نہیں جانتے اجیت! وہ۔۔۔ وہ صرف ماسٹر ہنری کے لیے وقف ہے۔۔۔ یا پھر میں یہ کہوں کہ ماسٹر ہنری یہی سمجھتا ہے اور مادام کے سلسلے میں وہ رقابت کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا" لُوسی کہتی رہی: "ماسٹر ہنری اپنے جسم پر سینکڑوں نگاہیں رکھتا ہے۔ اس کی نظریں اندھیروں میں بھی ہزاروں میل دُور تک دیکھ سکتی ہیں۔ وہ لامحدود اور پُراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ تنظیم میں اس کی شمولیت مادام ہی کے خوب صورت وجود کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اپنی قوتوں کے اعتبار سے بذاتِ خود بھی کسی منظم اور طاقتور تنظیم سے کم نہیں۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ اگر ماسٹر ہنری کو میرے اور مادام کے تعلقات کا علم ہو گیا تو شاید وہ اپنی پُراسرار قوتوں سے مجھے کچل کر رکھ دے گا۔"

"تنظیم کا ہر فرد ماسٹر ہنری سے خوف زدہ رہتا ہے' اجیت!

خود مادام بھی... اسی لیے میں، تمہیں قبل از وقت اس خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں۔"

"مجھے تمہارے خلوص پر اعتماد ہے لیکن تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ ماسٹر ہنری اب تک میری جانب سے اتنا بے خبر کیوں ہے؟"

"تم بھی میرے لیے پُراسرار ہو اجیت لیکن میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تمہارا اور ماسٹر ہنری کا ٹکراؤ نہ ہو جائے۔" لوسی نے بڑے جذباتی انداز میں لپٹتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی، اجیت! تم لوسی سے بچھڑ گئے تو لوسی مر جائے گی۔"

مجھے اس بھولی لڑکی کے خلوص پر پیار آگیا۔ چند لمحے پہلے میرے ذہن میں اس کے خلاف عورت کی فطری رقابت کا جو خیال آیا تھا وہ یکایک غائب ہو گیا۔ لوسی کی باتیں میرے اعتماد کو بحال کرنے کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی تھیں۔ میں اپنے دل میں اس کے لیے پہلے سے زیادہ گنجائش محسوس کر رہا تھا۔ لہٰذا میں نے اپنے بازوؤں کا حلقہ اس کے خوب صورت وجود کے گرد اور تنگ کر دیا... پھر اس کے کپکپاتے ہونٹوں کی تھرتھراہٹ کو ختم کرنے کے لیے اپنے ہونٹ اُن پر جما دیئے۔ اس کے خوف زدہ دل کی دھڑکن میرے قرب کی گرمی سے بتدریج کم ہونے لگی۔ کچھ دیر میں اُسے اپنی بانہوں میں لیے کھڑا رہا... پھر میں نے بڑے اعتماد سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں، تمہارا شکر گزار ہوں لوسی ڈیئر کہ تم نے مجھے ایک خطرے سے قبل از وقت آگاہ کر دیا۔"

"میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے، اجیت لیکن اس بات کو صرف اپنی حد تک محدود رکھنا ورنہ مادام اور ماسٹر ہنری کا مشترکہ عتاب مجھے کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھے گا۔"

"مجھ پر اور میری دوستی پر بھروسہ رکھو لوسی!" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "میرے ہوتے تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔"

"مجھے اپنی موت کی فکر نہیں ہے، اجیت! میں تمہیں زندہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" لوسی پھر جذباتی ہونے لگی تھی۔

"میں، تمہارے لیے ہمیشہ زندہ رہوں گا لوسی ڈیئر لیکن ایک شرط پر۔" میں نے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"لوسی، تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہے۔"

"جوزفین، تاشی اور شومی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تم صرف اشارہ کر دو، اجیت! میں، تمہارے لیے ایسے نایاب اور تراشیدہ ہیرے فراہم کر سکتی ہوں جنہیں دیکھ کر تم دنگ رہ جاؤ گے۔" لوسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے منظور ہے مگر ایک بات کا خیال رکھنا۔ وہ تراشیدہ ہیرے تم سے زیادہ انمول بھی ہونے چاہئیں۔"

"ویسا اندازہ لگانا تمہارا کام ہوگا۔" لوسی نے جواب میں بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ایک شرط میری بھی ہوگی۔"

"کیا...؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"تم مادام اور ماسٹر ہنری دونوں سے محتاط رہو گے۔"

"اس کا جواب وقت دے گا لوسی ڈارلنگ کہ کون کتنے پانی میں ہے۔" میں یک لخت سنجیدہ ہو گیا۔

"نہیں..." لوسی تیزی سے بولی۔ "تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا۔"

"اجیت کو پابند کرنے کی کوشش مت کرو، لوسی!" میں ٹھوس آواز میں بولا۔ "طوفانوں کے سامنے بند کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ تناور درخت جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں۔"

"تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے، اجیت!" لوسی نے جلدی سے کہا۔ "میں تنظیم سے ایک طویل مدت سے وابستہ ہوں۔ میں نے مادام کا غصہ بھی دیکھا ہے اور ماسٹر ہنری کی پُراسرار قوتوں کے ایسے کرشمے بھی دیکھے ہیں جنہیں عقلِ سلیم تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی... مگر جو باتیں خود اپنی آنکھوں سے دیکھی جائیں انہیں جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔ ماسٹر ہنری کی آنکھیں جب بند ہوتی ہیں تو دنیا کے تمام سربستہ راز اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ پہاڑ اور سمندر بھی اس کی راہ میں حائل ہونے سے کترانے ہی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ وہ ایسی لازوال قوتوں کا مالک ہے کہ دنیا کی کوئی رکاوٹ اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔"

لوسی کی باتیں میرے غصے کو ہوا دے رہی تھیں۔ قریب تھا کہ میں روانی میں ماسٹر ہنری کے بارے میں کچھ کہہ بیٹھتا لیکن ٹھیک اسی وقت بیرونی دروازے پر دستک ہوئی اور میری نظریں دروازے کی جانب اُٹھ گئیں۔ لوسی نے میرے اشارے پر دروازہ کھولا... مگر دوسرے ہی لمحے وہ یوں اُچھل کر خوف زدہ انداز میں ایک طرف ہٹ گئی جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔ میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

آنے والا ماسٹر ہنری ہی تھا جو دروازے کے درمیان کھڑا مجھے سُرخ سُرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

لوسی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اس وقت خلافِ توقع ماسٹر ہنری کو دیکھ کر بُری طرح نروس ہو گئی ہے... لیکن ہنری ماتھر نے لوسی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ بدستور دروازے میں کھڑا مجھے سُرخ سُرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ ایک لمحے کو میں بھی لرز اُٹھا۔ ہنری کے آنے سے پیشتر میرے اور لوسی کے درمیان اُسی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ فوری طور پر ہنری کی آنکھوں کی سُرخی دیکھ کر میں نے یہی سوچا تھا کہ شاید اس نے اپنے متعلق ہونے والی گفتگو سن لی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو جھٹک دیا ——— رابرٹ جم کی روح میری پشت پناہی کر رہی تھی اور تجربہ شاہد تھا کہ رابرٹ، ہنری ماتھر کے مقابلے میں کہیں پُراسرار اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے... چنانچہ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے ہنری ماتھر کا استقبال کیا۔

میں نے اُسے اندر آنے کی دعوت دی مگر وہ دروازے پر ہی جما کھڑا رہا۔ اُس نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ لوسی ابھی تک اپنی جگہ سہمی سہمی کھڑی تھی۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ماسٹر ہنری اس وقت کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں۔" ہنری نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں تمہارے لئے پریشان ہوں۔"

"میرے لئے؟" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں؟"

"مائیکل اور جوزفین کے سلسلے میں تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، وہ قابلِ تحسین ہے۔" ہنری نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے فون پر تمہیں مبارکباد بھی دی تھی اور... اور کچھ تاکید بھی کی تھی۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اس کے باوجود تم حماقتوں کا ثبوت دے رہے ہو۔"

"میں ماسٹر ہنری کا اشارہ اب بھی نہیں سمجھ سکا۔" اس بار میں نے بھی قدرے تیز ہوتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ چلو۔ مجھے تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں۔"

میں نے جواب میں ہنری کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا لیکن پھر کپڑے تبدیل کر کے اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔

پندرہ منٹ بعد گاڑی ایک شاندار ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ ہنری کے ساتھ ہی میں بھی گاڑی سے اُتر آیا۔ ہنری کا قیام اسی ہوٹل میں تھا۔ جب میں ہنری کے ساتھ تیسری منزل پر اُس کے کمرے میں پہنچا تو ہنری نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

کمرے کا دروازہ بند کر کے ہنری کچھ دیر تک فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین پر ٹہلتا رہا... پھر میرے سامنے والی نشست پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "اجیت! تم تنظیم کے پہلے فرد ہو جسے میں نے اپنا دوست سمجھا ہے۔"

"یہ اعزاز میرے لئے باعثِ فخر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تنظیم میں مجھے جو مقام حاصل ہوا ہے وہ بھی آپ ہی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے لیکن..."

"لیکن تم مشوروں کے باوجود حماقتیں کر رہے ہو۔" ہنری نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "تمہیں بارڈوت کو ختم نہیں کرانا چاہیئے تھا۔ وہ زندہ رہتا تو ہوشنگ کے ہاتھ مضبوط رہتے اور ہماری اہمیت بھی برقرار رہتی۔"

"حالات نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا، ماسٹر ہنری!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر بارڈوت کو ایک لمحے کی بھی مہلت مل جاتی تو مادام کا وجود خاک میں مل جاتا۔"

"مادام کا وجود!" ہنری زہرخند سے بولا... پھر اس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "——— شاید ابھی تک میری قوتوں کا اندازہ نہیں ہے۔ بارڈوت اس وقت میری نظروں میں تھا جب اس نے مادام کی خوابگاہ میں داخل ہو کر اُسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی... اور میری پلکوں کی ایک حقیر سی جنبش بھی بارڈوت اور اس کے ساتھیوں کو مفلوج کر سکتی تھی لیکن تم درمیان میں آگئے اور کھیل اچانک ہی ختم ہو گیا۔"

"کیا آپ نے مادام کی خوابگاہ میں میری موجودگی محسوس کر لی تھی؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"نہیں..." ہنری روانی میں کہہ گیا... پھر اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے تاثرات پھیل کر گہرے ہوتے چلے گئے۔ چند ثانئے تک وہ مجھے اپنی سحر آلود آنکھوں سے گھورتا رہا... پھر ہونٹ کاٹ کر بولا۔ "میں تمہیں نہیں دیکھ سکا تھا میرے دوست!... لیکن میرا خیال ہے کہ تم وہاں اچانک ہی

پہنچے تھے:

"آپ کا خیال درست نہیں ہے ماسٹر!" میں نے پورے وثوق سے جھوٹ بولا بارڈووٹ کی غداری کا علم مجھے مائیکل کے ذریعے ہوا تھا چنانچہ میں نے لندن پہنچ کر اس کی نگرانی شروع کر دی تھی اور اس رات بھی میں بارڈوٹ کی نگرانی ہی کرتا ہوا ملادام کی خوابگاہ تک پہنچا تھا۔"

"ماسٹر اجیت!" ہنری نے اُلجھے ہوئے انداز میں پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کر رہے ہو؟"

"تو کیا مجھے باور کرا چکی ہے ماسٹر! کہ آپ کے لئے فاصلوں کی قید کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس سے پہلے میں خود اپنی آنکھوں سے آپ کی پُراسرار قوتوں کا تماشہ دیکھ چکا ہوں ... ایسی صورت میں کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ میں آپ سے جھوٹ بولنے کی جسارت کر کے اپنی موت کو دعوت دینے کی کوشش کروں گا۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

ہنری میرا جواب سُن کر پھر کچھ اُلجھ گیا تھا۔ میں نے اس وقت اپنے ذہن میں کسی بھی خیال کو اُبھارنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ رابرٹ کی رُوح نے مجھے یہی تاکید کی تھی کہ میں ہنری کی موجودگی میں ہر ممکن حد تک سوچنے سے پرہیز کروں ... ورنہ ہنری کی تیز نگاہیں میرے دل کا حال بھی پڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔

"مجھے تمہاری دوستی پر مکمل اعتماد ہے، ماسٹر اجیت! ... لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ اب ہوشنگ اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی ضروری ہو گئی ہے۔" ہنری نے قدرے توقف کے بعد کہا "شاید اب مجھے تمہاری نظروں سے حالات کو دیکھنا اور پرکھنا پڑے گا۔"

"اگر میں نے بارڈوٹ کے سلسلے میں غلط اقدام کر کے ماسٹر ہنری کے ذہن کو کوئی جھٹکا پہنچایا ہے تو اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے ہنری کے ذہن کو مزید پراگندہ کرنے کی خاطر انکسار سے کہا تو ہنری کھڑا ہو گیا۔

"نہیں، میرے دوست!" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا "تم نے بارڈوٹ کے سلسلے میں جو کچھ کیا، وہ بھی ٹھیک تھا اور اب۔ اب ہوشنگ کی عبرت ناک موت بھی تمہارے ہی ہاتھوں انجام پائے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہوشنگ کی پشت پر بھی کوئی طاقت کام کر رہی ہے لیکن میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے جو ہنری ماتھر کے راستے میں اندھیرے پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"آپ کے دشمن کو میں اپنا دشمن سمجھتا ہوں، ماسٹر!" میں نے بگڑے ہوئے تیوروں سے کہا "آپ صرف مجھے اس کا نام بتا دیں۔ اجیت وعدہ کرتا ہے کہ آپ کے دشمن کی موت ایسی عبرت ناک ہوگی کہ پھر کوئی ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کرے گا۔"

"مجھے تمہاری دوستی پر اعتماد ہے۔" ہنری ماتھر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا ... پھر وہ کمرے کے مشرقی حصے میں ایک الماری کے قریب جا کر اُسے کھولنے لگا۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا لیکن میں نے اپنے دل و دماغ کا رابطہ درمیان سے ختم کر دیا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ہنری میرے کسی خیال سے آگاہ نہ ہو جائے۔

الماری بند کر کے وہ پلٹا تو اس کے ہاتھوں میں ایک دُودھیا رنگ کا گلوب (RYSTAL BALL) بھی تھا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ بھی میرے برابر ہی بیٹھ گیا۔ گلوب کو اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا تھا ... پھر اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ شاید وہ کوئی پُراسرار عمل کر رہا تھا۔ میری نگاہیں بھی اسی گلوب پر مرکوز تھیں جسے ہنری پلکیں جھپکائے بغیر دیکھے جا رہا تھا ... پھر میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

دُودھیا گلوب کا درمیانی حصہ یکلخت روشن ہو گیا تھا اور اس میں مجھے ایک خوبصورت خوابگاہ نظر آ رہی تھی، جہاں ہوشنگ ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھا۔ ہنری ماتھر کے ہونٹ اب بھی متحرک تھے پھر اس کی ٹھوس اور سرائیت ہوتی آواز کمرے کی پُراسرار خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی اُبھری۔

"لڑکی۔ کیا تم مجھے اپنا نام بتاؤ گی؟"

"میرا نام ماریا ہے۔" میں نے گلوب کے اندر نظر آنے والی لڑکی کی آواز سُنی ... پھر اس نے چونک کر ہوشنگ کو گھورتے ہوئے کہا تھا "تم نے میرے منع کرنے کے باوجود شاید کچھ زیادہ ہی پی لی ہے جو میرا نام بھی بھول گئے۔"

"ہوشنگ کو آج تک کبھی شراب کا نشہ نہیں ہوا ڈارلنگ ... البتہ حسین اور گداز جسم کی تپش ہوشنگ کی کھوپڑی کو ضرور گھما دیتی ہے۔" ہوشنگ نے لڑکی کا بازو تھام کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم ایک حسین لڑکی ہو اور بس۔ مجھے تمہارے نام سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے گلوب سے ہوشنگ اور ماریا کی اُبھرنے والی آوازیں سُنتا رہا۔ ہنری ماتھر کی خوفناک آنکھیں بدستور گلوب پر ہی جمی ہوئی تھیں ... پھر اُس نے کچھ وقفے کے بعد پہلے ہی جیسے لب و لہجے میں ماریا کو مخاطب کیا "ماریا۔ یہ کون سا شہر ہے اور یہ عمارت کہاں واقع ہے جس کے اس خوبصورت کمرے کو تمہارے وجود نے خوابناک بنا دیا ہے؟"

ہنری نے جب اُسے مخاطب کیا تھا تو ماریا اُس وقت ہوشنگ کی طرف پُشت کئے اپنے لئے ایک جام تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اس بار بھی ماریا نے چونک کر ہوشنگ کی طرف دیکھا ... پھر اس نے کچھ کہا بھی تھا لیکن ہم اس کا جواب نہیں سُن سکے البتہ ہوشنگ کی آواز تیزی سے اُبھری۔

"میرا خیال ہے کہ تم شاید اس وقت جاگتے میں بھی کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔" اس نے ماریا کو گھورتے ہوئے قدرے ترش آواز میں مخاطب کیا تھا۔

"ماریا۔" ہنری ماتھر گلوب کو گھورتا ہوا کرخت آواز میں بولا۔ "میرے سوال کا جواب دو۔ میں اس شہر اور اس عمارت کے محلِ وقوع کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

گلوب میں نظر آنے والی لڑکی اس بار شدید غصے کی حالت سے دوچار نظر آئی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتی گلوب میں نظر آنے والا ماحول تیزی سے دُھندلا کر غائب ہو گیا ... پھر گلوب کے روشن حصے میں ایک سیاہ بلی نظر آنے لگی جس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ میں نے ہنری کو چونکتے ہوئے دیکھا ... پھر اس کی سرد آواز کمرے میں گونجی "تم کون ہو؟"

"وہی جس نے تمہاری پُراسرار قوتوں کے راستے میں اندھیرے پھیلا رکھے ہیں۔" اس بار بلی کی جو آواز سُنائی دی وہ رابرٹ جم کی رُوح کی آواز تھی، میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے لیکن اپنی دھڑکن پر کسی طرح قابو نہ پا سکا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" ہنری ماتھر کا لہجہ غضب ناک ہو گیا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں کی سُرخی بھی گہری ہونے لگی تھی۔

"اپنی پُراسرار قوتوں سے دریافت کرو ماسٹر ہنری ... جس پر تم کو بے انتہا گھمنڈ ہے۔" رابرٹ کی آواز میں طنز تھا۔

"ہنری ماتھر کی پُراسرار قوتیں تمہیں جلا کر راکھ کر دیں گی۔" ہنری خوفناک آواز میں بولا۔

"اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو، ہنری ماتھر۔" رابرٹ کی سخت آواز سُنائی دی "اور یاد رکھو کہ جب تک میری قوت ہوشنگ کے ساتھ ہے تم اس کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ میں تمہارے راستوں کو اس قدر تاریک کر دوں گا کہ تم ہوشنگ کی گرد کو بھی نہ پا سکو گے۔"

"شاید اسی لئے تم اپنی اصلی شکل میں آنے سے خوفزدہ ہو۔" ہنری نے دوسرا رُخ اختیار کرتے ہوئے کہا "مائیکل کے سلسلے میں تمہاری قوت ہوشنگ کے کسی کام کیوں نہیں آسکی تھی؟"

"دوسروں کی بات مت کرو، ہنری ماتھر! میں نے صرف ہوشنگ کو محفوظ رکھنے کا عہد کیا ہے۔" بلی کے وجود سے آواز آئی "ویسے اگر تم نے مائیکل یا بارڈوٹ کو ختم کرنے کی کوشش کی ہوتی تو تمہیں کبھی کامیابی نہ ہوتی۔ میری دُشمنی صرف تمہاری ذات سے ہے ہنری ... صرف تمہاری ذات سے۔ رہا میری اصل صورت کا معاملہ تو وقت آنے پر تم وہ بھی دیکھ لو گے۔"

"تنظیم کے لاتعداد افراد ہوشنگ کے خون کے پیاسے ہیں۔ تم کس کس کا راستہ روک گے؟" ہنری نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"دوسروں کا ذکر مت کرو ہنری! میں کہہ چکا کہ میں صرف تمہاری طاقت کا غرور توڑنا چاہتا ہوں۔"

اس بار ہنری نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کا سیدھا ہاتھ تیزی سے فضا میں بلند ہوا تھا اور اس نے اپنی اکڑی ہوئی اُنگلیوں کا رُخ گلوب میں نظر آنے والی سیاہ بلی کی طرف کر رکھا تھا۔ میں نے روشن گلوب میں اچانک خوفناک شعلے بھڑکتے دیکھے تھے۔ سیاہ بلی ان شعلوں میں غائب ہوئی تو میری دھڑکن مزید تیز ہو گئی لیکن دوسرے ہی لمحے شعلے غائب ہو گئے تو میں نے سیاہ بلی کو اس کی جگہ پر موجود پایا ... اس بار بلی کی خوفناک آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے ... پھر رابرٹ کی آواز سُنائی دی۔

"ہنری ماتھر! میں تمہیں موقع دیتا ہوں، اپنی دوچار قوتوں کو مزید آزما لو ... پھر میں بھی تمہیں اپنی قوت کا ایک حقیر سا کھیل دکھاؤں گا۔"

"میں۔ میں تمہیں حضرت سلیمان کی قسم دیتا ہوں کہ بلی کا جسم چھوڑ کر اپنی اصلی صورت میں آجاؤ۔" ہنری غرایا۔

"نہیں، ہنری ماتھر! تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میرا جنات سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے مجھ پر اس قسم کا اطلاق نہیں ہوتا۔" رابرٹ کی رُوح نے ہنری کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے جواب دیا "اپنی دوسری قوتوں کو آواز دو۔ شاید وہ تمہاری کوئی رہنمائی کر سکیں۔"

"بھیس بدل کر مردانگی کا دعویٰ کرنا بُزدلی کی نشانی ہے۔" میں نے اچانک درمیان میں بولتے ہوئے کہا "اگر مرد ہو تو کھل کر سامنے آؤ۔"

"تم بھی۔" رابرٹ نے اس بار چونکتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں اجیت ہوں۔ ماسٹر ہنری کا دوست، جو ماسٹر کے اشارے پر موت سے بھی ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہے۔" میں نے نسبتاً کرخت آواز میں کہا۔

"میں تمہاری بھرپور صلاحیتوں سے بھی واقف ہوں ماسٹر اجیت ... لیکن تم درمیان میں نہ آؤ تو بہتر ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میری دُشمنی صرف ماسٹر ہنری سے ہے۔"

"اور ہنری ماتھر کی قوتیں بہت جلد تمہیں تہس نہس کر ڈالیں گی۔" اس بار ہنری نے غراتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے اس کا انتظار رہے گا ماسٹر ہنری ... لیکن اس بات کو یاد رکھنا کہ تم ذاتی طور پر ہوشنگ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا

سکو گے۔" رابرٹ نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ... پھر آئینہ بین کے گلوب میں نظر آنے والی سیاہ بلی نے اپنا پنجہ اُٹھا کر ہوا میں لہرایا تو گلوب ایک چھناکے کے ساتھ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا تھا۔

ہنری مائقر اپنے کرسٹل بال کے ٹوٹتے ہی حیرت سے اُچھل پڑا۔ وہ اس وقت شدید غیظ و غضب سے دوچار تھا، چند ثانیے وہ خاموش کھڑا غصّے کے عالم میں اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا... پھر چونک کر مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "اجیت! میرے دوست! اب وقت آگیا ہے جب تم مکمل طور پر میرے دوست کہلانے کے مستحق ثابت ہوگے۔ میں تمھیں پُراسرار علوم سکھا کر اپنے دُشمنوں کے مقابلے پر لاؤں گا اور جب ہم دو ہوں گے تو ہمارا تنہا دُشمن ہمارے قدموں پر سر رکھ کر رحم کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ چُپ چاپ کھڑا ہنری مائقر کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھتا رہا۔

ہنری مائقر کی پُراسرار قوتیں آہستہ آہستہ میرے قلب میں منتقل ہو رہی تھیں۔ ذہنی طور پر بھی میں نے ہنری کے بتائے ہوئے عمل اور ان کے طریقوں کو پُوری توجہ سے قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔

تین روز تک میں ہنری کے ہوٹل میں اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ اس عرصے میں ہنری کسی سے نہیں ملا۔ اس نے اپنے ملازموں کو بھی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ جب تک وہ خود اُن کو طلب نہ کرے اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ کمرے میں فون کا کنکشن بھی ختم کر دیا گیا تھا اور یہ سب اس لئے ہوا تھا کہ ہنری پُوری یکسوئی سے مجھے اپنے پُراسرار علوم کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

رابرٹ ہم کی رُوح نے اپنے وعدے کے مطابق ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ ہنری مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ ہوشنگ کے سلسلے میں ناکامی کا سامنا کرنے کے بعد سے خود ہنری مائقر کی کیفیت بھی قابلِ دید تھی۔ شاید زندگی میں پہلی بار اُسے اپنی شکست کو قبول کرنا پڑا تھا اور اس شکست نے اسے کسی زخمی درندے کی طرح خطرناک بنا دیا تھا۔ پُراسرار علوم کی تعلیم دیتے وقت اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اب وہ آئینے میں اُبھرنے والی قوت کو اپنی ذات میں اُلجھا کر ہوشنگ کو پہلے میرے ذریعے ختم کرائے گا... پھر ہماری مشترکہ کوششیں اس قوت کو گھیر کر ختم کرنے کی کوشش کریں گی جس نے ہنری کے راستے میں تاریکی پھیلا رکھی تھی۔ تعلیم کے دوران میں ہنری نے مجھے سختی سے تاکید کی تھی کہ اس بات کا تذکرہ کسی دوسرے کے سامنے زبان پر بھی لانے کی کوشش نہ کروں کہ میں نے تین روز تک اس سے کیا حاصل کیا ہے۔ میں نے حالات کے پیشِ نظر ہنری سے وعدہ کر لیا تھا کہ اپنی زبان ہر قیمت پر بند رکھوں گا۔

چوتھے روز میں ہنری سے رخصت ہو کر اپنے فلیٹ پہنچا تو لُوسی کی حالت قابلِ دید تھی، اس کی سُوجی ہوئی آنکھیں اور چہرے کی پژمُردگی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ میرے سلسلے میں کس قدر پریشان رہی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی ایک بار پھر اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں اور اس کے بعد وہ جنونی کیفیت میں دوڑ کر اس طرح لپٹ گئی تھی جیسے اب زندگی بھر میرے وجود سے الگ نہیں ہوگی۔ مجھے لُوسی کی حالت پر رحم آ رہا تھا۔ میری تین روز کی غیر حاضری نے لُوسی کو جن رُوحانی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا تھا وہ اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں مجھے اس کی دوستی اور وفاداری کا یقین دِلا رہی تھیں۔ میں دیر تک اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹے کھڑا رہا... پھر آہستہ سے کہا۔ "تم نے اپنا یہ کیا حال بنا رکھا ہے لُوسی؟"

"میں بہت خوف زدہ تھی اجیت!" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم ایک دو روز اور نہ آتے تو میں پاگل ہو جاتی لیکن، تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"ماسٹر ہنری نے مجھے ایک اہم کام کے سلسلے میں لندن سے باہر بھیج دیا تھا۔" میں نے لُوسی کو مطمئن کرنے کی خاطر کہا۔

"اجیت!" لُوسی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے بہلانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ تم ماسٹر ہنری سے بے حد خائف ہو۔"

"ہاں اجیت! میں ماسٹر ہنری کے تصوّر سے بھی کانپ اُٹھتی ہوں۔ تم نہیں جانتے کہ وہ کس قدر خطرناک اور زہریلا انسان ہے۔ اس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔"

"اور تم نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ماسٹر ہنری کے لئے فاصلوں کی کوئی قید نہیں۔ وہ دِل کی گہرائی میں بھی جھانک سکتا ہے۔"

"ہاں اجیت! مقدس مریم کی قسم۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" لُوسی کی آواز میں بے پناہ درد تھا۔

"لیکن اس کے باوجود وہ آج تک تمھارے دل کا حال نہیں جان سکا۔" میں ٹھوس آواز میں بولا۔ "اگر وہ جان لیتا کہ تم اس کے مقابلے میں مجھے ترجیح دے رہی ہو تو شاید تمھارا یہ خُوبصورت وجود اب تک خاک ہو چکا ہوتا۔"

"مجھے تمھاری دوستی کی خاطر اپنی موت بھی گوارا ہے لیکن اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو..."

"لُوسی! ۔ لُوسی!" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ "کیا تم آج میری ایک بات پر یقین کر سکتی ہو؟"

"لُوسی تمھارے ایک اشارے پر اپنی زندگی بھی قربان کر سکتی ہے۔" اس نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے کسی بات کی وضاحت مت طلب کرنا لُوسی لیکن اتنا یقین کر لو کہ ماسٹر ہنری، اجیت کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جب تک تم میرے ساتھ ہو وہ تمھارا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

لُوسی مجھے حیرت سے گھورنے لگی۔ میں نے آہستہ سے اس کے گالوں کو تھپتھپایا اور باتھ رُوم میں چلا گیا۔ غسل کے بعد میری تکان کم ہوئی تو میں نے کپڑے تبدیل کئے اور باہر آ گیا۔ اس عرصے میں لُوسی بھی اپنا حُلیہ درست کر چکی تھی لیکن اس کے چہرے پر اب بھی وہ سکون نظر نہیں آ رہا تھا جو اس کی طبیعت کا خاصا تھا۔ ہم نے ایک ساتھ ناشتہ کیا... پھر کافی کے دو کپ پینے کے بعد میری طبیعت پُوری طرح بحال ہو گئی تو میں نے آرام کُرسی پر بیٹھتے ہوئے دریافت کیا۔ "میری غیر موجودگی میں کوئی اہم بات تو نہیں پیش آئی؟"

"مادام تین روز سے تمھیں برابر فون کر رہی ہے لیکن میں نے ماسٹر ہنری اور تمھاری ملاقات کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہی کہہ دیا کہ تم اچانک کہیں چلے گئے ہو۔" لُوسی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرا اندازہ ہے کہ شاید مادام کو بھی ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہو سکا ہے کہ ماسٹر ہنری لندن میں موجود ہے۔"

"تم نے دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔" میں نے کہا۔ "مادام کو فی الحال ان باتوں کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"کن باتوں کا؟"

"میری اور ماسٹر ہنری کی ملاقات کا۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے اگر مادام کو علم ہو جاتا کہ ماسٹر ہنری لندن میں موجود ہے تو شاید وہ، مجھے فون کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتی۔ کیوں؟"

لُوسی میرا جواب سُن کر مسکرائی تو میں نے اسے کھینچ کر اپنی آغوش میں لے لیا لیکن ابھی میں اس کے مہکتے جسم کی خوشبوؤں کو پُوری طرح محسوس بھی نہیں کر پایا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور لُوسی نے تیزی سے اُٹھ کر ریسیور اُٹھا لیا... پھر ریسیور میری طرف بڑھا کر بولی۔ "مادام کا فون ہے۔"

میں نے ریسیور لُوسی کے ہاتھ سے لے لیا۔ دوسری جانب سے مادام ہی کی آواز سُنائی دی تھی۔ "اجیت! تم تین روز سے کہاں غائب تھے؟"

"ایک ضروری کام کے لئے لندن سے باہر چلا گیا تھا؟"

"کیا کوئی ایسا ہی اہم کام تھا کہ تم نے مجھے اطلاع دینا بھی مناسب نہیں سمجھی؟" مادام نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"کچھ ایسی ہی بات تھی، مادام!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو، میرے پاس آ جاؤ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

بیس منٹ بعد میں، مادام کی حویلی پہنچا تو وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ، مجھ سے میری غیر حاضری کے سلسلے میں جواب طلب کرے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اجیت! مائیکل فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"یہ کس طرح ممکن ہوا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے حالات کا علم نہیں لیکن میرا اندازہ ہے کہ مائیکل اور تاشی کے فرار میں ہمارے کسی ایسے محافظ کا ہاتھ بھی ہے... جو ہوشنگ کا آدمی رہا ہوگا۔" مادام نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "دو محافظ مُردہ پائے گئے تھے، تین بے ہوشی کی حالت سے دوچار تھے اور ایک حرامزادہ غائب ہو گیا ہے۔"

"اوہ -!" میں نے مادام کی تفصیل بات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جواب دیا۔ "غالباً اسی لئے مجھے لندن سے ہٹایا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" مادام نے چونکتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"تین روز پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ ہوشنگ اور اس کے کچھ ساتھی فرانس میں موجود ہیں اور میں اس اطلاع کی تصدیق کے لئے فوراً ہی روانہ ہو گیا تھا لیکن... میرا خیال ہے کہ اس طرح مجھے لندن سے ہٹانے کی کوشش کی گئی تھی۔"

"مائیکل اور تاشی کا فرار تنظیم کی ساکھ کو دوبارہ خراب کر سکتا ہے، اجیت!" مادام نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "تمھاری غیر حاضری نے مجھے اس سے زیادہ پریشان کر رکھا تھا۔"

"کیا مائیکل اور تاشی کے فرار ہونے کی اطلاع کسی اور کو بھی ہے؟"

"نہیں... میں نے فی الحال اسے راز ہی رکھا ہے... ورنہ ہیڈ کوارٹرز کی بدنامی کا خطرہ بھی مول لینا پڑتا۔" مادام نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر ہنری سے بھی میرا رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔ حالات نے خطرناک صُورت اختیار کر لی ہے اور اگر یہی رفتار رہی تو پھر تنظیم کی دوسری شاخیں بھی متاثر ہو سکتی ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مادام... لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مائیکل نے صرف تاشی پر کیوں اکتفا کی جبکہ جوزفین اس کے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟"

"تمھاری فرمائش پر میں نے جوزفین کو برین واشنگ کے لئے دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا۔" مادام نے کہا۔ "اگر وہ بھی

محافظوں کی تحویل میں ہوتی تو شاید مائیکل اسے بھی ساتھ لے جاتا۔"
"جو محافظ بے ہوش پائے گئے تھے انھوں نے بعد میں کیا بیان دیا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔
"انھیں میں نے خود اپنے ہاتھوں سے گولی مار دی۔" مادام تملا کر بولی۔ "ہوش میں آنے کے بعد وہ ہمارے لئے کارآمد نہیں رہے تھے۔ ان کا دماغ خراب ہو چکا تھا۔"
"گویا مائیکل نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ہوشنگ ہماری تنظیم کے مقابلے پر ایک اور تنظیم بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔"
"ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے لیکن ہمیں ہر قیمت پر ہوشنگ کو ٹھکانے لگانا پڑے گا۔" مادام نے سرد لہجے میں کہا۔ "اجیت! تنظیم کے ایک بڑے کی حیثیت سے تمھیں اب کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا ورنہ ہماری تنظیم خاک میں مل جائے گی۔"
"آپ فکر نہ کریں مادام! میں ہوشنگ کو اس کے ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔" میں نے نہایت اعتماد سے کہا۔
... پھر قبل اس کے کہ مادام مجھے کوئی جواب دیتی، ماسٹر ہنری کمرے میں داخل ہوا۔ میں احتراماً اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مادام ہنری کو دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب لپکی کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی سی باتیں ہوتی رہیں۔۔ پھر مادام نے مائیکل اور تاشی کے بارے میں ہنری کو بھی بتا دیا۔ میں خاموش بیٹھا ہنری ماتھر کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ مائیکل کے فرار کی خبر نے ہنری کو بھی متاثر کیا تھا اور اس کے تیور اچانک ہی خراب ہو گئے تھے۔
"میں، مادام کو یقین دلاتا ہوں کہ مائیکل اور تاشی کا انجام بھیانک ہوگا۔" ہنری نے ٹھوس لہجے میں کہا۔
"ماسٹر ہنری۔" مادام نے تیزی سے کہا۔ "کیا اب بھی تمھیں اس بات کا یقین نہیں کہ ہوشنگ کی موت ہی ہمارے لئے سکون کا ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے؟"
"ہوشنگ..." ہنری ماتھر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں اس کے بارے میں بھی اب سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔"
میں محسوس کر رہا تھا کہ ہنری کی نظریں بار بار میری جانب اُٹھ رہی تھیں۔ شاید اسے میرا وہاں بیٹھنا گراں گزر رہا تھا لہٰذا میں نے مادام سے اجازت چاہی اور حویلی سے باہر آگیا۔ مادام نے بھی ہنری کی موجودگی میں مجھے [illegible] مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لوسی کے علاوہ رابرٹ کی زبانی بھی مجھے ہنری اور مادام کے تعلقات کا [illegible] ہو چکا تھا۔ حویلی سے باہر آ کر میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن بھی مائیکل اور تاشی کے فرار کی خبر سن کر بُری طرح اُلجھ رہا تھا۔ میں اسی خیال میں محو تھا کہ اچانک میرے ہاتھ اسٹیرنگ پر لرز گئے۔ اگر میں نے فوراً ہی خود پر قابو نہ پا لیا ہوتا تو کسی حادثے کا شکار ہو سکتا تھا اور اس بوکھلاہٹ کی وجہ وہ آواز تھی جس نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کر کے مجھے گڑبڑا دیا تھا۔ میں نے گھوم کر اپنے برابر والی نشست پر نگاہ ڈالی جہاں رابرٹ جم کی پُراسرار شخصیت اپنی مادی شکل میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ میں نے اس سے شکایت کرتے ہوئے کہا۔ "اگر میں خود پر قابو نہ پا لیتا تو یقیناً کسی بڑے حادثے کا شکار ہو گیا ہوتا۔"
"میری موجودگی میں ایسا ممکن نہ ہوتا۔" رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی میرا دل بھی تم سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو مچلنے لگتا ہے۔"
"مادام کو کچھ نئے حالات نے اُلجھا رکھا ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔
"میں جانتا ہوں کہ مائیکل اور تاشی کے فرار کی اطلاع نے اس کا ذہنی توازن خراب کر دیا ہے لیکن حالات کے پیش نظر ایسا ہونا ضروری تھا۔" رابرٹ نے بدستور مسکراتے ہوئے معنی خیز آواز میں کہا۔ "تنظیم کے ہیڈ کوارٹرز میں تمہارے قدم مضبوط کرنے کے لئے مجھے یہی ایک مؤثر طریقہ نظر آیا تھا۔"
"کیا مطلب؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔
"لندن کا مقامی سربراہ مورگن اپنے نائب بارڈوت کی موت سے دل برداشتہ ہو کر تنظیم سے بھی متنفر ہو گیا ہے اس لئے اس کی سرکوبی بھی ضروری ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ مجھے تمھاری لوسی کا بھی خیال تھا جو تمھارے حق میں اب تک بہترین دوست ثابت ہوتی رہی ہے۔ کیا تم، لوسی کو مورگن کی جگہ مقامی سربراہ کی حیثیت سے دیکھ کر خوش نہیں ہو گے؟"
"مجھے لوسی کی صلاحیتوں اور اس کی دوستی پر پورا اعتماد ہے لیکن مائیکل اور تاشی کے فرار سے لوسی کے سربراہ بننے کا کیا تعلق ہے؟"
"پریشان مت ہو میرے دوست! میں نے یہ تعلق پیدا کر دیا ہے۔" رابرٹ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "مائیکل اور تاشی کے فرار میں بھی میرے ہی ارادے کو دخل تھا، محافظوں کا ہاتھ نہیں تھا اور تمھاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ فرار ہونے والے افراد بھی مورگن کے مکان کے تہہ خانے میں اس طرح چھپے بیٹھے ہیں کہ [illegible] مورگن بھی ... ان کی موجودگی سے باخبر نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اگر لوسی ان کو وہاں سے برآمد کرے تو مورگن کی کیا پوزیشن ہوگی؟"
"اوہ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "مگر کیا تم نے لوسی کو حالات سے باخبر کر دیا ہے؟"

"یہ باتیں تم میرے اوپر چھوڑ دو لیکن اتنا خیال رہے کہ تم لوسی سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرو گے۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا... پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہنری کے سلسلے میں تم نے جو طریقہ اختیار کیا تھا اس نے ہنری کو بُری طرح بوکھلا دیا ہے۔ اب کیا خیال ہے؟"
"فی الحال تم اس کے پُراسرار علوم سیکھتے رہو جب میں محسوس کر لوں گا کہ ہنری میرے لئے بیکار ہو چکا ہے تو میں خود تم کو اس سے آگاہ کر دوں گا جب تک تم عیش کر سکتے ہو۔" رابرٹ نے مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا... پھر اس سے پیشتر کہ میں اس سے کچھ کہتا اور حالات کے بارے میں مزید کچھ دریافت کرتا وہ کسی چھلاوے ہی کی طرح اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔
میں نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

بارڈوت کی موت نے مورگن کے ذہن پر حقیقتاً بے حد اثر ڈالا تھا۔ بارڈوت صرف اس کا نائب ہی نہیں تھا بلکہ ایک بہترین ساتھی بھی تھا۔ گزشتہ تین سال سے دونوں ایک ساتھ ہی رہ رہے تھے۔ دوسروں کی موجودگی میں وہ افسر اور ماتحت تھے لیکن تنہائی میں ایک دوسرے کے بہترین دوست تھے دونوں ہی خوبصورت چہروں کے رسیا تھے اور ان کی بیشتر شامیں ساتھ ساتھ گزرتی تھیں لیکن ایک شام بارڈوت اچانک اس سے کچھ کہے بغیر کسی ضروری کام کا بہانہ کر کے غائب ہو گیا تھا اور پھر چند روز تک مورگن کو بارڈوت کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ یہ پہلا اتفاق تھا جب بارڈوت نے مورگن کو روانگی سے قبل کچھ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔
دس روز تک مورگن اپنے نائب کی تلاش میں شب و روز سرگرداں رہا... پھر گیارہویں دن اسے اتفاقاً ایک ذریعے سے معلوم ہو گیا کہ بارڈوت کو آخری بار مادام کی حویلی میں جاتے دیکھا گیا تھا۔ مورگن نے براہِ راست مادام سے بارڈوت کے بارے میں دریافت کیا مگر مادام نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا... البتہ روانی میں یہ کہہ دیا تھا کہ ممکن ہے بارڈوت بھی روپوش ہو کر ہوشنگ سے جا ملا ہو۔
مورگن کو معلوم تھا کہ تنظیم میں بارڈوت کی تقرری ہوشنگ ہی کی سفارش پر ہوئی تھی۔ وہ ہوشنگ کے خاص مداحوں میں سے تھا لیکن مورگن یہ بھی جانتا تھا کہ بارڈوت جیسا دلیر اور جان پر کھیل جانے والا ماتحت فرار کا راستہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا... پھر ایک ہی بات باقی رہ جاتی تھی کہ مادام نے اسے ہوشنگ کا آدمی سمجھ کر ختم کرا دیا ہوگا۔ مادام کی جگہ اگر مورگن خود ہوتا تو شاید وہ بھی بارڈوت کی غداری ثابت ہو جانے کے بعد اسے موت ہی کی سزا دیتا۔ اسے بارڈوت کی موت سے زیادہ اس بات کا غم تھا کہ مادام نے اسے تاریکی میں رکھا تھا اور اسی صدمے نے اسے بھی تنظیم سے متنفر کر دیا تھا۔
اس وقت بھی وہ اپنے بنگلے کے لاؤنج میں بیٹھا ان ہی خیالات میں گم تھا کہ اس کے خاص ملازم نے مادام کی آمد کی اطلاع دی۔ مورگن کے چہرے پر غور و فکر کی سلوٹیں اُبھر آئیں، یہ پہلا اتفاق تھا جب تنظیم کی سربراہ نے اس کی رہائش گاہ پر آنے کی زحمت گوارا کی تھی۔ ایک ہی لمحے میں مورگن کے ذہن میں ہزاروں وسوسے جاگ اُٹھے تھے اور اس کے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئی۔ اس نے جلدی سے شراب کا گلاس میز پر رکھ کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اتنی دیر میں مادام خود ہی وہاں پہنچ گئی۔ مورگن نے بڑی سرعت سے اُٹھ کر خود کو مادام کے احترام میں سرنگوں کیا... پھر بے حد مہذب لہجے میں مادام کی خلافِ توقع آمد کا سبب دریافت کیا۔
"میں چاہتی تو تمھیں فون کر کے حویلی میں بھی طلب کر سکتی تھی لیکن پھر میں نے خود ہی تم سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔" مادام نے پُر وقار لہجے میں کہا اور ایک خالی صوفے پر بیٹھ گئی۔ مورگن بدستور اس کے سامنے کھڑا تھا۔
"کیا مادام کو کوئی اشد ضروری کام درپیش تھا؟" اس نے دبی زبان میں پوچھا۔
"ہاں مورگن! میں اس وقت ایک بُری خبر سنانے آئی ہوں۔" مادام نے گھورتے ہوئے کہا۔ "مقامی سربراہ ہونے کی حیثیت سے تمھیں بھی یہ بتانا ضروری سمجھا ہے کہ ہوشنگ نے ہماری تنظیم کے خلاف اپنی تخریبی کارروائیوں میں تیزی پیدا کر دی ہے اور اس بار ہیڈ کوارٹرز کو نشانہ بنایا ہے۔"
"نہیں مادام!" مورگن حیرت سے بولا۔ "مجھے ابھی تک اپنے آدمیوں سے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"
"ہو سکتا ہے کہ تمھارے آدمیوں میں بارڈوت کی طرح ہوشنگ کی نمائندگی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو۔" مادام کا لہجہ اس بار خشک اور ناگوار تھا۔ "بہرحال... میں تمھیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ مائیکل اور تاشی ہمارے محافظوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ کام سوائے ہوشنگ کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا اور تم... تم مقامی سربراہ ہونے کے باوجود ابھی تک اس حادثے سے بے خبر ہو؟"
مورگن کے لئے دونوں ہی اطلاعات بم کے دھماکے سے کم نہیں تھیں۔ کچھ دیر کے لئے وہ پریشان ہو گیا... پھر خود کو سنبھالتا ہوا بولا۔ "یہ واقعہ کب پیش آیا تھا، مادام؟"
"یہ جاننا تمھارا کام ہے۔" مادام نے تُرش آواز میں جواب دیا۔

"کیا یہ غلط ہے کہ بارڈوٹ تمھارا بہترین دوست تھا؟"

"میں تسلیم کرتا ہوں، مادام!" مورگن نے بوکھلائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"پھر یہ بھی تسلیم کرلو مسٹر مورگن کہ تمھارے دوست نے پندرہ روز بیشتر حویلی میں داخل ہوکر مجھے موت کے گھاٹ اُتارنے کی ناپاک سازش کی تھی لیکن ماسٹر اجیت کی بروقت مداخلت نے اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔"

"نہیں!" مورگن کے لئے اس تیسرے انکشاف پر اپنے پیروں پر کھڑے رہنا مشکل ہورہا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑتی جارہی تھی۔

"کس سوچ میں غرق ہو مسٹر مورگن؟" مادام نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔

"بارڈوٹ کو تنظیم میں ہوشنگ کی سفارش پر رکھا گیا تھا، مادام ... لیکن جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، وہ ہمیشہ مجھے وفاداری کا ثبوت دیتا رہا ہے۔" مورگن نے بمشکل ہی یہ بات کہی تھی۔

"اور تم سے بارڈوٹ جیسے غدار کی وفاداری بھی بلاوجہ نہیں ہوسکتی۔" مادام شدید غصّے سے بولی۔

"آپ کا اندازہ غلط ہے، مادام!" مورگن کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں نے آج تک تنظیم کی خاطر ہمیشہ بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔"

"مائیکل اور تاشی کے فرار کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" مادام نے پینترا بدل کر پوچھا۔

"یقیناً اس سازش میں بھی ہوشنگ ہی کا ہاتھ نظر آرہا ہے۔" مورگن نے جلدی سے کہا۔

"اور ہوشنگ کا ساتھ دینے والے غداروں کے بارے میں تمھیں کیا معلوم ہے؟"

"مم۔ میں سمجھا نہیں مادام؟" مورگن بُری طرح گھبرایا ہوا نظر آرہا تھا۔

"حالات اور واقعات کی روشنی میں تمھارا خود اپنے بارے میں کیا فیصلہ ہے، مسٹر مورگن؟" مادام سفّاک لہجے میں بولی۔

"میں فی الحال اپنی صفائی میں کچھ کہنا پسند نہیں کروں گا، مادام!" مورگن غصّے سے ہونٹ کاٹتا ہوا بولا۔ "اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرسکے گا۔"

... پھر اس سے پیشتر کہ مادام کوئی جواب دیتی، باہر سے یکے بعد دیگرے فائروں کی آواز اُبھری تھی۔ مورگن پلٹ کر تیزی سے باہر جانے والے راستے کی طرف دوڑنے لگا۔ مادام نے بھی بڑی پھرتی سے وینٹی بیگ سے اپنا آتشی پستول نکالا اور برق رفتاری سے مورگن کے تعاقب میں دوڑی۔ دونوں آگے پیچھے ہی بیرونی لان کے اس حصّے میں پہنچے جہاں سے زمین دوز تہہ خانے کا راستہ نکلتا تھا۔ مورگن ایک جھٹکے سے رُک کر ان تین لاشوں کو دیکھنے لگا جو اس کے ذاتی اور خاص ملازمین کے سوا کسی اور کی نہیں تھیں۔ اس نے نظر اُٹھا کر لُوسی مارٹن کو گھورا جو ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور لئے لاشوں کے قریب ہی کھڑی انھیں حقارت سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے مس لُوسی؟" مورگن نے حیرت سے دریافت کیا۔ مادام کی اچانک آمد اور پھر ملازموں کی موت نے اس کی عقل بالکل ہی خبط کردی تھی۔

"انھیں غور سے دیکھو مسٹر مورگن! یہ تمھارے ان نوکروں کی لاشیں ہیں جن پر تمھیں بھرپور اعتماد تھا۔" لُوسی نے سرد آواز میں جواب دیا۔

"لل ... لیکن ان کا جرم کیا تھا؟" مورگن نے تھوک نگلتے ہوئے دریافت کیا۔

"ان کا جرم بھی وہی ہے مسٹر مورگن جو تم سے سرزد ہوچکا ہے۔ تنظیم سے غداری۔" لُوسی تیزی سے ریوالور کا رُخ مورگن کی جانب کرتے ہوئے بے حد سفّاک آواز میں بولی۔ "ہاتھ اُوپر کرلو۔ اگر کوئی حماقت کی تو تمھارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔"

مورگن کے ہاتھ غیر اختیاری طور پر بلند ہوگئے اور اس نے مادام سے احتجاج کیا۔ "کیا میں ان ہنگاموں کا سبب دریافت کرسکتا ہوں، مادام؟"

"میں تمھیں بتاتی ہوں، مسٹر مورگن۔" لُوسی نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "تم ۔ نے مائیکل اور تاشی کو مادام کی حویلی سے اغوا کرنے کا جرم کیا ہے اور تم پر مادام کے محافظوں کو بھی قتل کرنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ سراسر جھوٹ ہے۔" مورگن چیخ اُٹھا لیکن جب مادام اسے زمین دوز تہہ خانے میں لے گئی تو خود مورگن بھی حیرت سے اُچھل پڑا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

تہہ خانے میں تاشی کی برہنہ لاش اُدھڑی ہوئی پڑی تھی۔ ایک طرف حویلی سے غائب ہونے والے محافظ کا مُردہ جسم اوندھا پڑا تھا اور اس کے قریب ہی مائیکل دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ قدموں کی آہٹ سُن کر وہ چونکا اس نے برق رفتاری سے لپک کر مادام پر چھلانگ لگائی۔ اگر لُوسی درمیان میں نہ آجاتی تو شاید مادام کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملتا۔ حملہ چونکہ اچانک ہوا تھا اس لئے لُوسی کے ہاتھ سے اس کا ریوالور نکل گیا پھر قبل اس کے کہ وہ خود کو سنبھالتی مائیکل نے اُلٹا ہاتھ اس کے گلے میں ڈال کر اسے ڈھال بنا لیا تھا۔ "اگر تم نے مجھے آتشی پستول کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تو لُوسی بھی میرے ساتھ ہی مرے گی۔" اس نے مادام کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تمھیں اس کی زندگی عزیز ہے تو آتشی پستول زمین پر پھینک دو، مادام!"

مورگن ہکّا بکّا کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مادام نے ایک لمحے کو کچھ سوچا... پھر آتشی پستول ایک طرف اُچھال دیا۔

"اب تم دونوں دروازے سے ایک طرف ہٹ جاؤ۔" مائیکل کسی درندے کی طرح غرّایا۔ مورگن اور مادام کے ہٹتے ہی وہ، لُوسی کو آہستہ آہستہ گھسیٹتا ہوا آتشی پستول کی جانب بڑھنے لگا۔

"مائیکل!" مورگن نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔ "تم اس مکان سے زندہ بچ کر نہ جا سکو گے۔"

"یہ وقت کا فیصلہ ہوگا مسٹر مورگن لیکن میں چوہے کی موت ہی پسند نہیں کروں گا۔" مائیکل سرد آواز میں بولا۔ آتشی پستول سے اس کا فاصلہ گھٹتا جارہا تھا اور مادام کے چہرے کا رنگ بھی بڑی تیزی سے بدل رہا تھا۔

لُوسی بظاہر بے بس نظر آرہی تھی لیکن پھر اس نے بائیں آنکھ سے مادام کو آتشی پستول کی طرف لپکنے کا اشارہ کیا تھا۔ مادام نے تیزی سے آگے بڑھنا چاہا۔ مائیکل اس کے ارادے کو بھانپ کر چیخا تھا اور اس کی گرفت لُوسی کے گلے پر کمزور پڑ گئی تھی۔ لُوسی کو شاید اسی لمحے کا انتظار تھا۔ مائیکل کی کمزور گرفت نے جیسے ہی اسے سانس لینے کا موقع دیا اس نے دونوں ہاتھوں سے مائیکل کا ہاتھ تھاما اور جُھک کر اتنی سُرعت سے قلابازی کھائی کہ مائیکل کو سنبھلنے کا موقع نہ مِل سکا، وہ ہوا میں قلابازی کھاتا ہوا تہہ خانے کی دیوار سے ٹکرایا... مگر اسی برق رفتاری سے وہ دوبارہ اپنے قدموں پر اُٹھ بھی کھڑا ہوا۔ لُوسی نے اس پر حملہ کرنے سے پہلے جھپٹ کر آتشی پستول کو ٹھوکر ماری تو وہ لڑھکتا ہوا مادام کے قریب چلا گیا۔ مادام اور مورگن دونوں ہی لپکے تھے لیکن مادام نے پستول اُٹھانے میں زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"مائیکل!" مادام کی سرد آواز تہہ خانے میں گونجی۔ "اپنے ہاتھ اُٹھا لو، کھیل ختم ہوچکا ہے۔"

"نہیں مادام!" لُوسی چیخ اُٹھی۔ "اس پر گولی مت چلانا، یہ میرا شکار ہے۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے شکار کروں گی۔"

بساط ایک بار پھر نقشہ بدل چکی تھی۔ مادام کے کسی جواب کا انتظار کئے بغیر ہی لُوسی نے مائیکل پر چھلانگ لگادی تھی، مائیکل بھی موت کو سَر پر منڈلاتے دیکھ کر جنونی حالت میں لُوسی کی طرف جھپٹ پڑا۔ جسمانی طور پر وہ لُوسی کے مقابلے میں تنومند نظر آرہا تھا لیکن پھر جو کچھ بھی ہوا تھا اس نے مادام کو حیرت میں ڈال دیا۔ لُوسی نے مائیکل کے قریب پہنچ کر ایک ٹانگ پر چکّر کھایا، اور دوسری ٹانگ سے پوری شدّت سے ٹھوکر مائیکل کے چہرے پر ماری تو وہ لڑکھڑا کر دوبارہ فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ لُوسی نے دوسرا حملہ کیا مگر اس بار مائیکل اسے جُھکائی دے کر اُٹھ کھڑا ہوا [illegible] کر دونوں ہاتھ جوڈو کے انداز میں پھیلا لئے، مائیکل نے بھی ایسا ہی کیا۔ حملے کی پہل بھی مائیکل ہی نے کی تھی لیکن لُوسی نے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے تیزی سے جُھک کر پھر قدموں پر چکّر کھایا اور اس بار بھی اس کی ٹھوکر مائیکل کے چہرے پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر سنبھلنے کی کوشش کررہا تھا کہ لُوسی نے برق رفتاری سے بڑھ کر سیدھا ہاتھ اس کی بائیں کنپٹی پر مارا... اور اس کے ساتھ ہی گھٹنے کی شدید ضرب پیٹ پر لگائی۔ مائیکل ڈکراتا ہوا جُھک گیا۔ لُوسی نے فوراً ہی دونوں ہاتھ ملا کر اس کی گُدّی پر مارے تو مائیکل سَر کے بَل ڈھیر ہوگیا... پھر قبل اس کے کہ لُوسی اگلا وار کرتی مادام کی سرسراتی ہوئی آواز اُبھری۔

"بس کرو لُوسی! اب یہ اس قابل نہیں رہا کہ تم سے مزید مقابلہ کرسکے۔" اس جملے کے اختتام کے ساتھ ہی مادام نے فائر کردیا۔ مائیکل کا وجود دُھوئیں میں تحلیل ہوکر غائب ہوگیا تو مادام نے مورگن کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب تمھاری باری ہے مورگن!... بارڈوٹ کی روح دوسری دُنیا میں تمھاری راہ دیکھ رہی ہوگی۔"

"نن ... نہیں ... مم ... میں بے قصور ہوں مادام ... مم ... میں ... بے ... بے ...!" لیکن مورگن کو بھی اپنا جملہ پورا کرنے کا موقع نہیں مِل سکا۔ مادام کے پستول سے دوسرا فائر ہوا اور مورگن بھی دُھوئیں میں تحلیل ہوکر غائب ہوگیا پھر تاشی اور محافظ کے علاوہ مورگن کے ملازموں کی تین لاشوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا۔

لُوسی مارٹن نے مادام کے چہرے پر غضب ناک تاثرات دیکھتے ہوئے مداخلت نہیں کی تھی۔

دس منٹ بعد وہ مادام ہی کی گاڑی میں بیٹھی اس کی حویلی کی طرف جارہی تھی۔ راستے میں بھی اس کے اور مادام کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔

فون کی مسلسل بجنے والی گھنٹی نے مجھے ہڑبڑا کر اُٹھنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ مجھے لُوسی پر غصہ آگیا وہ چاہتی تو فون اٹینڈ کر سکتی تھی لیکن غالباً وہ بھی اپنے کمرے میں گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ فون کی گھنٹی بدستور چیخے جا رہی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری جانب سے شومی یانگ کی دلکش آواز سُنائی دی۔ لہجے میں گھبراہٹ تھی۔ "ماسٹر اجیت! میں، مادام کی حویلی سے شومی بول رہی ہوں"۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے دریافت کیا۔

"اگر زحمت نہ ہو تو فوراً حویلی تشریف لے آئیں۔" شومی نے بدستور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "فون پر گفتگو مناسب نہیں۔"

"شومی۔ کیا مادام نے مجھے طلب کیا ہے؟"

"مجھے، مادام ہی کے سلسلے میں کچھ اہم بات کرنی ہے، براہ کرم آپ فوراً تشریف لے آئیں، ماسٹر!"

میں کچی نیند سے بیدار ہوا تھا اس لئے خالی الذہن تھا۔ شومی کے لب و لہجے نے مجھے مزید اُلجھا دیا۔ میں نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے، پھر لُوسی کے کمرے میں گیا لیکن وہ موجود نہیں تھی۔ شاید اسی لئے اس نے فون بھی اٹینڈ نہیں کیا تھا۔ میں نے باہر آکر دوسری چابی سے فلیٹ لاک کیا اور پندرہ منٹ بعد میں حویلی میں شومی یانگ کے کمرے میں تھا۔ اس کے چہرے کی بوکھلاہٹ دیکھ کر حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شومی مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میری جانب لپکی تھی... پھر وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی "ماسٹر اجیت! مجھے حالات کے پیش نظر مجبوراً آپ کو زحمت دینی پڑی ہے۔ مادام دو گھنٹے پیشتر اچانک کسی فون کال کے بعد بڑے غصّے کے عالم میں حویلی سے گئی تھیں۔ یہ پہلا اتفاق ہے کہ مادام نے اپنے ساتھ کسی اور کو لینا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے ساتھ جانے کی درخواست کی تھی جسے رد کر دیا گیا اور ابھی تک مجھے، مادام کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"فون کال کس کی تھی؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔ شومی کی بات نے مجھے بھی اُلجھا دیا تھا۔

"معلوم نہیں ماسٹر!" شومی نے کہا۔ "دراصل اس وقت میں، مادام کے پاس ہی تھی جب ان کے خاص فون کی گھنٹی بجی تھی۔ مادام اس وقت اچھے موڈ میں تھیں لیکن فون پر موصول ہونے والی اطلاع نے مادام کا موڈ اچانک خراب کر دیا تھا... پھر وہ دو منٹ کے اندر اندر کپڑے تبدیل کر کے حویلی سے روانہ ہو گئیں۔ وہ اتنی جلدی میں تھیں کہ انھوں نے ڈرائیور کو بھی ساتھ لینا ضروری خیال نہیں کیا۔"

"اور تم نے دو گھنٹے بعد مجھے اطلاع دی ہے؟" میں نے شومی کو گھورا تو وہ ساری جان سے لرز اُٹھی اور کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں ایک گھنٹے سے برابر آپ کے نمبر ٹرائی کر رہی تھی جناب لیکن کال ریسیو نہیں کی جا رہی تھی!"

میں نے شومی کے چہرے کو بغور دیکھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس وقت وہ دروغ گوئی سے کام نہیں لے رہی۔ مجھے لُوسی کا خیال آیا۔ شومی کے بیان سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ لُوسی بھی گزشتہ ایک گھنٹے سے غائب تھی اور پھر اس خیال کے آتے ہی میرے ذہن میں رُوح کی گفتگو گھوم گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں تیزی سے فون کی طرف لپکا اور مورگن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی رہی لیکن کال ریسیو نہیں کی گئی۔ غالباً وہاں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے سوچا اور ذاتی طور پر مورگن کی رہائش گاہ پر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی وقت باہر سے مادام کی گاڑی کا ہارن بجا اور میرے ساتھ شومی بھی لپک کر باہر آگئی۔ مادام اور لُوسی ایک ساتھ ہی گاڑی سے نیچے اتری تھیں۔

"تم یہاں کب پہنچے، ماسٹر اجیت؟" مادام نے مجھے دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"شومی نے مجھے فون پر ایک پریشان کُن اطلاع دی تھی۔" میں نے جلدی سے کہا... پھر مادام کے ساتھ ہی قدم اُٹھاتا ہوا ڈرائنگ رُوم میں آگیا۔ لُوسی کے چہرے پر تازگی دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہو کر واپس آئی ہے۔ رابرٹ کی رُوح نے یقیناً اسے کسی نہ کسی طرح حالات سے باخبر کر دیا ہوگا اور پھر ظاہر ہے کہ لُوسی نے اس کی اطلاع مادام کو دی ہوگی اور اس کے بعد جو کچھ ہُوا ہوگا اس میں رابرٹ کی قوّتوں کو یقینی بڑا دخل رہا ہوگا۔

ڈرائنگ رُوم میں پہنچ کر مادام نے شومی کو ہدایت کی کہ ماسٹر ہنری کو فون کر کے فوراً حویلی پہنچنے کے لئے کہا جائے۔ شومی کے جانے کے بعد وہ، مجھے بے حد سنجیدگی سے مورگن کے مکان پر پیش آنے والی تفصیل سُنانے لگی۔ میں سب کچھ جاننے کے باوجود خاموش بیٹھا پُوری توجہ سے تفصیل سُنتا رہا۔ "لُوسی نے آج بہت شاندار کارنامہ انجام دیا ہے، ماسٹر اجیت!" مادام نے لُوسی کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ لُوسی میری سب سے قابلِ اعتماد ساتھی ہے۔"

"لیکن تمھیں اس بات کا علم کس طرح ہوا تھا کہ مائیکل اور تافی کے اغوا میں مورگن کا ہاتھ ہے؟" میں نے براہِ راست لُوسی سے دریافت کیا۔

"ماسٹر ہنری نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی۔" لُوسی سنجیدگی سے بولی۔ "ماسٹر ہنری کی ہدایت پر ہی میں نے مادام کو حالات سے باخبر کیا تھا... پھر جو کچھ ہوا وہ مادام کی موجودگی ہی میں ہوا تھا۔"

[illegible] ہنری کی پُراسرار قوتوں نے تنظیم کی ساتھ [illegible] [illegible] کہا جائے تو [illegible] میرا خیال ہے کہ اب ہوشنگ بھی زیادہ دنوں تک [illegible] کی سانس نہیں لے سکے گا۔ میں ماسٹر ہنری کو اس بات پر [illegible] کروں گی کہ وہ ہوشنگ کے سلسلے میں بھی اپنی پُراسرار قوتوں سے کام لے۔"

شومی فون کر کے دوبارہ ڈرائنگ رُوم میں آگئی تھی۔ میں نے [illegible] کے سلسلے میں تعجب ہی کا اظہار کیا تھا لیکن یہ بات میرے ذہن [illegible] طرح چبھ رہی تھی کہ ماسٹر ہنری کو حالات کا علم کیونکر ہو گیا کہ یہ سارا ڈرامہ رابرٹ جم نے اسٹیج کیا تھا۔ ہمارے درمیان ابھی [illegible] ہی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ماسٹر ہنری ڈرائنگ رُوم [illegible] داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

"ماسٹر ہنری!" مادام نے ایک بار پھر مورگن کی غدّاری کی رُوداد [بی]ان کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے بروقت مورگن کو کیفرِکردار [تک] پہنچانے میں تنظیم کے لئے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے... لیکن [مج]ھے یہ شکایت بھی ہے کہ آپ نے میرے بجائے لُوسی کو حالات سے [کی]وں باخبر کیا؟"

"میں نے...!" ماسٹر ہنری ایک لمحے کو چونکا... پھر فوراً ہی خود [کو سنبھ]التے ہوئے بولا۔ "میں نے پہلے آپ کو ہی فون کرنے کی کوشش [کی] تھی مادام لیکن شاید آپ کا فون کچھ دیر کے لئے بند تھا لہٰذا میں نے لُوسی [کو ا]طلاع دے دی۔"

"ہوشنگ کی تخریبی کارروائیاں حد سے تجاوز کرتی جا رہی ہیں، [ماسٹ]ر ہنری!" مادام نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا آپ اب بھی اسے کوئی [سزا] نہیں دیں گے؟"

ہنری ماتھر نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس کے چہرے [کو ب]غور دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ لُوسی کو رابرٹ جم کی رُوح نے [ہی] فون کیا ہوگا۔ رابرٹ کے لئے کسی کی آواز کو نقل کرنا دشوار نہیں [تھا]۔ شاید اس طرح اس نے ہنری کو ایک اور جھٹکا پہنچانے کی کوشش [کی] تھی اور اسے اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی تھی۔ ہنری ماتھر [کی] خاموشی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ذہنی طور پر اُلجھ رہا تھا۔ [ماد]ام کی نظریں بھی اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک [ڈر]ائنگ رُوم میں گہرا سنّاٹا طاری رہا... پھر ہنری کی ٹھوس آواز [سنا]ئی دی۔ "مجھے افسوس ہے، مادام کہ میں ابھی تک ہوشنگ کے [سلس]لے میں اپنے عہد پر قائم ہوں لیکن شاید اب یہ فیصلہ بدلنا پڑے گا۔"

"ماسٹر ہنری!" مادام نے تلملا کر کہا۔ "کیا اب بھی آپ کو [یقین نہی]ں ہے کہ جو واقعات رُونما ہو رہے ہیں، ان میں ہوشنگ کے [علا]وہ کسی اور کا ہاتھ ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن مادام کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ہوشنگ کی ذات تنظیم کی بربادی یا بدنامی کا سبب [illegible]" ہنری نے بدستور ٹھوس لہجے میں جواب دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر اب بھی مطمئن نہیں ہے۔

"کیا آپ ہمیں [illegible] کہاں [illegible]" مادام نے تیزی سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے [illegible] میں اس سلسلے میں آخری فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

مادام کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے شدید تاثرات اُبھرے تھے لیکن پھر وہ جلد ہی سنجیدہ نظر آنے لگی۔ شاید وہ ہنری ماتھر کی ساحرانہ صفات اور پُراسرار قوتوں کے پیش نظر اس سے اُلجھنا نہیں چاہتی تھی لہٰذا اس نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔ "لُوسی کے سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے، ماسٹر ہنری؟"

"مجھے خوشی ہے کہ لُوسی نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا۔" ہنری نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس کارنامے کے انعام کے طور پر میں لُوسی کو مورگن کی جگہ تعینات کر دوں۔" مادام نے ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ لوگوں کا مشورہ کیا ہے؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" ہنری نے جواب دیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے، ماسٹر اجیت؟" مادام نے میری طرف دیکھا۔

"میں مادام کے کسی فیصلے میں ترمیم کو گستاخی سمجھتا ہوں۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے!" مادام نے اپنا فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا۔ "میں فوری طور پر لُوسی مارٹن کو مقامی شاخ کی سربراہ مقرر کرتی ہوں اور اس کی اطلاع ہی ڈاکٹر گھوش کے علاوہ دوسری تمام شاخوں کو بھی بھیج دی جائے گی۔"

... پھر کچھ دیر بعد میٹنگ برخاست کر دی گئی۔ لُوسی کو مادام نے ضروری ہدایات دینے کے لئے روک لیا تھا۔ میں، ہنری ماتھر کے ساتھ ہی مادام سے اجازت لے کر باہر آیا تھا۔ ہنری بدستور بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ میں اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو اس نے آواز دے کر مجھے [روکا]

... پھر میرے قریب آکر دبی زبان میں بولا۔ "اجیت [illegible] کیا تم اس بات کا یقین کر لوگے کہ مورگن کے سلسلے میں [illegible] کو کوئی فون کال نہیں کی تھی۔"

"کیا مطلب [illegible] کی [illegible]" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "پھر [illegible] کس نے کی تھی؟"

"[illegible] تو میرے راستے میں اندھیرے پھیلانے کی

کوشش کر رہا ہے۔" ہنری ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "شاید وہ میری قوّتوں کا مضحکہ اُڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"ماسٹر ہنری!" میں نے تیزی سے کہا۔ "آپ صرف مجھے اس کا نام اور ٹھکانا بتا دیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دُشمن کو کسی قیمت پر معاف نہیں کروں گا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع ہے، میرے دوست! اس نے کہا تھا کہ اس کی دُشمنی صرف میری ذات سے ہے اس لئے تم اس کی تباہی کے لئے یقیناً مؤثر ثابت ہو گے لیکن ابھی نہیں۔" ہنری ماتھر نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "ابھی تمھیں مجھ سے بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے تمھیں سب کچھ سکھا دوں اور اس کے بعد... اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے جو ہنری سے ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔"

"میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں، ماسٹر ہنری!" میں نے نہایت اَدب سے جواب دیا۔

ہنری ماتھر نے مجھے ایک بار تیز نظروں سے دیکھا پھر میرا شانہ تھپتھپاتا ہوا اپنی کار کی طرف چلا گیا اور میں خاموشی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس وقت بھی میں نے ہنری کی حمایت یا رابرٹ جم کی شاطرانہ چال کے بارے میں اپنے ذہن میں کسی خیال کو نہیں اُبھرنے دیا تھا۔

لُوسی کو مورگن کی جگہ لیتے ہی اس کی قیام گاہ پر منتقل ہونا پڑا تھا اس لئے مجبوراً مجھے بھی لُوسی کے اصرار پر فلیٹ چھوڑنا پڑا۔

مقامی سربراہ کا عہدہ سنبھالتے ہی لُوسی نے میرے مشورے پر چانگ لی کا مادام کی اجازت سے ہانگ کانگ برانچ سے تبادلہ کروا کر اپنے پاس بُلوا لیا تھا۔ اس کے علاوہ مقامی کارندوں میں بھی حسبِ ضرورت نمایاں تبدیلیاں عمل میں لائی گئی تھیں جس کا مشورہ مجھے رابرٹ کی رُوح نے دیا تھا۔ چانگ لی کے ساتھ ہانگ کانگ سے وہ سینڈان بھی لندن بھیج دی گئی تھی جو صرف چانگ لی کے لئے مخصوص تھی اور جس نے ہانگ کانگ میں ہماری مہم کے دوران میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ چانگ لی کی دلیری اور اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا اسی لئے میرے مشورے پر لُوسی نے اسے بطورِ خاص اپنے ڈرائیور اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔

مادام نے جوزفین کو بھی برین واشنگ کے بعد لُوسی کے چارج میں دے دیا تھا لیکن یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ فی الحال جوزفین کو کسی بیرونی مہم پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بھیجا جائے۔ مورگن کی رہائش گاہ خاصی بڑی اور متعدد کمروں پر مشتمل تھی اس لئے جوزفین کے لئے بھی گنجائش نکل آئی لیکن لُوسی نے اسے خاص طور پر اپنے برابر والے کمرے میں جگہ دی تھی۔ میری تحویل میں دو کمرے تھے لیکن وہ اس حصے میں تھے جہاں ایک بڑا تہہ خانہ تھا۔ لُوسی نے اپنی رہائش گاہ کی حفاظت کے لئے خاص طور پر ایسے افراد کا انتخاب کیا تھا جو قابلِ اعتماد تھے اور لُوسی ان سے ذاتی طور پر واقف بھی تھی۔

مجھے، جوزفین کے سلسلے میں مادام کی کشادہ دلی پر حیرت ہوئی تھی اس لئے کہ میں نے ہی مادام سے اس کی شکایت کی تھی اور برین واشنگ کا مشورہ بھی دیا تھا۔ بہرحال، مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ جوزفین بھی اَب اُسی چھت کے نیچے موجود تھی، جہاں میں تھا۔ لُوسی

نے چونکہ میری دلچسپیوں کے سلسلے میں کبھی کسی تنگ نظری کا ثبوت نہیں دیا تھا اس لئے مجھے اس کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ برین واشنگ کے بعد جوزفین اپنے ماضی کو یکسر بھول چکی تھی اور اَب نئے سرے سے اس نے لُوسی کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ پہلے کے مقابلے میں اَب وہ زیادہ حسین اور گداز ہو گئی تھی۔ شاید اس لئے کہ اس کے چہرے سے مصنوعی رکھ رکھاؤ کا وہ خول اُتر چکا تھا جو اس نے اپنے سابقہ پیشے کی ضرورت کے تحت اپنا رکھا تھا۔

لُوسی نے جوزفین کے چارج میں آتے ہی مجھے بڑی معنی خیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے مبارکباد پیش کی تھی لیکن میں نے ابھی تک جوزفین پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی... اس لئے کہ میں اپنا زیادہ تر وقت ہنری ماتھر کے ساتھ گزار رہا تھا اور پُوری توجہ سے اس کے پُراسرار علوم سیکھ رہا تھا۔ لُوسی کئی بار مجھ سے اس بڑھتی ہوئی دوستی کا سبب دریافت کر چکی تھی لیکن میں نے اسے ہمیشہ بڑی خُوبصورتی سے ٹالا تھا۔

بیس روز تک میں متواتر ہنری ماتھر کے ہوٹل پر حاضری دیتا رہا اور ہنری ماتھر پُوری توجہ سے مجھے اپنے پُراسرار علوم اور ان کو استعمال کرنے کے طریقوں سے آگاہ کرتا رہا۔ رابرٹ کی رُوح اس دوران میں مجھ سے ملتی رہی اور اپنی خوشی کا اظہار کرتی رہی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ ہنری ماتھر کی تقریباً تین چوتھائی قوّتیں میرے وجود میں منتقل ہو چکی ہیں اور اَب بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب مجھے ہوشنگ سے آڑے کر اس سے ٹکرانا پڑے گا اور پھر تنظیم کا پُورا نظام مادام سمیت میری مٹھی میں ہو گا۔ میں نے رابرٹ سے ان کرم فرمائیوں اور عنایتوں کا سبب دریافت کرنا چھوڑ دیا تھا مگر میں یہ سمجھ رہا تھا کہ رابرٹ کے پُراسرار وجود نے میرے ساتھ جو مہربانیاں کی ہیں اس کی پُشت پر یقیناً کوئی اہم راز پوشیدہ ہے وہ کیا تھا! میں اسے جاننے سے قاصر تھا... لیکن اتنا احساس مجھے ضرور تھا کہ رابرٹ کی رُوح نے میرے اطراف جو جال پھیلا رکھا ہے شاید میں اس سے کبھی نجات نہ حاصل کر سکوں... مگر اس احساس نے کبھی مجھے ذہنی طور پر مفلوج نہیں کیا تھا شاید اس لئے کہ اگر رابرٹ نے میری مدد نہ کی ہوتی تو رشی پور کے سادھوؤں اور پولیس والوں نے مجھے نہ جانے کب کا ختم کر دیا ہوتا۔ اکثر مجھے اس بات کا خیال بھی آتا کہ ہنری ماتھر ہی کے اشارے پر مجھے پولیس کی حراست سے نجات دلائی گئی تھی۔ اس طرح وہ میرا محسن بھی تھا لیکن ہنری ماتھر کے اس ارادے میں بھی رابرٹ جم کی رُوح کو ہی کار رہا ہو۔ میں یہی سوچ کر خود کو مطمئن کر لیتا تھا۔ بہرحال، میں اپنی اس زندگی سے بے حد خوش تھا۔ مجھے زمانے کی تمام آسائشیں

کر اپنے ماضی کی طرف دوبارہ واپس چلا جاتا۔ البتہ میرے ذہن میں ابھی تک اُن دُشمنوں کے نام محفوظ تھے جنھوں نے میری سادہ سی زندگی میں جرائم کے رنگ بھر دیئے تھے۔ بھلا میں انھیں کس طرح فراموش کر سکتا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب بھی موقع ملا میں اُن دُشمنوں کا حساب ضرور بیباق کر دوں گا۔

ہنری ماتھر سے اس کے پُراسرار علوم سیکھنے کے دوران، میں مادام سے بھی برابر ملتا رہا اور اس کی خواہشات کی تکمیل کرتا رہا۔ لُوسی بھی اپنی جگہ مطمئن تھی شاید اس لئے کہ میں نے ابھی تک جوزفین کی سرکش جوانی کو سر کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔ یوں بھی مجھے اتنا موقع نہیں تھا کہ میں فی الحال زندگی کی رنگینیوں کے بارے میں سوچتا۔ مجھے رابرٹ کی خواہش کے احترام میں پُوری توجہ ہنری ماتھر کی ذات میں صرف کرنی پڑ رہی تھی۔ البتہ مادام، ہنری ماتھر کی طرف سے کبیدہ خاطر تھی اس لئے کہ ہنری نے ابھی تک ہوشنگ کے سلسلے میں اپنا فیصلہ صرف اپنی ذات تک محدود رکھا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہنری ماتھر کے ساتھ جسمانی طور پر وابستہ تھی اور ہنری کے کسی حکم سے انکار کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ رابرٹ نے بھی مجھے یہی بتایا تھا کہ تنظیم کی باگ ڈور درپردہ ہنری ہی کے ہاتھوں میں تھی لیکن بظاہر مادام اس کی سربراہ تھی اس لئے کہ اس نے ہنری کو اپنی بھرپُور جوانی کے سحر میں اُلجھا رکھا تھا۔

اکیسویں روز میں حسبِ معمول ہنری کے ہوٹل کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک رابرٹ کی رُوح اپنی مادّی شکل میں میرے سامنے آ گئی لیکن اس وقت خلافِ توقع اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے دوست؟" میں نے پُوچھا۔ "کس سوچ میں غرق ہو؟"

"تمھارے علاوہ اور کس کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔" رابرٹ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے وضاحت چاہی تو رابرٹ ٹھوس آواز میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب میں ہنری کے راستے کے اندھیرے چند روز کے لئے ختم کر دوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" رابرٹ نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "ہوشنگ اپنے ہاتھ کافی مضبوط کر چکا ہے۔ اُس نے ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی ہے... اور عنقریب وہ لندن پہنچ کر اپنی سرگرمیوں کا کھلے عام مظاہرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ ہنری ماتھر سے فی الحال براہِ راست ٹکرائے۔"

"لیکن اس طرح تو تنظیم کی ساکھ کو بھی نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پہلے تو تم نے مجھے ہنری کے مقابلے پر لانے کا فیصلہ کیا تھا... پھر اب..."

"میں اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں لیکن ہنری اور ہوشنگ کا ٹکراؤ بھی ضروری ہے۔ اس طرح میں ہنری کو ذہنی طور پر مزید جھٹکے پہنچانا چاہتا ہوں۔" رابرٹ نے میری طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "رہا تنظیم کی ساکھ کا مسئلہ تو تم بے فکر رہو۔ یہ سوچنا میرا کام ہے... البتہ تمہیں اس دوران بہت محتاط رہنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں کچھ دنوں تک تم سے دُور رہوں۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتا، میرے دوست! لیکن ابھی مجھے کچھ پرانے قرض بھی چکانے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" رابرٹ نے اس بار ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میرے اور تمہارے دشمن الگ الگ نہیں ہیں۔ مُونا کی موت کا غم آج بھی مجھ بے چین رُوح کو کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ لیکن اب مجھے بہت جلد سکون مل جائے گا۔ تم میری مرضی کے مطابق میرے دشمنوں سے انتقام لو گے۔ تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟"

"ہاں، میرے دوست میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں۔"

کچھ دیر تک ہمارے درمیان ماضی کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی... پھر رابرٹ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ اب تم مادام کے اوپر بھی اپنی پُراسرار قوتوں کا راز ظاہر کر دو۔ اس طرح ہنری کے مقابلے میں تم اس سے زیادہ قریب ہو جاؤ گے۔"

"مجھے تمہاری ہر بات منظور ہے لیکن کیا ہنری کے راستے سے اندھیرے دُور ہونے کے بعد بھی وہ میرے اور مادام کے تعلق سے بے خبر رہ سکے گا؟"

"وہ بات میں نے صرف ہوشنگ کے سلسلے میں کہی تھی۔" رابرٹ نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "تم اب بھی ہنری کی پُراسرار قوتوں سے میرے تحفظ میں رہو گے۔"

"اور ہمارے درمیان دُوری کی کیا مدت ہو گی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" رابرٹ نے مختصراً کہا۔ پھر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

میں ہنری کے ہوٹل پہنچا تو وہ شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ خلافِ توقع آج وہ بے حد خوش بھی نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اُس نے نہایت گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اور پُرجوش آواز میں بولا۔ "اجیت! میرے دوست! میرا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہو رہا ہے۔"

"کوئی خاص بات، ماسٹر ہنری؟" میں نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"ہاں، وہ منحوس طاقت جو میرے راستے میں اندھیرے پھیلا رہی تھی میرے مقابلے میں کمزور پڑ چکی ہے۔" ہنری جذباتی لہجے میں بولا۔ "حالات میرے حق میں دوبارہ سازگار ہو گئے ہیں۔ شاید وہ منحوس طاقت ہمارے اشتراک سے خوفزدہ ہو گئی ہے لیکن میں بہت جلد اُس کا سراغ پاؤں گا۔"

"ہوشنگ کے سلسلے میں کچھ پتہ چلا، ماسٹر؟" میں نے یونہی پوچھ لیا۔

"ہوشنگ...!" ہنری ماتھر خوفناک لہجے میں بولا۔ "اُس کی موت اُسے ہمارے قریب لا رہی ہے۔ میں نے اُسے دیکھ لیا ہے۔ فرانس میں ہے اور عنقریب لندن پہنچنے والا ہے۔"

"ماسٹر ہنری! کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم اُسے ہیڈکوارٹر پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیں؟"

"نہیں، اُس بدبخت کو لندن آنے دو۔ اِس کے بعد تم دیکھو گے کہ ہوشنگ کا انجام کس قدر بھیانک ہوتا ہے۔ اُس نے ہنری ماتھر کی لامحدود قوتوں سے ٹکرانے کی حماقت کی ہے۔ اس نے تنظیم کے بڑوں کے درمیان ہونے والا مقدس عہد توڑ دیا ہے۔ اب دُنیا کی کوئی طاقت اُسے میرے عتاب سے نہیں بچا سکے گی۔"

"کیا آپ نے مادام کو بھی آنے والے حالات سے باخبر کر دیا ہے؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں... مادام کو ابھی اِن حالات کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" ہنری جوشیلے انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ "میں مادام کو اچانک ہی ہوشنگ کی مسخ شدہ لاش کا تحفہ پیش کر کے اُسے چونکا دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا... بلکہ خاموشی سے ہنری ماتھر کے چہرے کو دیکھتا رہا، جو اِس وقت کسی بپھرے ہوئے طوفان کی طرح انتہائی پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

لُوسی مارٹن گزشتہ تین دنوں سے بے حد مصروف تھی۔ مورگن کی جگہ مقامی سربراہ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ مادام کو ایک فینسی ڈریس شو میں بطور مہمانِ خصوصی مدعو کیا گیا تھا، اور لوسی کو اُسی شو کے لئے مادام کے سلسلے میں حفاظتی اقدامات کرنے تھے... چنانچہ اُسے سر اُٹھانے کی بھی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ تنظیم کے قابلِ اعتماد اراکین کے لئے وکٹوریہ ہال میں نشستوں کے حصول کے لئے وہ فینسی شو کرانے والے ادارے کے منتظمین سے ضروری دعوت نامے حاصل کر چکی تھی۔ لیکن ابھی تک وہ اُن افراد کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکی تھی، جن کو ہر لحاظ سے قابلِ اعتبار سمجھا جا سکتا تھا۔

لُوسی مارٹن کی پریشانی اور مصروفیت کی وجہ ماسٹر ہنری کی ذات بھی تھی جس نے مادام کو مہمانِ خصوصی بننے کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا تھا لیکن اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بتائی تھی۔ صرف اتنا ہی کہا تھا کہ جب تک ہوشنگ آزاد ہے اُسے حویلی تک ہی محدود رہنا چاہیئے۔ لیکن مادام نے ہنری ماتھر کا مشورہ قبول نہیں کیا تھا... شاید اس لئے کہ وہ ہنری پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کرتی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اگر فینسی شو کے دوران کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہنری کی پُراسرار قوتیں اس کا ہر ممکن تحفظ کریں گی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ ہنری کا مشورہ رَد کر کے اُسے ہوشنگ کے خلاف اُکسانا چاہتی تھی۔ بہرحال لُوسی کی مصروفیات اور بھاگ دوڑ پورے شباب پر تھی۔

جب میں مادام سے اُس کی حویلی میں ملاقات کرنے کے بعد واپس آیا تھا تو اس وقت بھی وہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ اپنے کمرے میں جانے کے لئے میں راہداری سے گزر رہا تھا کہ اچانک جوزفین سامنے آ گئی۔ میں اُسے دیکھ کر رُک جانے پر مجبور ہو گیا۔ شب خوابی کے لباس میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ کھلے بال اُس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور اُس کی خوابیدہ آنکھوں میں خُم و ساغر کی مستیاں اپنے پورے شباب پر نظر آ رہی تھیں۔ میں بے خودی کے عالم میں اُس کے جسمانی نشیب و فراز کو دیکھتا رہا۔ میری نگاہوں کا مفہوم بھانپ کر اُس کے یاقوتی لبوں پر ایک معنی خیز تبسم سا اُبھر آیا... لیکن اُس کی بھرپور جوانی کے سحر میں اُلجھنے کے باوجود میرے ذہن میں یہ سوال اُبھر رہا تھا کہ جوزفین اس وقت لُوسی مارٹن کے کمرے میں کیا کر رہی تھی؟ برین واشنگ کے بعد مجھے یقین تھا کہ وہ اپنا ماضی یکسر بھول چکی ہو گی لیکن اس وقت نہ جانے کیوں اُسے لُوسی کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر میرے ذہن میں شکوک نے سر اُبھارنا شروع کر دیا تھا۔

"ہیلو، مس جوزفین!" میں نے اُس کے قریب جاتے ہوئے بے تکلفی سے پوچھا۔ "کیا لُوسی اپنے کمرے میں موجود ہے؟"

"نہیں، ماسٹر اجیت!" جوزفین نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "مس لُوسی تو موجود نہیں ہیں اور شاید آج رات وہ باہر ہی گزاریں گی۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مس لُوسی نے ابھی ابھی مجھے فون پر اطلاع دی ہے۔" جوزفین نے کہا۔ "فون کی گھنٹی سُن کر ہی میں مس لُوسی کے کمرے میں گئی تھی۔"

"آئی سی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا لوسی نے یہ نہیں بتایا کہ کہاں رات گزارے گی؟"

"رات کے دو بجے تک وکٹوریہ ہوٹل میں رہیں گی پھر اس کے بعد مادام کی حویلی چلی جائیں گی۔" جوزفین نے مجھے خمار آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "مس لُوسی نے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ آپ کو اُن کے پروگرام سے آگاہ کر دیا جائے۔"

جوزفین کی طرف سے میرے ذہن میں اُبھرنے والے شکوک دور ہو گئے لیکن اس کے باوجود میں نے وکٹوریہ ہال فون کر کے براہِ راست بھی جوزفین کے بیان کی تصدیق کر لی۔ لُوسی نے فون پر مجھے کوڈ میں یہ بھی بتایا تھا کہ ماسٹر ہنری نے بھی اُسے دو روز بعد منعقد ہونے والے فینسی ڈریس شو کے سلسلے میں خاص طور پر بے حد محتاط رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ میں نے فون پر لُوسی سے اس سلسلے میں زیادہ بات کرنی مناسب نہیں سمجھی اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ جوزفین ابھی تک میرے قریب ہی موجود تھی۔ میں فون رکھ کر اُس کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے مُسکراتے ہوئے پوچھا۔ "ماسٹر اجیت! کیا کھانے کا بندوبست کرایا جائے؟"

"نہیں، فی الحال مجھے بھوک نہیں ہے۔" میں نے جوزفین کے ساتھ اُس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "ہاں، اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر ایک دو پیگ ضرور پی سکتا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہو گی، ماسٹر اجیت!" جوزفین نے جلدی سے کہا... پھر الماری سے بوتل اور گلاس نکال کر میز پر سجانے لگی تو میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ "مس جوزفین! میری درخواست ہے کہ تم آئندہ سے مجھے ماسٹر اجیت کے بجائے صرف اجیت کہہ کر مخاطب کیا کرو۔"

"لیکن مس لُوسی بھی تو آپ کو ماسٹر اجیت کہہ کر مخاطب کرتی ہیں۔" جوزفین نے میرے لئے جام تیار کرتے ہوئے کہا۔

"صرف دوسروں کی موجودگی میں۔" میں نے جام اُٹھا کر جوزفین کے جام سے ٹکرایا... پھر ایک گھونٹ لے کر بولا۔ "تنہائی میں ہمیں بے تکلف دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے پیش آنا چاہیئے۔ یُوں بھی بے جا تکلفات انسان کی صحت کو خراب کر دیتے ہیں۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں، مسٹر اجیت! لیکن ابھی تک میں یہ نہیں جان سکی کہ اس گھر میں میری حیثیت کیا ہے؟ میں یہاں کس طرح آئی تھی اور میرا آپ لوگوں سے کیا تعلق ہے؟"

جوزفین نے اچانک ایسے سوال کر ڈالے تھے جنہوں نے مجھے ایک لمحے کے لئے گڑبڑا دیا لیکن پھر فوراً ہی میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم یہاں خوش نہیں ہو؟"

"میں بہت خوش ہوں، مسٹر اجیت! مجھے یہاں کسی غیریت کے بجائے بھرپور اپنائیت کا احساس ہوتا ہے لیکن جب میں اپنے بارے

میں سوچتی ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا ماضی کہیں گم ہو گیا ہے اور ...“

”... اور تم ایسی باتیں خاص طور پر اس وقت سوچنے لگی ہو، جب ایسی باتوں کا وقت نہیں ہوتا“ میں نے گلاس میز پر رکھ کر اُٹھتے ہوئے کہا تو جوزفین نے جلدی سے میرا ہاتھ تھام لیا اور معذرت طلب کرتے ہوئے بولی۔

”مجھے بے حد افسوس ہے، مسٹر اجیت! شاید اس وقت مجھے ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیے تھیں۔“

میرا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔ میں نے وہ رویہ محض اسی لئے اختیار کیا تھا کہ جوزفین کو اُس کے سوالوں کا جواب نہ دینا پڑے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ لوسی نے جوزفین کو اُس کے بارے میں کیا کہانی سُنائی ہے۔ ایسی صورت میں میری کوئی بات جوزفین کے ذہن میں مزید اُلجھنیں پیدا کر سکتی تھی۔ یوں بھی مے نوشی کے دوران، میں اُس کی خشک باتوں سے بور ہونے لگا تھا لیکن جب اُس نے میرا ہاتھ تھام کر معذرت چاہی تو میرا وجود گنگنا اُٹھا۔ جوزفین کا قُرب میرے اندر چھپے ہوئے درندے کو گناہوں پر اُکسا رہا تھا۔ اُس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بازو پھیلا کر اس کے مہکتے وجود کو گرفت میں لے لیا۔ جوزفین کے ہونٹوں کی سُرخی پھیلنے لگی ... پھر ہم بے تکلف دوستوں کی طرح بیٹھ کر دوبارہ مے نوشی میں معروف ہو گئے۔

جوزفین کا حسین وجود دو پیگ پیتے ہی بہکنے لگا تھا۔ شاید برین واش ہونے کے بعد وہ اپنی سابقہ بلانوشی کی عادت بھی بھول گئی تھی۔ میں نے چار پیگ لئے تھے اور ذہن پر ہلکا ہلکا سُرور چھا رہا تھا۔ حویلی سے واپسی پر میں نے کپڑے تبدیل نہیں کئے تھے اس لئے میں، جوزفین سے انتظار کرنے کی تاکید کر کے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ لوسی کی غیر موجودگی نے مجھے، جوزفین کے ساتھ ایک حسین رات گزارنے کا موقعہ فراہم کر دیا تھا... اور میں نے اس رات کو یادگار بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن ابھی میں ڈریسنگ گاؤن پہن کر آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال ہی سنوار رہا تھا کہ باہر سے گولی کی آواز گونجی۔ میں نے بُرش پھینک کر انتہائی پھرتی سے اپنا پستول اُٹھایا، اور دوڑتا ہوا واپس جوزفین کے کمرے میں پہنچ گیا وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ میں کمرے سے نکل کر لان کی سمت آیا جہاں تین ملازم موجود تھے اور جوزفین بیہوشی کی حالت میں گھاس پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔

میں نے فوری طور پر جوزفین کو اُٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچایا ... پھر ڈاکٹر کو فون کر کے دوبارہ کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ لوسی کا وہ ملازم سامنے آ گیا جس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ آج رات اسی کی ڈیوٹی تھی۔ میں نے اُسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے جوزفین کو پیش آنے والے حادثے کا سبب دریافت کیا تو وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

”مجھے افسوس ہے ماسٹر! ... لیکن میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ پچھلی دیوار پر فرار ہونے والے مُلازم کے خون کے دھبے موجود ہیں۔“

”کون تھا، وہ؟“ میں نے کرخت آواز میں سوال کیا۔

”وہ ... وہ جیمس تھا، ماسٹر!“ مُلازم نے تیزی سے کہا۔ ”مس جوزفین کو اُس کی بانہوں میں دیکھ کر مجھے شُبہ ہوا تھا لیکن جب میں نے اُسے آواز دی تو وہ مس جوزفین کو لان میں پھینک کر پچھلی طرف بھاگا تھا۔ میں نے اُسے دوسری وارننگ دی ... پھر گولی چلا دی لیکن اتنی دیر میں وہ زخمی ہونے کے باوجود دیوار پھلانگ گیا اور اس کے بعد میں نے کسی کار کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز بھی سُنی تھی۔“

”میرے ساتھ آؤ!“ میں نے مُلازم کو بدستور حقارت سے گھورتے ہوئے کہا ... اور سرونٹس کوارٹرز کی طرف چل دیا۔ جیمس، لوسی کا قابلِ اعتماد مُلازم تھا اس لئے میں نے نائٹ ڈیوٹی والے ملازم کے بیان کی تصدیق ضروری سمجھی تھی۔

... پھر وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ جیمس، مجھے اپنے کوارٹر میں مُردہ حالت میں پڑا ملا تھا۔ اُس کے کپڑے غائب تھے اور اُس کی برہنہ لاش پر ایک ٹائپ شدہ پیغام موجود تھا۔ ”ماسٹر ہنری ماتھر کے لئے، لوسی مارٹن کی معرفت۔ پہلی وارننگ۔“ اور اس پیغام کے نیچے جلی حروف میں ہوشنگ کے حروف بھی ٹائپ تھے۔ میں نے اس پیغام کو جو ایک سادہ کارڈ پر ٹائپ تھا، جلدی سے اُٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا... پھر مُلازموں کو جوزفین اور جیمس کے بارے میں ضروری ہدایات دیں اور جلدی جلدی کپڑے تبدیل کر کے باہر آ گیا۔ دو منٹ بعد ہی میری کار اس ہوٹل کی طرف فرّاٹے بھر رہی تھی، جہاں ماسٹر ہنری مقیم تھا۔

ماسٹر ہنری نے حادثے کی تفصیل سُنی تو اُس کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا اور اُس کی بڑی بڑی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے... پھر چند لمحوں کے لئے اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ہوشنگ کی طرف سے موصول ہونے والا پیغام اُس کے ہاتھ میں تھا۔ جسے وہ بار بار شدید غصے کی حالت میں مَسل رہا تھا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں اور مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ ”ماسٹر اجیت! کیا اس حادثے کا علم تمہارے علاوہ کسی اور کو بھی ہے؟“

”کارڈ پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکی تھی۔ میں سیدھا آپ ہی کی طرف آیا ہوں... لیکن جوزفین کی بے ہوشی اور جیمس کی موت کی اطلاع مُلازمین کو ہو چکی ہے۔“

”جوزفین کے حادثے کو اغوا کا رنگ دے کر مُلازموں کو مطمئن کر دو۔“ ہنری نے تحکمانہ آواز میں کہا۔ ”لوسی یا مادام کو ہوشنگ کے پیغام کی خبر نہیں ہونی چاہیئے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔“

”کیا ہوشنگ کی اس وارننگ کے بعد مادام کا فینسی ڈریس شو میں شرکت کرنا مناسب ہو گا؟“ میں نے ہنری کے لہجے کی تلخی کو برداشت کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہوشنگ نے مادام کو نہیں، مجھے وارننگ دی ہے... لیکن فینسی ڈریس شو والا دن ہوشنگ کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔“ ہنری بدستور غضبناک لہجے میں بولا۔ ”میں اُسے کتوں سے بھی بدتر موت ماروں گا۔“

”میرے لئے کیا حکم ہے؟“ میں نے دبی دبی زبان میں سوال کیا۔

”تم جا سکتے ہو لیکن اپنی زبان بند ہی رکھنا۔“ ہنری نے اس بار بھی تحکمانہ انداز اختیار کیا تھا لیکن میں رابرٹ کی رُوح کے مشورے پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر آ گیا۔

وکٹوریہ ہال کی تمام نشستیں سات بجے ہی پُر ہو چکی تھیں۔ فینسی ڈریس شو کا وقت آٹھ بجے تھا۔

لوسی مارٹن نے اپنے آدمیوں کو ہال میں اسی طرح بٹھایا تھا کہ وہ ہر شخص پر بہ آسانی نظر رکھ سکتے تھے۔ ڈاکٹر گھوش اور ہنری ماتھر ٹھیک ساڑھے سات بجے پہنچے تھے اور منتظمین نے انہیں اُن کی مخصوص نشستوں تک پہنچا دیا تھا۔ مادام کے استقبال کے لئے منتظمین کے علاوہ لوسی اور میں صدر دروازے پر موجود تھے۔ مادام کو حویلی سے لانے کے لئے چانگ کو روانہ کیا جا چکا تھا۔

لوسی کو اپنے انتظامات پر مکمل اطمینان تھا لیکن اِس کے باوجود وہ گھبرائی گھبرائی سی نظر آ رہی تھی اور بار بار اپنی دستی گھڑی دیکھ رہی تھی۔ میں اُس کے قریب ہی کھڑا ہر آنے جانے والے پر نظر رکھ رہا تھا لیکن ابھی تک ہال میں کوئی ایسا شخص نہیں داخل ہوا تھا جس پر ہوشنگ کا شُبہ کیا جا سکتا۔ تنظیم سے وابستہ رہنے کی وجہ سے اُسے یقیناً اس بات کا علم ہو گا کہ حالات کے پیشِ نظر مادام کے لئے سخت حفاظتی بندوبست کیا گیا ہو گا۔ اس کے علاوہ ہوشنگ نے دو روز قبل بڑی جسارت کا ثبوت دیتے ہوئے ہنری کی شخصیت کے پُراسرار پہلوؤں سے واقف ہونے کے باوجود پہلی وارننگ دی تھی۔ ایسی صورت میں ظاہر تھا کہ وہ مہمانوں کے درمیان اپنی اصل صورت میں نہیں آ سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اُس نے ہنری کے لئے اپنے مخصوص آدمیوں کو تعینات کر دیا ہو... یا پھر شو شروع ہونے کے بعد بھی وہ میک اپ میں ہال تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔

میں نے ہنری کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ابھی تک مادام یا لوسی کو ہوشنگ کی طرف سے موصول ہونے والی وارننگ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ دوسری صورت میں ہو سکتا تھا کہ مادام اپنا پروگرام ملتوی کر دیتی اور ہنری کو مجھ سے شکایت کا موقع مل جاتا۔ بہرحال، میں اس وقت پوری طرح محتاط تھا۔ رابرٹ کی رُوح نے مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ میری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے مجھے بھی محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ مجھے اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ حالات فینسی شو کے دوران کسی وقت بھی سنگین صورت اختیار کر سکتے ہیں اس لئے میں نے لوسی سے کہہ کر بطورِ خاص اپنے لئے ایک ایسی نشست حاصل کی تھی جو مادام کی نشست سے دو قطاریں چھوڑ کر عین مادام کی پشت پر تھی۔ البتہ لوسی چونکہ مقامی سربراہ تھی اس لئے اُس کی نشست اگلی قطار میں، ڈاکٹر گھوش کے برابر مخصوص تھی۔ ہنری ماتھر کو جو نشست ملی تھی وہ، مادام کی نشست کے بائیں جانب دو نشستیں چھوڑ کر تھی۔ مادام کے دائیں بائیں دو، دو نشستیں منتظمین نے اپنے لئے رکھی تھیں۔ ججوں کی کرسیاں اسٹیج سے صرف پانچ قدم کے فاصلے پر رکھی گئی تھیں جب کہ اسٹیج سے پہلی نشستوں کا فاصلہ تقریباً تیس فٹ رہا ہو گا۔

رابرٹ کی رُوح نے کہا تھا کہ وہ کچھ دنوں تک مجھ سے دور رہے گی۔ اُسے میری اور لوسی کی دوستی کا اندازہ بھی تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے تنظیم کے ہیڈ کوارٹرز میں میرے قدم مضبوط کرنے کے لئے لوسی کو مقامی برانچ کا سربراہ بنانے کی خاطر ایک خونیں ڈرامہ اسٹیج کیا تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مجھے، مادام یا ہنری ماتھر سے زیادہ لوسی کی فکر لاحق تھی۔ جوزفین کے سلسلے میں، میں نے اُسے مطمئن کر دیا تھا۔ لیکن اس وقت رہ رہ کر مجھے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ اگر لوسی کو کوئی حادثہ پیش آیا تو اس کی تمام تر ذمے داری مجھ پر ہی عاید ہو گی اور لوسی اندھیرے کا شکار ہو جائے گی... چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر لوسی کو ایک طرف بلا لیا اور سنجیدگی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ آج اس فینسی شو میں کوئی نہ کوئی ہنگامہ ضرور ہو گا۔“

”کیا مطلب؟“ لوسی کے چہرے پر اچانک ہی تشویش کے تاثرات پھیل کر گہرے ہوتے چلے گئے۔

”جوزفین کو پیش آنے والا حادثہ بظاہر سیدھا سادا اغوا کا کیس نظر آتا تھا لیکن ہمیں اُسے یکسر فراموش بھی نہیں کر دینا چاہیئے۔“ میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ ”مائیکل اور تاشی کو بھی اسی انداز میں اغوا کیا گیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ ہمارے دشمن، اِس شو میں بھی تنظیم کی ساکھ کو کوئی دھچکا پہنچانے کی کوشش کریں، اس لئے میں تمہیں خاص طور پر بے حد محتاط رہنے کا مشورہ ... گا۔ تم نے اگلی ... نشستوں پر اپنی سیٹ کا انتخاب کر کے دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ ڈاکٹر گھوش بھی تنظیم کے بڑوں میں سے ایک ہے۔“

”اجیت! کہیں تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو؟“ لوسی نے اُلجھتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہیں عین وقت پر اِن باتوں کا خیال کیسے آ گیا؟“

”پریشان مت ہو، لوسی! میں نے تمہیں صرف محتاط رہنے کا مشورہ

دیا ہے:

"لیکن اب کیا ہوسکتا ہے؟" لوسی ہاتھ مَلتے ہوئے بولی "مادام کچھ دیر میں پہنچنے والی ہوں گی۔"

"مجھے مادام سے زیادہ تمہاری فکر ہے، لوسی ڈیئر!" میں نے پیار سے کہا۔ "لیکن اس بات کا یقین رکھو کہ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچا... تو پھر وکٹوریہ ہال کی تمام نشستوں پر لاشیں ہی لاشیں بکھری نظر آئیں گی۔"

"مجھے تم سے یہی اُمید ہے اجیت!... لیکن تم اِن باتوں کا تذکرہ پہلے بھی کر سکتے تھے۔" وہ شکایتی لہجے میں بولی۔

"اس سے پہلے مجھے مشکوک چہرے نظر نہیں آئے تھے۔"

"کیا مطلب؟" لوسی دوبارہ چونک پڑی۔

"ہاں، ممکن ہے میرا خیال غلط ہی ہو لیکن میں مہمانوں میں کچھ ایسے افراد بھی دیکھ چکا ہوں، جن پر شبہ کیا جاسکتا ہے۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں، میں نے تمہیں حالات سے باخبر کرنا ضروری سمجھا تھا... مگر تمہیں میری موجودگی میں کوئی تشویش نہیں ہونی چاہیئے۔ میں نے جن پر شبہ کیا ہے اُن کی نشستیں میری نظر میں ہیں۔"

"میں پوری طرح مطمئن رہوں گی لیکن اگر کوئی ہنگامہ ہوا تو میری عزت بھی خاک میں مل جائے گی۔"

"لوسی!" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "کیا تمہیں اجیت کی صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں رہا؟"

"تمہاری خاطر میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں لیکن..."

"وقت ضائع مت کرو، لوسی!" میں نے کہا۔ "منتظمین کی نظریں بار بار ہماری طرف اُٹھ رہی ہیں۔"

"میں کوشش کروں گی کہ ہال میں تمہارے قریب ہی رہوں۔" لوسی نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب ایسی حماقت مت کرنا ورنہ مادام تمہاری طرف سے بھی مشکوک ہوسکتی ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"کیا ماسٹر ہنری کو تم نے اپنے شبہات سے باخبر کردیا ہے؟" لوسی نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں، میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "ماسٹر ہنری بذاتِ خود ایک پُراسرار قوت ہے۔ اگر میرا ذہن کسی خطرے کی بُو سُونگھ سکتا ہے تو ماسٹر ہنری کی پُراسرار قوتیں بھی اسے اِن حالات سے ضرور باخبر کرسکتی ہیں۔"

لوسی نے میرے لہجے کی تلخی کو محسوس کرلیا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اُسے موقع نہیں مل سکا۔ چاتھم نے سیڈان کو نہایت برق رفتاری سے سامنے لاکر سیڑھیوں کے قریب روکا تھا۔ شوکرانے والے منتظمین کے ساتھ ہی ساتھ لوسی بھی تیزی سے مادام کے استقبال کے لئے لپکی تھی۔ میں نے جیب سے ایک سگار نکال کر جلایا پھر کش لیتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔ حالات کے پیشِ نظر فی الحال میں خود کو مادام کے قریب نہیں لے جانا چاہتا تھا مبادا اس کی وساطت سے میرے نادیدہ دشمن میری اہمیت کا اندازہ بھی لگا لیتے... پھر میں اُسی وقت ہال میں داخل ہوا تھا جب مادام نے اندر جاکر تالیوں کی گونج میں اپنی مخصوص نشست سنبھال لی تھی۔

سب سے پہلے منتظمین کی طرف سے مادام کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا جس میں مادام کی اصلاحی، سماجی اور فلاحی سرگرمیوں میں گرانقدر خدمات کو سراہا گیا تھا۔ اُس کے بعد فیشن شو شروع ہونے کا اعلان کیا گیا۔ مادام کو اپنی جوابی تقریر کے لئے تقسیم انعامات سے پہلے کا وقت دیا گیا تھا۔

میں اپنی نشست پر بیٹھا قرب و جوار کا جائزہ لے رہا تھا۔ پردہ اُٹھتے ہی شوخ و شنگ لڑکیوں نے فیشن ملبوسات کا مظاہرہ شروع کردیا تھا بلکہ پر بار بار اعلان ہو رہا تھا اور وقفے وقفے سے ہال تالیوں سے گونج رہا تھا لیکن میری نظریں بار بار ہنری ماتھر کی جانب اُٹھ رہی تھیں۔ وہ اپنی نشست پر انتہائی لاپرواہ انداز میں بیٹھا، اسٹیج پر آنے والی ہر لڑکی کو گہری توجہ اور دلچسپی سے دیکھنے میں مصروف تھا۔ لوسی کو اپنی نشست تبدیل کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا اس لئے وہ ڈاکٹر گھوش کے برابر ہی بیٹھی تھی لیکن اس کے چہرے پر اس وقت بھی فکر اور تشویش کے گہرے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

ہنری ماتھر کے اطمینان نے بھی مجھے اُلجھا دیا تھا۔ جوزفین والے حادثے کی اطلاع ملنے کے بعد اُس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ فیشن شو والا دن ہوشنگ کی زندگی کا آخری دن ہوگا اور اس کا مطلب تھا کہ ہوشنگ بھی اس وقت ہال ہی میں کہیں موجود ہوگا۔ میں نے ایک بار پھر قرب و جوار کا جائزہ لیا لیکن مجھے اطراف میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر ہوشنگ کا شبہ کیا جاسکتا تھا۔ ویسے مجھے اس بات کا بھی قوی یقین تھا کہ رابرٹ ہم کی رُوح حالات سے بے خبر نہیں ہوگی۔ ہم نے ہنری کے راستے کے اندھیروں کو صرف اس لئے دور کیا تھا کہ ہنری اور ہوشنگ آپس میں ٹکرا جائیں۔ اس طرح رابرٹ ہم کی رُوح ہنری کے ذہن کو مزید جھٹکے پہنچانے کا ارادہ رکھتی تھی اور حالات کی روشنی میں مجھے

اس بات کا بخوبی اندازہ ہوچکا تھا کہ رابرٹ کی رُوح ہنری کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہے۔

وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا میری دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے آتشیں پستول کو کوٹ کی بیرونی جیب میں رکھا تھا۔ تاکہ بروقت اس کا استعمال کیا جاسکے اور میری نگاہیں بار بار لوسی، مادام اور ہنری کے چہروں کی جانب اُٹھ رہی تھیں۔ لوسی کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ البتہ مادام اور ہنری کے چہرے پُرسکون نظر آ رہے تھے۔ اسٹیج پر یکے بعد دیگرے مختلف چہرے نمودار ہو رہے تھے اور ہال بار بار تالیوں سے گونجنے لگتا تھا۔ حاضرین کی پُرشوق نظریں اسٹیج پر جمی ہوئی تھیں۔

اچانک میں نے ہنری ماتھر کو چونکتے دیکھا۔ وہ اسٹیج کی طرف پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے تعاقب میں میری نظریں بھی اسٹیج کی جانب اُٹھ گئیں۔ میں ہنری کے چونکنے کی وجہ دریافت کرنا چاہتا تھا اُسے یقیناً کسی پیش آنے والے خطرے کا علم ہوگیا تھا... پھر جب میں نے اسٹیج پر نظر آنے والا چہرہ دیکھا تو میرے خون کی گردش بھی یکلخت تیز ہوگئی۔

وہ ایک دراز قد، اُدھیڑ عمر اور چھریرے بدن کی عورت تھی جس نے جنوبی افریقہ کا قبائلی لباس پہن رکھا تھا۔ وہ اس لباس کی نمائش کے لئے اتنے خوبصورت انداز میں اپنے لوچدار جسم کو حرکت دے رہی تھی کہ ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس عورت کو دیکھ کر اچانک ہی ہوشنگ کا خیال آیا۔ غیر اختیاری طور پر میرا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے آتشیں پستول پر پہنچ گیا... پھر جب ایک بار اس عورت نے اگلی نشستوں پر نظر ڈالی تو میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں درندوں جیسی چمک تھی۔ میں ہوشنگ کی آنکھوں کی اس مخصوص درندگی کو ہزاروں میں شناخت کرسکتا تھا۔ میں نے فوری طور پر ایک اہم فیصلہ کرلیا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا، ہنری ماتھر تیزی سے کھڑا ہوگیا اس کے ہاتھ خوفناک انداز میں بلند ہوئے... غالباً وہ اپنے پُراسرار عمل سے ہوشنگ کو تسخیر کرکے بے نقاب کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن ٹھیک اسی وقت پورا ہال گھُپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ میں تیزی سے اپنی نشست سے اُٹھا اور اندازے سے لوسی کی طرف دوڑا لیکن اسی وقت یکے بعد دیگرے دو فائروں کی آواز سُنائی دی اور ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ حاضرین میں موجود خواتین نے بُری طرح چیخنا شروع کردیا تھا۔

... پھر اسی شور و غل میں مجھے ماسٹر ہنری کی کربناک چیخ بھی سُنائی دی تھی۔

مادام کے حسین چہرے پر اس وقت شدید تشویش کے گہرے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

وکٹوریہ ہال میں فینسی ڈریس کے دوران میں پیش آنے والا حادثہ کوئی معمولی بات نہیں تھی جسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جاتا۔ ہال میں گھپ اندھیرا ہو جانے کے بعد ماسٹر ہنری مائتھر کی کرب ناک چیخوں کی آواز بلاوجہ نہیں تھی۔ دوبارہ روشنی ہونے پر اسے زخمی حالت میں پایا گیا تھا۔ اندھیرے میں کئے جانے والے دونوں فائر کارآمد ثابت ہوئے تھے۔ ہنری فرش پر اپنی نشست کے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔ ایک گولی اس کے سیدھے ہاتھ کی کلائی کو چیرتی گزر گئی تھی اور دوسری گولی نے اس کے دائیں گھٹنے کی ہڈی کو اس طرح کرچیوں میں تبدیل کیا تھا کہ ہنری اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے سے بھی معذور ہو گیا تھا۔ سیدھے ہاتھ کی بھی یہی حالت تھی کہ وہ اپنی انگلیوں کو جنبش نہیں دے سکتا تھا۔

پولیس کے آنے تک مادام کے علاوہ تنظیم کے دوسرے کارکنوں کو بھی وہیں رکنا پڑا تھا۔ شو منعقد کرانے والے منتظمین بھی بوکھلائے بوکھلائے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے لیکن نتیجہ صفر ہی ثابت ہوا۔ وہ دراز قد ادھیڑ عمر کی اور چھریرے بدن والی عورت جس کے اسٹیج پر نمودار ہونے کے بعد ہنری خطرناک ارادے سے اٹھا تھا، تلاش بسیار کے باوجود وکٹوریہ ہال کی عمارت میں نہیں مل سکی تھی۔

پولیس کی آمد کے بعد اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے افراد کی شہادتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہنری کو فوری طور پر ضروری کارروائی کے بعد ہسپتال بھیج دیا گیا تھا۔ اس کے بعد پولیس نے منتظمین سے اس عورت کے بارے میں بازپرس شروع کر دی، جو ہنگامے کا باعث بنی تھی اور اس کے بعد پراسرار طور پر غائب ہو گئی تھی۔ منتظمین نے اپنے بیان میں یہی کہا تھا کہ لیڈی شرے ایک ماڈل گرل ہے۔ یہ پیشہ اس نے بیوہ ہونے کے بعد اختیار کیا تھا۔ پولیس نے منتظمین کا بیان لینے کے فوراً ہی بعد لیڈی شرے کے فلیٹ پر چھاپہ مارا تھا لیکن وہاں سے اس کی برہنہ لاش ملی تھی۔ کوئی ایسا ثبوت نہیں مل سکا تھا جو اس خونی حادثے کے سلسلے میں پولیس کی کوئی رہنمائی کر سکتا۔

لوسی مارٹن اس حادثے پر بری طرح بوکھلا گئی تھی لیکن مادام کے اشارے پر تنظیم کے کسی فرد نے بھی ہنری کے زخمی ہونے پر کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ سب ہی بے تعلق رہے تھے لیکن اس کے بعد فوراً ہی مادام نے اسی رات اپنی قیام گاہ پر ایک ہنگامی اجلاس طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ اس وقت مادام کی خوابگاہ میں لوسی اور میرے علاوہ ڈاکٹر گھوش بھی موجود تھا۔

مادام کی خاص خادمہ شوچی یانگ دروازے کے قریب ہاتھ باندھے کھڑی تھی اور خواب گاہ کے باہر مسلح محافظ تعینات تھے۔ مادام کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ ہنری مائتھر کو پیش آنے والے حادثے نے اسے بری طرح بوکھلا دیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ کا نتیجہ تھا کہ اس نے ابھی تک کمرے میں موجود کسی فرد سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور کسی زخمی ناگن کی طرح فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین پر لہراتی پھر رہی تھی۔ سب ہی کی نگاہیں مادام کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ لوسی کے چہرے کی رنگت اس وقت بھی زرد نظر آ رہی تھی۔ وہ مقامی سربراہ ہونے کے سبب اس خونی حادثے پر مادام سے کچھ کم پریشان نظر نہیں آ رہی تھی البتہ ڈاکٹر گھوش کا چہرہ جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

مادام ٹہلتے ٹہلتے اچانک رکی... پھر اس نے باری باری سب کے چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا: "وکٹوریہ ہال میں ماسٹر ہنری کو پیش آنے والا حادثہ تنظیم کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ ہمیں تنظیم کی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے اب کوئی جوابی کارروائی کرنا ہوگی۔"

"مادام کو شبہ کس پر ہے؟" ڈاکٹر گھوش نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"لیڈی شرے کی جگہ اسٹیج پر نظر آنے والی شخصیت ہوشنگ کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔" مادام ہونٹ چباتی ہوئی بولی۔ "میں اس حرامزادے کی آنکھوں میں درندوں جیسی تیز چمک ہزاروں میں شناخت کر سکتی ہوں۔"

"اوہ۔ غالباً ماسٹر ہنری نے بھی اسے شناخت کر لیا تھا جب ہی وہ اپنی کرسی سے خوفناک انداز میں اٹھا تھا لیکن..."

"لیکن ماسٹر ہنری کو اپنے پراسرار علوم کے استعمال کا موقع

نہیں مل سکا۔" مادام نے ڈاکٹر گھوش کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ہوشنگ یقیناً وہاں تنہا نہیں ہوگا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی موجود ہوں گے جنھوں نے ماسٹر ہنری کے اٹھتے ہی خطرے کے پیش نظر مین سوئچ آف کر دیا ہوگا اور پھر ہوشنگ اپنا کام کر گیا۔ سب ہی اس بات سے واقف ہیں کہ ہوشنگ ایک ماہر نشانہ باز ہے اور اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ماسٹر ہنری کو اپنی غلطی کا احساس ضرور ہو گیا ہوگا۔" ڈاکٹر گھوش نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب...؟"

"ہوشنگ کے سلسلے میں ماسٹر ہنری نے جو نرم رویہ اختیار کر رکھا تھا وہ یقیناً غلط تھا مادام!" ڈاکٹر گھوش بولا۔ "دشمن کو اپنے سے کمزور سمجھنا میرے نزدیک سراسر حماقت ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے ڈاکٹر! لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔"

"اب آپ کا ہمارے لئے کیا حکم ہے مادام؟" اس بار لوسی نے دبی زبان میں پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ ہوشنگ اس وقت بھی لندن میں موجود ہوگا۔" مادام نے گہری سنجیدگی اور تشویش کے ملے جلے انداز میں جواب دیا۔ "ماسٹر ہنری پر ایک بار بھرپور وار کر لینے کے بعد اس کے حوصلے اور بلند ہو گئے ہوں گے... اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ماسٹر ہنری کو اسپتال میں بھی موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کرے کیونکہ ہوشنگ اس بات کو بھی بخوبی جانتا ہے کہ جب تک ماسٹر ہنری ہمارے درمیان موجود ہیں، وہ کھل کر سامنے نہیں آ سکتا۔"

"مجھے اس خطرے کا احساس ہے مادام!" لوسی جلدی سے بولی۔ "میں نے اس اندیشے کے پیش نظر اپنے قابل اعتماد آدمیوں کو اسپتال کی نگرانی پر مامور کر دیا ہے بلکہ ہمارا ایک آدمی تو ہر وقت ماسٹر ہنری کے بستر کے قریب موجود رہتا ہے۔ میں نے اسے ماسٹر کا قریبی عزیز ظاہر کر کے کمرے میں مریض کے ساتھ رہنے کی اجازت دلوا دی ہے۔"

"مجھے تمہاری کارکردگی پر مکمل اعتماد ہے لوسی!... لیکن یہ بھی مت بھولو کہ جو دشمن ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں بھی ماسٹر ہنری پر وار کر سکتا ہے وہ دس بارہ آدمیوں کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا۔"

"ایسی صورت میں تو صرف ایک ہی تدبیر کی جا سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟" مادام نے لوسی کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہم اگر کسی طرح ماسٹر کو اسپتال کے بجائے اپنی رہائش گاہوں میں سے کسی ایک میں منتقل کر دیں اور وہاں پرائیویٹ طور پر ان کا علاج ہو تو پھر شاید ہوشنگ اپنے ناپاک ارادوں میں آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"میں اس بارے میں پہلے ہی سوچ چکی ہوں لیکن اول تو پولیس اس کی اجازت نہیں دے گی، دوسرے میں یہ بھی پسند نہیں کروں گی کہ ہمارا کوئی براہ راست تعلق اس حادثے سے ظاہر ہو۔ ایسی صورت میں پولیس کی توجہ ہماری جانب بھی مبذول ہو سکتی ہے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ ماسٹر ہنری کا اسپتال میں رہنا زیادہ مناسب ہوگا۔" میں نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک میرا اندازہ ہے ہوشنگ، ماسٹر ہنری کو جان سے مارنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"کوئی خاص وجہ، مسٹر اجیت!" مادام کے بجائے ڈاکٹر گھوش نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی چند لمحے قبل مادام کے علاوہ دوسرے بھی اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ ہوشنگ نشانہ بازی کے فن میں ثانی نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں اگر وہ چاہتا تو اسی وقت ماسٹر ہنری کا قصہ تمام کر سکتا تھا جب اس کے آدمیوں نے ہال میں گھپ اندھیرا کرنے کی خاطر مین سوئچ آف کیا تھا۔"

"آپ کی دلیل مناسب ہے مسٹر اجیت!... لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اندھیرے اور جلد بازی کے سبب ہوشنگ کا نشانہ چوک گیا ہو۔" ڈاکٹر گھوش نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن ہمیں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ ہم نے صرف دو فائروں کی آواز سنی تھی اور دونوں ہی گولیاں کارآمد بھی ثابت ہوئی تھیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہوشنگ نے جان بوجھ کر ماسٹر ہنری کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"لیکن اس حرامزادے نے ایسا کیوں کیا ہوگا؟" مادام ہونٹ چباتی ہوئی بولی۔

"ہو سکتا ہے کہ ہوشنگ ماسٹر ہنری کو فی الحال اپنی طاقت کا احساس دلانا چاہتا ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں مان سکتا۔" ڈاکٹر گھوش نے الجھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہوشنگ کو ہماری تنظیم میں ایک بڑے کی حیثیت حاصل رہ

چکی ہے۔ اس نے ماسٹر ہنری کے بہت قریب رہ کر کام کیلئے وہ یقیناً جانتا ہوگا کہ ماسٹر ہنری کی پُراسرار قوتیں لامحدود ہیں۔ ایسی شکل میں یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اس نے دیدہ دانستہ اپنے سب سے خطرناک دشمن پر کوئی اوچھا حملہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔"

"بہرحال..." مادام تیزی سے بولی۔ "ہمیں ماسٹر ہنری کی حفاظت ہر قیمت پر کرنی ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ ہوشنگ کو بھی ہر قیمت پر تلاش کرنا ہوگا۔ اس کی جسارتیں اب بڑھتی جا رہی ہیں۔"

"میرا مشورہ ہے مادام کہ ہمیں لندن سے باہر جانے والے تمام بحری، بری اور ہوائی راستوں کی فوری طور پر ناکہ بندی کر دینی چاہیے تاکہ ہوشنگ فرار ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔" لوسی نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد ہم اس وقت تک ہوشنگ کی تلاش جاری رکھیں گے جب تک ماسٹر ہنری کو ہوش نہیں آ جاتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلے اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے ہمیں ہوشنگ کے ٹھکانے سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں گے... کیوں کہ ہوشنگ نے براہِ راست ماسٹر ہنری پر حملہ کر کے وہ عہد توڑ دیا ہے جو بڑوں کے درمیان ایک مقدس عہد کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے ڈاکٹر؟" مادام نے ڈاکٹر سے سوال کیا۔

"میں مس لوسی کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔" ڈاکٹر سنجیدگی سے بولا۔

"ماسٹر اجیت!" مادام نے میرے چہرے پر نظریں مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ "مائیکل اور باروُدت کے سلسلے میں آپ نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بے مثال ہیں لیکن کیا ہوشنگ کے سلسلے میں آپ کوئی مؤثر اقدام نہیں کر سکتے؟"

"میں تنظیم کی خاطر اپنی زندگی بھی قربان کر سکتا ہوں اور مجھے قوی اُمید بھی ہے کہ اب ہوشنگ کی سرگرمیاں زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہ سکیں گی۔" میں نے حالات کے پیش نظر کہا۔ "لیکن ہمیں ہوشنگ کی تلاش کی خاطر بھی ماسٹر ہنری کی ضرورت در پیش ہوگی اور وہ ابھی تک بے ہوشی کی حالت سے دوچار ہیں۔"

"ہاں۔ ماسٹر ہنری کی زندگی ہمارے اور تنظیم کے لئے بہت اہم ہے۔" مادام گہری سنجیدگی سے بولی۔ "ہمیں ان کے ہوش میں آنے کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"اور اس دوران میں ہم ہوشنگ کی تلاش بھی جاری رکھیں گے۔" لوسی نے کہا۔

"پولیس اس حادثے کے سلسلے میں کن لائنوں پر تفتیش کر رہی ہے؟" ڈاکٹر گھوش نے پوچھا۔ مخاطب مادام ہی سے تھا۔

"پولیس کا خیال ہے کہ کسی ذاتی دشمنی کی وجہ سے ماسٹر ہنری پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔"

"ماسٹر ہنری کے بیان کے بارے میں مادام نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ماسٹر ہنری کا بیان بھی ہمارے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں ڈاکٹر!"

"ہوش میں آنے کے بعد اگر ماسٹر ہنری نے ہوشنگ کا نام لیا تو یہ چیز تنظیم کے لئے زیادہ خطرناک ہوگی۔" ڈاکٹر گھوش کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "ظاہر ہے کہ ہوشنگ کا نام آنے کے بعد پولیس اس کے پیچھے لگ جائے گی اور اگر پولیس نے ہم سے پہلے ہوشنگ کو تلاش کر لیا تو ہوشنگ ہماری تنظیم کی اصلیت بے نقاب کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرے گا۔"

"آپ نے یقیناً بڑی دانش مندی کی بات سوچی ہے ڈاکٹر!" مادام نے کہا۔ "ہمیں پولیس کے بیان لینے سے قبل کسی نہ کسی طرح ماسٹر ہنری کو ان خطرات سے آگاہ کرنا ہوگا اور یہ درخواست کرنی ہوگی کہ وہ ہوشنگ کا نام درمیان میں نہ آنے دیں۔"

"اس کا بندوبست میں کر لوں گی مادام!" لوسی تیزی سے بولی۔ "ہمارا وہ آدمی جو ہر وقت ماسٹر ہنری کے قریب موجود ہے، نہایت آسانی سے آپ کا پیغام ماسٹر ہنری تک پہنچا دے گا۔"

"گڈ!" مادام نے لوسی کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کل صبح پہلی فرصت میں اس آدمی کو اس بات کی تاکید کر دو کہ ماسٹر ہنری کے ہوش میں آتے ہی میرا پیغام اس تک پہنچا دے اور اس بات کی تاکید بھی کر دے کہ ہوشنگ کا نام کسی قیمت پر بھی اس کے بیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"ایسا ہی ہوگا مادام!" لوسی نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

اس کے بعد ہوشنگ کی تلاش کے سلسلے میں ضروری منصوبے بنا کر میٹنگ برخواست کر دی گئی۔ ڈاکٹر گھوش اور لوسی کے ساتھ میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا لیکن میں جانتا تھا کہ دکٹوریہ ہال میں جو حادثہ پیش آیا تھا اس میں میرے پُراسرار دوست رابرٹ جبہ کی رُوح کا سب سے زیادہ دخل تھا۔ رابرٹ کی رُوح نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ ہوشنگ اور ہنری کا ٹکراؤ ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح وہ ماسٹر ہنری کو ذہنی جھٹکے پہنچانے کا خواہش مند تھا۔ یقیناً یہی بات تھی کہ ہنری ابھی تک زندہ تھا ورنہ اگر صرف ہوشنگ کے ارادے کو بھی دخل ہوتا تو وہ یقینی طور پر ہنری کو موت کے گھاٹ اُتارنے سے کبھی دریغ نہ کرتا۔

رابرٹ کی رُوح نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں مادام کے اور ہنری کی پُراسرار قوتوں کا راز فاش کر دوں لیکن ابھی تک میں ایسا نہیں کر سکا تھا۔ شاید اس لئے کہ حالات نے جس انداز میں رُخ بدلا تھا، اس نے مجھے اتنا موقع نہیں دیا تھا کہ میں رابرٹ کی خواہش کی تکمیل کر سکتا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ہنری ماتھر نے اپنے کئی پُراسرار علوم مجھے سکھائے تھے لیکن ابھی کچھ چیزیں باقی تھیں۔ معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سُرعت سے اُبھرا۔ ہو سکتا ہے کہ رابرٹ نے جان بوجھ کر ہنری ماتھر کو چلنے پھرنے سے معذور کر دینے کی خاطر ہوشنگ کو اس کی ٹانگ اور ہاتھ کو نشانہ بنانے پر مجبور کر دیا ہو۔ ایسی صورت میں ظاہر تھا کہ ہنری مجھے اپنے باقی علوم بھی سکھا دیتا اور مجھے اپنا دست راست بنا کر تنظیم میں اپنی ساکھ برقرار رکھ سکتا تھا۔ یقیناً رابرٹ کی رُوح نے یہی منصوبہ اپنے ذہن میں مرتب کیا ہوگا۔ میرے ذہن میں خیال اُبھرا اور پھر میری دھڑکن تیز ہونے لگی۔

جب میں لوسی کے ساتھ گھر واپس پہنچا تو اس وقت رات کے ساڑھے بارہ کا عمل تھا، راستے میں ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ شاید میری طرح لوسی بھی اپنے خیالات میں گم تھی۔ گھر پہنچ کر میں اپنے کمرے میں آیا۔ کپڑے تبدیل کئے... پھر کچھ سوچ کر میں نے اپنی خواب گاہ کو باہر سے بند کیا اور لوسی کے کمرے کی طرف آ گیا۔ وہ شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی اور دروازہ بند ہی کر رہی تھی کہ میں وہاں پہنچ گیا۔ "کیوں...؟" مجھے دیکھ کر اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کوئی خاص بات یاد آ گئی؟"

"ہاں...!" میں نے اس کی خواب گاہ میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بولٹ کرتے ہوئے کہا۔ "ذہن بُری طرح تھکا ہوا ہے۔ میں نے سوچا شاید آج کی رات تمہارا حسین قُرب میرے لئے زیادہ سکون بخش ثابت ہو..."

"تم چاہتے تو مادام کی باہوں میں بھی یہ رات گزار سکتے تھے۔" لوسی نے ایک توبہ شکن انگڑائی لیتے ہوئے کہا... پھر نائٹ بلب روشن کر کے باقی تمام روشنیاں گُل کرتی ہوئی بستر پر میرے قریب آ گئی۔ اس کا جسم آج بھی میرے لئے روزِ اوّل کی طرح پُرکشش تھا۔ شاید اس لئے کہ میں لوسی سے سب سے زیادہ بے تکلف تھا۔

"مادام کے ذہن پر آج ہنری ماتھر سوار ہے۔" میں نے لوسی کو اپنی باہوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ "ایسی عورتیں جو ذہنی طور پر اُلجھی ہوئی ہوں دوسروں کو سکون نہیں دے سکتیں۔"

"ذہن تو میرا بھی اُلجھا ہوا ہے اجیت!" لوسی بولی۔ "ماسٹر ہنری تنظیم کے لئے اہم حیثیت رکھتا ہے۔"

"اور ہوشنگ اس حیثیت کو مجروح کرنے پر تُلا ہوا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اجیت!" لوسی نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات کا یقین نہیں تھا کہ وکٹوریہ ہال میں ماسٹر ہنری پر حملہ کیا جانے والا ہے۔ تم نے اپنے شبے کا اظہار بھی کیا تھا۔"

"مجھے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ معلوم ہے سویٹ ہنی!" میں نے لوسی کے بالوں کو چُومتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ آواز ہنری ماتھر ہی کی تھی جس نے تمہیں مائیکل اور تاشی کے اغوا کے سلسلے میں مورگن کے رہائش گاہ کے تہہ خانے تک پہنچنے کی ہدایت کی تھی؟"

"وہ سو فیصدی ماسٹر ہنری ہی کی آواز تھی۔ کیوں؟ تمہیں کوئی شبہ ہے؟" لوسی بدستور میرے چہرے پر نظریں جمائے ہوئی تھی۔

"وہ آواز..." میں نے لوسی کو خود سے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ "وہ آواز اسی پُراسرار قوت کی تھی جو ہوشنگ کی پشت پناہی کر رہی ہے اور جب تک اس کی لامحدود قوتیں ہوشنگ کے ساتھ ہیں، ماسٹر ہنری تو کیا، تمہاری تنظیم کی تمام قوتیں مل